فہرست مضامین متن کلیات برہمن

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱	مقدمہ	۱	۲۳	زندگانی رائے رایان اور مورخین	۱۷
۲	اس دیوان کی قدامت	۲	۲۴	ہر شخص کا کلام اسکی تاریخ ہے	۲۳
۳	ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا	۳	۲۵	رائے رایان کی تصانیف خود اپنی عمل الفت(?)	۲۴
۴	وجہ اشاعت	۴	۲۶	خاندان کی اصالت	۲۴
۵	دیوان صاحب کی مشکلات	۵	۲۷	خاندانی مصروفیات	۲۵
۶	دیوان صاحب کا نالائق دیوان سے مقابلہ	۶	۲۸	دستور(?) و اس منصب دار	۲۶
۷	مشکلات پر عبور	۷	۲۹	تاریخ و سال ولادت	۲۶
۸	غزلیات اور رباعیات	۸	۳۰	نام و وجہ تخلص	۲۷
۹	قابل افسوں(?) سے صحت	۸	۳۱	مورخوں کا حسد	۲۷
۱۰	ڈاکٹر سر اقبال	۹	۳۲	وطن	۲۷
۱۱	برہمن کا قلمی دیوان مل گیا	۹	۳۳	تعلیم و تربیت	۲۹
۱۲	برہمن کے قلمی دیوان کی حالت	۱۰	۳۴	بچپن ہی میں حالت جذب طاری ہوگئی تھی	۳۰
۱۳	مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے	۱۰	۳۵	رائے رایان کی خوشخطی	[illegible]
۱۴	ایک اعلیٰ دیوان غائب ہوگیا	۱۰	۳۶	ایام مکتب کی شگفتگی(?)	۳۱
۱۵	اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں	۱۱	۳۷	دیوان خانہ رائے رایان	۳۲
۱۶	جلوخانہ دربار کیو بتھانہ(?) اور کلام برہمن	۱۱	۳۸	میر عبدالکریم میر عمارت تعمیر روضہ ممتاز محل اور بنیاد برہمن	۳۲
۱۷	مثنوی ہفت بحر	۱۲			
۱۸	نکتہ	۱۴	۳۹	افضل خاں وزیر اعظم شاہجہاں و فضیلت رائے رایان	۳۳
۱۹	مرہم بسمل	۱۴			
۲۰	مجموعہ دیوان برہمن نہیں بلکہ کلیات برہمن ہے	۱۵	۴۰	افضل خاں کے توسل سے دربار شاہی میں رسائی	۳۵
۲۱	برہمن کی روح پر فتوح سے معافی	۱۵			
۲۲	زندگانی رائے رایان	۱۷	۴۱	سفر کشمیر و واپسی وطن (لاہور)	۳۵

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۴۲	علامی فہامی افضل خاں وزیر اعظم اور رائے رایان	۳۵
۴۳	رائے رایان کے قدردان	۳۸
۴۴	علامی موصوف کی روح افضل کی پروانہ اور شاہ سخن کی فضیلتوں کا آغاز	۳۹
۴۵	شاہجہانی عتاب تہر برہمن پر مہر کا باعث ہوا	۳۹
۴۶	حق بحقدار رسید	۴۰
۴۷	متعلق سخن ممدوں رائے رایان	۴۱
۴۸	از دیاد منصب و جاہ	۴۲
۴۹	لطیفۂ تعصب و تاسف	۴۳
۵۰	رائے رایان شاہجہان کی وزارت عظمیٰ کے فرائض انجام دیتے ہیں۔	۴۳
۵۱	سفر کابل	۴۳
۵۲	شاہ کی سیر کشمیر اور برہمن کی رباعی دلپذیر	۴۴
۵۳	مجلس خسروی یعنی شاہجہاں کا دربار عام اور شاہ قلم کا کلام	۴۵
۵۴	افسانۂ رنگین	۴۷
۵۵	افسانۂ شیریں	۴۷
۵۶	افسانۂ لعبت بخش	۴۷
۵۷	افسانۂ شادی امود	۴۷

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۵۸	افسانۂ دلپذیر	۴۸
۵۹	غسل صحت	۴۸
۶۰	جشن وزن مقدس قمری	۴۸
۶۱	رباعی مخلص	۴۸
۶۲	شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے	۴۹
۶۳	قدردانی اہل کمال پیدا کرتی ہے۔	۴۹
۶۴	تبدیل کردیا	۵۰
۶۵	سفر ثانی	۵۰
۶۶	عطائے خطاب رائے رایان	۵۰
۶۷	منشیان نامداران کے رقائم و حالات بلحاظ ترتیب جمع کرتے ہیں۔	۵۱
۶۸	تلاش سخن	۵۲
۶۹	رائے رایان کا سفارت روانے پور بھیجنے آنا	۵۲
۷۰	سفارت پر روانگی و حالات کی عرضداشت	۵۶
۷۱	عرضداشت مژدۂ کامیابی	۶۱
۷۲	آخری عرضداشت دربار کو [illegible] کے لئے [illegible] کرتی ہے	۶۱
۷۳	حکومت [illegible] کی [illegible] میں [illegible] کا [illegible]	۶۵

التماس و بر مشتہر

چونکہ کلیات برہمن کی طباعت و اشاعت [illegible] حال تھی اسلئے [illegible]

[illegible]

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۷۵	آپ کو خانگی جنگ و جدال سے سخت نفرت تھی	۶۷
۷۶	بیٹے (اورنگزیب) کا باپ (شاہجہاں) کو قید کرنا برہمن کی نظروں میں۔	۶۸
۷۷	امرائے سلطنت کی شاہجہاں و دارا سے غداری اور رائے رایان کی وفاداری و جاں نثاری۔	۷۰
۷۸	رائے رایان کی نمک حلالی و وفاداری	۷۳
۷۹	رائے رایان کی نوحہ خوانی۔	۷۳
۸۰	فرض شناس باپ کا خط سعادتمند بیٹے کے نام	۷۴
۸۱	اورنگزیب برہمن کا قدردان تھا	۷۹
۸۲	شیخ عبدالحق محدث سے صحبتِ اقدس	۸۰
۸۳	رائے رایان کے والد بزرگوار کے انتقال پر اورنگزیب کی تعزیت عنایت	۸۱
۸۴	زیارتِ گُل چھینیر	۸۳
۸۵	(اورنگزیب) دربار سلیمانی کو مورِ ضعیف (برہمن) کا استعفیٰ	۸۴
۸۶	ترکِ ملازمت تاج مغلیہ کے بعد	۸۵
۸۷	برہمن کی دنیا سے دل سے بیزاری اور سنیاس آشرم میں دم شماری	۸۶
۸۸	بوقت ترکِ ملازمت آپ کی عمر بہ سال سے تجاوز کر چکی تھی	۸۷
۸۹	مدت ملازمت سلطنت مغلیہ	۸۷
۹۰	اورنگزیبی دربار کو الوداع اور کاشی جی میں دیوان	۸۸

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۹۱	خوش باشی بنارس دربار اورنگزیب	۹۰
۹۲	ایام گوشہ نشینی میں مستحقوں کی دربار شاہی میں سفارشات	۹۰
۹۳	فقیر (رائے رایان) کی دعائیں	۹۱
۹۴	وفات	۹۱
۹۵	تاریخ و سالِ وفات	۹۲
۹۶	باغ چندربھان	۹۲
۹۷	مشاغل و مصروفیات	۹۳
۹۸	برہمن کے عقائد مذہبی	۹۴
۹۹	ایک قدیم روایت	۹۵
۱۰۰	ہمدردی کا افسوس	۹۶
۱۰۱	حسرت کی یہ حسرت بے سود ہے	۹۶
۱۰۲	اسلامی بھائیوں سے دو دو باتیں	۹۹
۱۰۳	برہمن کی مذہبی صداقت ہی انکی شہرت و حفاظت کا باعث ہوئی	۹۹
۱۰۴	تصویر برہمن	۱۰۱
۱۰۵	تصور تصویر برہمن	۱۰۱
۱۰۶	برہمن برہمن کے گھر پیدا ہوئے اور سب نے اُسے اچھا سمجھا	۱۰۲
۱۰۷	دیگر مذاہب کا جوش و خروش اور برہمن کا کامیاب سفر	۱۰۳
۱۰۸	صدقِ ایمان اور حیا شیرازی کی داستان	۱۰۳
۱۰۹	لطیفہ کرامت	۱۰۴
۱۱۰	براہمن اور اُن کا مسئلہ تناسخ	۱۰۶

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۱۱	برہمن اور زنار	۱۰۶
۱۱۲	برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے	۱۰۶
۱۱۳	مسلک رائے رایان	۱۰۸
۱۱۴	تبلیغ عدم تبدیلِ مذہب	۱۰۸
۱۱۵	برہمن کو برہمن ہونیکی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا	۱۱۰
۱۱۶	فضیلت آریہ دھرم	۱۱۰
۱۱۷	تکرارِ مذہبی شیطنت سے خالی نہیں ہندی مسلمانوں کا سوال فضول ہے	۱۱۱
۱۱۸	ہندی اپنے مظالم کے خود ذمہ دار ہیں	۱۱۲
۱۱۹	فرقہ وارانہ بربادی کے سلطان دین ہی ذمہ دار ہیں	۱۱۳
۱۲۰	برہمن برہمن ہی نہ تھے بلکہ مدبر نما	۱۱۳
۱۲۱	لطیفہ صداقت	۱۱۴
۱۲۲	ایسا ہی نکتہ	۱۱۵
۱۲۳	رائے رایان توہمات باطلہ کے قائل نہ تھے	۱۱۶
۱۲۴	برہمن کا معراجِ روحانی	۱۱۶
۱۲۵	بھائی اور اولاد	۱۱۷
۱۲۶	رائے رایان کے قابل بھائی	۱۱۸
۱۲۷	دارالخلافہ آگرہ کے علماء کی رائے	۱۱۸
۱۲۸	چہار چمن کے خطوط	۱۱۹
۱۲۹	اولاد	۱۱۹
۱۳۰	بیٹے کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے بھائی سے مشورہ	۱۱۹
۱۳۱	شاگردانِ برہمن	۱۲۰
۱۳۲	برہمن کا چڑیا گھر	۱۲۱
۱۳۳	برہمن کے ترکِ تعلق کی بہترین مثال	۱۲۲
۱۳۴	اولادِ معنوی اور علماء سے صوری	۱۲۲
۱۳۵	رباعیات	۱۲۳
۱۳۶	چہار چمن و منشآت برہمن	۱۲۴
۱۳۷	رائے رایان کے کلامِ منظوم کی چند دنوں میں پیاسے	۱۲۵
۱۳۸	سعد اللہ داد کی گوشہ گیری اور ناچیونٹی	۱۲۵
۱۳۹	طغرائے شاہجہاں کا ترجمہ	۱۲۶
۱۴۰	اس خدمت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی	۱۲۷
۱۴۱	جادو ناتھ سرکار تصانیف برہمن پر	۱۲۸
۱۴۲	مسٹر عبداللطیف سرکار تصانیف برہمن پر	۱۲۸
۱۴۳	مورخین تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرۂ برہمن	۱۲۹
۱۴۴	اردوئے حسن سیاہ	۱۳۱
۱۴۵	پروفیسر آزاد	۱۳۲
۱۴۶	مورخوں کا رطب و یابس	۱۳۳
۱۴۷	تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی	۱۳۳
۱۴۸	کلمات شعراء کی بدکلامی	۱۳۴
۱۴۹	پروفیسر آزاد برہمن پر	۱۳۴
۱۵۰	آئینہ تذکرہ اق الخیال	۱۳۵
۱۵۱	شمع انجمن کی تاریکی	۱۳۶
۱۵۲	سرخوش کی خوش گپیاں	۱۳۶

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۵۳	رائے رایان کے زبان زد اشعار	۱۳۷
۱۵۴	برہمن برہمن پر	۱۳۸
۱۵۵	اغلاط و عیوب سے کلام پاک ہے	۱۳۹
۱۵۶	بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں	۱۴۰
۱۵۷	برہمن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی	۱۴۰
۱۵۸	تخریبِ اشعار اور اُن کی وجوہ	۱۴۳
۱۵۹	رائے رایان کے کلام کی جولانی	۱۴۳
۱۶۰	رائے رایان کی شاعری کا شہرہ	۱۴۳
۱۶۱	نظم نغموں سے پُر ہے	۱۴۴
۱۶۲	ایرانی مجالس علما اور کلامِ برہمن	۱۴۴
۱۶۳	تصانیف کا زمانہ تکمیل و ترتیب	۱۴۵
۱۶۴	نکتہ	۱۴۸
۱۶۵	قدیم بیاض اور رائے رایان	۱۴۸
۱۶۶	لحاظ مضامین آپکی تصنیفات کی تقسیم دو جداگانہ جذبات پر مشتمل ہے۔	۱۴۹
۱۶۷	دیوان اور رباعیات کی منطقی تقسیم	۱۵۰
۱۶۸	رائے رایان کی کثرت و وسعت مطالعہ	۱۵۱
۱۶۹	برہمن کے چمن میں کسی غیر کا عمل دخل نہیں	۱۵۳
۱۷۰	شاعری پر محاکمہ کی وجہ ..	۱۵۳
۱۷۱	رائے رایان کی تصانیف عہد مذکور کی صحیح تاریخ ہیں	۱۵۴
۱۷۲	دل برہمن اور دید دارا	۱۵۶
۱۷۳	اورنگ زیب اور اُس کی حکومت رائے رایان کی نظر میں	۱۶۷
۱۷۴	نکتہ	۱۶۸
۱۷۵	برہمن کا راگ حب الوطنی اپنے وطنی بھائیوں کے لئے صحیح تعلیم ہے۔	۱۶۸
۱۷۶	خدارا ہندی اور مسلمان سمجھیں	۱۶۹
۱۷۷	رائے رایان مذہبی کلام عہدِ مذکور پر روشنی ڈالتا ہے	۱۷۰
۱۷۸	رائے رایان کے کلام سے اسلامی حکومت پر روشنی	۱۷۱
۱۷۹	مسلمان بلحاظ اوصاف خاص ہندوؤں سے برتر ہیں	۱۷۳
۱۸۰	اُمراء کی مدح اور قصیدہ خوانی	۱۷۴
۱۸۱	شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ	۱۷۵
۱۸۲	بزم رنگین	۱۷۶
۱۸۳	دسترخوان برہمن پر ظرافت ہجو کے چٹخارے حرام سمجھے گئے	۱۷۷
۱۸۴	مدح و ہجو فردوسی	۱۷۸
۱۸۵	دھرم آتما سخت اشتعال پر بھی انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا	۱۸۲
۱۸۶	شیطان کا تعصب	۱۸۲
۱۸۷	ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں مدح اور ذم کے الفاظ ہی نہیں	۱۸۳
۱۸۸	برہمن اور علما کے وقت	۱۸۷
۱۸۹	رائے رایان کے شعرائے مشاہیر سے ملاقاتیں	۱۸۸

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱۹۰	برہمن وسعدی	۱۸۹
۱۹۱	صوفی برہمن اور شرابی عمر خیام	۱۸۹
۱۹۲	زبان برہمن و کلام شعرائے اُردو	۱۹۰
۱۹۳	برہمن کا کیریکٹر	۱۹۲
۱۹۴	جواہر شررائے رایان	۱۹۵
۱۹۵	رائے رایان کے کام و کلام کی خوبی اُن کے تقسیم و ضبطِ مراتب سخن پر کچھ	۱۹۶
۱۹۶	ضبط مراتب سخن برہمن	۱۹۹
۱۹۷	علم و عمل پر فلسفیانہ بحث	۲۰۰
۱۹۸	رائے رایان کی عمر شریف و گرامی	۲۰۰
۱۹۹	فہرست تضیع اوقات	۲۰۱
۲۰۰	طریقِ اعتدال پر مؤثر تقریر	۲۰۲
۲۰۱	رائے رایان کی ترکِ آرزو	۲۰۲
۲۰۲	رائے رایان کی تدبیر و تقریر	۲۰۳
۲۰۳	فروتنی و انکسار رائے رایان	۲۰۳
۲۰۴	رائے رایان کا نظارہ گلشن صبح	۲۰۳
۲۰۵	شبِ ماہ رائے رایان	۲۰۴
۲۰۶	رائے رایان کی شبِ باران	۲۰۴
۲۰۷	برہمن کی شان پر ایک منصفانہ زبردست محاکمہ	۲۰۶
۲۰۸	خصوصیتاً کلام برہمن میں کیوں مخفی ہیں	۲۱۱
۲۰۹	شعرائے اسلامی اور ہندی	۲۱۱
۲۱۰	قادر الکلامی	۲۱۲

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۱۱	طرزِ سخن	۲۱۳
۲۱۲	برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری	۲۱۳
۲۱۳	برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع	۲۱۳
۲۱۴	ہر شعر صنعتوں سے پُر ہے	۲۱۵
۲۱۵	صنعت تضاد	۲۱۵
۲۱۶	صنعتِ طباقِ سلبی	۲۱۶
۲۱۷	صنعتِ مقابلہ	۲۱۶
۲۱۸	صنعتِ مراۃ النظیر	۲۱۹
۲۱۹	صنعت تشابہ الاطراف	۲۱۷
۲۲۰	صنعتِ رجوع	۲۱۸
۲۲۱	صنعتِ ایہام	۲۱۸
۲۲۲	صنعتِ عکس و تبدیل	۲۱۹
۲۲۳	صنعتِ مبالغہ	۲۱۹
۲۲۴	صنعتِ مذہب الکلامی	۲۲۰
۲۲۵	صنعت حسن التعلیل	۲۲۰
۲۲۶	صنعتِ لف و نشر مُرتب	۲۲۰
۲۲۷	بھاشا کی شاعری	۲۲۱
۲۲۸	صنائع لفظی	۲۲۲
۲۲۹	صنعتِ تجنیس خطی	۲۲۲
۲۳۰	صنعتِ سیاقۃ الاعداد	۲۲۳
۲۳۱	فی البدیہہ	۲۲۴
۲۳۲	حذفِ حرفِ عطف	۲۲۴
۲۳۳	استعمالِ اضافت	۲۲۵
۲۳۴	کلام کی صنعتِ لفظی لذت امتیاز شریعتاً کے اختیار کا باعث ہوئی	۲۲۶

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۳۵	تشبیہات و استعارات فارسی اور انداز قدیم	۲۲۷	۲۵۷	سلامت روی	۲۴۹
			۲۵۸	بے بسی	۲۴۹
۲۳۶	فدائے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں	۲۳۱	۲۵۹	وفا	۲۵۰
۲۳۷	تازگیٔ خیالات	۲۳۲	۲۶۰	سخاوت	۲۵۰
۲۳۸	بینظیر نازک ادائی اور نکتہ دانی	۲۳۲	۲۶۱	صُلح کُلی	۲۵۱
۲۳۹	ترکیب کی خوبی و حسنِ بندش	۲۳۳	۲۶۲	خودداری	۲۵۱
۲۴۰	پروازِ خیال کے دلچسپ مقابلے	۲۳۴	۲۶۳	قناعت	۲۵۲
۲۴۱	معاملہ بندی	۲۳۶	۲۶۴	ترکِ تمنا	۲۵۴
۲۴۲	احساسات یا انسانی جذبات	۲۳۷	۲۶۵	کسرِ نفسی	۲۵۴
۲۴۳	تقسیم اعلیٰ تبویب مضامین	۲۳۹	۲۶۶	اخفائے راز	۲۵۵
۲۴۴	برہمن کا بیان و کلام رمز و ادا ویں معمہ کی روح ہے۔	۲۳۹	۲۶۷	خاموشی	۲۵۶
			۲۶۸	رہبر کامل	۲۵۶
۲۴۵	دُنیا و ما فیہا	۲۴۰	۲۶۹	چیستانِ حیات	۲۵۷
۲۴۶	جہالت	۲۴۱	۲۷۰	برہمن کی عمر گرامی اور دیگر شعرا کی عمر ناپائیدار	۲۵۹
۲۴۷	علم بے عمل	۲۴۱			
۲۴۸	دل آزاری	۲۴۲	۲۷۱	اعزازِ ناصح	۲۶۰
۲۴۹	اولوالعزمی یا بلند حوصلگی	۲۴۲	۲۷۲	جمعیتِ خاطر	۲۶۲
۲۵۰	جستجو	۲۴۳	۲۷۳	صفائیٔ باطن	۲۶۲
۲۵۱	کارِ امروز بفردا مگذار	۲۴۴	۲۷۴	شب بیداری	۲۶۳
۲۵۲	یاس و اُمید	۲۴۴	۲۷۵	عجز و نیاز	۲۶۴
۲۵۳	شکوۂ فلک اور شکایتِ زمانہ	۲۴۵	۲۷۶	گریہ و زاری	۲۶۵
۲۵۴	تدبیر و تقدیر کی قسمتوں کا فیصلہ	۲۴۷	۲۷۷	اقبالِ معصیت	۲۶۶
۲۵۵	انسانی معذوری	۲۴۸	۲۷۸	تسلیم و رضا	۲۶۷
۲۵۶	صبر و استقلال	۲۴۹	۲۷۹	صُبح خیزی	۲۶۸

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۸۰	گریہ وزاری سے وصال ناممکن ہے	۲۶۶	۳۰۱	دور حاضرہ کی وابستگی کے قابل	۳۰۳
۲۸۱	توصیف وثنا	۲۶۸	۳۰۲	انگریزی مذاق	۳۰۳
۲۸۲	وحدت وجود	۲۶۹	۳۰۳	مذہبی رنگ	۳۰۳
۲۸۳	برہمن کا مسئلہ وحدت وجود	۲۷۰	۳۰۴	فارسی شعر وشاعری کا نوحہ	۳۰۴
۲۸۴	تصوف کی یکرنگی	۲۷۱	۳۰۵	دیوان برہمن (غزلیات)	۱ / ۹۵
۲۸۵	حقائق ومعارف	۲۷۳	۳۰۶	رباعیات برہمن ودیگر کلام برہمن	۹۶
۲۸۶	حکمت واخلاق	۲۷۵	۳۰۷	قصائد اردو وکلام برہمن	۱۰۸
۲۸۷	انداز ونصائح	۲۷۶	۳۰۸	مثنوی ہفت بحر	۱
۲۸۸	عبرت وبصیرت	۲۷۶	۳۰۹	در نیاز وستائش حضرت بے نیاز	۲
۲۸۹	تنبیہ	۲۷۷	۳۱۰	در بیان جوشش وخروش دل	۳
۲۹۰	یک نکتہ بس است	۲۷۸	۳۱۱	در صفت تازیانۂ آگاہی	۵
۲۹۱	بے ثباتی دنیا	۲۷۸	۳۱۲	طراوت گلشن جوانی وندامت ایام زوال	۷
۲۹۲	زاد راہ آخرت	۲۷۹	۳۱۳	رہ نوردی کیفیت قلم بعرصۂ سخن	۸
۲۹۳	رحمت حق	۲۷۹	۳۱۴	کیفیت نشاے سخن	۹
۲۹۴	شعرائے فارسی واردو کی خرابات نشینی اور مقدس ومتبرک روح برہمن کا لیکچر ٹپرنس		۳۱۵	صنعت آرائش بستان سخن	۱۰
			۳۱۶	طنطنۂ ساز بلند آوازۂ عشق	۱۱
			۳۱۷	گوہر فشانی صحائف مدح وثنا سے ذات ملکی صفات اعلیحضرت	۱۳
۲۹۵	پیمانۂ خیال متقدمین	۲۸۰			
۲۹۶	پیمانۂ خیال متاخرین	۲۹۱	۳۱۸	ہو الرحمٰن	۱۸
۲۹۷	شرائط خمخانۂ عمر خیام اور عشرت کدۂ برہمن	۲۹۵	۳۱۹	نشاط شب مہتاب وجلوۂ صبح	۱۹
			۳۲۰	انتباہ نفس امارہ	
۲۹۸	فلسفہ	۲۹۸	۳۲۱	ہو الرحیم	۲۶
۲۹۹	رنگ عاشقانہ	۲۹۹	۳۲۲	ہو المستعان	۲۸
			۳۲۳	ہو الغنی	۲۹
۳۰۰	چاک گریبان	۳۰۰	۳۲۴	کیفیت نشاء روزگار	۲۹

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۳۲۵	خطاب برہمن بآفتاب	۳۲	۳۲۹	درثبات اساس ناپایدار روزگار	۳۵
۳۲۶	خطاب دیگر	۳۲	۳۳۰	ثمو التفرد	۳۶
۳۲۷	درستائش ذات قدسی صفات		۳۳۱	مشاہدہ جلوۂ صبح و ادراک	
	شاہجہان بادشاہ	۳۳		کیفیت نسیم بہار	۳۰
۳۲۸	یا حفیظ تعالیٰ شانہٗ		۳۳۲	دربیان مراتب عشق	۳۰

فہرست مضامین حواشی کلیات برہمن

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۱	مرزا سلطان احمد کی غلط کاریاں	۶/۷	۱۵	اورنگ زیب کے حیلے	۵۳
۲	لیتھو میں غلطیوں کا نہ ہونا تعجب		۱۶	اودے پور کی چڑھائی پر	
	سے ہے	۱۳		سیر المتاخرین	۵۵
۳	ایرانی فاضل کا شعر	۲۰	۱۷	اورنگزیب برہمن کا قدردان تھا	۸۰
۴	مرزا سلطان احمد کا مقصد	۲۰	۱۸	التماس کے لغوی معنی	۸۵
۵	حضرت آذر کی اطلاع	۲۶	۱۹	اورنگزیب کے عہد کے مشہور	
۶	مرزا سلطان احمد کی کجروی	۲۷		درویش	۸۹
۷	صاحب نسخۂ نجا دینکی تحقیق	۲۷	۲۰	برہمن کی خاکساری	۹۰
۸	مرزا افضل حسین و مرزا سلطان احمد کی تحقیقات	۲۷	۲۱	گورنانک دیو پر الزام	۹۵
۹	برہمن کے خط کی شہرت ایران میں	۳۱	۲۲	علم دوست بادشاہوں کے	
۱۰	سیر المتاخرین کا بیان	۳۴		کارنامے	۹۶
۱۱	برہمن کا ادب و تعظیم	۳۸	۲۳	مندر وشوناتھ کی کرامت	۱۰۴
۱۲	فیضی کے کتب خانہ کی ضبطی	۳۹	۲۴	بنارس کے ۷۶ مندروں کا	
۱۳	برہمن کے خط شکستہ وغیرہ کی کیفیت	۴۰		بھرشٹ کیا جانا	۱۰۴
۱۴	شاہجہانی عہد کے خطاط اثنا عشری	۴۹	۲۵	ابو الحسن کی دینداری	۱۰۵

نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ	نمبر شمار	عنوان مضمون	صفحہ
۲۶	سلطان احمد اور حسرت موہانی		۳۴	فردوسی کی مدح و ہجو کی غایت	۱۸۹
	پر افسوس	۱۰۵	۳۵	شعر کیا ہے؟	۲۰۹
۲۷	لطیفہ کی صداقت	۱۱۵	۳۶	سلطان احمد کے دو لطیفے صداقت نما	۲۱۱
۲۸	منازلِ زندگی کی تشریح	۱۱۹	۳۷	متعصب اردو نیاز فتح پوری	۲۲۱
۲۹	انڈیا آفس لائبریری لندن		۳۸	کبیر جی کا دوہا	۲۳۴
	برہمن پر	۱۲۳	۳۹	فارسی نظم کا آغاز	
۳۰	نزاکتِ بیان کا خاتمہ	۱۳۰	۴۰	حسرت موہانی کے تخلص کی اصلاح	
۳۱	برہمن کی دارا سے صدق ارادت	۱۳۶	۴۱	ترانہ ایام کا باہمی موسیقی خاتمے کیلئے	۲۶۹
۳۲	وہ شعر جس نے ایران میں دھوم مچا دی	۱۳۹	۴۲	محققان فن کا فتویٰ عمر خیام کی نسبت	۲۹۱
۳۳	دارا کی مثنوی کا تنقیح مرقع	۱۵۰	۴۳	فلسفہ تناسخ برہمن کا فلسفہ ترانہ	۲۹۰

لیتھو کی خوش رنگیاں

لیتھو میں جہاں خوبیاں ہیں۔ وہاں اس میں ناقابلِ تدارک یہ خرابی بھی ہے کہ ہر مرحلہ پر غلطیوں کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے جہاں کاتب خدا کے فضل سے امی ہو وہاں نور علیٰ نور آجکل بے علمی کی تعلیم ہے پھر کس طرح صحیح لکھا جا سکتا ہے ایسے ہی کاتب اور بنگ ساز گلزار تہوار کے حصہ میں آئے ہزار جتن کیا ایک مجموعہ میں نہ آیا کلیات شریف چھپنے کے بعد جو دیکھی تو غلطیوں سے ایسی بھرپور پائی کہ ہمت نہ کی اپنی حالت سے خوف کھاتا ہے اب یہی التماس ہے کہ صاحبانِ کمال فہم کلام سے کام لیتے ہوئے ضرور مطالعہ کریں اور ان اغلاط کیلئے ہمیں معاف فرمائیں گے

آنے خطا پوش ناز ما گنہ
کر ناچز خطا ہے آئینہ
تیری رحمت راستی مسیح گلزار ابرار

اظہارِ عقیدت

تقریظ یا تمثیل اس چیز کیلئے ضروری ہے کہ جو سمجھ میں نہ آسکے، جسطرح گنگا جل، زمزم، آفتاب یا ماہتاب تمثیل سے مستغنی ہیں، ٹھیک اُسی طرح کلام برہمن بھی جو سراسر رموزِ الہی ہے کسی تقریظ یا تمثیل کا محتاج نہیں، اسلئے اربابِ کمال کو زحمت نہیں دیگئی، اگرچہ قدردانانِ برہمن نے اپنی دلی عقیدت کا اظہار کیا ہے، جو بکمال شکریہ درج کیا جاتا ہے'

تہار رُناحی

از فاضل اجل محسن کامل جناب پنڈت جگموہن ناتھ صاحب رینہ شوق۔ ریٹائرڈ ڈپٹی کلکٹر الہ آباد ۱۸ البرٹ روڈ ۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

کلیاتِ برہمن کے دیباچہ و مقدمہ اور لائیف کا کچھ حصہ سرسری طور پر مَیں نے دیکھا۔ چونکہ میں خود بھی ایک تذکرہ شعرائے کشمیری پنڈتاں کی تالیف میں مشغول ہوں۔ اسوجہ سے مجھے بہت ہی کم فرصت ملتا ہوں اور کلیاتِ برہمن اور برہمن کی لائیف کو اطمینان کیساتھ مطالعہ نہیں کرسکا ہوں، مگر جو کچھ مطالعہ میں آیا ہے اُس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے کس جانفشانی سے برہمن کے حالات صحیح اور قابلِ اطمینان دریافت اور مجتمع کئے ہیں، اسمیں کوئی شک نہیں کہ کلیاتِ برہمن شائع ہونے پر ایک بیش بہا کتاب ذخیرہ اُردو ادبیات میں ثابت ہوگی، اور اسکے مولف کا بارِ احسان دُنیائے ادب پر تا ابد قائم رہیگا' ناچیز جگموہن ناتھ رینہ

از ذہین سیار کامل محقق ادیب فاضل مرزا عبدالرحیم صاحب جمل لیرانوی، فیروزپوری، تلمیذ ارشد گو، گانی، مرحوم،

عندلیباں فخرہاں کردند شکرِ کردگار　　ایکہ در باغ سخن کردہ ثنائی بہار[1]

برہمن کو بود در عہدِ شہ اورنگ زیب　　شاعرے شیریں زبانِ فارسی عالی وقار

بود آں شاہِ قلم یک منشی شاہ جہاں　　در زمانِ خویش کردہ قدر او ہر تاجدار

دید عالمگیر را شاہ جہاں از یاد رفت　　گو علی را سیف خاں یاد آمدہ از ذوالفقار

در حیاتِ خود شدہ مشہور در ایران و ہند　　نیکنام و خوش کلام و عابد و پرہیزگار

نقر شد آئین او مید اشت شاہانہ مزاج　　باعثِ پیری او کردہ گوشہ گیری اختیار

اکبرآباد و استہ مولد نازِ دہلی بے گشند　　برکلام لاجوابش جانِ عالم شد نثار

بود برجستہ منشی قشقۂ مقبولیت　　داد عالمگیر دستارِ فضیلت شاہوار

[1] اشارہ طرف بہار تسناحی [2] شاہجہاں سر منشی کی طرف اشارہ ہے [3] سیف خان ذوالفقار خاں ناصر علی کے ممدوح تھے۔

بحر ور قطره نمود و قطره دریا کرده است — ریختہ پر زور طبعش شعر مثل آبشار
سرخوش آب زمزم و گنگا بہ یک پیمانہ کرد — صلح کل مضمون نظم و نثر دارد بے شمار
دل[۴] بہ کعبہ برد و جانش شد اسیر زلف یار — برہمن شد شیخ یا که شیخ شد زنار دار
صاف گوئی ختم کرده آن حقیقت آشنا — مسجد و بتخانہ را نسبت نوشتند زرنگار
مثل جانش رائے بھان اوست بھانا خوان[۵] او — تیج بھان احسن ابرکت داشت نیکو شعار
این مبارک خاندان عالی نسب خوش وقت بود — ہر یکے در ہر نفس میکرد ذکر او نگار
بعد صدہا سال عالم را زیارت شد نصیب — گوئیا این تصویر شستند میکند دل را شکار
آب ۱۲ اشش از عدم گویا که آمد در وجود — مرحبا صد مرحبا گلریز شد دست بہار[۶]
گلشن دیوان غالی رشک شالامار گشت — سبزه حسن خطش خط میکشد بر گلعذار
بند وصفش از حسن خوبی بالا بالا دل کشد — ہر ورق از سطر تار عشق را از تار دار
حلقہ ہائے حرف خوش ردکش شمس و قمر — نقطہ ہائے لفظ لفظش غیرت دل نگار
بے بدل اشعار کرده درج در درج کتاب — زنده چندر بھان گشتہ از کرامات بہار
از مئے اشعار رحید جا ہا پر کرده اند — بر لب دریائے معنی العطش گویان ہزار
عالمے گوید اشاعت زود گردد زود تر — در زمانہ میکند ہر یک سرا پا انتظار
سن مسیح تاریخ مستمل گفت این عبد الرحیم — ہوش افزا کلیات برہمن شد آشکار

۱۹۸۳

دیگر قطعہ

بہار آمد خوشا آمد از و سر سبز گلشن شد — صبا گوید چہ خوش گوید گل افشان دامن من شد
عجب این مصرعہ تاریخ مستمل سو بہ من گفتہ — مبارک طبع رنگ آمیز دیوان برہمن شد

سنہ ۱۳۴۳ ہجری صلعم

دنیاز کیش خاکسار عبد الرحیم مسیل کاکوری از فیروز پور مرید شہزاده مولانا عبد الغنی رشید گنگالی دہلوی

قطعہ تاریخ طبع از نتائج گرامی آگاه آئین چودھری بدر الدین صاحب قیصری وکیل فیروز پور مدظلہ

و تا از زلف جانان ہست جان برہمن — بر زنده نیک قربان کیشان برہمن
خاکش بہ آب گنگ از تیغ قیصری — آراستہ گو شد دیوان برہمن

۱۳۲۴ ہجری

---

۴ [illegible]
۵ [illegible] ... کہ خراب شد دفن نہ کرد
۶ [illegible] ... نام برہمن صاحب [illegible]

قطعۂ تاریخ

از فکر رسا شاعر شیریں مقال ناثر روشن خیال دیوان رائے تیج ونت رائے صاحب تیج رستا می
خلف الرشید جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار رستامی ایم اے ایس بی
ایڈ پی ایچ ایس ڈی دار شید تلامذہ جناب تہا رستا می - المرقوم ۹ جیٹھ سمت ۱۹۸۶ - مقام سامبہ محلہ منشیاں تدیم

شاہجہانی عہد کا تھا رائے رایاں خطاب
تھے منا طب چندر بھان برہمن عالیجناب

وہ فضیلت میں تھے کامل کیا سیاق و کیا نسا
نثر کے تھے ماہِ تاباں نظم کے تھے آفتاب

فارسی عربی میں یکتا اور ادیب سنسکرت
تھے پرانوں اور ویدوں پر بھی عامل بیحساب

پر دو انشا دیں تھا اُن کا کلام متعرفت
سخت محنت اور تردد سے ہوا وہ دستیاب

جس قدر ستر الہی اُن میں ہیں مذکور سب
فارسی میں لکھ دیئے وہ بے تکلف بیحجاب

ایسی کوشش کیلئے ممنون ہیں صاحب بہار
دیکھ لو جس کی ہے بنا پر کیا ہے اِنتخاب

زندگانی کل حواشی اور تنقید کلام
سخت محنت اور تجسس سے لکھے ہیں لاجواب

چار طرز سخندانی برہمن مشہور ہیں
جن کا دنیا کے کتب خانے میں ہے شہرہ جواب

چار مینارِ فضیلت برہمن یہ چھوڑ کر
کلیات برہمن ہے بے نظیر و لاجواب

۱۹۸۶ بکرمی

سن اشاعت تیج نے لکھا بروئے تخرجہ
مطلع توحید پہ چمکیگا مثل آفتاب

از کلک جواہر سلک عالیجناب میر اعجاز صاحب اعجاز منشی فاضل مولوی فاضل مدظلہٗ

ہفتہ ہوا، بذریعہ ڈاک کلیات برہمن میری طلبی پر پہنچی، چونکہ اس کی دید کا شوق عرصہ سے بیقرار کئے تھا، اسلئے ہر کام چھوڑ کر مصروف مطالعہ ہوا - اسکے اعلےٰ تنقیدی و تاریخی بے نظیر ادبی و زبا ندانی مضامین کے مختلف الفاظ نے بیحد مسرور کیا - میں نے اُردو اور فارسی کی جسقدر ادبی کتابیں ملک میں شائع ہو چکی ہیں بغور ملاحظہ کی ہیں، میرا دعوےٰ ہے کہ ان ہر دو زبانوں میں آجتک ایسی ایک کتاب بھی شائع نہیں ہوئی، نہ ہونا چاہئے تھی، کیونکہ یہ تالیف ایسے دل و دماغ سے ہوئی ہے جو زبان انگریزی کا ماہر ہے - فارسی میں فاضل ہے - اُردو کا ادیب ہے، سنسکرت اور بھاشا پر عبور ہے - پس جو دماغ اسقدر زبانوں کا اُستاد ہو - آغاز عمر

ہی سے علم و عمل میں پرورش پائی ہو، اور نصف صدی مطالعۂ تصانیف میں صرف کردی ہو، روزگار سے بے فکر، خاندانی ورثہ ہو، بے تعصب اور منصف ہو، اُسکے ہی قلم سے ایسی مکمل جامع کتاب مکمل ہوسکتی ہے۔ زمانۂ گذشتہ اور جدید میں ایک آدمی ایک بات کا ماہر ہوتا ہے ایسا ماہر اگر تمام علوم کا ماہر ہو وہ کبھی بھی مکمل نہیں ہوسکتا، میں نہیں چاہتا کہ میں اکیلا ہی اسکے لطف سے بہرہ اندوز ہوں بلکہ چاہتا ہوں آئندہ نسلوں کو ایک بے نظیر علمی کارنامے سے معرف کرانے کی غرض سے بالتفصیل لکھتا ہوں۔

گلزارِ بہار یعنی کلیاتِ کلامِ نظمِ فارسی و اردو برہمن حسبِ ذیل حصوں پر منقسم ہے،

پہلا حصہ نہایت دلچسپ محققانہ مقدمہ ہے کہ جو ۱۶ صفحوں تک پھیلا گیا ہے۔ دیباچہ اور مقدمہ نگاری میں جناب فاضل عبدالحق حیدرآبادی بڑا استاد ہے، اُسکے بعد جو دیباچے دیکھے گئے سب غیر تعلق واقعات سے رنگین پائے جاتے ہیں جن کا کتاب کے موضوع سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ جناب بہار رسامی کا یہ کمال ہے کہ وہ ایک قدم بھی موضوع سے باہر ہونے نہیں دیتا فیصلہ ناظرین کا ہے،

دوسرا حصہ، زندگانی رائے رایان ہے کہ جو ۱۶ صفحہ سے ۱۹۲ صفحہ تک طرح طرح کے دلچسپ تاریخی واقعات کے جواہرات سے پُر ہے۔ جناب بہار رسامی کی تلاش و تحقیق کی کیا داد دیجئے کہ ۳ صدی گزشتہ کے ایک فاضل گم کردہ کے واقعات زندگی کا نقشہ کھینچ دیا ہے اور سب روایت و درایت سے، غرضیکہ جناب برہمن کی زندگی کا پیدائش سے رحلت تک کا کوئی واقعہ ایسا نہیں کہ جسے نہ لکھا گیا ہو اور دلیل سے صحیح ثابت نہ کیا ہو، گو یہ حصہ اپنی گوناگوں پہلو سے بے نظیر ہے مگر صفحہ ۱۵۶ پر جو مضمون "ولیِ برہمن اور دربار دارا" کی سُرخی کے تحت لکھا گیا ہے وہ اُردو اور فارسی زبان میں بالکل نیا ہے جس طرح سے ایک ماہر جرمن صدیوں کی ایک عمارت دیکھ کر اُس عہد کی طرزِ بود و باش، خوراک، لباس، علم اور تمدنی صورت کا صحیح نقشہ کھینچ دیتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح سے جناب بہار نے "واقعۂ قتلِ دارا شکوہ" کا صحیح تاریخی مرقع کھینچا ہے،

یہ جزو ضرور پڑھے جانے کے قابل ہے کہ کس طرح فاضلانہ طریق پر داد تحقیق دی گئی ہے اور کیا کیا حقائق پردۂ راز سے منکشف کئے گئے ہیں، جن قدیم مورخین نے برہمن کا ذکر کیا ہے اُنکا تبصرہ بڑا دلچسپ ہے۔

تیسرا قابلِ قدر فاضلانہ حصہ ہے جسے "نقادیٔ نقدِ سخن" سے معنون کیا گیا ہے۔ اس میں جناب برہمن کے کلامِ نثر و نظم پر ایک مفصل و جامع ریویو کیا گیا ہے اور صنائع و بدائع کے وہ وہ نکات ظاہر کئے ہیں جو کسی ایسی تحریر میں آج تک نہیں دیکھے گئے،

شبلی نعمانی نے اپنی بعض تصانیف میں اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہا ہے۔ مگر ایک دو تشریحات کرنے کے بعد اُس کا قلم آگے وسیع میدان میں قدم نہیں رکھ سکا۔ شبلی نے تعصب اور حمایت کے زور میں نا واجب، واجب کرنا، اور کھینچ تان کر اپنی تشریحات کے احاطہ میں نہیں گھیرنا چاہا۔ سب سے بڑا نقص شبلی کا یہ تھا کہ اُسکا قلم صحیح تشریح کرنے سے قاصر تھا، اُسنے تصانیف زیر ریویو ایسی منتخب کیں کہ جنکی نقادی میں وہ عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتا تھا،

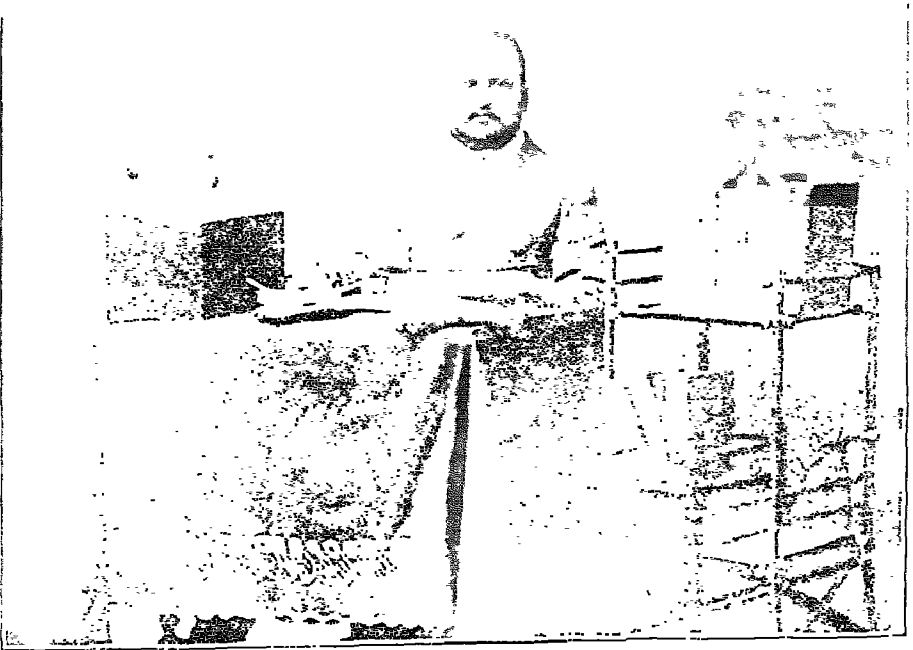
یہ نقادی ۱۹۵ صفحہ سے ۲۰۲ صفحہ پر ختم ہوئی ہے،" نقادی" ایسا خشک مضمون ہے، کہ جس پر خاص خاص علمدوست اصحاب ہی توجہ دے سکتے ہیں، جب گلزار نسیم کی صحت کر کے چکبست لکھنوی مرحوم نے چھاپی، اور شرر لکھنوی اور ظفر علی زمیندار نے اپنے اپنے متعصبانہ اعتراضات سے اپنی اپنی قابلیت کے قلاع مسمار کرنے کے اسباب پیدا کئے، تو اُسوقت چکبست نے ایسا حق نقادی ادا کیا کہ دورِ گذشتہ و حالیہ میں ایسا وقیع اور عالمانہ حق نقادی کسی سے ادا نہیں کیا گیا، وہ اسلئے کہ چکبست فارسی اُردو کا فاضل تھا، بھاشہ کا عالم، انگریزی کا ماسٹر، بیچارہ شرر تعصب کا مجاور تھا، اور نظم کے صنائع و بدائع سے بالکل بے بہرہ وہ خود بھی شاعر نہ تھا، اسلئے اُس میدان میں وہ ایسا گرا کہ اُسکی ندامت مرتے دم تک نہ گئی، اور اُسکی تمام مصنوعی شہرت جو اُسکی متعصبانہ تحریرات کی وجہ سے بعض متعصب حلقوں میں قائم ہو گئی تھی یکدم زائل ہو گئی۔

جناب بہار سنامی نے اپنی نقادی کا آزادانہ پہلو اختیار کیا ہے، اس نقادی سے اُنکی وسیع واقفیت، حافظہ، ذکاوت، معاملہ فہمی، فضیلت اور صنافِ سخن پر کامل عبور کا پتہ چلتا ہے، ۱۹۵ ورق سے ۲۰۵ ورق تک "سرائے رایان" کی نثر پر عالمانہ بحث کی ہے حقیقت یہ ہے کہ جناب بہار سنامی کا بیرو برہمن نثی تھا، اُسکی جو تحریر ہے وہ عیوب سے پاک، فلسفہ اور ویدانت کے ادق مسائل کا لاجواب صریح الفہم حل ہے، برہمن کی تحریرات بمنزلہ ایک شاستر کے ہیں، کہ جس میں کسی قسم کا سقم ہونا ناممکن ہے۔ یہی وجہ تھی کہ برہمن اسلامی عروج کے زمانہ میں بھی اپنی بے نظیر لیاقت کی وجہ سے ہر طبقہ میں محبوب و مطلوب تھا، اسمیں گیارہ سرخیاں ہیں اور سب دور حاضر کے قابل عمل، ضبطِ مراتب سخن" پر جو دلچسپ محاکمہ کیا ہے اور میر حسن کو مقابلہ میں لاکر حقیقت کا انکشاف کیا ہے وہ دیدہ بینا کیلئے سرمۂ بصیرت ہے، "ضبطِ مراتب سخن" پر برہمن کی چند سطور اُسکی فضیلت، مختصر اور پر گوئی کی روشن دلیل ہے۔

صفحہ ۲۰۷ سے جناب "بہار ستامی" نے "ازمنۂ قدیم و جدید شاعری" پر جو دو مضمون
مضمون لکھا ہے وہ حقیقی شاعری کی جان ہے، اسکے پڑھ لینے سے ہر شاعر صحیح راستہ
پر چل سکتا ہے، اسکے آگے برہمن کے کلام کی خصوصیات بالتفصیل لکھی ہیں۔ تمام مقالہ نگار
جب کبھی اپنے ممدوح کے کلام کا تبصرہ کرتے ہیں، تو شاعری کی جسقدر خوبیاں اُن کے ذہن
میں ہوتی ہیں اپنے ممدوح کے کلام میں دکھانے کی سعی ناکام کرتے ہیں، اور سچ تو یہ ہے کہ
یہی کوششیں اُنکی تمام تحریر کی وقعت کو کھو دیتی ہیں، جناب بہار نے خصوصیات
کلام برہمن پر نہایت ہی کم توجہ دی ہے۔ ورنہ برہمن کے کلام کی خصوصیات ہی
ایک ایسا مضمون تھا کہ جس پر کافی بحث کی جاتی۔

اس سے آگے "برہمن کی شاعری کے صنائع و بدائع" پر تفصیل کے ساتھ بحث
کی ہے۔ یہ حصہ جناب بہار ستامی کی علمی و ادبی قابلیت کا شاہد ہے،
صنعت طباق، طباق سلبی، مقابلہ، مراۃ النظیر، تشابہ الاطراف، رجوع، ایہام،
جمع و تفریق، عکس و تبدیل، مبالغہ مقبولہ، مذہب الکلامی، حسن التعلیل، لف و نشر مرتب
تجنیس خطی، سیاقۃ الاعداد اور فی البدیہہ وغیرہ وغیرہ شاعری کی صنعتوں پر مختصر کر جامع
بحث کر کے نمونہ میں برہمن کا شعر درج کیا ہے، اور کہیں دیگر شعراء کا کلام بھی
دیا ہے، "پرواز خیال کے دلچسپ مقابلہ" بڑی عرقریزی سے کیے گئے ہیں،
جس قدر انسانی صفات و جذبات ہیں اُن پر جداگانہ مضمون تحریر کر کے برہمن
کے حوالہ سے تقویت دی ہے، غرضکہ ۴۰ صفحے تک دریائے سنسکرت۔ فارسی
عربی اور انگریزی سے وہ وہ بیش بہا موتی نکال کر ایسے سلیقے سے سجائے ہیں،
کہ جو خاص جناب بہار ستامی کا ہی حصہ ہے۔

چوتھا حصہ ۴۹ صفحہ کا دیوان ہے۔ رباعیات، دیگر کلام قصائد اور مثنوی وغیرہ
سے کلام نظم برہمن مکمل کیا گیا ہے، کاغذ۔ چھپائی اعلیٰ تصاویر معمولی ہے۔ کوئی
لائبریری اس لاجواب مجموعہ سے خالی نہ رہنا چاہیئے۔ تصاویر اور تحریر برہمن کا
حاصل کرنا جناب بہار ستامی ہی کی محنت کا نتیجہ ہے، یہ تصاویر اعلیٰ اہمیت
رکھتی ہیں۔ اس مجموعہ کی قیمت ان خوبیوں کے لحاظ سے کچھ بھی نہیں۔ صرف تین روپے
ضرور ملاحظہ کیجئے۔



PORTRAIT OF SIRDAR RAI DIWAN BHAGWANT ROY, M.A.S.B., M.P.H.S., '*Bahar*,' *Sunami*.

Patron, The "Rais-i-Hind," Delhi

(The block of this picture is specially made for the Proprietor, *Rais-i-Hind*, who has special arrangements for making all kinds of blocks.)

کلیاتِ برہمن

مقدمہ

بسیار پاک کئے دامانِ وصافئے باطن۔ مگر بخدمتِ زنار بستن آسان نیست

صالح صحبتوں اور قابلِ تعظیم بزرگوں کی محفلوں میں بیٹھنے کا مجھے سنِ شعور سے شوق ہے، سرہند اسلامی عروج میں لندن بنا ہوا تھا، خراب و برباد ہو جانے پر بھی حُزنِ صالح چہروں پر زنگ و روغن چمکا رہا ہے، میں وہاں مجسٹریٹ تھا، فدائی خاں کا تعمیرہ باغ خاص و عام میری سیرگاہ تھا، تین تین سو چار چار سو برس برس کے تناور درخت حکومتوں کے اقبال و ادبار کے نقش دل پر کھینچتے تھے، حضرت مجدد الف ثانی کے عرس پر کابل و ایران مکھیوں کی طرح جمع ہو جاتا تھا، میں کام سے فراغت پا کر وہاں پہنچتا تھا اور گھنٹوں سبزہ زار پر بیٹھا رہتا تھا، جو ملنے کے قابل ہوتا ملتا، عبداللہ خاں کابلی اس عقیدے کا مردِ کامل تھا کہ وہ عرس علی التواتر دیکھے، وہ سنہ ۱۹۷ میں نگترے کے درخت کے نیچے ایک چھوٹی تقطیع کی کتاب پڑھتا نظر آیا، میں ٹہلتا ٹہلتا پاس جا کھڑا، اور کتاب دیکھنے لگا، شنگرفی جدولیں سفید ململی ابر آلود بادل سے کاغذ پر بجلیاں گرا رہی تھیں، چشمِ معشوق سے زیادہ سیاہ روشنائی خطِ نستعلیق پر موتی بکھیر رہی تھی کیونکہ ہر صفحہ کے درمیان بھی جدول تھی، اس لئے میں نے قیاس کیا کہ یہ کوئی نظم ہے، خانِ موصوف لطف لے لے کر دل ہی دل میں پڑھتا تھا، اور ہر شعر کے خاتمہ پر آنکھیں

بند کر کے کھونٹے پر ہاتھ مارتا تھا کتاب کی دل آویزی اور اس کے سرور نے مجھے تحقیق پر اُبھارا میں نے سلام علیک
کہہ کر فارسی میں گفتگو شروع کی خاں مذکور سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگا اس نے فارسی میں یہ پوچھا کہ کیا آپ
فارسی جانتے ہیں میں نے کہا کہ کسی قدر اس نے کہا کہ میں ایک شعر پڑھتا ہوں آپ اسے سمجھئے چنانچہ یہ شعر وہ تھا جو
جو پیشانی مقدمہ ہذا پر لکھا گیا۔ اس شعر کے اس کی زبان سے ادا ہوتے ہی میں ایسا متاثر ہوا کہ بے تکلف اس کے
پہلو میں بیٹھ گیا اور پوچھا کہ خدارا مجھے یہ بتلائیے کہ یہ کس صاحب کا کلام ہے اُس نے کتاب میرے ہاتھ میں
دیدی میں نے اسے بالاستیعاب دیکھا ہر مقطع میں لفظ برہمن تخلص تھا میں نے اس سے پہلے ان کا نام
تک نہ سنا تھا اس سے تحقیق حال کیا اس نے برہمن کا حسب نسب بیان کر کے فرمایا کہ یہ ان کا دیوان ہے
کہ جو پندرہ پشت سے میرے خاندان کا تعویذ بنا ہوا ہے میں نے کسی وقت کاغذ و قلم منگا کر دس غزلیں نقل کیں
جس طرح سے باغ عامہ و خاص کی بہار پر خزاں نے شب خون مارا تھا [illegible] اسی طرح سے یہ باغ مردہ بھی
شہریت کی کلیاں [illegible] میں [illegible] کی وفاداری خدمت کے عوض [illegible] میں مشہد سے روانہ ہونے لگا تو زاد راہ کیلئے
روپیہ کی ضرورت پڑی علاوہ برین [illegible] حکومت کی کشتی ایک ماہ تک [illegible] بیٹھ ہوتے ہم اس ریل پر سوار نہ گئے میں
ریفیوں کی طرف چلا کہ خان مذکور کو سو دو سو روپیہ دے کر وہ دیوان خرید لوں [illegible] دیکھا کہ [illegible] اقبال مسلون
کر میں ختم ہو کر [illegible] رخصت ہو چکے تھے خان مذکور کے مکان [illegible]

غلبہ مسیحائی ریاست پٹیالہ کی [illegible] کا انبار [illegible] وہ روحوں کے زندہ کرنے کے خیال میں
[illegible] ایک [illegible] کی ضرورت تھی جو [illegible] سے ان کے کارنامے سنتا چنانچہ
جناب مسٹر شمس صاحب [illegible] کے لئے منتخب ہو کر مامور
ہوئے [illegible]

ضرورت تھی [illegible] سے [illegible] کے جب میں میری زندگی کا وہ پہلا دن تھا
جبکہ میں نے [illegible] کے [illegible] خانہ [illegible] زندگی [illegible] دن سے [illegible] راتوں سے صبح ہوئی آنکھوں
[illegible] کا [illegible] ہی بغل سے نکل آئے
میری خوشی کی اس وقت کوئی [illegible] میں [illegible] سیف [illegible] آباد میں [illegible] کاغذ سیاہی قلم
اور قلم کا [illegible] ہوا دیوان برہمن [illegible] کاغذ [illegible] دیوان [illegible] کیا اور دیوان پڑھنا

شروع کیا، چونکہ شوقِ دید پورا ہو چکا تھا، اس لئے چند دن کے بعد اُسے اپنے بکس میں رکھ لیا، جب دل چاہتا تھا، پڑھ لیتا تھا، اور جسے اس کا اہل سمجھتا تھا کچھ سنا بھی دیتا تھا،

اس دیوان کی قدامت

کاغذ کی ساخت، کتابت کی طرزِ دلربائی، سیاہی کی جان سپاری، جلد کی تیاری، اس کے عمومی کی زندہ شہادات ہیں کہ برہمن صاحب کا کلام اُن کی زیست ہی میں مقبولِ عام ہو چکا تھا، اور کوئی کتب خانہ اس سے خالی نہ تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیوان نواب موصوف نے معتوب ہونے کے بعد اپنی اس جاگیر میں آکر کسی طفلِ مکتب سے نقل کرایا کہ اُس عہد کے شرفا کا ایران کے رواج کے موافق شغلِ بیکاری یہی تھا،

ہمارے کتب خانہ میں کس طرح آیا

چند بزرگوار منشی رلیا رام مہرداس جی جو میرے والدِ حقیقی تھے جا بجا کاغذوں میں لکھتے ہیں کہ قلعہ سیف آباد سیف خاں کی اولاد کے قبضے میں تھا کہ جو اپنی بدبختی سے خلقِ خدا کی دشمنِ جان ہو رہی تھی، مہاراجہ کیرت پرکاش (بہادر) والئے سرمور جو حصولِ ملاقات کے لئے پٹیالہ تشریف لائے تو ان کی ہراول پر ان رہزنوں نے ڈاکہ مارا اور قلعہ میں جا چھپے، راجہ صاحب نے ایسے مارِ آستین دشمنوں کی سرکوبی پر سری مہاراجہ امر سنگھ بہادر تاجدارِ پٹیالہ کو ابھارا، قلعہ فتح ہوا، بعد فتح جب مہاراج نے چند بزرگوار منشی لالہ دیا لال دیوانِ اعظم سے مالِ غنیمت کی قدردانی فرمایا، کہ دیوان جی آپ بھی کچھ لے لیجئے، عرض کیا کہ سکھانِ عالیشان قلعہ کا سب قیمتی سامان لے گئے، اب یہاں محض کاغذات کے بے ترتیب انبار پڑے ہیں، وہ اس خانہ زاد کو بخش دیجئے، چنانچہ نواب سیف خان و فدائی خان کا کتب خانہ ۲۰ گڈوں میں شہر سنام پہنچا، یہ نسخہ اسی مالِ غنیمت کی یادگار تھا،

دیوان

دیوان مذکور کے شروع میں عربی گوشہ پر اس ترتیب سے یہ عبارت درج ہے:-

اوّل نسخہ دیوانِ برہمن

چندربھان منشی

ملاحت ورق

نصف

میں جز

عدم

اِس سے ذرا نیچے نستعلیق قلم سے نہایت خوشخط "**قلعہ سیف آباد**" لکھا ہے اور اُس کے نیچے نواب **سیف خان** کے خطِ طغرا میں قلمی دستخط ہیں۔ دیوان کا خاتمہ ان الفاظ پر ہوا ہے:-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالمگیر آفاق ستان"

شاہنشاہے کہ در جہاں شاہے از وست　　　با دولت و تخت ملک آگاہی از وست
او خاصۂ آفتاب چو عالمگیر است　　　در خیل حشم زماہ و ماہی از وست

وجہ اشاعت اسلامی عروج کا زوال تھا اور ہندو زمانہ کی گردش سے پامال ہو چکے تھے۔ اپنی زبان اور کتاب کا چرچا محض گپھاؤں میں رہ گیا تھا کہ انہی ایام میں رائے رایان **منشی چندر بھان** نے اپنے خاص مقدس و بزرگ تر مذہب کے خیالات فارسی میں قلم بند کئے۔ اور لطف یہ کہ اسلامی خون آشام تلوار کی نوک پر رکھ کر سب سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ یہ تاریخی معجزہ چھپا تھا۔ دوسرے **شاہزادہ دارا شکوہ** کا عبرتناک تاریخی واقعہ ان سطور میں اپنی بے گناہی کا نوحہ پڑھ رہا تھا۔ تیسرے مسلمان فاضل دوستوں کا تقاضا تھا کہ یہ تاریخی کلام شائع کر دیا جائے۔ دورِ حاضرہ میں فارسی مرچکی، اُردو کے معلّے جان طلب ہیں۔ اور ملک کے طول و عرض میں ایک زبان بولی جا رہی ہے، جسے غلطی سے اُردو کہا جا رہا ہے۔ اب ان جواہر ریزوں کا کون قدردان ہے لیکن ؎

پر بحرِ سخن سدا ہے باقی　　　دریا نہیں کار بند ساقی

اِس دیوان کی قسمت اس بہشت پیشہ دیوان کے خاندان کی قسمت کے مشابہ تھی۔ جب اس کی طباعت کا خیال آیا، فلاکت آڑے آئی۔ ایسی حالت میں کیونکر اشاعت پا سکتا تھا۔ "اُگرسین ہند کے درباروں کے انعقاد نے یہ دیوان صاحب بھی مسندِ اشاعت پر سرفراز کرنے کے لئے منتخب فرمائے"

خانہ نشینی نکتہ چینی سے محفوظ رکھتی ہے۔ اب اسے شہرت کے پردوں سے ٹک ٹک کے قابلوں کی محفل کی سیر کرنا تھا۔ گو اس دیوان کا مصنف کی زندگی ہی میں لکھا جانا پایا جاتا تھا، مگر صحت پر اعتبار نہ تھا، دل نے کہا کہ ایک نظر دیکھ لینا چاہئے۔ اُدھر ایک نظر کا وعدہ تھا، اِدھر مہینوں کی محنت کے بعد اس کا چھاپنا بے فائدہ تھا، جب تک ہم نے اس کی مشکلات کا اندازہ نہ کیا تھا ہم یہی سمجھتے رہے کہ یہ دیوان صحیح ہوگا، اور مصنفِ موصوف کی نظرِ ثانی سے نور پا چکا ہوگا۔ اِدھر اس کا ایک شعر بھی صحیح نہ لکھا تھا، گویا مشکلات کا طوفان

تھا جس سے عہدہ برا ہونا ناممکن،

دیوان صاحب کی مشکلات یہ دیوان ہر طرح کی خرابیوں سے معمور پایا گیا،

اولاً　یہ نسخہ کرم خوردہ تھا، ظالموں نے نقدِ مضمون پر بے دریغ نقب لگاتے تھے، اور ایسے کہ بیٹھ کر نکل جائیں،

ثانیاً　کاتب حروفِ منقوطہ بے نقط لکھنے کا عادی تھا،

ثالثاً　بے ضرورت نقاط دینا تھا اور جہاں ضرورت تھی وہاں میدان صاف،

رابعاً　ایک کی جگہ دو دو نقطے بھی دینے کا محاورہ تھا،

خامساً　جہاں حروف کی کشش نستعلیق سے نکل کر خطِ شکستہ تک پہنچی اُس کا صحیح پڑھنا کارے دارد،

۶ - مقطع میں تخلص شنگرفی سیاہی سے لکھنے کا التزام رکھا گیا تھا، چونکہ یہ کام وقت پر نہ کیا گیا تھا اس لئے بعض بعض مقطعوں میں تخلص کی جگہ خالی رہ گئی ... اور بعض میں غیر موزون،

۷ - بعض بعض اشعار کے لئے جگہ خالی چھوڑی ہوئی تھی، اور بعض اشعار ادھورے لکھے تھے خط باوجود نستعلیق ہونے کے ایسا نہ تھا کہ جو پڑھا جائے،

۸ - سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ اکثر الفاظ آگے کے پیچھے اور پیچھے کے آگے لکھے ہوئے تھے، املاء کی غلطیوں نے یہ مشکلات اور زیادہ کر دی تھیں،

اگر یہ مشکلات اس کی اشاعت کے راستہ میں حائل نہ ہوتیں تو پہلا ایڈیشن کبھی کا اہلِ نظر کی نذر ہو چکا ہوتا، خاکسار بہار نے اس کی صحت کے لئے اپنی ذات معذور پائی، لہٰذا قابلیت محدود ہے لئے انگریس ہند میں اشتہار دیا گیا، سب سے اول منشی عبدالرحیم صاحب آلِ فیروزپوری نے اطلاع دی کہ یہ دیوان کارخانہ پیسہ اخبار نے چھپا یا ہے خط لکھا، جواب نہ آیا، علمیت کے دعویدار، سرمایہ کے تہیدست، طمع کے خادم نمود سے حضرات روپے کے لالچ میں ایسے اندھے ہوئے کہ بہار کو بھی جھکمہ دیا، صحیح نویسی کا وعدہ کرکے اجرت پیشگی لے گئے اور ایک سال تک دبائے رکھا، جب سخت تقاضے ہوئے تو مکھی کی مکھی مار کر بلکہ اور مکھیاں جوڑ کر واپس دے گئے، جناب مرزا عبدالرحیم صاحب گورنمنٹ پنشنر کا خاندان، خاندانِ مبارک ہے کہ جس کے نخلِ فضیلت سے مرزا محمد سعید صاحب ایم اے، پرنسپل لدھیانہ کالج، مرزا محمد رشید صاحب ایم اے پروفیسر ملتان کالج

فیضی و ابوالفضل سی قابل ہستیاں اہلِ زمانہ کو فضیلت کے سبق پڑھا رہی ہیں مرزا محمد رشید صاحب رشا گو عمر و تجربہ کے لحاظ سے میرے عزیز ہیں مگر علمی فضیلت و قابلیت میں میرے اُستاد ہیں یہ دیوان اپنی مشکلات بیان کرکے معتقل بغویدِ علمیت اُن کی خدمت میں آیا جناب موصوف کو وقت نے جس قدر فرصت دی جانفشانی کام میں لائے اور اطلاع دی کہ "اس نسخہ پر بھی مجھے اطمینان نہیں کہیں سے دوسرا دیوان حاصل کرکے مقابلہ کر لیجئے" خاکسار بہار آپ کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہے

پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی کی شہرت صاحب **گلزار نسیم** سے بہتر تھی اُن سے ملتجی ہوا مگر وہاں وکالت کی آمدنی کے روپے گننے سے کہاں فرصت تھی کوئی جواب نہ آیا جب میرا آدمی پہنچا ملیت ر لال کے جواب سے مایوس کر دیا

دیوان کا نالائق دیوان سے مقابلہ

بہار نے اس کا تذکرہ اپنے خاندانی دوست رائے **سری رام** صاحب ایم اے رئیس اعظم دہلی صاحب **خمخانۂ جاوید** سے کیا فرمایا کہ دیوان برہمن میرے کتب خانہ میں موجود ہے کسی کاتب سے کہہ دیجئے کہ مقابلہ کر لے حکیم منشی **چندو لال** ورما ناظر پبلس ہند میں کام کرتے تھے انہوں نے مقابلے کا اطمینان دلایا چند ماہ کے بعد بڑی دقت صحت کے ساتھ واپس فرمایا اور مقابلہ ایسا کیا کہ جو لکھا کسی سے پڑھا نہ گیا کیونکہ آپ بھی کاتب سابق کی طرح بے نقط و اعراب لکھنے کے عادی ہیں قلم دوات بھی ایسی ہی رکھتے ہیں اپنی دانست میں دیوان کا دیوان صحیح کر گئے مگر نہ املا[۱] صحیح نہ اشعار بلکہ صحیح کا غلط[۲] کر دیا اور بعض اشعار کا مطلب سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کچھ کا کچھ بنا دیا[۳] اور بیسیوں اشعار جو سراپا غلط تھے انہوں کے توں رہنے دیئے یا تو مقابلہ کی زحمت ہی نہیں فرمائی یا سمجھ نہ

۱ مثلاً ہمارے دیوان میں گورا بھی منقش تھا آپ نے تو نہیں آنکھ رہنے دیا

۲ غزل ۲۷ کا چوتھا شعر یوں تھا :-

اُستادِ عشق جو صلہ [illegible] تمام

آپ نے :- افتادِ عشق جو صلہ فرسائے عاشقست بنادیا

۳ غزل ۱۰۰ کا موقع کا دوسرا مصرعہ یہ تھا :- [illegible] آپ نے یہ اصلاح فرمائی

"تو مقصود مطلب ہو [illegible]"

کے بہت سے اشعار جو رائے صاحب دہلوی کے دیوان میں غلط[لہ] درج تھے وہ غلط نہ سمجھ کر ہمارے دیوان کا اندراج کر جو صحیح تھا غلط کر دیا، مگر اس مقابلہ سے اس قدر فائدہ ضرور ہوا کہ جو اشعار ہمارے دیوان میں درج نہ تھے یا نامکمل تھے یا مشتبہ تھا اُن کی قدرے درستی ہو گئی، حکیم صاحب نے یہ دل پذیر کلام ایسی دل برداشتہ حالت میں انجام دیا کہ طبیعت دلگیر ہو گئی، مگر صاحب جنت نہ جاوید کی نظرِ عنایت کا ممنون ہوں

حکیم صاحب کے اس مقابلہ سے یہ تاریخی راز کھلا کہ رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی بعض غزلیں مصنف کی نظرِ ثانی[ٹہ] سے نور پا چکی ہیں، لیکن ایسی غزلیں بہت ہیں کہ جنہیں ہمارے جیسے کاتب نے لکھا ہے، اور وہ ہمارے دیوان سے زیادہ غلط ہیں۔

مشکلات پر عبور جب اطرافِ ہندوستان سے اس کی خریداری کی درخواستیں دھڑا دھڑ آنا شروع ہوئیں تو ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے، اپنے دفتر میں اس کی صحت کا انتظام کیا، کشمیر اپنے علم و فضل کے لحاظ سے کسی زمانے میں انگلستان کا آکسفورڈ بنا ہوا تھا، اس کی برکت اس خطے پر آج تک مبذول ہے، وہاں کے بچے ہمارے مسن انسانوں سے زیادہ زیرک اور محنتی ہیں، میرے عزیز پنڈت سورج پرکاش حسب صفانیہ جو طالبِ علمی میں درجۂ استادی رکھتے ہیں، رئیس ہند کے شائق ہیں، اس میں آپ نے دیوان برہمن کا تذکرہ دیکھ کر صحت کا سخت محنت طلب کام اپنے ذمہ لیا، حالانکہ امتحان ایم اے کی تیاری میں منہمک تھے، مگر شوقِ علم میں نہ دن دیکھا نہ رات، تذکرے اور دیگر مصنفین کے مسودے لے کر سمادھی میں

لہ غزل کی تیسرا شعر کا پہلا مصرع اس طرح تھا "ہر قدر خواہی ببر دلہائے مشتاق ایہا ز الخ" آپ نے اس طرح رہنے دیا، ڈاکٹر سر اقبال نے جن غزلوں کو صحیح کیا تھا، اُن میں یہ غزل بھی تھی، آپ نے اس طرح صحیح کیا، "ہر قدم خواہی ببر دلہائے مشتاقان نیاز" برہمن کے قلمی دیوان میں اس طرح سے پایا گیا ہے۔

ٹہ ہمارے دیوان میں غزل ۱۹ کا تیسرا شعر تھا "ہر کہ نوشید لب لعل تو بیادش آمد + گشت سیراب دل از چشمۂ کوثر برداشت" جو صحیح تھا، ڈاکٹر اقبال نے بھی یہی صحیح رکھا، آپ نے رائے صاحب دہلوی کے دیوان سے یا خدا معلوم اپنی عقل سے اس طرح اصلاح دی ؎

ہر کرا نوش لب لعل تو یاد آمد ما   گشت سیراب دل از کوثر برداشت

غزل دوم کے مقطع کے پہلے شعر میں "صد دم گرد د" تھا، آپ نے "می دو گرد د" بنا دیا، وغیرہ وغیرہ   "بہار سنامی"

بیٹھ گئے ایک ہفتہ کے بعد جب سحادعلی کھولی تو ہم نے دیکھا کہ امدادِ ربّی سے اگر کُل دیوان نہیں تو بہت سی غزلیں مصنف کے خیال کے موافق صحیح ہوگئیں،

(الف) جو بعض اشعار پڑھے نہ گئے اور کسی طرح حل نہ ہوسکے، مکھی کی مکھی ماردی گئی، اُن کا دیوان سے حذف کرنا بیجا سمجھا گیا، چنانچہ جن اشعار پر "غ" ہے، اُس سے یہی مراد ہے،

(ب) بعض جگہ یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوگیا کہ آیا ہمارے دیوان کا اندراج مصنف کا منشا ہے۔ یا رائے صاحب دہلوی کا ہم نے اپنی عقل کا دخل بیجا سمجھا اپنے دیوان کا شعر لکھ دیا اور نسخے میں رائے صاحب کے دیوان کے مقابلے سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ ہمارے کتب خانہ کا دیوان "نسخۂ اولین" ہے، یہ صداقت اس وجہ سے زیادہ دلنشین ہوئی کہ ہمارے دیوان کے سرورق پر "نسخۂ اولین" اُسی وقت کا لکھا تھا، اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ صاحب خمخانۂ جاوید کے دیوان میں حروف والفاظ ہی کی تفاوت نہیں بلکہ مصرعے کے مصرعے نئے ہیں، جو بعض بعض ہمارے دیوان سے زیادہ معنی خیز ہیں،

غزلیات اور رباعیات علاوہ ازیں دسؔ غزلیات اور پانچؔ رباعیات ایسی ملیں جو ہمارے دیوان میں سرے سے تھیں ہی نہیں، ہمارے ایک فاضل مسلمان دوست نے "نسخۂ اولین" کے یہ معنی کئے کہ یہ دیوان کی جلدِ اوّل ہے، مگر ہمارا اس سے اطمینان نہ ہوا،

یہ غزلیات و رباعیات ردیف کے لحاظ سے دیوان میں داخل کردیں، اور ان پر صاحب خمخانۂ جاوید کا حوالہ دیدیا،

قابل ہاتھوں سے صحت بعض اشعار کی صحت ہمارے دوست خاندانی فاضل یادگارِ خاندان مولوی فضل امام خان بہادر مولانا مولوی فضل متین صاحب اور مولوی انوار احمد صاحب انور نے فرمائی، اور خوب فرمائی،

(۱) حسرت موہانی اور مرزا سلطان احمد نے جو جو اقتباسات اپنی اپنی تقریظ میں دیئے تھے، اُن حضرات نے بھی اشعار غلط درج کئے، ان سے صحت کی توقع رکھی جاتی خود غلطی میں پڑنا تھا،

(۲) چونکہ بعض اشعار کی خوبی نے ہمارے قلم سے اُن پر نشانات کرلئے تھے، وہ نشانات قابلِ محو نہیں، ہم نے وہ پختہ کردیئے ہیں، کہ منطقی تقسیم میں حصہ لیں گے،

(۳) رائے صاحب دہلوی کے دیوان کی غزلیات کے اشعار کی ترتیب ہمارے دیوان سے مختلف تھی، اُس کی ہم نے پرواہ نہیں کی۔

(۴) چند غزلیات میں ایک ایک شعر زیادہ تھا، وہ ہم نے لے لیا۔

ڈاکٹر سر اقبال

گو ڈاکٹر سر اقبال کی علمی و ادبی شہرتیں ملک ہندوستان کو تسخیر کر چکی ہیں، مگر آپ کی کسرِ نفسی، درویش مزاجی آپ کو ہر طرح کی شہرتوں کی آرزو سے مستغنی کیے بیٹھی ہے۔ گو آپ طالبانِ علم کے ہمیشہ سے مہربان ہیں، مگر بے پرواہ۔ تصنیفاتِ برہمن کی صحت کے جنون نے ایک دن مجھے اُن کی اُس کوٹھی پر پہنچایا کہ جو اُن کی قانع طبیعت اور نمود و نمائش سے نفرت کا صحیح پتہ دیتی ہے۔ بہت سے ذکر اذکار کے بعد مدعا عرض کیا، شوق سے ہمارا دیوان اور صحت شدہ مسودہ کہ جس پر ہمارا کلی اطمینان نہ تھا، ہمارے ہاتھ سے لیا، اور پھر اصل دیوان ہمارے ہاتھ میں دے کر مسودے پر سرسری نظر مارنے لگے، وہ نظر معشوقِ طناز کی نظرِ دلدوز سے بھی زیادہ قاتل تھی، مگر اس قدر منصف مزاج کہ گنہگاروں کی گردن کاٹتی اور اس قدر کہ جس قدر حق۔ سالم کلام کا صحیح کرنا مہینوں کا کام تھا، آپ نے مشورہ دیا کہ برہمن کا وطن لاہور تھا، یہ کلام یہاں تلاش کیجیے۔

حضرتِ شمیم کی کوٹھی پر بطور کرم گستری تشریف لایا کرتے تھے، انہوں نے میری خواہش پر نہیں بلکہ اپنے علمی شوق کے تقاضے سے سالم کلام کی صحت فرمائی۔

برہمن کا قلمی دیوان مل گیا

ہم مقدمہ کی مندرجہ بالا سطور کتابت کے لیے کاتب کو دے چکے تھے، حضرتِ شمیم نے فرمایا کہ آپ کے بعد کلامِ برہمن کی بڑی تحقیق کی گئی، گو یہ مقصود مل گیا، اور خاص برہمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا۔

علم و فضل کے سرپرست و السنت کے چراغ شیخ سراج الدین صاحب آزاد ایم اے، ایم او ایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کتبِ نایاب کے قارون ہیں، مگر فیض اور بخشش میں حاتم، اُس علم نواز کی علمی معاونت کا کیا شکریہ ادا کیا جائے کہ آپ نے اپنا بیش بہا کتب خانہ ہمارے حوالے کر دیا، اور ایک پرانا مسودہ پیش کیا، ہم نے شوق سے کھولا تو خطِ نستعلیق کی دلآویزی نے کچھ عرصہ کے لیے تحقیقِ حال سے لاپروا کر دیا، دیکھا کہ وہ مکمل دیوانِ برہمن تھا، اور خود برہمن نے اپنے قلم سے درستہ

رائے **بھاگ مل** لاہو کو اپنے ہاتھ سے لکھ گیا تھا کتنی تباہ ہوا اور **ملک چند** سکنہ امین آباد کے ہاتھ کوڑیوں میں آگیا، ان کی اولاد بدنصیب نے یہ تمام کتب خانہ لٹا دیا، جس کا بہت سا حصہ حضرت **آذر** نے خرید کر ملک سخن آباد کیا،

برہمن کے قلمی دیوان کی حالت

یہ دیوان ہمارے دیوان کی تقطیع کا ہے، خوش خطی، صحت، طرزِ نگارش، طریقۂ داشت سب **برہمن** کی شایانِ شان ہے، جناب **محسن** بے پایاں اس درجہ علم پرور ہیں، کہ بغیر ہماری استدعا کے یہ دیوان کتابت کے لئے ہم کو دیدیا، اور بڑی فیاضی کے ساتھ اُن کی زندگی کے بہت سے مزید حالات بھی عنایت فرمائے، ہم ایسے علم دوست شخصیت کی عنایات بے غایات کا شکریہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اپنی دل و جان **آذر** کی نظر کرتے ہیں، کہ شاید اُن کے کسی کام آئے۔

اہلِ صفا سے اپنی طبیعت اَڑی نہیں   سرکش کے روبرو کبھی گردن جھکی نہیں

ہم نے یہ دیوان بغور دیکھا، چونکہ یہ خود مصنف معززِ موصوف کا لکھا ہوا ہے، اس لئے اس میں غلطی کے امکان نہ تھا، چنانچہ اسے ایسا ہی پایا، غزلیاتِ نمبری

کسی صاحب نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے، جو دیگر دستیاب شدہ دیوانوں کی طرح سرتاپا غلط تھی، اُن کی "صحت" صحت شدہ مسودوں سے کی گئی، اس دیوان میں غزلیات اور دیگر رباعیات دیگر دیوانوں سے زیادہ تھیں، چنانچہ موجودہ کلام کا مقابلہ کیا جا کر جس قدر جو کلام جس دیوان میں زائد ملا، اپنی اپنی جگہ پر سجا دیا گیا،

مطبوعہ دیوان کی غلطی ہماری غلطی ہے

جب بے تعداد مقابلوں کے بعد اس امر کا اطمینان کُلّی ہو گیا، کہ یہ دیوان ایک نہایت صحیح نسخہ ہے اور **رائے ایان** کا قلمی ہے، تو ہم نے اپنے دیوان کی کتابت نظرِ آتش کی، اور اس ہی سے کتابت شروع کرادی، مطبوعہ دیوان میں جو غلطی نظر آئے، وہ کاتب کی یا ہماری سمجھی جائے،

ایک اعلیٰ دیوان غائب ہوگیا ہمارے کرم دوست **شیخ فضل الرحمٰن** صاحب الکریمل

انجنیر کے دادا شیخ مرحوم افواج پٹیالہ کے ساتھ محاصرہ دہلی میں بایّام غدر شریک تھے، وہاں کسی امیر کا گھر ضبطی میں آیا، اہلِ علم تھے کتب خانہ پر ہاتھ مارا، اور لکھوکھا روپے کا کتب خانہ گڈوں پر لاد کر پٹیالہ لائے آئے، ہماری دریافت پر فرمایا، کہ ایسا ہی ایک اعلیٰ دیوانِ برہمن بھی اُس کتب خانہ میں تھا، جو نوکر لے اُڑا تھا، قبول کرنا پڑتا ہے کہ عہدِ مغلیہ میں کوئی کتب خانہ دیوانِ برہمن سے خالی نہ تھا، اور اب بھی اِس کی سینکڑوں جلدیں گوشۂ گمنامی میں پڑی ہوئی بڑی بے کسمپرسی کے ساتھ اپنی موت کے دن کا انتظار کر رہی ہیں،

اب بھی یہ دیوان مکمل نہیں

دونوں دیوانوں کے مقابلہ کے بعد اب بھی ہم یہ دعویٰ نہیں کر سکتے کہ یہ مکمل دیوانِ برہمن ہے، بلکہ ہماری رائے ہے کہ ابھی ایسی بہت غزلیات اور رباعیات ہیں، کہ جو اس میں شامل نہیں، راجہ صاحب کی ایک غزل کا مشہور مقطع کہ جو اہلِ علم کی تصانیف میں اکثر دیکھا گیا ہے، حسب ذیل ہے ؎

برہمن چہ زنی طعنہ کہ در کعبۂ ما — سبحہ نیست کہ آں غیرتِ زنّار تو نیست

ایک اور مشہور مقطع سنئے ؎

ہاں برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق — شاہِ بلند اختر گردوں جناب را

اِن مقطعوں کی کوئی غزل اِن دونوں دیوانوں میں نہ ملی، اس لئے بلا محالہ قبول کرنا پڑے گا کہ اِن کا دیوان وہی مکمل ہوگا، کہ جو اِن کی زندگی کے آخری گھنٹوں میں لکھا گیا ہوگا، اہلِ شوق کی تلاش اگر اِن جواہرات کے لئے جاری رہی، تو کسی نہ کسی کانِ جواہر سے یہ گنجینہ مکمل مل جائیگا،

جلوہ خانہ دربار کپورتھلہ اور کلامِ برہمن

جوئندہ یابندہ جب کمبخت کاتبانِ نااہل اور دیگر بدبخت خطاطانِ ہند نے دیوانِ برہمن کی کتابت کا عرصہ ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سالوں میں ٹلا دیا، تو اِس کی کتابت کے لئے ہمیں لاہور کا سفر اختیار کرنا پڑا، جالندھر شہر پہنچکر خیال آیا کہ سردار جسا سنگھ بہادر کی ریاست کپورتھلہ شمالی ہند کے مغلیہ علاقے پر قبضہ و تصرف کئے بیٹھی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ سلطنت مرحوم کی مخصوص سلطنت کے ساتھ اُس کے نادرات پر بھی قابض ہو، مجنون راہوائے دیگر است وہیں اتر پڑے اور سیدھے کپورتھلہ پہنچے، دریافت پر معلوم ہوا کہ [illegible]

یہ ۸۰ کتب نادرہ تو نسبتاً مختصر ہیں البتہ ایسی نادر کتب ہیں کہ جو آخری دور سلطنت مغلیہ کی طرح خراب و پریشان حالت میں ہیں۔

اتفاق سے محترم جناب اقبال احمد ابن عبدالمجید صاحب آئی اے ای، او پی ایس کے ایس پی، وزیر اعظم کی خوش اخلاقی اور علمی مذاق نے ہمیں اجازت دی کہ اپنے مطلب خصوصی کے لئے دوبار کا یہ ذخیرۂ نادرہ دیکھیں بلکہ شوق سے فرمایا کہ خوب سیر کیجئے اور اس لطف سے ہمیں بھی مسرور کیجئے۔ مولوی **ظفر حسین** صاحب بی اے **اشاکس** جو فارسی عربی بے تکلف لکھ پڑھ سکتے ہیں ہمارے ساتھ گئے۔ ہم جلد خانے میں پہنچے دریافت پر سب سے **اول** ہمیں ایم **مظفر** ایم اے پروفیسر دیال سنگھ کالج لاہور کی فہرست کتب فارسی مطبوعہ ہمارے پیش کی گئی اتفاقی وطرز ترتیب اور دل آویزی نادرات نے ہمیں ہمارے شوق تحقیق سے کچھ عرصہ کے لئے بیکار کر دیا۔

مثنوی ہفت اختر

ہمیں تاران فرماتے ہے بہانے اپنے آپ جناب کے چہرہ کی ورک سے اپنی طرف متوجہ کیا اور یہ فہرست مولوی صاحب کے ہاتھ میں دیدی کہ آپ اس دریا بے پایاں میں اس گوہر مقصود (کلام برہمن) کی تلاش میں غوطہ لگائیں۔ دو منٹ کے بعد مولوی صاحب کا یہ نغمہ باد شمال کی شمال کی طرح کان میں آیا۔

خداوندا دست در کرم دارند کہ بر ارشد پریشانی بد نباشد

ہمیں اس شعر کے سنتے ہی شیریں زبان برہمن کا مزہ آیا۔ مسند سے جوش اشتیاق نے باہر ہی تھپک پر چھاپا مارا۔ اور جھک کر فرمانے لگے کہ دیوان برہمن سے پہلے مثنوی **ہفت اختر** برہمن کی سیر کیجئے ہم نے حیران برہمن کوئی اور ہوگا۔ فہرست پر نگاہ کی تو دیکھی منشی رائے چندر بھان برہمن نظر آئے لائبریرین نے الماری سے نکالی۔ سب پڑھی اس کے آخر میں لکھا تھا۔ "در تمام شد مثنوی ہفت اختر سن تصنیف راسی چندر بھان در ماہ رمضان المبارک ۱۰۹۳ھ ہجری"

آج تک محققان و مشتاقان ادب کی تحقیق میں دیوان برہمن یا رباعیات برہمن اور قصائد برہمن ہی آ سکے تھے مثنوی کی تو کسی کو خبر تک نہ تھی۔ اس شبہ پر ہم نے زیادہ تحقیق پر مصروف ہوئے طرز کلام اور خصوصیت زبان نے کہنے لگا کہ یہ برہمن کا ہے [illegible] دوکا فرگردد۔ ہم اسے زبان کی ادا ادا کم گشتہ ہیں۔ مگر محفوظ

۱۵۲ برس کی عمر ہے، قبلہ براہمن کے انتقال کے ۲۰ سال بعد قدردانوں نے سلیقے سے مکلف لباسِ زندگی پہنایا، اور مسندِ قرطاس پر بٹھایا، آج تک قابل ہاتھوں، نیک نظروں سے واسطہ پڑا، ۱۰۵ سال سے نگہبانِ عالیشان کی زیرِ حفاظت ہیں، پانچ سال ہوئے کہ میترا نے مترائی فرمائی، گنج قارون سے نکال کر اس نمائش گاہ میں سجایا، مگر بنگال کا رہنے والا ہمارا حقیقی وطن کیونکر صحیح دریافت کرسکتا ہے پٹیالہ لکھ دیا، شائد انہوں نے غلطی سے . . ضلع گورداسپور لکھا ہو، ہمارے وطن اور مقاماتِ ترکِ وطن کی آپ خوب تحقیق کرچکے اس کی صحت فرمائیے اب چونکہ ہم مثنوی کی ترتیب میں شامل ہوگئے، اس لئے ہم اولادِ اناث سے ہیں، میں اپنے عزیز بھائیوں کی واحد بچھڑی ہوئی بہن ہوں، جہاں آپ میرے بھائیوں کی سحر زبان سے ملکِ ادب کو تسخیر کرنا چاہتے ہیں، اس سرحدی نکے نغمے بھی اُن میں شامل کیجئے کہ باعثِ برکت ہوں، رلتے رایان کی اس گم گشتہ دُور افتادہ پاک وصاف عفت مآب خاتون کے قدموں پر ہم نے اپنا سرِ ادب جھکایا، عرض کی کہ اے دیوی، ہم تو نیز سے پوجا رہی ہیں، نیز سے اس سے قبل ہم تیری سنابل پرستش تجویز کرچکے ہیں، اپنے خاندان کے ارکان کے ساتھ شامل ہو کر اُن کی عزت و توقیر بڑھا، اور برکت پھیلا،

علم پرور وزیرِ اعظم سے نقل کے لئے بے دھڑک استدعا کی، بے توقف خوشی سے منظور فرمائی، مولوی ظفر حسین نے فتح کی تو بدنمائی غلطی کی صحت فرمائی، اپنی نگرانی میں کتابت کرائی، تب کہیں جاکر یہ کلیات کی یکجائی صورت میں نظر آئی،"

مثنوی موصوف ۳½ × ۱¾ کے سائز پر لکھی گئی تھی، اور یہ وہی تقطیع ہے کہ جو ہمارے "دیوانِ برہمن" کی ہے، اسی طرح کا کاغذ وہی طرزِ نگارش، اس کا خطِ نستعلیق ہمارے دیوان سے اصلی ہے، مگر غلط لکھنے میں اس کے کاتب باواجان ہیں، چنانچہ یہ مثنوی بھی املا کی غلطیوں سے معمور پائی گئی، اقتوڑے سے مطالعہ میں فاش غلطیاں ہم نے اس تحریر دل آویز میں دیکھیں، جس کا بیان نہیں ہوسکتا، قصیدۂ شاہجہان کی سطر میں لفظ "حضرت" کے بجائے "سہرت" لکھا تھا، ہم نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ نے دیکھا کہ اس قصیدہ میں املا کی کونسی فاش غلطی ہے، انہوں نے دیکھ کر کہا کہ مجھے تو کوئی نظر نہیں آتی، ہم نے کہا کہ شعر نمبر پڑھئے، اور پھر غور کیجئے، اس پر بھی وہ نہ سمجھے، ہم نے یہ قصیدہ اپنی قلم سے نقل کیا،

سلہ ۔ مگر میرا اطمینان اب بھی نہیں، کیونکہ لکھنؤ میں غلطیوں کا نہ ہونا ایک تعجبات سے ہے، "بہار رسنامی"

اُس وقت کہا کہ اِس میں "صریر" غلط لکھا ہے، وہ فرمانے لگے کہ "س" سے صحیح ہے، ہم خاموش رہے مگر نقل میں "ص" سے لکھا، ہم خیال کرتے ہیں کہ اِس مثنوی کی کتابت میں جو غلطیاں کاتباں نے کی ہیں، وہ اس ایڈیشن میں صحت نہیں پا سکتیں، کیونکہ وقت تنگ ہے اور مصروفیت زیادہ،

نکتہ دورِ سلطنتِ مغلیہ میں کشمیر کے بچے اور بوڑھے تعلیم یافتہ نہ ہوتے تھے، جب جوان ہو کر فکرِ روزگار میں مبتلا ہوتے تھے، تو خوشخطی سیکھ لیتے تھے، پھر وہ اُمراء کے ہاں کتابت کا کام کرتے تھے، انہیں یہ بھی سلیقہ نہ تھا کہ سلیقہ "س" سے لکھا جاتا ہے یا "ص" سے، چنانچہ اِس مثنوی کی کتابت ایسے ہی کشمیری قلم سے ہوئی ہے،

مرہمِ بسمل جب **رئیسِ ہند** کے دربار سوم (مارچ ۱۹۲۳ء) میں **رائے رایان** کی مختصر الف معہ نمونۂ کلام چھپی، تو اطرافِ ملک سے اُس کے شائقین و قدر دانوں نے ہماری ہمت بڑھائی، اُن میں سے **منشی عبدالرحیم** صاحب **بسمل** کرانوی تلمیذ شہزادہ مرزا **عبدالغنی** ارشد **گورگانی** نامِ کلامِ **برہمن** سے مرغِ بسمل کی طرح تڑپ اُٹھے، ہمیں کلام برہمن کی ترتیب و اشاعت پر اُبھارا، ہم نے جناب موصوف سے دریافت کیا، کہ آپ کو برہمن کی واقفیت کس طرح ہوئی، جواب آیا کہ "اکثر تذکروں میں اُن کا حال پڑھا، قدیم بیاضیں دیکھیں، برہمن صاحب کی تصنیفات سے **منشآتِ برہمن** میرے پاس ہے، اُس میں سے غزلیات وغیرہ آپ کے پاس بھیجتا ہوں، تاکہ آپ کلیات سے مقابلہ کر کے زائد غزلوں کا اندراج کر لیں اور غزلوں کی پیشانی کی عبارت (جس جس کو **برہمن** صاحب نے لکھی درج کریں) تاکہ مزید دلچسپی کا باعث ہو"

آپ نے چار غزلیات ایک مثنوی پانچ رباعیات اور فردیات و ابیات عنایت فرمائیں اُن کے ساتھ **منشآتِ برہمن** کے دیباچہ کی نقل بھی بھیجی، اور اُن کے کلام سے اُن کی زندگی کے چند واقعات پر روشنی بھی ڈالی، اِن کی طبع رسا جس صحیح نتیجے پر پہنچی، ہم اُس سے پہلے کلام برہمن سے وہی نتائج اخذ کر چکے تھے، مقابلے کے بعد اس جدید کلام سے حسبِ ذیل کلام کی **کلیاتِ برہمن** میں ایزادی ہو گئی،

غزلیات ۴ مثنوی ۱ رباعیات ۵ اور فردیات و ابیات ۹، چنانچہ جو کلام اِن کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے، اُس پر "عطیۂ حضرتِ بسمل" لکھ دیا گیا ہے، ہم **حضرتِ بسمل** کی اس دلی امداد کا سب معاونین سے زیادہ شکریہ ادا کرتے ہیں، علاوہ ازیں آپ نے دو قطعۂ تاریخ بھی عنایت فرمائے ہیں، الملک میں اگر حضرتِ بسمل

سے اہلِ شوق پیدا ہو جائیں تو علمی کساد بازی کا بازار سرد ہو جائے'

یہ مجموعہ دیوانِ برہمن نہیں بلکہ کلیاتِ برہمن ہے

ہمارا "دیوانِ برہمن" کی اشاعت کا خیال تھا مگر اِس کے شوق صحت نے یہانتک ہماری رہبری کی کہ رائے رایان کی جملہ تصنیف مل گئیں، چونکہ معزز موصوف کا دیگر کلام بھی نابود ہو رہا ہے، اس لئے آپ کی کل نظمیہ تصنیف کا یہ مجموعہ مرتب کر کے چھپایا جاتا ہے' اور اسی لئے یہ **کلیاتِ براہمن** کہلانے کا مستحق ہے' اگر وقت نے مساعدت کی تو حصّہ نثر بھی حِصّہ دوم کی شکل میں زیورِ طبع سے آراستہ کیا جائیگا' اور جلد'

حتی الامکان کتابت کی غلطیوں کی صحت کی گئی ہے لیکن یہ ممکن ہے کہ نکتہ چین نگاہیں کاتب کی کوئی نہ کوئی غلطی نکالیں، نہایت سختی اور باقاعدگی کے ساتھ کتابت کا خیال رکھا گیا ہے' اور جہاں جہاں ضرورت سمجھی گئی، خفیف ڈلیش سے کام لیا گیا ہے

برہمن کی رُوح پُرفتوح سے معافی

اے برہمن میں تیرا بے ریا، جاں نثار، خدمتگذار ہوں' اب اس خدمت کے بعد میرے لئے یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں تیری پاک روح سے بھی مناسب الفاظ میں بھی ناوانستہ غلطیوں کے لئے حضورِ قلب سے معافی مانگوں "اے مقدس رُوح تو اپنے اُس قفسِ عنصری کی کہ جو آج سے　　سال بیشتر عالمِ وجود میں تھا' مجھ سے تاریخ سن' تو نے اس قفس میں جنم لے کر اندر پرستھ اور کاشی جی میں باس کرتے ہوئے بلبلِ ہزار داستان بنکر حقائق و معارف' توحید و الٰہیات' اخلاق و ادب' دنیا کی بے وفائی و سنگدلی کے دلکش و دلدوز نغمے سُنائے' وہ ہم جیسے نالائقوں و بے تمیزوں کے کانوں تک پہنچے' قلمِ غلط سے لکھے ہو لکھا وہ غلط لکھا' اب وہ اہلِ بصیرت اور گوش شنوا کہاں جو صبح شام کی　　اور شام سے صبح' لُغتیں' لُکنت کی مریض پائیں' فرہنگ بے آہنگ نکلے' فہمیں قاصر رہیں' پر فاضل مددگار و معاون تیرے خیالات تک نہ پہنچ سکے' ایسا اور علم کی کساد بازاری نے کسی اہلِ فن کو تیرے نغمے سمجھنے کے لئے رضامند نہ کیا' میرا دل تیرے نغموں کا ایسا ہی عاشق ہے' جیسی کہ تو اس وقت اپنے عاشق کی عاشق تھی' مگر کیا نہ کرتا' کیونکہ تیرا فراق صدمہ جانکاہ تھا' اور اس سے بھی زیادہ' جو تجھے وارا کے فراق سے ہوا' تیرے نغمے زخمِ جگر کے لئے مرہمِ مسیحا تھے' میں نے عقیدت کی دوربین لگا کر محنت کی خوردبین سے تیرے خط و خال دیکھے' سمجھے اور جو سمجھ میں

نہ آئے اسے بالکیہ دیئیے تو جانتی ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے صدقِ ارادت کیا، تیری طرح نمود و نمائش سے میری ذات بھی بری ہے مگر یہ دلی آرزو تھی کہ تیرے یہ نغمے اہلِ ملک کو سناؤں کیونکہ اب سخت ضرورت ہے مجھ جیسے رہبر کے الفاظ اگر صحیح رہبری نہ کر سکینگے کم از کم مفہوم ہی سمجھ جائینگے، اور یہی مقصد ہے

اگر کہیں کہیں مفہوم کبھی سمجھ میں نہ آیا، یا غلط

سمجھا تو اس میں جو میرا قصور ہے مجھ پر ظاہر ہے، پھر بھی تجھ سے معافی کا طلبگار ہوں، مگر تیری رہبری میرے شامل حال ہے، اب تو اپنے نغمے سنا کہ جن سے سب کے کان کھڑے ہو جائیں، مردمیدان اُٹھیں اور نکتہ چین احباب کی طرح بیٹھ جائیں، تو اپنے شہزادہ دارا شکوہ کے قتل پر خون کے آنسو بہا چکی ہے میں اپنے قتل پر اپنا یہ کارنامہ چھوڑتا ہوں، اب میں تجھے رخصت کرتا ہوں کیونکہ مجھے بھی اہلِ علم کو یہ نغمے سنانے کے لئے سخت بیقراری ہے سے

اے خطا پوش باز ما بگذر

کہ زما جز خطا نمے آید

سنام، محلہ منشیان قدیم　　مقدمہ نگار

یکم فروری ۱۹۷۶ء　　بھگونت رائے بہار

سنامی

THIS PHOTO IS THE EXACT REPRODUCTION OF THE ANCIENT PAINTING



Presenting of MUNSHI CHANDER BHAN BRAHMAN by PRINCE DARA SHAKOH before SHAHJAHAN in DIWAN-I-AM at Shahjahanabad (Delhi).

(The block of this picture is specially made for the Proprietor Rais-i-Hind, Delhi, who has special arrangement of making all kinds of blocks)

آں کہ عمرے در بتکدہ صحبت یکجا "برہمن" رفتہ درمیان ما و بروں از میان ما

کلیاتِ برہمن

زندگانیِ رائے ایان

یہ کلیات ہم نے چار حصوں مختلف پر تقسیم کی ہے۔ پہلا "مقدمہ" ہے، دوسرا "زندگانیِ رائے ایان" تیسرا "برہمن کی شاعری" چوتھا "تصنیفاتِ برہمن"۔ آپ مقدمہ سماعت فرما چکے۔ اب رائے ایان کی زندگانی پر نظر سے سبق حاصل کیجئے کہ اس جانفشانی کی نگارش کا یہی مقصد ہے۔

زندگانیِ رائے ایان اور مورخین

اس وقت تک ہماری نظر سے رائے ایان منشی چندربھان برہمن میر منشی شاہجہان بادشاہ کے متعلق اردو کے چار تذکرے گزرے ہیں، سب سے اول بلحاظِ اشاعت تذکرہ لکھنے کے برابر مولوی سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے لکھا، جو اُن کے اردوئے معلیٰ کے ماہ اگست ۱۹۰۳ء میں چھپا۔ جس طرح سے ایسے رسائل میں تذکرے چھپتے ہیں اور حسرت موہانی تذکرے لکھتے ہیں وہ سب پر ظاہر ہے مگر حسرت نے کشادہ دلی کے ساتھ رائے ایان کی شاعری کی داد دے کر انہیں معز فطرت کلیم کا مدِ مقابل قرار دیا اور رسالہ کی بھاگ دوڑ میں کہیں کہیں سہو زائد برہمن پر چپکا منہ مار لیے وہ آپ ہاتھ سے پر سحر کلام سے ایسے دیوانہ ہوئے ہیں کہ خود ہی لطف لے لے کر "اللہ دستہ" پڑھ رہے ہیں مگر دو سطروں کو مایوس کر دیا۔ آپ فرماتے

لکھا ہے:-

"دل بستگی عجیب چیز ہے اور دل بستگی سخن عجیب بھی ہے اور لطیف بھی ، اسی کی بنا پر چندر بھان برہمن اکبرآبادی کے نام سے مجھے محبت ہے اور دل سے گرویدہ ہوں لیکن اس کا دلدادہ ہوں دیوانہ ہوں"

فارسی کے شعرائے مشاہیر ہندیوں کے نام لکھ کر نقادی فرماتے ہیں:-

"ان کا فارسی کلام شعرائے ہند میں سے کسی کے کلام سے کم نہیں ہے چندر بھان نے تو اکثر اشعار معرفت و **فطرت کلیم** کے اشعار کے مقابلہ برابری کا دعویٰ کر سکتے ہیں"

عرفی ثانی کی داد میں چند اشعار نقل کر کے لکھتے ہیں وہ:- ایک روز شہزادہ (داراشکوہ) نے **شاہجہان** کی خدمت میں عرض کیا کہ چندر بھان ایک شاعر خوش گو ہے۔ اس صحیح روایت سے پایا جاتا ہے کہ **شاہزادہ داراشکوہ کے قلب پر اس برایان کی زبان و بیان نے اپنا سکہ بٹھا رکھا تھا حسرت نے ان کی شاعری پر محاکمہ کرتے ہوئے بڑی فراخدلی سے قبول کیا ہے کہ:-**

"زبان ان کی نہایت شستہ ہوتی ہے اور بندش صاف ، مطلب بالکل عام فہم ، ترکیب درست ہوتی ہے اور بعض بعض مقامات پر نہایت خوب"

حسرت مذکور کلام برہمن کی "خوبی ترکیب" "لطافت الفاظ" "روانی بیان" اور نئے انگریزی مذاق یعنی شائستہ مذاق کی تعریف کر کے تحریر فرماتے ہیں کہ "رنگ محبت کے ساتھ فلسفہ عمل کے امتزاج نے عجب کیفیت پیدا کر دی ہے" غرضیکہ فراخ دل قابل نقاد نے خود سرور حاصل کر کے مختصر الفاظ میں اچھا لکھ دیا بعض بعض رنگ کی مثالیں دے کر خاتمہ ان الفاظ پر کرتے ہیں کہ:-

"ان سب مثالوں کے دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ برہمن کا پایہ شاعری **معمول سے کہیں زیادہ بلند** ہے اور انہیں اساتذہ زبان فارسی کے زمرے میں شامل ہونے کا پورا حق حاصل ہے۔ اگر زیادہ فراخدلی ہوتا تو یہ کہتا کہ اساتذہ میں شمار ہوتے تھے جو صحیح ہی تھا"

حسرت کی فراخ حوصلگی اور بے تعصبی نے ہمیں یہی بات سے ان کا گرویدہ بنا رکھا ہے شکریہ کہ ان کے عمل سے نتیجہ ثابت ہوا دیکھئے کب تک چلے

دوسرا تذکرہ ''خمخانۂ جاوید'' ہے جسے مشہور امیرانِ امیر لالہ سری رام صاحب ایم اے نے مدون کیا ہے لگو رائے صاحب موصوف بلحاظ معلومات وغیرہ کتب کہنہ آپ کی شاعری پر سب سے بہتر روشنی ڈال سکتے تھے مگر افسوس انہوں نے محض یہ لکھ کر کہ :-

''طبیعت کی موزونی سے عاشقانہ و تصوف دونوں رنگوں میں نہایت اچھا شعر کہتے تھے اور اسوقت کے مشاہیر میں ان کا شمار تھا''

اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری اور نقادی ادا فرمادیا۔ جب رائے صاحب سا خاندانی علم دوست دہلی میں گھر کی ریاست کرتا ہوا اپنوں سے بے اعتنائی برتے تو دوسروں کا کیا گلہ۔

آپ کے گرانمایہ بلکہ بے بہا کتب خانہ میں **دیوانِ برہمن** کا ایک قلمی نسخہ بھی موجود ہے اور **چہار چمن** بھی کتب خانہ کی رونق کا باعث ہو رہی ہے۔ **خمخانۂ جاوید** سے ہماری معلومات میں یہ جدید اضافہ ہوا کہ جناب **برہمن** ریختہ یعنی اردو میں بھی سخن سرائی فرماتے تھے اور تبرکاً پانچ اشعار کی ایک غزل بھی درج فرمائی ہے۔

تیسرا بیان منشی **محمد سعید احمد** صاحب مارہروی کے قلم نے **اُمرائے ہنود** میں دیا ہے۔ منشی صاحب بالطبع علم دوست اور عالم ہیں۔ ہم نے جب اپنا **دیوان** دیکھا تو یہ کتاب چھپ چکی تھی۔ مزید دریافت کے لئے چار خطوط روانہ کئے۔ افسوس ہے کہ ایک کا جواب نہ ملا کیونکہ ہمیں امید تھی کہ منشی صاحب رائے صاحب کے حالاتِ تاریخی اور ادبی پر سب سے زیادہ روشنی ڈال سکتے ہیں۔

منشی صاحب نے برہمن کے تاریخی حالات پر خواہ کچھ بھی ہو، جس قدر مہربانی فرمائی ہے اس کا منجانب ملک اور شکریہ ادا کیا جانا واجب تھا۔ مگر احسان فراموش ہندی اپنی بیانی کی صنعت بھلا بیٹھے ہر سال دسہرہ مناتے ہیں، رام لیلا کے سوانگ بھرنے میں مرے جاتے ہیں، کروڑوں روپیہ یادگاروں میں فضول طور پر خرچ کرتے ہیں، باجے بجا کر خون بہاتے ہیں، زبان کے نشتر چلاتے ہیں اور جب موت پڑتے ہیں تو دُم دبا کر بھاگ جاتے ہیں، یا بھیڑ بکرے کی طرح حلال ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ مدعیانِ زندگی یادگار یادگار کے نکات سمجھتے تو چندر بھان **برہمن** جیسی ناقابلِ فراموش ہستیاں نہ بھلاتے ان کی یادگار قائم کرتے کلام چھپواتے ملک میں پھیلاتے اور ان کے لائق کلام سے اپنے ادراک بچوں کے دل و دماغ کسی

قابلِ بیاں تھے مگر یہ عجب ہوتا جب وہ سچے ہندی ہوتے

منشی صاحب موصوف اُن اصحاب میں سے ہیں کہ جو بدنام و ناکام شاہانِ اسلام کی عام برائیوں کو بلا دلیل و برہان پر مغالطہ حوالہ جات دے کر دور کرنے کی بے سود کوشش کرتے ہیں اور وہ مصدقہ و مسلمہ برائیاں اپنے غلط اندازِ سخن سے رفع کرنا چاہتے ہیں کہ جس میں کوئی بھی کامیاب نہیں ہو سکتا، حالانکہ ایسے تذکرے ہیں جس میں متعلقہ طولانی تمہید لکھی مختصر ضروری اور ناموزوں تھی وہ سب اپنے تاریخی واقعات سے انکار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اکثر مسلمان تاجداروں نے ابتدائی یعنی شروعِ عروجِ اسلام میں ایسا ہوا تھا اور اورنگ زیب شروعِ عروجِ اسلام میں شمار کیا گیا ہے حملوں کے جوش و خروش میں یا کسی متعصب مسلمان بادشاہ نے کسی ہندو راجہ یا رعایا کی بغاوت پر برافروختہ ہو کر اکثر مندروں کو لوٹا اور مورتیوں کو توڑا"

حالانکہ شروعِ عروجِ اسلام میں کسی بادشاہ نے ایسا نہیں کیا وہ بزرگ تو نورِ محمدی سے نور یاب ہوئے تھے۔ برہمن کی شاعری کے متعلق ایسے متعصب اور پاسدارِ مذہب کی تحریر جو کچھ ہو سکتی ہے وہ بخوبی سمجھی جا سکتی ہے مگر حقیقت پر لاکھ پردہ ڈالا جائے اُس کی روشنی تیرہ دلوں کے متعصبانہ طرفداری کے بادل کو پھاڑ کر نکل ہی آتی ہے، برہمن نے خود لکھا ہے ؎

بہ روئے آفتاب کجا پردہ چاک شد تا چہرہ برفروخت نقاب سوخت

وہ لکھتے ہیں :- کہ "برہمن موزوں طبیعت تھے" اس سے زیادہ ایک لفظ ان کی شاعری پر تحریر نہیں کیا، فقط اس کی موزونی نہ معلوم کیوں موزوں ہوئی حالانکہ آپ کا فرض تھا کہ کلام پر پورا ریویو کرتے یہ کہنا اخبار مرزا سلطان احمد صاحب کا ہے جو ہندی شاعروں کے صحیح کلام غلط لکھنے اور کمتر درجہ کے اشعار داخل کرنے کے لیے بجا طور پر بدنام ہیں لیکن دل و دماغ کے مالک نے کیا ایسا ہو سکتی تھی کہ ان سے [illegible]

[illegible] ہندو لکھے [illegible] عاشق در دانہ نیست بر چراغ کشتہ سوزت کار پروانہ نیست

میرزا [illegible] "دیوانہ" [illegible] تہار سنامی

سے واقعی یہ تذکرہ رائے صاحب کا نہیں لکھا بلکہ اس کا [illegible] ہے، وہ اس تذکرے کی تفصیل سے ظاہر ہے۔ تہار سنامی

انصاف کے قلم سے مفصل و مکمل تذکرہ لکھتا، اس تذکرہ کی (جسے تذکرہ لکھتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے)
(۱۸۱) سطور ہیں، جن کی تفصیل بلحاظِ مضمون حسب ذیل ہے:۔

ا ۔ شرح، نام، سکونت و ملازمت،	۳ ۔ سطور
ب ۔ عہدِ مغلیہ کے لقب و خطاب "خواجہ" پر،	۲۱ ۔ "
ج ۔ خط و کتابت عہدِ مغلیہ پر،	۱۲ ۔ "
د ۔ نصابِ عہدِ مغلیہ (حالانکہ برہمن کی تحریر کا یہ مقصد نہیں، جو آپ نے نکالا ہے)	۸ ۔ "
ہ ۔ برہمن کے مطالعہ کی میز، (اس کا بھی غلط مفہوم نکالا)	۸ ۔ "
و ۔ ہندیوں کا شوقِ فارسی،	۵ ۔ "
ز ۔ انتخابِ کلامِ برہمن، (یہ انتخاب بھی ناقص کیا)	۱۵ ۔ "
ح ۔ متفرق	۱۰ ۔ "
	۱۸۱

ایک سوانح نگار کے لئے کس قدر شرم کا مقام ہے کہ ایک استادِ زماں کے حالاتِ زندگی تین سطروں میں ختم کر دے، اور واقعاتِ غیر متعلقہ کی بھرمار ۱۱۵ سطور تک جاری رکھے، آپ نے بڑے فخر اور دعویٰ کے ساتھ القاب و خطاب "خواجہ" ہندیوں کے لئے باعثِ اعزاز جتانے میں زور لگایا ہے، اور نہایت بیجا طور پر رائے رایان کو بھی "خواجہ" کے خطاب سے مشہور کیا ہے، حالانکہ آپ ان ۲۱ سطور میں یہ ثابت نہیں کر سکے کہ پنڈت صاحب کبھی خواجہ کے لقب سے ملقب کئے گئے، دراصل یہ بھی ایک ذہنی شرارت ہے، جس وقت آپ نے رائے صاحب کی یہ تالیف لکھی، اُس وقت آپ کے دعویٰ کی ابطالت کے لئے ہر سہ مندرجہ اظہارات ملکی رسالوں میں مشتہر ہو چکے تھے، .... آپ نے اپنی خبثِ باطنی سے شاہی خطاب "رائے رایان" چھپایا، اور اپنی سرکار سے خود "خواجہ" کا خطاب بخش دیا،

کسی مسلمان کو ہندی لقب "پنڈت" "لالہ" وغیرہ سے ملقب کیا جانا، ایسی ہی قومی توہین ہے، جیسی کہ کسی ہندی کو مسلمانی لقب "مرزا" "خواجہ" خطاب سے مخاطب کیا جانا، اسے مرزا صاحب خود اچھی طرح سمجھتے ہیں، اور اس تمسخر کو خوب پہچانتے ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں:۔
"پنجاب میں ایک مشہور ڈاکٹر چھیپت شاہ صاحب ہندو تھے، چونکہ اُن کے نام کے ساتھ "شاہ" لگا

ہوا تھا' اس واسطے حکومت انگریزی نے انہیں "خان بہادر" کا خطاب دیدیا"

دراصل مرزا صاحب کی سرکار سے پنڈت چندربھان کو "خواجہ" کا خطاب دیا جانا حضرت ہانی کے غلط خیالات کی تکمیل ہے کہ جہاں وہ عقائد پر حملہ کرکے انہیں مسلمان بنانا چاہتا ہے' لیکن ایسے حضرات کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح ؎

اوّلم منکرِ ذات بودم باز گردم شیخ جی		غلہ ارزاں سے سودا سال سیدمے شوم

یہ برکاتِ ہندی مذہب میں نہیں' کیونکہ کوئی شخص ہندی مذہب میں نہ تولاآلہ سے پنڈت بن سکتا ہے' نہ شرما سے ورما' خواجہ اور مرزا تو خیال میں بھی نہیں آسکتا' یہ دیگر بات ہے کہ زمانۂ حکومت میں کوئی اس کا معترض نہ ہوا' جہاں زمانۂ اسلام میں ہندی "خواجہ" اور "مرزا" سے ملقب کئے جاتے تھے' اور شرفائے اسلام "میرزا" اور "مولوی" کہلاتے تھے' اب "مسٹر" کی ٹوپی پہن بیٹھے' خواہ چست اور موزوں ہو نہ ہو' مگر سب خوش ہیں' اور خوشی سے استعمال کرتے ہیں' ان مفسدوں پر افسوس ہے'

آپ نے برہمن کی ۱۶ غزلیات نقل کی ہیں' اور ان میں بھی ناقص انتخاب کیا ہے' حالانکہ ان کا کلام دیوان قابلِ انتخاب نہیں' جو اشعار غزل کی جان تھے' وہ چھوڑ دیئے یا تو بالارادہ درج نہیں کئے گئے یا پڑھے نہیں گئے' اگر پڑھا غلط پڑھا' اور جو لکھا غلط لکھا' اور یہ اغلب ہے کہ حسبِ عادت یہ اشعار مسخ کئے گئے' ورنہ ایسی غلطی انتخاب میں نہ ہوسکتی ہے' نہ میرزا صاحب زبانِ فارسی سے ایسے نابلد ہیں' مثلاً آپ نے یہ شعر لکھا ہے ؎

دارد بگوشش اہلِ سخن را و برہمن		"نقلم" سخن کہ عقدِ ثریا گرفتہ است

وہ طالبعلم کہ جو معمولی فارسی جانتا ہے' سمجھ سکتا ہے کہ "نقلم" کیا بلا ہے' ایک فاضل جب اس میں لفظ "نقلم" دیکھے گا' تو جو اندازہ برہمن کے کلام کا لگا سکتا ہے' وہ ظاہر ہے' میرزا صاحب دراصل ایسے ناسمجھ نہیں' کہ جنہیں "نقلم" نہ کھٹکتا' پس یہ کہنا صحیح ہے' کہ انہوں نے یہ شعر مسخ کیا' ہمارے دیوان میں صاف "نظم" لکھا ہے' یہ بھی قیاس نہیں کیا جاسکتا' کہ آپ نے "نظم" کے بجائے "نقلم" پڑھ لیا ہو' یا کاتب زمانہ نے ایسا لکھ دیا' رائے سری رام دہلوی کے دیوان میں "نقد" لکھا ہے' جو "نقلم" سے بہتر ہے' دوسرا شعر لکھا ہے :-

دلم اسیر غم بدنمائے گردد بمدعا طلبی رشتہائے گردد

اِس شعر کا مطلب شاید میرزا صاحب نے کچھ سمجھا ہو اور اسی وجہ سے اُسے مسخ کیا ہو "رشتہا" سے آپ کی طبیعت نے خوب رشتہ باندھا، اصل شعر حسب ذیل تھا ؎

دلم اسیر بہ مدعائے گردد بمدعا طلبی آشنائے گردد

سخن فہم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اس تبدیل لفظ نے شعر کی خوبی خاک میں ملا دی تھی۔

تیسری اصلاح ملاحظہ فرمایئے ؎

دلم بجوئے محبت جریدہ مے آید "ز شیر بند" بتعلق رسیدہ مے آید

اصل شعر اس طرح تھا ؎

دلم بہ کوئے محبت جریدہ مے آید زشہر بند تعلق رسیدہ مے آید

"شیر بند" شاید میرزا کی لغت میں کوئی معنی رکھتا ہو مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا، میرزا صاحب کے ایک ہم خیال نامی فاضل نے فرمایا کہ "شہر بند" کی ترکیب غلط ہے "شیر بند" صحیح ترکیب ہے ورنہ کسی فاضل کے کلام کی سند چاہیئے، یہ ایسا پوچ اور نادانی کا فرمان تھا کہ سند کی ضرورت نہ تھی، مگر ملاحظہ ہو، نظامی گنجوی نظم میں یاد دلاتے ہیں ؎

نظامی بہ باغ آمد از "شہر بند" بیاراست بستاں بہ چینی پرند

ہر شخص کا کلام اُسکی تاریخ ہے

اُستاد آزاد دہلوی، ذکاء اللہ، شبلی، حالی، شرر وغیرہ تاریخ نگاروں نے جو جو تاریخیں لکھی ہیں، اُنہوں نے اُن کا ماخذ اپنے ممدوحین کا کلام قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "ممدوح کے کلام کا نتیجہ نکالنا، صحیح واقعات زندگی کا دریافت کرنا ہے" یہ طریقہ نہایت معتبر و مستند ہے، درحقیقت ہر شخص کا کلام اُس کے حالات کا آئینہ ہوتا ہے اور یہ طریقہ استدلال عاقلانہ ہے،

اسی اصول کی پیروی کرتے ہوئے جب نقاد طبع اصحاب نے عمر خیام کی یہ رباعی پڑھی ؎

اے رفتہ و باز آمدہ بلہم گشتہ نامت ز میان نامہا گم گشتہ
ناخن ہمہ جمع آمدہ و سم گشتہ ریش از عقب در آمدہ دُم گشتہ

تو فوراً یہ فتویٰ دیدیا گیا کہ عمر خیام تناسخ کے قائل تھے، جو جائز اور صحیح ہے، یہ خیال محض عمر خیام ہی کی نسبت نہیں، بلکہ اور بہت سے معزز علمائے اسلام کی نسبت ظاہر و ثابت کیا گیا ہے چنانچہ حکیم ناصر خسرو کے متعلق اُن کی تصانیف سے استفادہ اٹھاتا ہوا فاضل اجل دوست شاہ لکھتا ہے:-

"ازاں کلام معلوم مے شود کہ طبعی و دہری بود، مذہب تناسخ داشتہ" الخ مصنف سرو آزاد ایسا ہی نتیجہ نکالتا ہوا لکھتا ہے کہ:- ملا زمانی یزدی بھی جس نے خواجہ حافظ کے دیوان کا جواب لکھا ہے، تناسخ کا قایل تھا اور یہ نتیجہ اُس کے کلام سے نکالا گیا ہے۔

بالعموم مولانا روم کے اس قسم کے شعروں سے ؎

ہمچوں سبزہ بارہا روئیدہ ام ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ وہ بھی تناسخ کو مانتے تھے، واقعی تاریخی حالات کا یہ طریقۂ اخذ ایسا ہی قابل اعتبار ہے، جیسا کہ شخص ممدوح کا اصلی لباس اُس سے انسان کا قد ڈیل ڈول اور مذاق سب کچھ معلوم ہو سکتا ہے، واقعات کی صحت و پڑتال سینکڑوں برس کے بعد ہم اپنے زبانی جمع خرچ سے نہیں کر سکتے، اور ایسی تحریرات کے مقابلہ میں زبانی دعویٰ محض دعویٰ باطل ہے۔

رائے رایان کی تصانیف خود انکی مکمل لائف ہے تاریخی واقعات کا مواد فراہم کئے جانے کے لئے جب یہ عام اصول عام طور پر مروّج ہے، تو ہم بھی اُن کے کلام سے استفادہ اٹھائے بغیر نہ رہ سکے، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ ہم بھی ایسے بے خلل اصول کی پیروی کرتے ہوئے "رائے رایان" کی تصانیف سے اُن کی زندگی کے واقعات کی نہ فقط اُن سے صحت کریں، بلکہ اُن سے مزید حالات بھی اخذ کریں، چنانچہ اِن حالات کا بہت سا حصہ آپ کی تصانیف سے صحت کیا گیا، اسطرح جو واقعات جدید معلوم ہوئے اُن کے لئے ہمیں اِن کی تصانیف کا ممنون ہونا چاہئے۔

خاندان کی اصالت جو اصحاب شریف صحیح النسب ہوتے ہیں، وہ اپنے شجرے دیوتاؤں اور پیغمبروں سے نہیں ملاتے، بلکہ اپنے اعمال و افعال سے اپنے شجروں کا پتہ بتلاتے ہیں۔ "رائے رایان"

اپنی اصول پر کاربند ہیں، وہ اگر چاہتے تو سلسلۂ نسب برہما جی سے یا اشیو، سیتا ماں، اہلیہ، بیاس مارکنڈے، بھیکشن، ہنومان اور پرسرام سے ملا دیتے، نتیجہ اس کا کوہ کندن و کاہ برآوردن ہوتا وہ مردِ صالح اپنی قومیت پر ناز کرتا ہوا، اپنے اشغال کا پتہ بتلاتا ہے کہ ہمارے بزرگ برہمن تھے اور برہمن بھی وہ کہ جو شاستروں کی رُو سے برہمن ہیں، جن کا کام ظاہر و باطن کی آراستگی تھا، اور مراتبِ صورت و معنی کے پاسدار تھے، یہ قومی افتخار اُن سے سُن لیجیے، وہ اپنی زبان میں اسطرح ادا فرماتے ہیں:-

"در زمرۂ اہلِ زُنار برہمناں اعتبارے و امتیازے داشت اگرچہ بحسب عرف و عادت بجہت کسب معیشت باشغال مختلفہ روزگار سے پرواز د، لیکن بہترین شیوۂ این طائفہ آنست کہ پاس مراتب صورت و معنی داشتہ البتہ کہ در کُتب معتبر قدیم در بارہ این گروہ ثبت گشتہ عمل نماید، و آراستگی ظاہر و باطن را عنوانِ جریدۂ اعمال خود سازند"

خاندانی مصروفیات

کسی مورخ فارسی و اردو نے یہ دریافت کرنے کی زحمت نہیں فرمائی کہ آپ کے والد بزرگوار کا کیا نام تھا، اور وہ کیا شغل رکھتے تھے، کس طرح گذری اور کس طرح گذار رہی، سخت افسوس ہے مغلیہ سلطنت کے اسلامی مورخان پر کہ جنہوں نے رُکنِ رکین دولت، وزیر مالیات، منشیِ بے بدل، سفیرِ کامیاب، ایسے فاضل اجل کے حالات سے اس قدر چشم پوشی فرمائی اگر وہ اپنے حالات خود تحریر نہ کرتے تو آج ہم نہ تو اُن کے حالاتِ خاندان معلوم کر سکتے نہ اُن کے والد بزرگوار کا نام پاتے اور نہ اُن کے مشاغلِ زندگی کا پتہ ملتا، اِن کی تحریرات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ آپ کے بزرگ آپ کے دادا تک سری منو مہاراج کی تقسیم زندگی کے عامل تھے، یعنی برہم چریہ آشرم، گرہست آشرم، بان پرست آشرم، سنیاس آشرم، یہ بہ یقین وید مقدس کے احکام کے اعلیٰ و ارفع موافق زندگی بسر کرتے تھے، آپ کا یہ بیان اس وجہ سے قابلِ قبول ہے کہ اسلامی عہد میں بھی آپ کی ذات ہر طرح کی ہندی خوبیوں کا جلوہ دکھا رہی تھی، اور جو بدیاں اس مذہب میں پیدا ہو گئی تھیں، اُن سے آپ کا خاندان بالکل مبرا تھا، اسی دل اور دماغ کی بدولت اسلامی سلطنت میں قابلِ رشک عروج پایا، نیک خاندان کے نیک بنیاد جوان ہر ملک و ملت میں عزت پاتے ہیں، نالائق اپنے ہی گھروں میں جوتیاں کھاتے ہیں،

دھرم داس منصبدار

اکبرِ اعظم کا زمانہ تھا کہ آپ کے والدِ بزرگوار پنڈت دھرم داس نے سنسکرت کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد فارسی پر دستگاہِ کامل حاصل کی، اکبر کی مرنجاں مرنج پالیسی نے ہندیوں کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا، اور ہر ہندی یہی چاہتا تھا کہ اُس کے انتظامِ سلطنت میں شریک ہو، چنانچہ آپ نے مغلیہ سلطنت کی ملازمت میں داخل ہو کر ایرانی فاضلوں کے پہلو بہ پہلو دادِ کامرانی دی، اور پھر ترقی پا کر منصبدارِ سلطنت ہو گئے، مدتوں عہدہ کے فرائض انجام دیتے رہے، چونکہ خاندان کے جدید دستور العمل زندگی کی یہ پہلی منزل تھی، اسلئے قدیم دستور العمل کی طرف طبیعت مائل ہوئی، شمارِ عمر کے تقاضے پر ملازمت سے مستعفی ہوئے، اور سنیاس آشرم میں داخل ہو گئے، رائے رایان یہ طولانی داستان ان مختصر الفاظ میں قلمبند فرماتے ہیں :—

"آباو اجداد ایں ذرّہ بے مقدار اعتقاد بطرزِ قدیم خود عمل می نمودند تا کہ نوبت بہ دھرم داس پدر ایں فقیر رسید آں مخدوم نویسندہ کاردانی بود، مدتے در سلکِ منصبدارانِ خاصہ شریفہ انتظام داشت، بعد ازاں بہ بے ثباتیٔ روزگار مدار نداشتہ، استعفائے خدمت و منصب نمودہ، در گوشۂ عافیت نشست"

ایک جگہ لکھتے ہیں :— "از آنجا کہ فقیر را سلوک و آئین قدیم بہ بہاں است، پدر فقیر بود"

پھر ایک جگہ مطلع فرماتے ہیں :— "پدر فقیر کہ چند شاہ بود اگرچہ در لباسِ ظاہر مشابہت با اہلِ تعلق داشت اما در عالمِ باطن خود را بیگانہ اہلِ روزگار می دانست ہمیشہ ایں مصرع بر زبان داشت" ؎

"صاف بودن بہتر از آلودگی"

تاریخ و سالِ ولادت

مورخوں اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا تذکرہ محض علمی خدمات تک محدود رکھا اور وہ بھی ناقص و نامکمل، ایسے اُستادِ زبان ادیبِ فارسی کے واقعاتِ زندگی سکندری قصے کہانیاں بن گئے اور آج یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ آپ کب اور کہاں کس خاندان میں پیدا ہوئے، خدا بھلا کرے منشی سیل چند کا کہ جنہوں نے ان کے حالات لکھے اور خوب لکھے مگر افسوس کہ یہ کتاب ہمیں دستیاب نہ ہوئی، مارہروی اسی سند پر لکھتے ہیں، کہ چندر بھان سنہ ۱۰۱۲ھ میں بمقام آگرہ[۱] پیدا ہوئے اِس حساب سے

[۱] حضرت آذر اطلاع دیتے ہیں :- کہ "مطالعۂ چہار چمن اور دیگر کتب تاریخ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ بمقام لاہور پیدا ہوئے" تبسّم کاشمیری

آپ نے ۹۱ سال کی عمر پائی، اور یہی وہ عمر ہے جو آریہ ورت کے جوگیشوروں کو نصیب ہوتی ہے۔

نام و تخلص آپ کا نام پنڈت چندر بھان تھا، اور تخلص برہمن فرماتے تھے آپ کے بزرگ نسلاً بعد نسلاً سنسکرت کی کتابوں کے مالک تھے، اور اسی لحاظ سے پنڈت کہلاتے تھے، آپکی خاندانی عقیدت آپ کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی، اور اسی پر آپ کو فخر تھا، آپ کی اس جرأت کی کیا داد دیجئے کہ جس نے آپ سے اُس پرآشوب زمانے میں برہمن تخلص انتخاب کرایا۔

مورخوں کا حسد جس قدر تاریخیں ہندیوں اور مسلمانوں نے لکھیں اُن میں سے کسی تاریخ میں آپ کے مفصل حالات نہیں پائے جاتے، یہ بغض و حسد قابلِ افسوس ہے، اگر یہ خود مجموعہ رنگین مرتب نہ فرماتے تو شاید یہ احسان فراموش دنیا ان کا نام اور کام بھی بھلا دیتی، مگر کون ہے جو اپنی غلطی جو درحقیقت ملکی غداری ہے، تسلیم کرے۔

وطن وقائع نگار جو سوانحعمری لکھنے کے مدعی ہیں، تحقیقات و واقعات کا خون کرتے ہیں، چار سطریں لکھیں اور اپنی دانست میں حقِ وقائع نگاری ادا کر دیا، اس خبط سے خبطی وقائع نگاران میں آپ کے وطن کی نسبت بھی اختلاف ہے، لیکن یہ عقدہ آپ کے انشا چہار چمنی کے دیباچہ سے کھل جاتا ہے، آپ پتہ دیتے ہیں:-

"این نیاز مندبہ دار السلطنت لاہور کہ بقتضائے لطافتِ آب و ہوا و اقسام خوبی ہائے کہ دم حالات ...... مے زندرسیدہ" الخ

اس سے پایا جاتا ہے کہ آپ کا اصلی وطن لاہور نہ تھا، ہر صاحب جاہ اپنے زمانہ عروج میں اپنے وطن میں اپنی جائداد بڑھانے اور رونق دینے کی قدرتی آرزو رکھتا ہے، آپ نے اپنے ایام امارت میں جو تعمیرات[1] تعمیر کرائیں، اُن کا فخر اکبر آباد کو حاصل ہوا، پس اس بنا پر کہا جاسکتا ہے کہ آپ کا اصلی وطن دہلی[2] تھا نہ لاہور[3]

[1] مرزا سلطان احمد کی کجروی کا جواب صفحہ ۷۰ پر درج کیا گیا ہے، مرزا صاحب نے لفظ "خواجہ" کی بحث اُن کے ذکر میں خواہ مخواہ چھیڑ دی، حالانکہ رائے رایان کا یہ کوئی لقب تھا نہ خطاب اور نہ مرزا صاحب ثابت کر سکے۔　"بہار سنامی"

[2] صاحب خمخانہ جاوید اصلی وطن دہلی تحریر فرماتے ہیں۔　بہار سنامی

[3] مرزا صاحب ۔۔ و محمد سعید احمد لاہور　بہار سنامی

بلکہ اکبر آباد تھا اب ہمیں ان کی دماغی قابلیت اور ذکاوت کے اعتبار سے یہ دیکھنا تھا کہ کیا خاکِ اکبر آباد ایسا فرزند پیدا کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، جب ان کی زبان اور کلام پر غور کیا جاتا تھا، تو ہمیں شبہ پیدا ہوتا تھا کہ حقیقتہً ایسا صاحب دماغ اکبر آباد کی سرزمین پیدا کرنے کے ناقابل ہے، یہ ضرور کشمیری ہوں گے اور ترکِ وطن کے بعد آگرہ میں سکونت اختیار کی ہوگی، آپ کے والد نے قصبہ "جونپور" مضافات اکبر آباد میں جو وفات پائی، اس سے بھی خیال کیا جاتا ہے کہ کشمیر کے بعد آپ کا وطن مضافات اکبر آباد میں تھا،

ان ہی ایام میں میرے خاص مخلص اور زیرک عزیز پنڈت سورج پرکاش صاحب ایم اے کو مقام گوالیار جانے کا اتفاق ہوا چونکہ دیوان کی ترتیب زیرِ نظر تھی، شاہی کتب خانہ دیکھتے دیکھتے انہیں ایک مطبوعہ کتاب موسوم بہ چمنستانِ کشمیر کی سیر کا موقعہ ملا، یہ کتاب پنڈت نرنجن ناتھ صاحب عرف صاحب متخلص مشتاق خلف آنریبل پنڈت بشمبر ناتھ وکیل ہائی کورٹ و ممبر کونسل حضور وائسرائے نے ناصری پریس مفتی آباد میں ایک سو سے زیادہ صفحوں پر ۱۸۹۹ء میں چھپوائی ہے،

جہاں اس میں شاعرہ علمِ فارسی و اردو کے نام و کلام درج کئے گئے ہیں، وہاں پنڈت رائے چندر بھان برہمن "کشمیری" درج کئے گئے ہیں اور غزل ۳۲ نمونہ کلام میں دی گئی ہے مشتاق صاحب کی تحقیقات ہم سے مشتاقِ تحقیقات کی بڑی رہبری کا باعث ہوئی آپ کے بزرگ عام اہلِ کشامرہ کی طرح کشمیر ہی سے آئے، اور جہاں پناہ دیکھی وہیں قیام کیا، اور پھر ہندوستان میں ہر جگہ پھیل گئے، پروفیسر کے ایم مترا، ایم اے "فہرست کتب ریاست کپور تھلہ" کے صفحہ ۲۸ پر لکھتے ہیں کہ "رائے چندر بھان پٹیالہ کے تھے" ممکن ہے کہ پروفیسر صاحب نے بٹالہ لکھا ہو اور ٹائپ میں کمپوزیٹروں نے پٹیالہ بنا دیا ہو، مگر بٹالہ بھی بلا تحقیق و پتہ لکھا، اس لئے ہم اسے صحیح نہیں سمجھتے

اس تحقیقِ حال کے بعد ہم نے تصانیفِ برہمن پر کامل عبور کیا، وہاں سب کچھ مل گیا، سمجھنے والے سمجھ لیں:-

"این شکستہ دل درستِ اعتقاد چندر بھان برہمن کہ شکستگی طبع دل را باعثِ درستی حال خود میداند یا برہمن زادۂ ملکِ پنجاب است" الخ

اسی سلسلہ میں پھر لکھتے ہیں: "مولد و منشا این نیازمند شہر دار السلطنت لاہور است"

برہمن از لبِ ہندی نژادان نکتہ مے سنجد ۝ زبانِ فارسی و ترکی و تازی مے داند

تعلیم و تربیت آپ کی خاندانی علمی و ادبی فضیلت مقتضی تھی کہ آپ کو آپ کا جہاندار والد بزرگوار اپنے خاندان کی روایات کے موافق تعلیم دے، اس لئے حسب رواج خاندان اوّل اوّل آپ کو سنسکرت و بھاشا کی تعلیم شروع کرائی گئی، پھر آپ نے ویددان آچاریوں اور گنوان پنڈتوں سے سنسکرت کے ہر شعبہ علم کی مکمل تعلیم پائی، اور جلد ہی[1] حالتِ جذب طاری ہو گئی، خاندانی علم سے فراغت پا کر اور مذہبی کتبِ مقدسہ سے اپنی قسمت کے آئینہ کو جلوہ دے کر آپ کو آپ کی ہمہ دان طبیعت نے فارسی و عربی کی طرف مائل کیا، اسلامی اخلاق و ادبیات سے فارسی و عربی کی تعلیم نے کماحقہٗ واقفیت کرائی، عہدِ مروجہ کی کل کتب اخلاق و ادب و تواریخ وغیرہ کا بغور مطالعہ کیا، نظم و نثر فضلائے ازمنہ قدیم و جدید کی ہر طرح کی تصانیف نقادی کی نگاہ سے دیکھیں، مطالعہ کی کثرت ہر طرح کی تعلیمی و تربیتی تجربہ کا باعث ہوئی، بہت جلد فاضلوں میں شمار ہونے لگے، حساب[2] و کتاب، معاملہ فہمی، تحریر و تقریر میں کارگزار اہلکار ثابت ہوئے، نظم و نثر، انشا پردازی، واقعہ نگاری اور جذبات کے ادا کرنے میں بے نظیر تھے، نظم و نسق کے منتظم تھے، اور جدت طرازی کے بادشاہ، ہندی خیالات و جذبات جس انداز سے فارسی میں ادا فرماتے تھے، اس بنا پر کہنا پڑتا ہے کہ آپ کے دماغ نے زبانِ فارسی میں ایک نئی روح پھونکی، طبیعت ایسی موزون واقعہ ہوئی تھی کہ ساکنانِ زبان ان کا کلام سن کر دنگ رہ جاتے تھے، وزرائے عالیشان، امرائے ارسطو دوران عزیز جانتے تھے ان کے اشعار ان کے قلوب پر خاص اثر ڈالتے تھے، وہ دن رات دربارِ مغلیہ کے علامۃ العصر فضلا سے صحبت رکھتے ہوئے اپنی تعلیم و تربیت مکمل فرما رہے تھے، وارا کی صحبت میں درویشانِ کامل جمع رہتے تھے، آپ کی مذہبی تعلیم نے زیادہ وہیں تربیت پائی، وہاں اپنا کلام حقائق و معارف کے پُرجوش خیالات سے بدر بلیغ کر دیا، اور سچ تو یہ ہے کہ ہند کا سچا ہندو ہو کر زبانِ فارسی میں ایرانی فاضلوں کا ناطقہ بند کر دیا، بوقتِ تحریر کسی بڑے سے بڑے مقرر کی مجال نہ تھی کہ زبان ہلا سکے، آپ کا قلم شاہِ اقلیم سخن تھا،

[1] صفحہ ۱۴ ملاحظہ ہو
[2] امرائے ہنود صفحہ ۱۸۲، ازرودِ ۔۔۔ علی اکبر حسرت موہانی دیکھو اگست ۱۹۰۳ء جلد ۷ نمبر ۲

اور زبانِ خسرو، علیمِ بیان، فصاحت و بلاغت اُن کی جان، صحت و صفائی اُس پر قربان، جس سخندان کی ذات میں ایسی خوبیاں ہوں وہ برہمن سے نظیر پایا جائے، اور ایسا کون انسان ہے کہ جس کا ایسے دل و دماغ کے ساتھ سنسکرت، عربی اور فارسی پر کامل عبور ہو، حقیقت یہ ہے کہ برہمن، برہمن تھا، اس کا کوئی جواب نہیں، نہ آئندہ ایسی تعلیم و تربیت کوئی پاسکے نہ برہمن پیدا ہو، کیونکہ انگریزی نے سنسکرت، عربی، اور فارسی کی فضیلت بے ضرورت کردی،

رائے رایان کی تعلیم و تربیت کی نسبت جملہ مورخین کا ہمارے بیان سے اتفاق ہے، رائے رایان یہ واقعات و حقائق اپنے ایک رقعہ میں خود تحریر فرماتے ہیں، اور جیسے وہ تھی، انہیں اُس پر خود ناز ہے:-

"چوں از عنفوانِ شباب ایں برہمن عقیدت کیش را میل و رغبت بدریافت دقائق شعر و انشاء بہم رسید و بعد فراغ مطالعہ کتب و تواریخ و نسخہائے نظم و نثر متقدمین و متاخرین بمقتضائے سعادتِ ازلی نقشِ خدمت عبودیت درگاہ سلاطین پناہ، سلیمان جاہ و صحبتِ وزرائے عظیم الشان عضد الخلافت **آصف خاں** سپہ سالار و علامۃ العصر والدوران **افضل خاں** و رکن السلطنت **اسلام خاں** و علامہ ارسطو فطرت **سعد اللہ خاں** درست نشست"

بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی تھی

صحیح تعلیم و تربیت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آپ پر بچپن ہی میں حالتِ جذب طاری ہوگئی اور انجام کار انہیں قبل از وقت سنیاس آشرم دھارن کرنا پڑا، اپنی حالتِ ابتدائی کا بیان اس طرح فرماتے ہیں:-

ذرایامے کہ ایں رہ نوردِ وادیٔ تسلیم و رضا راہوسِ آزادی در سر افتاد، سوزش عجبے در دل و دماغ راہ یافت و چوں در عین گرمیٔ ہنگامۂ شباب جوش و خروش دریائے طلب افتاد، صحبت بعضے از فقرائے جمعیت دست داد، دل را تسکینے و آرامے پدید آمد و جمعیت ظاہر و باطن نصیب گردید"

رائے رایان نے اپنے فرزند پنڈت تیج بھان کو ایک مفصل خط لکھا ہے جس میں انہوں نے اپنی ابتدائی، درمیانی اور آخری زندگی کی سب کیفیات درج کی ہیں، اِس خط سے آپ کے ذاتی حالات پر بڑی روشنی پڑتی ہے، اِن حالات کے ساتھ اس خط کا مطالعہ از بس ضروری ہے، ایک جگہ پر لکھتے ہیں:- دیکھو صفحہ ۴۷

نغمه پردازان در ترانه‌های سپاس اند این بیت او شهرت دارد، سرو رکب خود چو ملیک

همه وقف روی کاکل کن ، همه حاصل جهان نثار صرف گل کن

همدران تا ذکر این زمره فارسی دان بوسیله شعر ذره شکسته که علامی سعدالله خان

مقرب الحضرت السلطانی تعریفان از هندوستان بولایت ایران مصحوب خان نامدار

ایلچی فرستاده بعضی بمیان آمد و این دو بیت فقیر دران دیار مشهور است، باید

نمک سوده بستن بود کام آتش بی دود بستن ، حیثیت تا رسم دیگر انجام شد

طی شد این ره آنجهان کاو از پای برنخاست ، فقیر را در باب طبع

همیشه زمزمه سخن بر زبان و بود حکم کیف از عهد حضرت جنت مکانی تا اوایل عهد

اکبر قرین سعادت آیین در عرصه دلنشین هندوستان بوسعت تمام گذرانید و بانی

بولایت ایران رفته امتیاز دیگر یافت طبع غیور و فطرت بلند داشت این ارده

که فلک یک صدم ماه گران کم بخش ، تمام سرو سیر و جهد آفتاب از کسوف گسستن

خط نسخ تعلیق را خوب مینوشت و اکثر خوبها راکب نهم بود جوهری

هندوستان آکره در محفل خلد آیین اشرف اعلا راه یافته و هم در مجالس شاه بلندا

با امرای عظام نسبت او درجه مصاحبت رسیده بود مرد خوش گوی خوش صحبت و

A SAMPLE OF THE SHIKASTA NASTALIQ AMEZ HANDWRITING OF RAI CHANDARBHAN BRAHMAN.

"ایں نیازمند اگرچہ گرفتارِ مشاغلِ صورت است، اما از اندیشۂ عاقبت غافل نیست و باوجود انواع تفرقہ و حوادثِ روزگار جمعیتِ خاطر را از دست نمی دہد، و در ہر بقعہ و ہر جا کہ نشاں از گوشہ نشیناں و کنج گزیناں مے یابد، خود را بے اختیار رسانیدہ و بحظِ وقت را خوش میدارد"

رائے رایان کی خوشخطی

سیہ نشست خطِ خواہش از صحیفۂ دل
سپید نوشت برہمن شکستہ تعلیق

خطاطانِ ایران و توران اور کاتبانِ کشمیر سے بڑھ کر اور کون خوشخط ہو سکتا ہے، چونکہ آپ نے اوائل عمر میں کشمیری پنڈتوں سے خط کی اصلاح پائی تھی، اسلئے آپ کے خط میں ایک خاص نزاکت اور کشش تھی، خطِ نستعلیق، شکستہ، غبار، گلزار، طغرا، توام، کوفی، وغیرہ وغیرہ کے کامل خطاط تھے، مصوری اور گلکاری کے گلزار کھلاتے، جن پر طائرانِ خوش الحان چہچہاتے تھے، آپ کے خطوں کے نمونے ایران تک اہلِ شوق منگواتے تھے، مقبروں میں رکھتے تھے، اور ایوانوں کو سجاتے تھے کمال خواہ کسی چیز کا ہو، زوال و ادبار سے بچاتا ہے چنانچہ جب علامی **افضل خاں** کی موت سے اس کے متوسلین پر تباہی آئی تو آپ کے خطِ شکستہ ہی نے افواجِ ستم کا مقابلہ کیا، اور انہیں شکست دی، برہمن کو اپنے قلم کے بیان اور لباس پر جو ناز تھا، آپ کے خطِ شکستہ کی کلک نے شاہجہان کے خونی ارادوں کے دل بادل کو جو شکست دی اسے آپ اپنی آنکھوں سے اگلی سطروں میں دیکھیں گے،

لہ "رقائم و نوشتہ جات ایں نیازمند در ایران و توران شہرت یافتہ اند، و باطراف و اکناف ہندوستان در ہر ملک دیباچہ رسیدہ الخ" "چہار چمن"

ایامِ مکتب کے ملتفتی

جب آپ حالتِ طالبعلمی میں تھے، آپ کو ایک روز **فتح جنید** فاضل نواب **ملتفت خاں** کے مکتب[لہ] میں لے گئے کہ جہاں نواب صاحب کسبِ کمال میں مشغول تھے شروع جوانی کے عالم میں ہنگامۂ سخندانی گرم رکھتے تھے، اور طرح دیتے تھے، وہ برہمن کے کلام سے ایسے مانوس ہوئے کہ آپ کو اپنا رکن بنایا، ہیہ ہفتہ میں ایک دفعہ جاتے تھے، اور اپنا کلام سُنا کر سب کو فلوظ کرا تے تھے نواب دل سے مہربانی فرماتے تھے، آپکو اپنا ہم مکتب بنایا، نواب جوان ہو کر بادشاہ کے

لہ منشیاتِ برہمن خط اہمی نواب ملتفت خان،

معتمدِ خاص ہوئے مگر برہمن کے دل سے قدردان رہتے۔ ایسے اور بہت سے اصحابِ ثروت آپ کے ہم مکتب تھے، اور اپنے عروج میں سب سے محبت فرماتے تھے۔

دیوان خانہ رائے رایان

زمانہ قدیم میں بادشاہوں، اور وزیروں کے دیوانخانے مخش تصاویر اور نالائق تحاریر سے مزین نہ کئے جاتے تھے، بلکہ مذہبی تصاویر اور پُر نصائح تحاریر سے سجائے جاتے تھے۔

برہمن نے عنفوانِ شباب ہی سے اپنا دیوان خانہ کلامِ ادب و اخلاق سے آراستہ کیا تھا، اگر ایک طرف مذہبِ برہمنہ کے مقدس گرنتھ اُن کے دل و دماغ کو نور پہنچانے کے لئے دیوانخانہ کا درجہ بڑھا رہے تھے، تو دوسری طرف فارسی زبان کی اخلاق و ادب کی کتابیں اس آفتابِ علم کے ایک گوشہ کا ہار بن رہی تھیں، وہ خود لکھتے ہیں:۔

"مجھے اپنی جوانی میں ...... حکیم سنائی، ملا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی، کرمانی، عنصری، ملا جامی، ملا رودکی، حکیم قطران، مسعودی، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین عبدالرزاق، کمال، اسمٰعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا صائب، ظہیر فاریابی[1] وغیرہ کا کلام دیکھنے پڑھنے اور سمجھنے کا موقعہ ملا"

ظاہر ہے کہ یہ علماء وہ اسلامی بزرگ ہیں، کہ جن پر اسلامی ادبیات و اخلاق کا خاتمہ ہو جاتا ہے، برہمن نے اپنی طبیعت ہمہ داں پائی تھی، تحقیق کا مادہ تھا، دماغ صاحب ایجاد کی طرح ایک چھوٹی سے چھوٹی بات کے معلوم کرنے کی طرف دوڑتا تھا، ابتدائی زمانہ کے بعض اہلِ اسلام بھی ایسے ہی عالم گذرے ہیں کہ جنہوں نے مذہبِ برہمنہ کی مشہور کتابیں عربی اور فارسی میں ترجمہ کر کے اپنے علمی و ادبی ذخیرے بھرپور کئے۔

میر عبدالکریم میر عمارت تعمیر روضہ ممتاز محل اور بنیاد برہمن

کوئی قوم خواہ کیسی ہی قومی بیداری کا تباہ کن خطر رکھتی ہو، لیکن رب العالمین کا حکم عام ہے اور کلیہ ہے کہ ایک دوسرے کی مدد بغیر دنیا میں ایک سانس تک نہیں لے سکتا، جو ایسا کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنی گلو تراشی آپ کرتا ہے، آپ بھی مرتا ہے، اور قوم کو بھی لے مرتا ہے۔ صدیوں تک اس کی قوم کے

---

[1] رقعہ بعزیزی میں خواجہ سبا کاؤنی کی یاد بوجہ ہم مکتبی تھا، ملاحظہ ہو۔

[2] آپ نے جو خط اپنے بیٹے کے نام لکھا، اُس میں اسامی وار تفصیل لکھی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۲

بے گناہ افراد مظلوم قوموں کا تختۂ مشقِ ستم بنے رہتے ہیں، دنیا میں قومی پاسداری ایک ستم ہے، اور یہ ستم زیادہ ان پر ٹوٹتا ہے جو ستم کرتے ہیں، انسانی ہمدردی دنیا میں امن پھیلاتی ہے، شر و فساد مٹاتی ہے، افسوس یہ ہے کہ آجکل پاسداری مذہب ہی ملک کی سچی خدمت کہلاتی ہے، اور یہی ہم پر آفات لاتی ہے، یہ چند بند رقت برہمن کے انہیں ہم کو لکھنے کا موقعہ مل گیا، اور یہ اسی بہمہ رد خلائق کی پاکیزہ تعلیم کا نتیجہ ہے،

میر عبدالکریم (جن کا ذکر رائے رایان ہر مقام پر بڑی عزت و احترام سے فرماتے ہیں) لاہور کے صوبہ دار تھے، یہ فاضل اور صالح تھے، دوران تعیناتی لاہور عمارات کی تعمیر شروع کی اور ان کے حسن و فروغ بنا کے بیل بوٹے کتبہ جات کے انتظام میں مصروف ہوئے، تو دنیا بھر کے مستری، خطاط، مصور، سنگ ساز طلب کئے گئے، آپ بھی رائے صاحب[1] کی خدمت میں کسب سعادت فرماتے تھے، یہ سب ابتدائی کام آپ کے سپرد ہوا، اس وقت آپ کی لیاقت نے گل ارکھلائے، اور سب کام کاج ان ہی کے زیر نگرانی ہوتے رہے، محض اس وجہ سے کہ عمارات کے نقش و نگار اور کتبہ جات کیساتھ حساب و کتاب کی درستی ہوتی رہی،

لاہور کی تعمیر عمارات شاہ کی خوشنودی کا باعث ہوئی، مقبرہ رابعہ الزمانی **ممتاز محل** کے لئے **آگرہ** پسند فرمایا گیا، شاہ نے اس عالیشان تعمیر کے لئے **مکرمت خان** اور **میر عبدالکریم** مامور فرمائے، رائے صاحب نے یہ بے نظیر کام ان ہی کے زیر اہتمام کیا، آپ کی طبع خداداد نے روضہ ممتاز محل پر جو گلفشانی فرمائی اس کی تفصیل سے ہم بے خبر رکھے گئے، مگر یہ ضرور تسلیم کرنا پڑیگا، کہ اگر ان کی خدمات بے نظیر نہ ہوتیں، تو آپ کی شہرت کا شہرہ دربار شاہی تک نہ پہنچتا،

افضل خان وزیر اعظم شاہجہان و فضیلت رائے رایان

عہد مذکور میں کاملان دہر کے کارنامے ہر کس و ناکس کے کانوں تک پہنچانے کے لئے اخبارات نہ تھے، مگر اس زمانے میں ہماری طبائع بھی ایسی تنگدل واقع نہ ہوئی تھیں، جو جیسا ہوتا تھا، بلا خیال کسی ذاتی مفاد و نقصان کے ملک میں اسے ویسا ہی مشہور کیا جاتا تھا، کیلئے

[1] ـ این نیاز مند فیض پروردہ ملا عبدالکریم است، (چہار چمن)

طبع صحیح اشتہار کا کام دیتی ہیں۔ انہیں برہمن کی لاہور اور آگرہ سے کی علمی خدمات کی شہرت دربار تک پہنچی۔ علامی افضل خان شیرازی وزیر اعظم شاہجہان کی فضیلت علمی اور عام رواداری کے ڈنکے ملک کے کونے کونے میں بج رہے تھے۔ جس کمال کے کامل اور جوہر کے جوہر کا ذکر سنا، بلایا اور اپنے فضل و کرم سے شاہجہانی سلطنت کا رکن بنا کر حضوری بارگاہ زندگی سے فارغ البال کر دیا۔ جب میر صاحب سے راے صاحب کی علمی شہرتوں کی تصدیق ہوئی تو انہیں اُن سے مانگ لیا۔ لیاقت کے ساتھ دیانتداری کارروائی، خیر خواہی نے اعتبار جمع پایا۔ دنوں ہی میں لیاقت کے شہرہ کی آنکھوں نے تصدیق کی جگہ صاحب اعتبار سمجھے جا کر دیوان تن اعظم بنائے گئے۔

آپ نے علامی موصوف کی خدمت بابرکت میں رہ کر جو جو خدمات انجام دیں، وہ تا حال پردۂ اخفا میں ہیں۔ مگر یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ علامی موصوف انہیں ایک بزرگ سمجھتے تھے، اور باپ سے زیادہ ان کی جان و مال کے محافظ تھے۔ دنوں ہی میں کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ مگر اپنے سے علیحدہ نہ کیا۔ سچ ہے ع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

ل۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے کہ: شاہجہان نے اپنی عمر کے ۳۸ سال میں اپنی تخت نشینی کا دوسرا جشن (بروز دوشنبہ ربیع الاول ۱۰۳۸ھ / ۱۶۲۸ء) منایا۔ ہندی جگ پرورتی بہار اجگان کی تقلید میں اپنا تلادان کرایا۔ جو ایک دفعہ سونا چاندی اور دو بار جنس غلہ سے کیا گیا۔ ۴ ربیع الثانی رجب کو جشن نوروز منایا گیا۔ ارادت خان دکن کی صوبہ داری پر تعینات کیا گیا۔ اس کے بجائے علامی افضل خان شیرازی کو جو شاہجہان کی ایام شہزادگی میں دیوان تھا، سلطنت کا دیوان اعظم بنایا گیا۔ گویا کہ مملکت کے بلکہ سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا گیا۔ کسی شاعر نے تاریخ کہی ع

شد فلاطون وزیر اسکندر

جب شاہجہان نے اپنے جلوس کے گیارہویں سال میں ۲۰ ذیقعدہ کو جشن منایا، علامی موصوف

ل۔ متن میں نوشتہ ملاحظہ ہو۔

۲۔ ثبوت میں ”کچھ برہمن“ ملاحظہ کرنا چاہئے۔

۳۔ آپ اس تحریر کا اردو مقام لاہور ۱۳ رمضان جلوس سنہ دوازدہم کو انتقال فرمایا۔

اُسی روز ہفت ہزاری بنائے گئے' آپ کا اصلی نام ملا شکر اللہ شیرازی تھا' (نقاد)

افضل خان کے توسل سے دربارِ شاہی میں رسائی

سنہ ۱۰۲۰ھ میں بھائے رایان' افضل خان کے محلِ اعتماد بنے' جب آپ نے آپ کی علمی لیاقت اور اہلیت کا پورا پورا اندازہ کر لیا' تو آپ کو وعدہ کیا کہ میں جب آصف خان خانخاناں سے ملوں گا' آپ کا تذکرہ ان سے کروں گا کہ وہ بڑے علم دوست ہیں' مگر اتفاقات سے یہ موقعہ نصیب نہ ہوا' اور آپ افضل خان ہی کے پاس رہے' پھر آپ ہی نے شاہی دربار تک ان کی رسائی کرائی'

سفرِ کشمیر و واپسی وطن (لاہور)

افضل خان اور چندر بھان کے اتحاد اور صحبت کی گرمی کا تذکرہ بیان بھائے رایان کی تصانیف میں جابجا پایا جاتا ہے۔ خان معزز انہیں سفر و حضر میں ساتھ رکھتے تھے۔ کیونکہ قابلوں کی یکجہتی جدا نہ ہونے دیتی تھی' آپ اپنے سفرِ کشمیر کی واپسی کے حالات کس لطف سے لکھتے ہیں' اور کس شانِ احسانمندی کا اظہار فرماتے ہیں' اللہ اللہ اُس زمانے کے کیسے بزرگ تھے' کہ اپنی نمود و نمائش کا موقعہ پا کر بھی اظہار نہ فرماتے تھے :-

"از خدمت نواب علامۃ العصر والدوران افضل خان رخصت وطن حاصل نمودہ' از خطۂ دلنشین دلپذیر فردوس آئین جنت نظیر کشمیر عازم شہر بہشت آساس لاہور گردیدہ بعد از طے مراحلِ صعب و منازلِ دشوار خاصہ کوہ ہائے سر بفلک کشیدہ و جبالِ گردوں سا کہ ہر یکے از اں قرین مساوات بچرخِ اطلس است زند بعبور نشیب و فراز کریوہ و دماک بقصبۂ گجرات رسیدہ ......"

سیالکوٹ کے ذکر میں مطلع فرماتے ہیں :-

"ملا گلشنی و نادری از شعرائے مشہور الملک اند از روئے اہلیت کہ در نہادِ آن جماعت متمکن است با بیدل این نیاز مند آمدہ صحبت رنگین داشتند"

علامی فہامی افضل خان وزیرِ اعظم اور رائے رایان

رائے رایان کی احسانمند طبیعت خان معزز الیہ کی زندگی ہی میں ثنا خوان نہیں رہی بلکہ اُن کی موت کے بعد آپکی

ملاحظہ خط اسمی آصف خان مندرجہ چہار چمن

قلمِ مودت رقم سے جہاں موقع پایا ہے حقِ نمک بھی ادا فرمایا۔ مطالعۂ تاریخ سے یہ ثابت ہے کہ افضل خان اور رائے رایان ایک قالب و دو جان تھے اس لیے رائے رایان کی زندگانی لکھی جائے اور افضل خان کا اس میں ذکر نہ ہو یہ ستم تھا اس لیے ہم بغرضِ تکمیلِ تعلقات مدح خوان و ممدوح اس فاضل اجل کے حالات بھی رائے رایان کی زبانی سے بازارِ شہرت میں شائع کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بھی ایک حق تھا ہے اور دکھانا ہے کہ یہ حق شناس اس طرح حق ادا کرتے ہیں:۔

"چون ایزد کارساز نگاہ لطف بیان گشتہ دارد منظورِ نظرِ صاحب نظران سازد و صاحب نظر رساند که نظر کیمیا اثرش خاک را اکسیر گرداند چنانکہ این ذرۂ بے مقدار را از اتفاقاتِ حسنہ روزگار بخواہش و مہربانی تمام در خدمتِ علامی العصر والدوران **افضل خان** شرفِ باریافت از نہایت قدردانی [illegible] زیادہ از حالت [illegible] این نیازمند بود تربیت [illegible] گردانیدند و در ہمان وقت قلمی از قلمدان خاص بر آوردہ فرمودند کہ بایں قلم بنویس و بعد از ہمان این اسلوب تراش و در رفتہ رفتہ نسبت عبودیت از غایت رسوخ عقیدت و صفائی طویت [illegible] اخلاص و راستی مخلص و دوام خدمت بمرتبۂ خصوصیت رسید اگرچہ مہوشان خوش نویس با قاعدہ دان اہل **ایران و توران و ہندوستان** در خدمت آن مرحوم [illegible] فرقہ فرقہ فراہم آمدہ بودند اما نظر کیمیا اثر آن بزرگ صورت و معنی بہمہ کس یکسان نبود [illegible] موافقت بخت و مساعدت اختر نظر تربیت بیشتر بہ این مور ضعیف بود مصداق این معنی آنکہ در وقت که بندگان اعلیحضرت خلیفۂ الٰہی در دار السلطنت لاہور رتبۂ شانی منازل آن [illegible] نزول اجلال فرمودند این ذرۂ کمینہ را بشرف کورنش حضور و ملازمت سریر سعادت اشرف اقدس اعلیٰ [illegible] گردانیدہ بودند بہ سعادت ساختند و دیگر آنکه [illegible] این مور ضعیف [illegible] بودند کہ در سواری [illegible] خان [illegible] ہمزبان [illegible] و [illegible] اعظم [illegible] حاشیہ نشینان بزم کثرت و خلوت جا داشت [illegible] فراغت سعادت [illegible] بود و اکثر اوقات [illegible] [illegible] ایشان [illegible] چشم دل [illegible] چشم است [illegible] ہر گاہ صحبت روحانی و مباحثۂ علمی بمیان می آمد [illegible] مجلس [illegible] نیز در گوشۂ [illegible] یافت و آنچہ [illegible] قلم [illegible] آورد

و فضائل و کمالات ذاتی و نقوش بهای صفاتی و فنون کسبی و ذهنی آن علامهٔ عصر فهامهٔ روزگار مستغنی البیان است و در لباس ظاهر تماشای عالم معنی و در عالم کثرت شاهد وحدت را در دیدهٔ نظر داشت، و این رباعی اکثر اوقات بر زبان آن خان شیرین بیان بود، رباعی

تا دست به چشم هنر بینم عمرم — از پای طلب نمی نشینم هر دم
گویند که حق به چشم هنر توان دید — آن الشاهد من بچشم هر دم

در ایام رحلت از دار فانی و توجه به عالم جاودانی اکثر از بی ثباتی روزگار سخن بر زبان داشتند و تا دم واپسین را بحق یاد میفرمودند و این دو بیت میخواندند

گر اجل مرد است گو پیش من آی — تا در آغوشش بگیرم تنگ تنگ
من از او جانی ستانم جاودان — او ز من دلقی بگیرد رنگ رنگ

در همان ایام بندگان اعلیحضرت خاقانی ظل سبحانی خلیفة الرحمانی باختر آن برج جاه و جلال و مجرهٔ دولت ابدی الاتصال بعیادت آن مشهور اقلیم به تشریف شریف ارزانی فرمودند آنچه لازمهٔ بنده پروری است به منصهٔ ظهور آوردند و در وقتی که اعلیحضرت خلیفهٔ زمان از غایت مهربانی و قدردانی دست مبارک بر دست آن علامهٔ زمان گذاشته استفسار حال میفرمودند آن خان نیکو سیر زبان بی زبانی یاد نسبت قدیم و اقدم خدمت نموده المها شکر از عنایت اقدس اعلی مشهود نمیده اقتداء رقت نموده، آب از چشم میریخت و بادشاه مهربان قدردان از مشاهدهٔ این حال سخنان عطوفت آمیز به جهت تقویت حال آن خان والاشان بر زبان الهام بیان می آوردند چون خاصیت و نشاء روزگار آن است که عاقبت حریفان جرعه کش میخانهٔ وجود را به جرعهٔ عدم مخمور سازد و سنگ تفرقه بر شیشهٔ آرزوی آن دانای روزگار از جهان بی مدار رخت هستی بر بسته رهرو طریق القدس شد، چون وجود خیر آمودش محض خیر و خیر محض بود، بادشاه عالم و عالمیان از حسن اخلاق و اوضاع و اطوار آن علامهٔ عصر که ترتیب یافتهٔ قرن ها در چمن هندوستان اقلیم امارت و وزارت بر افراشته و تحسین خلق و حق شناسی و نکونامی را شتهار یافت یاد فرموده حقیقت عنایت خاص خود را که دربارهٔ آن وزیر دانشور داشتند بر جهانیان ظاهر گردانیدند و دوازدهم شهر رمضان سنه دوازده جلوس والا این قضیه بانله در دار السلطنت لاهور سانح شد وزیر خان حاکم پنجاب و معتمد خان بخشی و مکرمت خان میر سامان و دیگر بزرگان همراه جنازه

آن امیر والا کہ بقا بود بچشم عبرت نظارۂ عالم فانی نمودند اینہمہ از تاریخ فوت آں خان رضوان مکان
یافتند مصرع — زرفتنے بزرگوئے نیک نامی

بعد از وقوع خان حقیقت داں **امانت خاں** کہ برادر حقیقی علامۃ العصر رحمہ اللہ دراں بود استعفائے
خدمت و ترک منصب نمودہ گوشۂ عزلت گرفت و تارک تعلق شدہ در قصبۂ **لاہور** سرائے دلکشا
ساختہ و موضع احداث نمودہ الحال در ہماں مکان آمدہ آسودہ است و **عاقل خاں** خلف
امانت خاں کہ از آغاز جوانی در صحبت علامۃ العصر رحمہ اللہ دراں تربیت یافتہ بود و اندکے فرصت
بخدمات عمدہ شاں میر سامانی و بخشی گری سربلندی یافت و آخر الامر در راہ **کابل** از دہر اجل
در عین جوانی نہال حیات او شکستہ الحال بغیر از نیک نامی یادگارے دراں در سلسلۂ علامی نماندہ
برادر عاقل خان مشہور خود زندگانی میکند انجام تحریر سنہ

رائے رایان کے قدردان

رائے صاحب **تحفۃ الانوار** میں لکھتے ہیں کہ میں نے مشہور مشہور فاضلوں سے فیض پایا، **آصف خان** خانخانان سپہ سالار سے ملا اور عین شوقِ سخن کی حالت میں **افضل خان** سے صحبت نصیب ہوئی، پھر **اسلام خان** وزیر سے استفادہ نظم و نثر اٹھایا، جب **سعد اللہ خان** وزیر سے تعلقات قائم ہوئے تو جمیع معلومات و مفہومات حاصل ہوئیں، وزیر معظم **خان** نے اپنی خدمت میں مجھے لیا، پھر وزیر معظم **جعفر خان** نے تجربہ کار دیکھ کر مجھے اپنا معتمد بنایا اور جب سر دفتر اربابِ قلم ہندوستان **راجہ رگھناتھ داس** وزیر اعظم ہوئے تو اُن کی خدمت کی۔ الغرض وسیع تجربہ کس طرح آپ کی ہر جگہ قدر و منزلت نہ کراتا۔

حضرت **بسمل کرانوی** حالات کی تحقیق فرماتے ہیں کہ:-

"شہنشاہ **اورنگ زیب** وغیرہ امرو وزرا **آصف خان** سپہ سالار اور وزیر اعظم **افضل خان**

ؔ۱ - ان سب کے نام ادب و تعظیم سے لکھا کرتے ہیں:- "چوں کمترین بندگان چند زمان از عنفوان شباب در خدمت وصحبت وزرائے نامدار و بزرگان عالیمقدار گذرانیدہ و صحبتہائے رنگین و مجلسہائے دلنشین مشاہدہ نمودہ" الخ دوسری جگہ اس طرح فرماتے ہیں:- "کمترین بندگان را کہ از عہد وزارت افضل خان مغفور از صحبت وزرائے عظیم الشان گذرانیدہ، ہمیشہ در خدمت اشرف و اعلیٰ در خلاء و ملا قیام داشتہ" الخ

ورکن السلطنت اِسلام خان اور علامہ ارسطو فطرت سعد اللہ خان ، راجہ ٹوڈرمل
شاہجہانی) آپ کے خاص قدر دانوں میں سے تھے"

علامی موصوف کی روحِ افضل کی پرواز اور شاہِ سخن کی فضیلتوں کا آغاز

وزیرِ اعظم سلطنتِ مغلیہ نے اپنی عالمانہ فضیلت کی ابتدا برہمن کا نام و کلام قلمرو سخن میں کلام سعدی سے بڑھ کر مشہور کرایا بچہ بچہ ان کی لیاقت و زبان سے سبق پڑھ رہا تھا' ان کے ذکر علمی و فکر خیال مکاتب و محافل کی رونق ہو رہے تھے۔ اُمراء و وزراء مشتاق دید تھے' افضل خان کا علمی و ادبی شہرہ انہیں "علامی" کا خطاب دلوا چکا تھا' اُن کے علمی دربار کے دربان برہمن ہی تھے' علامی موصوف نے ۱۰۴۸ھ (۱۶۳۸ء) میں سرکار لاہوت کی خدمت میں زندگی نذر کی' یہ صدمہ برہمن کے لئے نہایت سخت تھا' لیکن فضیلت کا ہی حق تھی کہ اگر رامت' تو اس کا قائم مقام ہو گا

شاہجہانی عتاب و قہر برہمن پر سبب کا باعث ہوا

عہد قدیم میں یہ بھی ایک شاہی رواج تھا کہ ہر امیر کبیر کی رحلت پر اُس کی جائداد منقولہ و غیر منقولہ بحق سرکار ضبط[1] کر لی جاتی تھی' چنانچہ علامی موصوف کی روح قبض ہوتے ہی امانت خان برادرِ حقیقی علامہ موصوف معتوب ہوا' اور گکھڑ میں آکر پناہ پائی' شاہجہان نے اُن کی تمام جائداد ضبط فرمائی' اور حکم دیا کہ اُس کے تمام متعلقین و ملازمین پیش کئے جائیں' حفظ جان و آبرو صلاح دیتا تھا کہ اس سیاہ بختی میں محض توقف "التوقف التعجیل" ہی امداد دے سکتا ہے' چنانچہ برہمن مناسب توقف کے بعد موزوں موقع پا کر سب کو لے کر اسی سال لاہور پہنچے' آپ نے ایک رباعی بخط شکستہ میں لکھ کر جیب میں رکھی' دیوانِ اعظم تھے' سب متوسلین و مشہورین کو لے کر پیش ہوئے' بڑی جرح و قدح کے بعد رباعی پیش کی' مضمون رباعی[2] جادو اور خط ایک سحر تھا' شاہ کی طبیعت پر بڑا اثر ہوا' اور نہایت محظوظ ہو کر وہ رباعی دستِ خاص سے قبول فرمائی' خط کی بڑی تعریف فرمائی' نوازشہائے شاہانہ سے مسرور ہو کر اسی وقت سلطنت کا میر منشی بنا دیا'

شاہیکہ ز طبع او دو عالم گردد ؎ ہر جا کہ سریست پیش او خم گردد
از لجہ پرورش آدمی یافت شرف ؎ خواہد کہ بشرف نسبت آدم گردد

لہ امرائے ہنود از محمد سعید احمد صفحہ ۱۶۲' لہ دکیو افضل کے مرنے کے بعد اکبر نے اس کا لاکھوں روپیہ کا گنج ضبط کرلیا'

برہمن کی قابلیت جس ایوان کے زیبائش کے قابل تھی، وہ وہیں جلوس فرما ہوئی، انکی صحیح و قدر شناسی دارالانشاء ان کے زیر قلم نظر آیا، اور وقائع نویسی حضور کا عہدہ پایا، نیز یہ خدمت سپرد ہوئی کہ شاہجہان کے دورہ میں ہمرکاب رہیں، اور تزک تیار کرتے رہیں، حساب سلطنت کی گڑبڑ درست کی۔

حق بحقدار رسید

بادشاہ کی بیدار علم نوازی آپ کی علمی قابلیتوں کی مہر شہادت ہو گئی، تمام سلطنت میں آپ کی فضیلت کے ڈنکے بج گئے، شہزادہ دارا شکوہ طبعی طور پر علم پرست تھے، دور دور سے اہل علم

له - تروزے بندگان ... بادشاہ ... در لاہور ... جلوس فرمودہ بودند ... اکثر شدہ پائے درجہ ہائے دولت پیوند ... بار داشتند، بحکم اشرف اقدس شرف نفاذ یافت کہ متعلقان و منسوبان افضل خان مرحوم بحضور مبارک بگذرند، چون این نیاز مند رسید بخط شکستہ فقیر کہ خالی از درستی نبود، بنظر کیمیا اثر در آمد و پسند افتاد، و از اشعار این خاکسار رباعی بسمع مبارک معلیٰ رسید درجہ تحسین یافت، و بمقتضائے مناسبت در سلک واقعہ نویسان حضور پرنور انتظام گرفت، و خدمت تسطیر بیاض خاصہ بادشاہی باین نیاز مند مقرر گشت، چنانچہ در راہ کابل و کشمیر کیفیت ہر منزل و واقعہ ہر مقام را از خصوصیات آب و ہوا شگار ہر روز نوشتہ، بعرض اشرف اعلیٰ رسانیدہ و بر بیاض مرقوم شد، و در آغاز حال این برہمن حقیقت کیش را زبان الہام بیان ہندوئے فارسی دان مے فرمودند، و در روز ہائے جشن بہ ازین ترکیب ہر گاہ اشعار شعرائے مشہور از نظر اعلیٰ میگذشت رباعی این نیاز مند بیامع جاہ و جلال میرسید و باضافہ منصب و انعام سرفرازی مے یافت، در وقتیکہ ... مقدار اسلام خان حسب المطلب اشرف و اعلیٰ از بنگالہ بدار السلطنت لاہور آمدہ بخدمت جلیل القدر دیوانی کل سرفرازی یافت، اعلیٰ حضرت خاقانی ظل سبحانی این نیاز مند را مصاحب کار دیوان اعلیٰ دانستہ بعہدہ نوابین طلب مکان منسوب گردانیدند، و سوائے دارالانشاء خدمت تقسیم و موازنہ کل ممالک محروسہ کہ تعلق باہل حساب دارد نیز باین خیر اندیش متعلق گشت، و نقش صحت درست نشست، چون مدار المہامی خان مشار الیہ در بلدہ ولیپنہ کشمیر بخدمت صاحب صوبگی دکن مرتب بی یافت و دستور اعظم وزیر معظم علامۃ العصر و الدوران سعد اللہ خان رتق و فتق مہمات شد، خلیفہ زمان خدیو جہاں شاہجہان بندہ قدر دانی و مہربانی این قبلہ بمقدار این دستور قدر دان بلند مکان را مشرف ساختہ بادشاہی مقرر فرمودند، اکثر اوقات در صحبت آن قدر شناس کاردان بادشاہی مشغول بعضے از اوقات از آغاز صبح و شام و از شام تا صبح بحیدہ باغ بسر میرفت، و در وقتے کہ آن عمدۃ الخوانین الامرا ... بجہت انتظام مہام الامکان الانجام بہ بلخ فرستادند کمترین بندگان حسب الحکم اعلیٰ بجہت تسطیر العرض نگارش سوانح ازین سرایان آن عمدۃ الخلافت بود، چون خان منیع الشان بدرگاہ رسید بخطاب ... رائے سرفرازی بخشیدند، بجہت سرد جو نویسی خواجین بہا بطلائع و جواہر خلعت خاص بخشیدند

۲۲

صاحبِ کمال، وحدت وجود کے داعی جمع کئے تھے۔ اسی زمانہ میں **رائے صاحب** کی فضیلت شہرت کے آسمان پر سورج بن کر اہلِ عالم کو فیض پہنچا رہی تھی، شہزادہ علم دوست آپ سے کیونکر بے خبر رہ سکتا تھا، کچھ عرصے کے بعد آپ کی حسنِ لیاقت، تحریر و تقریر، مذہبی مسلک نے شہزادے کو اپنا گرویدہ بنایا[1]۔ آپ کو بادشاہ سے مانگ لیا، اور اپنے دفتر کا منشی مقرر فرمایا۔ آپ ۱۰ سال تک اس اعزاز پر کامیابی کے ساتھ ممتاز رہے، جن جن سنسکرت اور عربی وغیرہ کتب کو **دارا شکوہ** نے فارسی کا لباس پہنایا، وہ سب آپ کی زیرِ نگرانی بعد نظرِ ثانی تیار ہوئیں، **سرِ اکبر** (اپنشدوں کا ترجمہ) جیسی ضخیم و عظیم کتاب آپ ہی کی محنتِ بے پایاں کا نتیجہ ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ **شہزادہ دارا شکوہ** کی ہرگز ہرگز ایسی علمی و ادبی شہرت نہ ہوتی، اگر وہ آپ کو اپنا میر منشی نہ بناتے، چونکہ شہزادہ موصوف **شاہِ اکبر** کے راستہ پر چلتا تھا اس لئے یہی مجبوری تمام اس خدمت پر مامور رہ کر بڑی وفاداری اور لیاقت سے خدمت انجام دیتے رہے طبیعتوں کے میلان نے ایک کو دوسرے کا دالا و شیدا بنایا (ملاحظہ ہو دیباچہ مجمع البحرین)

متعلق سخن معمولِ رائے رایان

رائے رایان کی جو بیشتر نسبت الملکی علامی فہامی **افضل خان** وزیر اعظم سے تھی، وہ اُس قدر دانی کا نتیجہ تھا کہ جو علامی مرحوم، رائے رایان کی فرماتا تھا، رائے رایان کی تصنیفات علامی موصوف کی حیات بلکہ بعد از موت، علامی گرامی کی توصیف و ثنا کے قصیدے سے پُر دار رہی ہیں، رائے رایان کا دل کس قدر شریف اور نیک اقدام تھا؟ وہ آپ کے مضمون گزشتہ سے معلوم ہو چکا۔

اسی قدر دانی کا تقاضہ تھا کہ رائے رایان ہر روز تازہ غزل لکھ کر علامی عظامی کو سنایا کرتے تھے، نا واقف نہیں رہے کہ خدا معلوم **افضل خان** سے ذمہ دار امورِ سلطنت کو اس قدر کہاں فرصت ملتی تھی، دراصل فرصت تو ہر شخص کو ہر وقت رہتی ہے، اور آئندہ رہے گی، مگر طبیعت کے خلاف امور پیش آمدہ کے لئے نہ کسی کو فرصت ہوئی ہے نہ ہوگی، چونکہ وزیر اعظم خود سخندان تھا، اگر وہ رائے رایان کو طلوعِ آفتاب سے لگا کر آدھی رات تک اپنی بزم کثرت و خلوت میں جگہ نہ دیتے تو ستم تھا، جو رنج و الم اور صدمہ جانکاہ ایسے مربی سخن کے انتقال سے احسانمند کو ہو سکتا ہے، وہ رائے رایان کو

---

[1] شہزادہ آپکی شاعری کا گرویدہ بنا۔ مرآۃ الخیال

ہوا' برائے رایان انہیں نہ فقط سخنور سمجھتے تھے' بلکہ عالیشان سلطنت مغلیہ کے وزیر دانشور مانتے تھے'
اس لئے یہ صدمہ اور بھی سخت تھا' کیونکہ انہیں سلطنت مذکور کی احیا و بقا کا دلی خیال تھا'

آپ کے انتقال کے بعد زبدۃ الفضلائے جہاں **سعد اللہ خاں** کے قلمدان وزارت سپرد ہوا'
آپ نے ان تعلقات کے تقاضے کے مطابق جدید وزیر اعظم کو بھی اپنا کلام نظم و نثر سنانا شروع کیا' ہمارا قلم ناقص رقم
یہ روداد اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتا جب تک کہ ہم رائے رایان کی زبان سے یہ بیان بیان نہ
کریں' یہ عقیدت کی داستان ذرا دھیان سے سنئے :-

"در صحیفہ کمترین بندگان در خدمت مرحوم مغفور علامۂ روزگار فہامۂ دوالاقتدار افضل خان کسب
سعادت می نمود' دہر روز غزلے تازہ از نظر کیمیا اثر آن خان مغفرت نشان گذرانیدہ' باصلاح
میرسانید' الحال کہ بمقتضائے مساعدت اختر در سلک بندہائے سرکار فیض آثار فائز گشتہ' امروز سخن فہمی
و قدر دانی منحصر است' در ذات ملکی ملکات' لہذا بجود قرار دادہ کہ آنچہ بعد ازیں از نظم و نثر از طبع ناقص
سرزند بنظر نواب مہربان در آوردہ باصلاح برساند" (خط بنام سعد اللہ خان)

اس مکتوب کے ہمراہ آپ نے غزل نمبری ۶ ارسال فرمائی :

ازدیاد منصب و جاہ | سنہ ۱۰۵۵ھ / ۱۷۰۱ میں علامی **سعد اللہ خان** شیرازی شاہجہان کی وزارت
پر سرافراز ہوئے' آپ نے سنہ ۱۰۶۹ھ / ۱۷۱۲ میں انتقال کیا' اس وقت شاہجہانی سلطنت میں آپ سے بڑھ کر
اس نازک و اہم کام کے قابل کوئی نظر نہ آیا' چنانچہ بادشاہ نے شاہزادہ شہید سے آپ کو واپس لے لیا'
اور خطاب **برائے رایان** سے مفتخر کر کے عطائے و اضافۂ منصب و جاگیر سے توقیر بڑھائی' گو آپ کا اس
وقت وہی (میر منشی) کا منصب تھا' مگر اس شان تقرری سے اعزاز و افتخار بڑھ گیا' اب سب امورات آپ
ہی کی صلاح و مشورہ سے طے ہونے لگے' سفرائے دول غیر سے خط و کتابت' تحریر مسودہ جات و مراسلات'
اور دیگر تحریری و تقریری اہم ذمہ داریوں نے آپ کا کام بہت مشکل بنا دیا تھا' کل شاہجہانی دفتر براہ راست
آپ کے زیر قلم ہو گیا' ایران و ہندی نژاد' اسلامی علما نے یہ انتخاب پسند فرمایا'

لکھا ہے کہ سنہ ۶۱ھ میں **محی الدین** کہ جو **شیخ عبد القادر جیلانی** (رحمۃ اللہ علیہ) کی

اولاد سے تھے سلطانِ روم نے سفیر بناکر شاہجہان کے پاس بھیجے، وہ جو نامہ لائے، دربار میں کسی سے نہ پڑھا گیا، جواب کون لکھتا **سعد اللہ خان** مرحوم نے انہیں دیا، آپ نے پڑھا، اور اُس کا جواب بھی آپ ہی نے لکھا، سلطانِ روم نے نامہ کی طرزِ تحریر دیکھ کر شاہجہان کو مبارک باد دی، کہ اُس کے دربار میں ایسے منشی موجود ہیں،

لطیفہ تعصب و تاسف دربارِ اکبری کا ایک رتن راجہ ٹوڈرمل دیوانِ اعظم تھا، جو خیر خواہی اور کاروائی میں نظیر نہ رکھتا تھا مگر تعصب اُس کے بھی خلاف تھا یہی اِنکی حالت تھی۔

رائے رایان وزرائے سلطنت مغلیہ کے ذکر کئے لطائف بیان فرماتے ہیں، جو دونوں ہی اُس عالیشان سلطنت کے طرزِ عمل پر روشنی ڈالتے ہیں:۔

"فلک مینا رنگ بساطِ دیگر آراست، عبدالمجید آصف خان، غیاث الدین خاں، علی آصف خاں
ومظفر خان وفتح خان وراجہ ٹوڈرمل وشاہ منصور وخواجہ شمس الدین وآصف خان ووزیر خان
بنوبت خود بمرتبہ وزارتِ کل فائز گردیدند، اما ایں جامہ خوش طراز ابتدا راجہ ٹوڈرمل راست آمد الخ"

رائے رایان شاہجہان کی وزارتِ عظمیٰ کے فرائض انجام دیتے ہیں

ہنر آں کرد امروز کلکِ دیوانی گہر فشاں شدہ در وصفِ آصف خانی (برہمن)

رائے رایان کی جاں نثاری قابلیت اور اعتماد و اعتبار نے شاہجہان کے دل و دماغ پر یہ اثر پیدا کر لیا تھا کہ وہ انہیں ہمیشہ اہم مہمات و معاملات کے تصفیہ کے لئے شامل کرتے تھے،

جب شاہجہان کے تیسویں جلوس میں نواب **سعد اللہ خان** وزیر اعظم نے وفات پائی، اور بنظرِ قدر دانی **معظم خان** کی دکن سے طلبی کے احکام صادر ہوئے، کہ وہ آکر قلمدانِ وزارت سنبھالے تو اِس عرصہ میں (اُن کے دکن سے دہلی پہنچنے تک) رائے رایان سے وزیر اعظم کی خدمات لی جانی مناسب سمجھی گئیں، اور ان ایام میں رائے رایان نے جو نامور ی و شہرت کے کام کئے، وہ شاہجہان کی شاہنشاہت کے بہترین کارناموں میں سے ہیں،

سفرِ کابل شاہ سیر کے لئے کابل روانہ ہوئے، راستہ میں شاہ کی مہربانیاں اور نوازشیں عملی شکل

میں آ کر برہمن کی رگِ احسانمندی میں تحریک ہوئی اور آپ نے غزل بخشی الملک معتمد خاں مشہور سخن سنج کو لکھ کر سنائی[1] اور انہوں نے اپنی سفارش سے پیش کرائی۔ چنانچہ آپ افسانۂ عشرت پیرائے میں یہ حال مع غزل اس طرح تحریر فرماتے ہیں:-

"درو قائع رایاتِ فیروزی شعار فرخندگی دفیروزی متوجہ سیر خطۂ دلکشائے عشرت سرشت کابل گردید و راثنائے راہ غزلے از زادہ ہائے طبع بوسیلہ بخشی الملک معتمد خاں کہ از بندہائے سخن سنج خنگوئے درگاہ والا بود بسمع مبارک رسیدہ و درجۂ قبول یافتہ"

غزل

روئیت بہ آفتاب دہد آب و تاب را — اے برز از تو صد شرف آفتاب را

دریا دلی و دستِ تو چوں موج در عطا است — دستِ تو داد شیوۂ بخشش سحاب را

بوئے بہارِ لطفِ تو آفاق را گرفت — رنگِ حسد ہمیشہ بود مشکِ ناب را

از دستِ تو چو آب شود آتشِ ستم — خوش کرد چشمِ فتنہ بدور تو خواب را

شاہانِ بخاک راہ تو سر را فگندہ اند — در پیش موج بحر چہ رو نقش حباب را

اے برہمن مدام دعا کن ز روئے صدق — شادی برانگہ دار تو ایں جناب را

ہر روز از وجبینِ تو نوروز عید باد
در دور تو شرف شرفِ آفتاب را

شاہ کی سیرِ سرہند اور برہمن کی رباعی دلپسند

شاہجہاں اکبر آباد آگرہ سے چل کر منزل بمنزل سرہند پہنچے۔ جشنِ نوروز کی مشغولیت رہا۔ دوسرا کرتا ہو جیسا کہ برہمن محض بہ منشی دربار نہ تھے بلکہ شاہ شاہجہانی تھے۔ اور اب قریب بادشاہی عنایات نامتناہی سے وقت مشغولیت کے فنا ہو را بھی کھلانے لگے تھے۔ آپ نے اسی محفل میں ایک رباعی جشن کی شادمانی سے

---

[1] - افسانۂ منثور صفحہ ۱۰۵،

[2] - افسانۂ منثور صفحہ ۱۰۶، فرشتہ مخزن، دیوان ۱۱

مبارکہ سے قبول فرمائی اور تعریف و تحسین سے قدر بڑھائی۔

برہمن کا بلبلِ قلم نوروز کے جشن سے مسرور ہو کر اپنے باغِ افسانہ میمنت قرین میں اس طرح چہچہاتا ہے:-

"چوں راياتِ جہاں پیمایِ فلک فرسا عالم نوروز مستقر الخلافت اکبرآباد بعزمِ سیرِ ممالکِ پنجاب بانہضت آمد و قصبۂ دلنشین سرہند مضربِ خیامِ ظفر فرجام گشت، نسیمِ عنبر شمیم بہار باعثِ طراوت ساحت دلہا و موجبِ انشراحِ غنچۂ خاطرہا گردید، مجلسِ نوروز جہاں افروز بہ آئینے کہ شایانِ این دولتِ خداداد ازل بنیاد است، در دولت خانۂ بادشاہی کہ بمقتضائے طراوت و نظرت و وسعت و نزہت نظیر در عالم ندارد، آرائشِ تازہ یافت، و سطحِ روئے زمین بہ انواعِ نقش و نگار رشکِ صحیفۂ روزگار چرخِ دوّار شد۔ بادشاہِ جہاں پناہ چوں آفتابِ جہاں تاب بر تختِ دولت جلوس فرمودہ صلائے جود و کرم و بخشش و انعامِ عام دادہ دامنِ آرزوئے جہانیان لبریز گردانیدند، کمترین بندگان کہ از خانہ زادان این دودمانِ دولت نشان است، بوساطت عمدۃ السلطنت اسلام خان رباعی از نظرِ انور اقدس گذرانید، از غایتِ ذرہ پروری و بندہ نوازی کہ سرشتۂ ذاتِ ملکی ملکات مقدس است، بدستِ مبارک گرفتہ بزبانِ معجز بیان خواندہ تحسین فرمودند۔ رباعی

روزِ نو و سالِ نو مبارک بادا ملکِ نو و مالِ نو مبارک بادا
اے آنکہ خیالِ ملک گیری داری پیوستہ خیالِ تو مبارک بادا

بعنایتِ الٰہی و اقبالِ بلند حضرتِ شاہنشاہی در اندک صحبت قرا آثارِ آں ظاہر آمد و فتحِ ممالکِ بدخشان نصیبِ اولیائے دولتِ ابد پیوند گشت"

مجلسِ خسروی یعنی شاہجہان کا دربارِ عام اور شاہِ قلم کا کلام

شاہجہان نے اپنے جلوس کے چودھویں سال ۱۰۵۰ھ میں بیگم صاحب (جہاں آرا بیگم) کا جشن[1] حصولِ صحت منایا۔ رائے رایان اُن ایام میں

[1] سیر المتاخرین جلد اول صفحہ ۲۰۷، احوال سن جلوس مذکور

شاہجہان کے میر منشی تھے' اور اپنے دن جشنِ نوروز کی طرح گذارتے تھے' آپ نے اِس مجلس میں ایک رباعی پڑھی' اِس جشن کی کیفیت اور رباعی کا لطف برہمن نے اٹھایا تھا' آپ بھی اُن ہی کی زبان سے سُنئے :-

"موجب انشراحِ وانبساطِ خاطر و باعثِ اہتزاز و شگفتگی دلہا گردیدہ' جمیع بندگان درگاہِ والا از امرائے نامدار و خوانینِ بلند اقتدار و اربابِ اہلِ خدمت درخورِ حالت و منزلت بہ عنایتِ شاہنشاہی از مرحمتِ فیل و اسپ و خلعت ہائے فاخرہ' و اضافۂ منصب و انعام نقد سرفراز گردیدند' و اصحابِ فضل و کمال و اہلِ احتیاج از درویشان و گوشہ نشینان و دعاگویان و وظیفہ داران و امیدواران' میراث و ذخیرۂ عمر ہائے دراز اندوختند' و اربابِ فصاحت و بلاغت از شعرائے فصیح بیان مثلِ محمد جان قدسی' و ملا آسا کلیم' و میر الہی' و ملا امی' و میر یحیٰی وغیرہ قصیدہ و مثنوی و رباعی در تعریف آن جشنِ گرامی گفتہ بہ انعامِ نقد و عنایتِ خلعت سربلند گشتند' و مجلسیان شیریں زبان و برہمنانِ ہندی بیان و کبیشران و منجمان و امثالِ آن بہ مرحمتِ خلعت سرفرازی حاصل کردند' و اربابِ نغمہ و نشاط و اہلِ سرود و انبساط از خوانندگان و سازندگان عراق و خراسان و نغمہ سازان و ترانہ پردازان کابل و کشمیر و کلاونت و طوائفِ ہندی بہ عنایتِ خلعت ہائے گوناگون تفخر گردیدند' و بہ مکرمت زرہا از اندازہ بیرون دامنِ امید را لبریز گردانیدند' و جمیع کہ در معالجۂ آن رابعہ ثانی (جہاں آرا بیگم) از روئے اخلاص کوشش نمودہ بودند' بہ اضافۂ منصب و عنایتِ اسپ و فیل و نقد و خلعت و انواعِ مرحمت سرفراز گشتند' و چوں ایں برہمن عقیدت کیش کہ در منشیانِ ایں درگاہِ آسمان جاہ منسلک است' و در روز ہائے عظیم مثلِ نوروز جہاں افروز میگذرانید' در جشنِ مبارک و فرخندہ آئین نیز رباعی خواندہ' بہ عنایتِ خلعت سرفرازی یافت' رباعی

در جشنِ مبارکِ شہنشاہِ جہاں ‌ ‌ ‌ شاہنشاہِ آفاق خدیوِ گیہاں
دریا شدہ از آب گہر روئے زمیں ‌ ‌ ‌ ہر خانہ شدہ از لعل بدخشاں کاں

امید کہ اللہ تعالیٰ سایۂ عنایت و ظلِ مکرمت ایں دولتِ ابد پیوند را بر مفارقِ جہان و جہانیاں

مستظل دستدام دارد"

افسانۂ رنگین شاہ لاہور سے کشمیر کی سیر کے لئے روانہ ہوئے موضع ملونہ مضافات پرگنہ ایمن آباد ڈیرہ ہوا، اور وہیں مجلس گرم ہوئی، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی، اور پھر شاہِ قدردان نے اپنے دستِ مبارک سے لے کر سرِ دربار مطالعہ فرمائی، رائے رایان اپنے مشرف ہونے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں:-

"درہمیں مجلس رباعی فقیر از نظر کیمیا اثر گذشت واز دستے ذرّہ پروری بدستِ مبارک گرفتہ بنفسِ نفیس مطالعہ فرمودند" رباعی

اے از تو شرف یافتہ ایامِ شرف / خورشید رُخِ تو بُرد از ماہ کلف

اے طنطنۂ ہشت خوش و دولتِ تو / ورنہ فلک کشش جہت و چار طرف

افسانۂ شیریں واپسیِ کشمیر پر شاہ نے لاہور قیام کیا، رائے رایان نے اُس وقت یہ رُباعی پیش کی:- رباعی

ایام سرور و سیر بخیر رسید / صد گونہ طرب بعالم پیر رسید

از چار طرف نوید شادی برخاست / شاہنشاہِ آفاق ز کشمیر رسید

افسانۂ راحت بخش اُن ہی ایام میں جشن سالگرہ وہاں رچایا گیا، اور تلادان کی رسم ادا ہوئی، رائے رایان نے حسبِ معمول یہ رُباعی پڑھی:-

شد روزِ مبارک شہنشاہِ جہاں / شاہنشہِ آفاق خدیوِ گیہاں

چوں شاہ جواں بخت بمیزان رسید / صد پلہ بلند شد ز گردونِ جہاں

افسانۂ شادی آمود اکبر آباد میں جشن سالگرہ ہوا، اُس تقریب پر حکیم عبدالحاذق نے ایک غزل پڑھی جس کا ایک شعر یہ تھا:-

سالِ نو را کہنہ کن ہر سال سالِ کہنہ را / باز نو کن از سرِ نو تا جہاں را اندگیست

حکیم کی اس نازک خیالی پر دربار پھڑک اُٹھا، اور شاہ ایک ہفتہ تک شعر برابر پڑھتے رہے

اسی موقعہ پر رائے رایان نے مندرجہ ذیل رباعی سنائی:-

اے روئے تو آفتابِ عالم افروز دے بخت تو حکمگا نہ دو عالم افروز

ہر سال تو فرخندہ ہزار سال گرہ ہر روز تو نوروز تراز ہر نوروز

افسانۂ دیگر دولت خانہ شاہجہان آباد کی تعمیر کے اختتام پر بڑا بھاری جشن منایا گیا، رائے رایان نے ایک رباعی پڑھی جس کا ایک بند یہ ہے:-

شاہِ عالم مطیع فرمان تو باد جانہائے گرامی ہمہ قربانِ تو باد

غسلِ صحت شاہ نے غسل فرمایا، رائے رایان نے یہ رباعی نذر کی:-

از بہر تو زر نثار خواہد بودن مفلہ ازو گہر چہ خواہد بودن

جانہا ز پئے نثار اگر پیش آرم ایں ہدیہ مختصر چہ خواہد بودن

جشنِ وزنِ مقدس قمری مغلیہ سلطنت کے عروج کے زمانہ میں بادشاہوں کے دن ہر روز عید نوروز کی طرح گذرتے تھے، اور سیبوں طرح کے جشن رچائے جاتے تھے، ایرانی رسم و رواج کے موافق نوروز کا جشن بڑا جشن ہوتا تھا، جشن رنگین وزن شمسی و قمری بڑے دھوم دھام کے ہوتے تھے،

بادشاہ لاہور سے اکبر آباد تشریف لائے، اول جشن وزن شمسی رچایا گیا، بعد جشن قمری برپا ہوا، اس موقعہ پر رائے رایان اس طرح دعا دیتے ہیں:-

"چوں رباعی کمترین بندگان بنظر مقدس در آمد بہ پیرایۂ تحسین و انعام امتیاز یافت"

پیوستہ بکام و کامرانی باشی ہر لحظہ بعیش و شادمانی باشی

ایں اوّل قرن دارالسلطنت است صد قرن دگر بزندگانی باشی

رباعی مخلص مخلص پور مضافات دہلی میں ایک موضع تھا، بادشاہ بعد سیر و شکار واپس دہلی ہوئے، اور مجلس میں وزن شمسی و قمری جب روز کا وقفہ دے کر منعقد ہوئیں، رائے رایان نے اس تقریب پر یہ رباعی گذاری جو مقبول ہو کر انعام کا باعث ہوئی،

امروز کہ وزن شاہنشاہ است — صد گونہ نشاط را بدلہا راہ است

از وزن شہنشاہ یافت شرف — میزان کہ دو پلہ اش ز مہر و ماہ است

شاہ کی سفارش پر کتابیں لکھتے تھے

رائے رایان جو اسلامی عہد میں اس درجہ پر فائز ہوئے، وہ آپ کی ہر طرح کی علمی و عملی قابلیتوں کا نتیجہ تھا، وہ منشی سیاق داں تھے اور خوشخطی کے علاوہ جو کتاب شاہ پسند فرماتے، اکثر اوقات اس کی کتابت بھی آپ فرماتے تھے۔ لکھتے ہیں:-

"این داعی شب از روز و روز از شب نشناختہ با تمام این نسخہ بدیعہ کہ بموجب حکم اشرف اقدس ارفع اعلیٰ بتسطیر تحریر آن امور ساعی و سرگرم است، ہر چند قلم فریاد میکند، صریر آن دانشمندہ بیشتر کار مے فرماید"

قدر دانی اہل کمال پیدا کرتی ہے

ہند کے ہندی اور اسلامی عہود میں دیگر علوم و فنون کی طرح شاعری کا ستارہ بھی عروج پر تھا، لاکھ لاکھ روپیہ ایک ایک کبت پر ایک ایک اشرفی ایک ایک فرد پر عطا ہونا معمولی بات تھی، کبھی اور شاعر، جاگیرات، مناسب، قدردانیوں اور ترقیوں سے اس قدر مالا مال ہو جاتے تھے کہ ہماری ریاستوں کے بد دیانت وزرا بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے، یہی وجہ تھی کہ ان ہر دو ادوار میں بےشمار صاحبِ کمال نظر آتے ہیں،

لھ۔ شاہجہانی عہد کے خطاط و انشا پرداز

رائے رایان شاہجہانی دربار کے منشیان صاحب خط و انشا کا جگہ جگہ بڑے ادب و احترام سے ذکر فرماتے ہیں، چنانچہ ایک خط میں اپنے بھائی اودے بھان کو آگاہ کرتے ہیں:

متعلم برادر سخن فہم وفیقہ سنج باد کہ اگرچہ منشیان صاحب خط و انشا در دار الانشا حضرۃ الملکی برار المہامی اسلام خان بہادر" از ہر ملک و از ہر جا آمدہ جمع شدہ اند" (آگے لکھتے ہیں:-) کہ "آقا علی بیگ خوشنویس، خوش خو، خوش گو ہے کہ جو حاجی محمد جان قدسی کے ساتھ ولایتِ ایران سے آیا تھا، میں نے جب وہ آئے ایک کاروان سرائے کے حجرے میں ان سے ملاقات کی، سید سعید ایرانی خوشنویسی میں کمال رکھتا ہے، محمد میر جوان خطِ شکستہ خوب لکھتا ہے، جادو در ائے الکھراج، نئل کنشے در بوطانویسی میں معقول ہیں"

رائے رایان کی قدردانی واقعی اُن کی شہرت کا باعث ہوئی، اگر قدردان پیدا ہو جائیں تو آگلی سبح سعدی اور برہمن کے نغمے بھی ہمارے کانوں میں آنے شروع ہو جائیں مگر

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

بلبلِ گویا نواب اخلاص خاں جو عالمِ متبحر تھے، آپ کے سفر دولت آباد میں ہمسفر تھے، آپ کا کلام سُن کر آپ کو بلبلِ گویا فرمایا کرتے تھے،

سفرِ بلخ آپ نے شاہی اہم خدمات کے لئے سربرآوردہ اور ممتاز ممالک اسلامیہ کا بار بار سفر کیا، وہ سفر پولیٹیکل ہوتے تھے، اب اِس قدر عرصہ کے بعد آپ کی اُن خدمات کی تفصیل درج کی جانی غیر ممکن ہے، مگر یہ صداقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ جہاں آپ گئے، شعرائے وفضلائے دیار نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا، کیونکہ آپ کا کلام آپ کے تشریف لیجانے سے قبل زبان زدِ خاص وعام تھا،

جب آپ بلخ تشریف لے گئے، تو نذر محمد خان والئے بلخ نے آپ کے اعزاز میں شب و روز پارٹیاں دینا شروع کیں، اور علمی مجلسیں گرم ہوئیں، چنانچہ آپ تذکرۃ الفصحا میں خبر دیتے ہیں:-

"ملا ..... از شعرائے مشہور ماوراء النہر است، در مجلسِ نذر محمد خاں والئے بلخ ایں نیاز مند در سفرِ بلخ صحبتِ متعدد با ملا داشتہ"

عطائے خطاب رائے رایاں جب آپ کو رائے رایان کا خطاب جلیلہ بخشا گیا، اُس وقت آپ کو شاہجہانی سلطنت میں کاروبار انجام دیتے ہوئے بیس سال گذر چکے تھے، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:-

"درہمیں روز سعادت اندوز کمترین بندگاں را کہ مدتِ یک قرن در خدمتِ حضور پُر نور صحبتِ مصاحبت وزرائے عظیم الشان تہ با زیر پرواز آوردہ بخطاب رائے رایان سرافرازی بخشید خدمتِ سودہ نویسی مناشیر قضا تاثیر مقرر فرمودند"

منشیانِ قاعدہ داں سے قائم و حالات بغرضِ ترتیب جمع کرتے ہیں

ہر بانسے خاندان، ہر طرح کی دنیوی خوبیوں کا منبع ہوتا ہے اور اُس کی ذات مجموعۂ صفات ہوتی ہے۔ جب برائے رایان اپنی خوشخطی کے جوہر کھلا رہے تھے، آپ کو شوق[1] پیدا ہوا کہ ہندوستان بھر کے خوشنویسوں کے نوشتہ جات جمع کئے جائیں، یہ شوق کیسا شوق تھا، ذرا دیکھنا اپنے بھائی کو کس شوق سے اس

---

[1] ۔ آپ جن اعلیٰ خطاطوں و کاتب کا خط دیکھتے ہیں، خطوط میں ان کا ذکر کئے بغیر نہیں رہتے، **علیمردان خان** کے مراسلات **اسلام خان** کے نام آتے تھے، انہیں ملاحظہ فرماکر اپنے بھائی کو لکھتے ہیں:۔ "از حسنِ خط و متانتِ عبارتِ آں کیفیت استعداد و حالت منشی آں خانِ بلند مکاں بظہور می آمد ظاہر شد کہ **عبدالواسع** نام عزیزی در خدمت آں خانِ عضد الخلافۃ از منشیان دُرست عبارت و قاعدہ داں روزگار است، خطش در کمالِ پختگی و رنگینی است و ربط کلامش در غایت متانت" **محمد میر** کی بابت لکھتے ہیں:۔ "جوانے خطِ شکستہ آمیز دارد" **ملا گدا علی** بنگالہ میں تھے، اُن کی یاد کس طرح فرماتے ہیں:۔ "ملا گدا علی بملک بنگالہ اُفتاد، الحال در آں عرصۂ دلکشا بوسعتِ حال بسر می بُرد، در جلد نویسی و مدعا فہمی شہرت تمام دارد، ہم شکستہ نویس است ہم نستعلیق را درست مے نویسد" ایسا ہی **شیخ فیروز** کی یاد دل سے نہیں ہوتی:۔ "شیخ فیروز از منشیانِ مستعد متقدمین صاحبِ استعداد است، خطِ شکستہ و نستعلیق آمیز در کمالِ پختگی و رنگینی مے نویسد و دادِ نزاکتِ قلم میدہد، و در حسنِ تحریر و آدابِ صحبت مہارت تمام دارد" اپنے ایک عزیز کے خط کی داد میں لکھتے ہیں:۔ "خامۂ عنبریں شمامہ کہ از غایت لطافت خطِ نسخ بر خطِ ریحاں کشید، ہزاراں نقشِ دلفریب بتحریک نوکِ خامۂ معجز طراز بر صفحۂ اعجاز نگار کردید" خوشخطی کا ذرا ایک خط میں لکھتا ہے:۔ "یکے از سخنداں خطِ **محمد تقی** منشی امارت منزلت بخشی الملک **صلابت خان** را میاں آوردہ بود، ارباب ایں ہنر در صدد انصاف در آمدہ تعریف آں خط میکردند، ایں نیاز مند صاحبِ خط را نیز دیدہ، صحیفے از نظم و نثر باہم داشتہ، خطِ شکستہ رنگینی دارد، و متانتِ تمام در ربطِ کلام او است، اہلیت و انسانیت بدرجۂ کمال دارد" اور ملاحظہ ہو **میر محمد** منشی امارت منزلت **ظفر خان** صاحب صوبہ کشمیر و سلکِ منشیاں سرکار خاصۂ شریفہ شرفِ انتظام یافت، مردِ مستعد قابل خوش صحبت است و خطِ شکستہ بمزہ دارد و از منشیانِ مدعا نگار قاعدہ داں است"

خدمت پر مامور فرمائے ہیں :-

"چوں ایں نیاز مند بمقتضائے طالعِ بلند و محض توجہ بزرگانِ ہنر دوست و ہنر پسند در زمرۂ منشیانِ حضورِ پُر نور انتظام یافت امید وار کہ رقعے و خطوط و رقائم و نوشتہ جات خوشنویسانِ روزگار تربیت دہد و بمشاہدہ آں گلہائے گلشنِ معانی فروغ باصرہ بہم رساند لہذا بقصد یع اوقاتِ سامی آں برادرِ گرامی میگردد کہ ہر جا کہ سرمشقے و خطے خوشنویسانِ روزگار بیابد بچہ قیمت و چہ منت بدست آوردہ بارسالِ آں منت تمام بر ایں برادر بیشتر گذارد"

تلاشِ سخن

آپ نے رائے رایان کے مطالعہ اور اُن کی صالح صحبتوں کا حال پڑھا اور یہ بھی معلوم کیا کہ ایامِ شیر خوارگی سے بڑھاپے تک وہ کس طرح دولتِ علم و عمل حاصل کرتے رہے۔ مگر باوصف اس کے وہ ہمیشہ تلاشِ سخن میں سخنوروں سے ملتے رہے سرکاری فرائض سے جہاں ایک لمحہ کی فرصت و فراغت پاتے اپنے کسبِ علم میں لگاتے۔ ذیل کا خط جو آپ نے اپنے بھائی پنڈت اُودے بھان کو لکھا ہے آپ کے اس علمی شوق کی قابلِ عمل نصیحت ہے :-

"دریں ایام سعادت انتظام کہ ظلِ رایات عالیاتِ آسماں سا بعبور لقصبۂ فتح آباد و اتفاقاً در اثنائے راہ گذرے نزدیکی خانقاہِ مشیخت پناہ شیخ عبد اللطیف واقع شد، شیخ مراد آزاد صوفی مشرب صاف نہاد است، و شگفتگی تمام میگذارند مثنوی رنگین در بحرِ طلسمن گفتہ و دادِ نکتہ سخن دادہ، چوں صحبت سرِ راہ بود زیادہ از دو داستانے ازاں مثنوی نتوانست خواند اگر گاہے آں برادر را عبور بآں طرف بوقوع آید نقلے ازاں مثنوی خواہند گرفت، کہ ذخیرۂ بہتر از جواہرِ سخن نیست، از ہر جا و ہر دکان کہ باشد بدست آرد"

رائے رایان کا سفارتِ ٹیپو کیلئے انتخاب

تا تو آموزگارِ خود نشوی
کاملِ روزگارِ خود نشوی

گلزار اودے پور کا خار حلقہ آور دل کے دل پر ابتدا سے ہمیشہ کھٹکتا رہا، سب خونریزیاں اسی نے کیا

اور ہر طرح کے حیلے جنھیں ' نارد اچھیڑ چھاڑ ' کہتے ہیں سے جنگ کا آغاز ہو ' اُن کی لازوال ازلی شہرت و عزت برباد کرنے کے لئے ہر زمانہ کے با اختیار حملہ آوروں نے روا رکھی ' اودے پور تباہ و برباد ہوا ' مگر جیسا کہ آغازِ آفرینش سے پاک و صاف چلا آتا تھا ' ویسا ہی رہا ' اُنکے خدائی مدد شاملِ حال رہی ' چنانچہ جب نیزہ و تلوار سے کام نہ چلا ' تو پیغام و سلام سے مطالب حل کئے جانے ضروری سمجھے گئے ' سب ذی احترام و ذی توقیر راجگان و امرائے مغلیہ فرمانرواؤں کی اِس نالائق آرزو میں نامراد رہے ' اور جو سفیر گیا ' ناکام رہا ' دربار کو پرچہ لگا کہ دربار اودے پور ابتدا سے برہمنوں کی گائے کی طرح تعظیم کرتا چلا آیا ہے اگر کوئی برہمن خدمت پر مامور کیا جائے ' تو کام بن جائے ' رائے رایان دربار کے دل پر خار سے زیادہ کھٹکتے تھے ' شاہجہانی مکھراموں نے شاہ کو سمجھایا کہ اگر یہ اِس سفارت پر مامور کئے جائیں مطلب پائیں ' چنانچہ یہ ارادہ پختہ کیا جا کر اِن نامہ و پیام کے خطرناک گفت و شنید میں اودے پور اصلی یا فرضی چڑھائی کی غرض سے انتخاب ہوئے ' بہت سی جو باس چھیڑ چھاڑ کے سلسلہ جنبانی کے لئے ایجاد کی گئیں ' لشکر کی سربراہی خود شاہ نے فرمائی اور اجمیر میں کیمپ لگایا ' وہاں سے چند نامور راجگان و امرائے سلطنت سبق پڑھا کر اودے پور روانہ کئے گئے ' اور تیس ہزار سوار ہمراہ کئے گئے ' مگر شہزادہ دارا شکوہ اودے پور سے دلی اُنس رکھتا تھا ' باوصف انکارِ دربار رائے رایان سرکردہ سفرا مقرر ہوئے جو محض دارا شکوہ کا انتخاب تھا ' اور عقلمندی کا '

رائے رایان اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حدودِ اودے پور میں باقاعدہ داخل ہوئے ' اور رانا سے چند ملاقاتیں کیں ' جنھوں نے وہ وجوہاتِ بغاوت و سرکشی ایسے انداز سے بیان کیں کہ معاملہ بجائے بگڑنے کے رد بہ اصلاح ہوا ' گو یہ سفارت دربار کا دلی مقصد پورا نہ کر سکی ' مگر رائے رایان کے حسنِ تدبر اور زورِ بیان سے دربار اودے پور اور

سلہ اورنگزیب کا ایسے حیلوں سے حیدر آباد ' بیجاپور ' گولکنڈہ وغیرہ پرشان سلطنتیں تباہ ہوئیں ' جو مغلیہ سلطنت کی بربادی کا پیش خیمہ تھا ' بہسار شامی

دربارِ شاہی کے درمیان نہایت خوبی سے صلح صفائی ہوگئی، اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کی انصاف پسند، صلح کُل طبیعت مغلیہ دربار کی راست و دُرست خدمات بجا لا سکتی تھی، وہ اغراضِ نفسانی و مطالبِ شیطانی سے کوسوں دُور رہتے تھے، اس لئے یہ جہیر علی الزعم مغلیہ سلطنت کی ناموری و شہرت کا باعث ہوئی آپ نے اُس اعتقاد و اعتبار سے کُلّی فائدہ اُٹھایا، جو دربار اودے پور کو قوم برہمن پر تھے، آپ کی اس کامیابی سے دارا شکوہ جامے میں پھولا نہ سمایا،

گو رائے رایان کی قابلیتِ سیاق و سباق، علم و انشاء پردازی، شعر و شاعری، تقریر و تحریر کے کارنامے کلیتاً بے نظیر ہیں، مگر ایسے عالم و فاضل نے ایسی اہم پولیٹکل پیچیدگی میں جس دل و دماغ سے کام لیا، وہ آپ کو اعلیٰ درجہ کا مُدبّر پولیٹشن بھی ثابت کرتا ہے، کیونکہ جنسِ انسان میں ایسی متضاد خوبیوں کا یکجا جمع ہونا ناممکنات سے سمجھا جاتا ہے۔

آپ نے اس سفارت کے دوران میں اُودے پور سے تین عرضداشتیں شاہجہان کو لکھیں، آپ کے ذہن میں وہ وجوہات کبھی ہیں، کہ جن کی بنا پر یہ خونریزی کی سخت چڑہائی ہوئی تھی، اور اودے پور کی روایاتِ قدیمہ سے بھی ناواقف نہیں، مگر رائے رایان کی مصلحت زرّیں کی بدولت یہ رُوح فرسا خونریزی رُک گئی، اور جو جو قول و قرار مابین برہمن و رانا قرار پائے تھے اُن میں شمہ بھر بھی اس بادشاہی دربارِ مغلیہ سے انحراف نہ ہوا، اور ہوتا کسطرح جب شاہزادہ دارا شکوہ سا صاف ضمیر صلح پسند کی سفارت کے خطرناک راستہ میں اغراضِ فاسدہ و افضل کا تصادم تھا، آپ کو جہاں ایک طرف رانائے اودے پور کو نرمی اور صلح آشتی کی طرف مائل کرنا تھا، وہاں اس زاہدانہ دربار کو بھی اسی راستہ پر چلانا تھا، پھر صورتِ اعتدال قائم کر کے اپنی وفاداری اور حمیتِ قومی کے دو متضاد مراکز پر معاملات کو لانا تھا، اور سب سے بڑھ کر شہزادہ مرحوم و مغفور کی منشا پورا کرنا تھا

اب ہم سلسلہ وار یہ تاریخی معرکہ رائے رایان کی زبان سے سناتے ہیں، آپ

بغور ملاحظہ کیجئے، کہ یہاں رائے رایان، رانا کو دباتے ہیں، وہاں دوسری طرف بادشاہی دربار کو بھی سمجھاتے ہیں کہ "اودے پور میں سوائے لکڑی کے کوئی پیڑ نہیں ہوتا، رعیت ریاست سے بھاگ گئی، ملک غیر آباد ہو گیا، شہر اودے پور اجاڑ پڑا ہے، کوئی مہاجن، بیوپاری اور شہر کا باشندہ اس خوف وہراس میں یہاں نہ ٹھہر سکا، دولت کہاں رہ سکتی ہے، اور جو شخص ملتا ہے، معاملہ کی اصلاح کی صورت کا خواہاں نظر آتا ہے، چونکہ ان وحشیوں سے پالا پڑا ہے، اس لئے ہم انہیں ہر طرح تسلی دلا دیتے ہیں"

تیسری عرضداشت میں پھر اس طرح اس زاہدانہ دربار کو خوف دلا کر مایوس کرتے ہیں کہ :-

"ہمارے پہنچنے سے قبل ساکنین شہر اودے پور شہر خالی کر گئے، اور اپنا تمام مال ومتاع اونٹوں پر لاد کر پہاڑوں میں جا چھپے، تمام بازار اور گھر خالی پڑے ہیں، اس شہر میں اگر کوئی باقی رہا ہے، تو محض رانا کے چند نوکر ہیں، رانا بذاتِ خود مدبروں میں ایک معقول مدبر ہے، یہاں کے لوگ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر معاملات کی صورت اصلاح پذیر نہ ہوئی اور صورتِ حال بگڑ گئی، رانا فوراً پہاڑوں میں چلا جائیگا، ہم نے ہر طرح کی کوششوں میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور رانا کو معاملہ کا سیاہ و سپید سمجھا دیا، چونکہ یہ وقت صحیح صحیح اطلاع دینے اور راست راست لکھنے کا ہے، اس لئے جو کچھ ان لوگوں سے معلوم ہوا تھا، بے کم وکاست بیان کرنا لازم تھا"

ہر چند یہ عرضداشتیں طولانی ہیں، چونکہ آج تک اس سفارت کے حالات سے تاریخ[لہ] ہند کے

لہ - اس خونریزی کی سخت چڑھائی کا ذکر تاریخوں میں جس انداز سے ہوا ہے، مورخوں کی ذہنیت کا پتہ دیتا ہے، طباطبائی کی جوہر طبع ملاحظہ ہو:- "احوال بست وہشتم سنہ ہزار وشصت وچہار ہجری، دریں سال بخجستہ بنیاد آباد واجمیر بہ نفت رایات شاہی شد، وچوں در عہدِ جہانگیر بادشاہ وقتے کہ کرن پسر امر سنگھ بدرگاہِ والا آمد چنیں مقرر شدہ بود کہ رانا وہر کہ از اعقاب وپرانائی رسد قلعۂ چتور را استحکام ندہد ودرینولا بعرض رسید کہ قلعۂ مزبور در نہایت رصانت ترمیم یافتہ ومے یابد چہ علامی سعد اللہ خان وزیر با سی ہزار سوار جہت ہدم قلعۂ مذکورہ روانہ آں حدود شد، اوعدہ عرض چہار دہ پانزدہ روز قلعہ را منہدم ساخت چوں رانا متنبہ گشت، رجوعے بدارا شکوہ نمودہ بوسیلۂ او عذر تقصیرات خواست پذیرائی یافت"

اوراق خالی ہیں، اس لیے تمام و کمال درج کی جاتی ہیں، اہل سیر و تدبر فائدہ اٹھائیں گے۔

سفارت پر روانگی اور حالات کی عرضداشت

اب برائے رایان سفارت پر روانہ ہوتے ہیں، اور رانا راج سنگھ خلف رانا امر سنگھ کو راستے راست جائز خوف و ہراس دلاتے ہیں، اور معاملہ کے نشیب و فراز سمجھاتے ہیں، اس قادر الکلام کی انشا نویسی کی کیا داد دیجاے کہ سطروں میں کتاب کا مضمون قلمبند کر دیا۔

"عرضداشت کمترین بندگان عقیدت نشان چندربھان بعد از ادائے لوازم بندگی و عبودیت و تقدیم مراسم اخلاص و عقیدت، ذرہ وار بموقف عرض باریافتگان محفل جاہ و جلال و استادہ پاے بزم دولت و اقبال میرساند کہ روز دسہرہ از خدمت سراسر سعادت، مرخص گشتہ میخواست، کہ در عرض کیفیت مطلب برسد چوں برفاقت کساں زبدہ راجہائے والاتبار مامور بود، بپاے آنہا طے مسافت نمودہ روز دوشنبہ بست و یکم شہر ذی الحجہ با ودے پور رسید آخر روز ز رانا درجائے کہ بجہت استقبال مقرر است، آمدہ بورود منشور لامع النور و عنایت خلعت سرپیچ مرصع مشرف گردید، بعد از ادائے مراسم آداب کمترین بندگان را، بندہ درست اعتقاد و صافی نہاد، از جناب عالمیان مآب دانستہ، برخلاف دیگر فرستادہ ہا درکنار گرفت، و بتواضعی کہ در حق بندگان آستان دولت نشان باشد، پیش آمدہ در سر سواری حرف زناں تا خانہ خود بردہ، از آنجا رخصت کرد، و روز دیگر در خلوت طلبیدہ بحضور معتمدان مدار علیہ خود استفسار مضمون احکام لازم الانجام نمودہ میخواست، کہ بر جرائم و تقصیرات خود مطلع گردد؟ بندہ بنا بر مزید تاکید و احتیاط آنچہ از زبان معجز بیان اشرف اقدس ارفع اعلیٰ ارشاد یافتہ، بقید قلم در آوردہ بود، آں را در نظر داشتہ بزبان قریب الفہم عام فہم، خاص پسند، شروع در گزارش مقدمات لازم الاعلام نمود، و برانا گفت کہ الحال وقت شنیدن کلمات ہوش افزاست

نتیجہ حواس ظاہر و باطن خود را فراہم آوردہ، احکام مطاعہ انگوشِ ہوش بشنوند،
در تقصیرات پدرِ خود مطلع شوند، اول تقصیرے کہ از شما پدرِ شما بوقوع آمدہ، ساختن
قلعہ چتور است، در واقعہ قلعہ را کہ بادشاہِ آفاق ستان بضربِ شمشیرِ عالمگیر مفتوح
ساختہ خرابِ مطلق نمودہ، بخاک برابر ساختہ باشند، در روزِ اول این شرط درمیان
آمدہ کہ اصلاً بجائے در آں قلعہ نسازند و تعمیر نکنند، و مرمت ننمایند، بلکہ پیرامون آں
نگردند، چنانچہ ہست، بحال دارند، و تصرفے در آں نکنند، پاس این حکم نداشتہ، آں
عہد مؤکد را فراموش گردانیدہ، و چشمِ بصیرت پوشیدہ، از تنبیہ این فعل نترسیدہ،
شروع در ساختن جا بجا نمودہ، بمرور الایام کار با ہنجار رسانیدہ باشند، داخل چہ حساب
و شائستہ کدام عقلِ دور بین است، این تقصیرِ عظیم است، کہ از پدرِ شما و شما کہ ہم در زندگی
پدر شریک این مصلحت بودہ اند، و ہم بعد از پدر دستِ در این کار داشتہ اند، بظہور آمدہ،
و در درگاہِ سلاطین پناہ، ہیچ تقصیرے عظیم تر از این نیست، کہ اندیشۂ خلافِ حکم و عہدِ ولی
بخاطر کسے بگذرد، دیگر در حینے کہ رایاتِ عالیات، جاہ و جلال از مستقر الخلافہ بعزم سیر
سرحد و دور دست تشریف بردہ باشند، از آنجا با جمعیتِ بسیار سوار و پیادہ برآمدن از
ملکِ خود و در آمدن بممالکِ بادشاہے کہ آں را غسل و زیارت نامیدن احتمال برچہ توان
نمود، و پیشِ بادشاہانِ عظیم الشان در معاملاتِ ملکی این تقصیرِ کلان است، دیگر آنکہ بر عالم
و عالمیان ظاہر است کہ این دولتِ خدا داد مرجعِ آیہ بادشاہانِ ہفت اقلیم است، و
امروز سلطانان و خانان و میرزایانِ **عراق و خراسان و ماوراء النہر و**
بلخ و بدخشاں و غیر آں و در کتابِ ظفر انتساب کمر خدمت بستہ، غاشیۂ عبودیت بر دوش،
و حلقۂ عقیدت در گوش کشیدہ، این درگاہِ سلاطین پناہ اند، و در ہر ماہ و سال طبقہ طبقہ
از ہر قسم و ہر قوم از اطراف و جوانب آمدہ، بدرگاہِ معلیٰ بمناصب و مراتب سرافرازی
مے یابند، و سیکے از لوازمِ دولتِ پیوند آنکہ ہر کرا جائے دیگر جا نباشد، جائے او در

اینجاست و هرکه اینجا می آید جاے دیگر نمی رود، واگر کسے را ضرورتے روے دهد تا از
حضرتِ خلافت، رخصت حاصل ننماید، در جائے نمیتوان رفت واین مقالهٔ مخصوص
پادشاهانِ عظیم الشان است، بهیچگونه نمیرسد که بنده ازین بارگاه آسمانجاه از پیے
سعادتی پرورده و آنرا پیش خود نگاه دارید، هرگاه قاعده چنین باشد جمعی که بارِ رشتهٔ
تمام در بندگی منتظم گشته باشند؛ و برخود بعضے از ان بطلب و مطالبهٔ سرکارِ اعلیٰ بوده
باشند محض از روے جهالت بے اجازتِ حضور راه پیش گیرند، پدرِ شما و شما آنها را
پیش خود جاے داده، مدار علیه خود ساختند و از بازپرس این معنی حذر نکنند، داخل
کدام خرد و صواب اندیشی است و دیگر آنکه وقتے که هم قندهار درمیان بود و هنگام
امتحان عیار دعواے اخلاص بندهاے عقیدت کیش بود، جمعی که عدم وجود آنها مساوی
باشد، فرستادند و در دکن قرار داده هزار سوار بود، قلیلے نگاه داشتند آنچه دعویٰ
اخلاص است و پیش پادشاهانِ عظیم الشان ممالک هندوستان کوتاهی خدمت خصوص در
هنگام ضروریات تقصیر کلی است، چون این قسم تقصیرات از جانب شما بظهور پیوست،
درین وقت که خاطرِ ملکوت ناظرِ اشرف اقدس ارفع اعلیٰ از هیچ طرف نگرانی داشت
بجهت یاداشِ این جرائم عساکر ظفر طراز از اندازهٔ حساب افزون و بیرون طلب
داشته، متوجه اجمیر گردیدند، و افواجِ قاهرهٔ منصوره را بر چتور تعین فرمودند،
قاعدهٔ عزم مقدس آنست تا رانا بملازمت سراسر سعادت اشرف اقدس مستسعد نگردد،
تا هرچه ببیند از خود ببیند، درین اثناے فرستادهاے شما رسیدند و بوسیلهٔ یاریِ ارکانِ
محفلِ بهشت آئین استعفاے تقصیرات شما کردند، بندگانِ اشرف اقدس اعلیٰ
بمقتضاے فتوت ذاتی و مروتِ جبلی جان و مال آبادان چندین ساله شما را که نزدیک
بزوال و اختلال رسیده بود، بحال داشتند، و اکتفا بهمین فرمودند که افواج قاهره
منصوره متعلقهٔ چتور، بر جاهاے که ساخته و مرمت کرده باشند مسمار نموده برگردند

و پسرِ رانا بملازمتِ اشرفِ اعلیٰ رسیده، سعادتِ ابدی حاصل نماید، در خدمت شود! و جمعیت مفرری آماده و موجود، و نه کاغذ، همیشه با برادرِ شما تعلیناتِ دکهن باشد و در آینده آنچه خلافِ حکمِ مقدس از شما سر نزند، در بابِ عنایتِ پرگناتِ نواحِ اجمیر در آنچه رضائے مقدس باشد، بعمل خواهد آمد، قدرِ عنایت را بواقعی باید دانست، و شکرِ این نعمت را بجا باید آورد، و پسرِ خود را زود روانه باید نمود، و تاخیر ایں باب جائز نباید داشت، چوں بنده این مقدماتِ تلخ و شیریں را بشرح و بسط بزبانی و آئینی که در خورِ استادہای این دولتِ نامدار باشد، ادا نمود، رانا که هرگز در ایں مدت گوشِ او آشنائے ایں کلمات نشده، بے بایں تقصیرات برده بمجرد استماع ایں سخنان بهوش آمد و آثارِ حیرت و ندامت از ناصیهٔ او مشاہده افتاد، دانست که درگاهِ والا این تقصیرات عظیم بوده است، بعد ازاں که یقین او شد، جوابے غیر از ندامت و عذر خواہی ندارد، و عذرِ این تقصیرات خواست، و ہمیں قدر گفت که اگرچه جرائم اکثر نسبت به پدر دارد، و کمتر بمن، امّا من همه را بر خود گرفته ام، و قبول دارم، و عذر میخواهم، و امید عفو دارم که بعد ازیں اصلاً امرے که خلافِ مرضیِ طبعِ مقدس باشد، از من بظهور نخواهد آمد، و بر جادهٔ بندگی زیاده از اسلافِ خود ثابت قدم خواهم بود، و معتمد دارعلیہان رانا که دریں خلوت بودند، هیچکس را جواب نیامد، و در پیشِ سخنانِ معقول ساکت ماندند، و فقیر چوں بنده راست و درست سرکار فیض آثار است، و اصلاً اغراضِ نفسانی مطمحِ نظر ندارد، پیش ایں قوم نیز از آغازِ آفرینش یک گونه اعتبارے دارد، مطالب را بے حجابانه و بیباکانه همه از روئے معقولیت وا نمود، روزِ دیگر رانا در خانه مشورت نموده، راه بهبودِ خود برده، قرار داد که پسرِ خود را همراه فقیر روانه درگاهِ والا نماید، سخنے که بعد از گنگاش بسیار بر زبان آورد، ایست که چوں مردم درون و بیرون از شنیدنِ افواجِ قاہره متوهم و مضطرب شده اند، ہمیں که لشکر نصرت

از قلعه چیتور پر را خراب ساخته بر کرده دلیر را روانه اجمیر برفاقت کمترین بنده گمان سازد، فقیر با او گفت که در فرستادن لشکر و تهیه سپاه بیست، اظهار کرد که خاطرین بالکل جمع شده، و فرستادن لشکر موادت مبدا کم، اما اهل این دیار وحشی صفت اند، ملاحظه کلی دارند، مجرد روانه شدن لشکر از چیتور لشکر را بلا توقف روانه میسازیم، چون رانا و همراهانش بعد از رد و بدل بسیار قرار داد این معنی نمودند، عرضداشت نوشته مصحوب تلوک سنگه که آشنائے معامله است، و خالی از راستی نیست فرستادند، آنچه ظاهر میشود در فرستادن لشکر استعداد نمیداند، اما همین ملاحظه لشکر چیتور و آمدن فوجے از جانب مندلپور بر آنها غالب شده، آن نیز غالباً از خاطر آنها بر نمی آید، تا حال افواج بحر امواج بچیتور رسیده، کار نسبت که با یکدیگر دا گرده باشند، همین که خبر آنها رسد لشکر را روانه میسازد، امروز نیز شروع در سامان و سرانجام نموده اند، و ظاهر شد که چندین روز پیش از این اهل و عیال خود را با جمال و اثقال بجبال فرستاده قرار داده اند، که چون لشکر ظفر اثر از چیتور برگردد آنها را به اودے پور طلبند، بموجب ارشاد والا ادائے احکام لازم الانجام در روزے راستی و درستی نموده، بخیر چشمی و معرفت خود را بر رانا ظاهر ساخت و هم رانا که معقول تر از ارباب کلکی کش خود است، بحسن خلق و سخنان راست و درست، از خود راضی ساخته، امیدوار است که بکرم کریم کارساز این خدمت بوجه احسن بتقدیم رسید، درگهناته سنگه اگرچه راجپوت است، اما خالی از معقولیت و فهمیدگی نیست، در خلوت و جلوت با عالی خود متفق ساخته و با جمعیت خود حاضر است، این عرضداشت را مصحوب خواجه جمال عاقل خانی روانه ملازمت فیض موهبت نمود، اگر حرفے از و شنیده شود شاید که درست ادا نماید،

میوه این ملک بالفعل همین بادرنگ کلان است، که بزبان اینجا ککری میگویند نیشکر هم به نسبت انار چند از باغ رانا آورده بودند، اگرچه سیراب برآمدند، اما شیرینی

مذاشت امیانہ روز ہوا افتادگرم است، شبہا مائل بسردی، رعیت جابجا قرار شدہ، آبادانی کمتر بنظر در می آید، دراودے پور اثرے از مہاجن و بیوپاری اہل شہر نیست، دہیچ کس نظر بر اصلاحِ معاملہ وارد، ایام دولت و اقبال مستدام باد،

عرضداشت مژدہ کامیابی

اپنی کامیابی کا دوسری عرضداشت میں اس طرح مژدہ سناتے ہیں :-

" عرضداشت کمترین بندہائے عقیدت کیش زمین خدمت بلب ادب بوسیدہ، ورہ وار بموقف عرض والا میرساند،

کہ رانا جمیع کلمات ارشاد و ہدایت را بگوش ہوش شنیدہ، نظر بر انقیادِ احکام لازم الانجام اشرف اقدس ارفع اعلی و بہبود حال و مال خود داشتہ، و تردد بندہائے سعادت کیش کہ تفصیل آں در حضور مخبرِ صحیح اشرف خواہد رسید، کنور را بعد از انقضائے ہفت گھڑی از شبِ شنبہ رخصت نمودہ در نواحے اودے پور کہ جنیہ ایستادہ کردہ بود، فرود آوردہ، الحال سامان ہمرایان او میکنند، در رانا و معتقدان او التماسی اند کہ امید داریم اگر لشکر ظفر اثر چیتور را خراب ساختہ، زود بر گردد، تا بخاطر جمیع دراودے پور تو انیم بود، و کنور بجمعیتِ خاطر با جمیعیت تو اند رفت، در کوشش از جانب بندہا تقصیر نرفتہ، و سخنان عقلی و نقلی و پست و بلند رانا را معقول ساختہ شد، اما ہیچوں وقت راست گفتن و راست نوشتن است، آنچہ از زبان جماعہ شنیدہ میشود، بے کم کاست معروضداشتن لازم است، آفتابِ عالمتاب دولت و اقبال تاباں و درخشاں باد،

آخری عرضداشت رانا کو قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے مجبور کرتی تھی

مطلب حاصل ہو جانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ جو قول و قرار ہوئے اُن پر بیدا ہدانہ دربار قائم و ثابت قدم رہے اُسکے لئے رایان جی اپنی حضوری کے لئے اس پادشاہی دربار سے

دربار اودیپور میں تسلی نامہ بھجوادیا' اور اُسے کشف قرار دیکر دربار کو معاہدہ شکنی سے روکا' یہ صداقت کا بیان جہاں رائے رایان کی پاک چال چلن پر روشنی ڈالتا ہے' وہاں سلطنت کا وفادار بڑ ہانے کی نیت کا پتہ دیتا ہے' جہاں ایسے ایسے مدبر ہوں' خرابی وابتری کیوں ہو' اس ایک واقعہ نے مغلیہ طرزِ حکومت کے متعلق خیالات کچھ کے کچھ کردیئے' اگر مغلیہ سلطنت میں ایسے ایسے مدبر کارکن ہوتے تو کیوں برباد ہوتی افسوس پہلے نالائق سفیر کام رہے'

اب واقعہ نمبری سے آگہی حاصل کیجئے بحضرت خاقانی زبان'

"عرضداشت کمترین بندہاے عقیدت کیش بعد از ادائے لوازم بندگی ذرہ وار بموقف عرض باریافتگان محفلِ بہشت آئین میرساند'

کہ طغرائے عزائے ابہت واجلال کہ از دارالبرکت اجمیر شریف نفاذ یافتہ بود' عزِ ورود یافت' آداب بندگی واستقبال بتقدیم رسانیدہ' سعادت کونین حاصل نمود' رانا کہ مترصد ومنتظر نوید عنایت والا بود' بمضمون عنایت مشحون آں مطلع گردانیدہ' ابشیر از بشیر تاکید و عزم مبالغہ در روانہ ساختن کنور نمودہ' رانا اگرچہ بعد از مشاہدہ منشور لامع النور' ورسیدن بندہاے عقیدت کیش مطمئن خاطر گشتہ' درصدد روانہ ساختن پسر بود' اما از غایت ہیبت وحراست نظر بر ابہت لشکر ظفر اثر داشت' الحال کہ بتازگی بمضمون لازم الاتباع کہ دریں وقت محض از روئے کشف صادر شدہ بود' مطلع گردید' تقویت ظاہر وباطن حاصل نمود' وبہبود وسود خود دیدہ' معتمدان ومنجمان وپنڈتان ومبصران را جمع ساختہ' بعد از انقضائے دو نیم گھڑی' پس از گذشتن ہفت گھڑی از شب شنبہ شہر محرم الحرام ساعت روانہ ساختن پسر اختیار نمودہ' چنانچہ کاغذ بخطِ مہران رانا را بجہت احتیاط حضور گرفتہ' بجنس ارسال داشت' رانا اظہار میخود کہ چوں من بسعادت اطاعت حکم بجا آوردہ ام' یقین کہ ہیچ وجہ من الوجوہ فتورے وآسیبے بملک ومال ومن بخواہد رسید' وزیادہ از اسلاف خود رعایت خواہم ۸

یافت، و بین الاقران بسربلندی حاصل خواہم نمود، پس بزودی خواہد رسید، چوں
رسید تدلہ بہ وحشی نژاد ادای لازم است بندہ سے درگاہ والا دلاسا نمودہ خاطر او را
مطمئن میگرداند، تزلزل و تفرقہ بحال ایں ملک راہ یافتہ، پیش از رسیدن بندہا شہر
اودے پور را خالی ساختہ، مال و متاع را بکوہ فرستادہ اند، بازار ہا سے و خانہا
خالی افتادہ ہیں کہ نوکراں رانا اندکہ در شہر مے باشند، و مردم اینجا میگویند، کہ اگر
صلاح ایں معاملہ بتعویق مودند، تا حال رانا در جبال بود، بتقویت دلاسائے بندہائے
درگاہ استقلال او بحال ماند، ذات قدیم کے بافیر سفیر نے اپنی عادت کے موافق لکھا ہے:-
درویش ہفتاد سالہ گوشہ گزینے دریں ملک بنظر افتاد چہل سال است کہ
بکنج خمول وقت را بخوش بگذراند، (دیکھو فقیر پرست فقیروں کی تلاش میں کس طرح
رہتا ہے) دریں ولا کہ شہر ویران شدہ، تفرقہ بجمعیت او نیز راہ یافتہ، رسیدن
بندہا سے فی الجملہ امنے بہر سیدہ تا بالفعل کسے را دماغ دیدن، و صحبت داشتن
دیگر سے نیست، ہر کس را نظر بر اصلاح معاملہ است، ایام دولت و اقبال مستدام باد
گردہ ہر داس و کلیان ستائے راجپوت بروقت رسیدند، بھرائی حذمت آنہا شد،

قول و قرار کا ایفا فرحت روحانی کا باعث ہے

اب ہم بغرض تکمیل بیان و انجام سفارت رائے رایان کا آخری مختصر و جامع بیان عرض کرتے ہیں، آپ بغور ملاحظہ فرمائینگے کہ رائے رایان کے اس بیان میں
دربار کی صفت محض کیتی ستائی پر کس طرح محدود کر دی گئی، اور اس کے جذبات مفتوحی
ملک کی جھلک کس طرح دکھائی گئی، ان تمام بیانات میں فقیر برہمن پارسائی دربار
میں اپنی کارگذاری پر نازاں ہے، نہ فرحاں بلکہ قول و قرار کے ایفا پر اترا رہا
ہے:-

"ذکر تسخیر قلعہ چیتور کہ قلاع مشہور ہندوستان است، و انقیاد و اطاعت رانا پوسیجر

بیکران خاطر دریا مقاطر بادشاه عظیم الشان بلحظه متموج است، بادشاه عالمگیر
گیتی ستان بمقتضای مصلحتی که مکنون ضمیر آفتاب نظیر و مرکوز خاطر ملکوت ناظر بود
در دار الخلافت حضرت شاهجهان آباد لشکر عظیم با سامان و سرانجام که شایان
دولت ابد پیوند است، فراهم آمده خود به دولت و اقبال و مبارکی و فیروزی روانه
خطهٔ اجمیر گردیدند، دستور اعظم وزیر معظم سعد الله خان را با فوج قاهره
منصوره بجانب چیتور رخصت فرمودند، چون رانا راج سنگه ولد رانا
امر سنگه بر حقیقت تعیین افواج نصرت امتزاج اطلاع یافت، وکلای معتمد
خود به بارگاه سلاطین پناه فرستاده استدعای عفو تقصیرات خود نموده التجا کرد [illegible]
مکرمت و احسان شاهی در هر حال است، عذر [illegible] چیتور یافت [illegible]
خلف جانشین خود را به بارگاه عظمت و جلال [illegible] قلعه چیتور
را مسمار نموده [illegible]
واجب الاطاعت [illegible]
آوردن پسر رانا به بارگاه جهان پناه [illegible] جلال رخصت
فرمودند [illegible] اودی پور [illegible] درانا [illegible]

سخن شنوا [illegible] کرم الهی
و عنایت حضرت شاهنشاهی [illegible]
خود [illegible] بارگاه
[illegible] شیخ عبد الکریم [illegible] سلاطین پناه
[illegible] سعد الله خان [illegible]
[illegible] چیتور [illegible] پسر
رانا [illegible] اجمیر [illegible] شرف

اعلیٰ مستعد کردند و از غایتِ عنایت بخطابِ مہاراجگی و عنایتِ فیل و خلعت سرفرازی یافت، و بمر پالکی بحرمت اسپ و خلعت سربلند گردید۔"

حکومتوں کے اتحاد اور اُنکی بربادی میں وزرا اور سفرا کا بڑا دخل ہے

اس صداقت پہ کسی مضمون آرائی کی ضرورت نہیں کہ وزرا اور سفرا کی قابلیت و ناقابلیت سے حکومتیں بنتی اور بگڑتی ہیں، قابلیت کے مالک حکومتوں میں اتحاد پیدا کر کے اپنی اغراض و مقاصد حاصل کرتے ہیں، ناقابلیت کے ٹھیکیدار حکومتوں کو جنگ و جدل میں مصروف رکھ کر اپنے مقاصد بھی ضائع کرتے ہیں، اور خلقِ خدا کو بھی غارت کرتے ہیں،

سلطنت میں "سفیر" کا عہدہ سب سے زیادہ ذمہ داری کا ہے، وہ اتحاد و جنگ کا واحد مالک ہے، اگر وہ چاہے حکومت کی منشا کے خلاف جنگ کرا دے اگر منظور خاطر ہو سلوک کرا دے،

لارڈ ریڈنگ کے تدبر نے جنگِ عظیم میں امریکہ کو شامل کرایا، اور اس کا جو انجام ہوا، وہ فتح برطانیہ اور پامالی جرمن پر ہوا، اسی طرح اورنگزیب کے زمانہ میں سفرائے نالائق کی تقریروں نے دربار کی خواہشات سے بڑھ کر جنگ آزمائیوں کے لئے میدان صاف کیا، ہندوستان کی ابتدائی اسلامی حکومتیں مثل گولکنڈہ، بیجاپور، حیدرآباد ہرگز ہرگز برباد نہ ہوتیں، اگر ان سفارتوں پر تاج و تخت مغلیہ کے یہاں نثار و وفادار مامور ہوتے، اگر وہاں ایسے سفیر مقرر کئے گئے کہ جن کے دماغ تدبری مصلحت و مآل اندیشی سے خالی تھے خواہ دربار زاہدانہ حیل و حجت سے مخاصمت کی وجوہات تلاش کرنے پر آمادہ تھا، لیکن ان کا فرض تھا کہ وہ وفاداری سے سلطنت مغلیہ کی خدمات انجام دیتے، اور ان ہدایات پر ہرگز عمل نہ کرتے جو ان کو دربارۂ آغازِ مخاصمت دی گئی تھیں، غلام حسین طباطبائی مصنف تاریخ سیر المتاخرین "ذکر مجملے از حیل اورنگ زیب عالمگیر در تسخیر حیدرآباد۔

بیجاپور نمود" کی سرخی سے نالائق شعرا کی کہانی اِس طرح بیان کرتا ہے:-

"چوں عالمگیر در شدتِ حرص و شرہ بے نظیر بود تسخیر سلطنت بیجاپور از آخر سلاطین عادل شاہیہ کہ مسمّی بسکندر عادل شاہ بود، و انتزاع حیدرآباد از خاتم سلاطین قطب شاہیہ سلطان ابوالحسن تانا شاہ در خاطرِ خود مصمم نمودہ، شروع بہانہ جوئی فرمود و فراست کہ عجیبے برائے ملکاوحت بدست آرد، اول نامہ متضمن برطرف نمودن مادنا برہمن کہ بوزارت او بنا بر بعضے جہات ضروری مامور بود فرستاد سلطان ابوالحسن در امتثالِ فرمان مذکور عذرے خواست و دریں ضمن شنید کہ ابوالحسن الماسے دارد کہ دریں زمان بداں وزن و قیمت در جواہر خانہ ہیچ پادشاہے نتواں یافت در طمع افتادہ میرزا محمد اشرف دیوانِ خاص را کہ از خانہ زاداں و تربیت کردۂ او بود، بطلبِ آں الماس رخصت نمودہ، در خلوت فہمانید مطلبِ ما از فرستادنِ تو فقط طلب آں پارچہ سنگ نیست، بلکہ مقصد آں ست کہ در ہر دو صورت قبول و انکار از ارسالِ آں جوہر بیستور فرستادہ ہائے دیگر نظر بطمع و ضرر خود نکردہ، و از بیم و امید او خود را برکنار داشتہ، عمداً در گفتگوئے بیباکی و درشتی نمودہ گستاخانہ سخن پرخاش نمائی، شاید یا تو بہ بدسلوکی و درشتی پیش آید، و تقصیر نافرمانی بر او ثابت گشتہ، دست آویز منازعت میسر شود، چوں میرزا محمد نزدیک حیدرآباد رسید ابوالحسن یکے از عمدہ ہائے سرکار خود را باستقبالِ او فرستادہ، باعزاز و احترام طلبید، بعد تقدیم مراسم ضیافت چوں میرزائے مرقوم طلب الماس معلوم نمود، فرمود کہ جمیع الماسہائے جواہر خانہ او مع کاغذ سیاہہ جواہر خانہ و متعدی سر رشتہ دار پیش میرزا محمد حاضر آوردند و بقیمہائے فلاطی کشیدہ براءت ذمہ خود از اخفائے الماس غیر از الماس ہائے حاضر حاصل نمود، از جملہ آں الماس با جوہریکہ در وزن شفاف و رنگ از و کم بود مع تحف و ہدایائے لائقہ دیگر بطور پیشکش حوالہ اش نمودہ، رخصتِ انصراف ارزانی داشت،

ہاشم علیخان خافیؔ، محررِ **تاریخِ عالمگیری** نے نگارد، صورہ خطِ محررِ اَوراق بعدعود از زبانِ اوشنیدہ نقل مینمود کہ در ہر مقدمہ درمجلسِ **ابوالحسن** ذکرے کرے آمد مطابقِ حکم ومرضیِ پادشاہ گستاخانہ وبے باکانہ سوال وجواب نمودہ، اُورا ملزم میکردم، اَمّا دریک سخن ملزم گشتہ، نتوانستم کہ جوابے بگویم' و آں ایں کہ بہ تقریبے **ابوالحسن** گفت، اگرچہ ماہم پادشاہیم اما خود را درجرگۂ نوکرانِ **عالمگیر** میدانیم' من ازیں سخن برآشفتہ گفتم، کہ درمقابلِ **عالمگیر** پادشاہ غازی شمارا نرسد کہ نام پادشاہے برخود اطلاق نمائید' **ابوالحسن** درجواب گفت میرزا محمدؐ غلط میگوئی' اگر نام پادشاہے بر ما اطلاق نشود پادشاہ شمارا شاہِ شاہان چہ قسم خواہند گفت'

یہی حالت اُس وقت **اودے پور** کی تھی' جنگ کے لیئے بیّن ناقص حجتیں پیدا کی گئیں' اور جنگی چڑھائی شروع کی گئی' لشکر **اجمیر** خیمہ زن ہوا' فوجیں **اودے پور** پہنچ گئیں' پس اِس نازک واہم موقع پر اگر ایسے سفیروں جیسا کوئی سفیر مقرر ہوتا تو بجائے صلح وآشتی ایک خونریز جنگ ہوتا جس کا نتیجہ بہرحال تاج وتختِ مغلیہ کی جلدتر تباہی وبربادی کا ہوتا' **رائے رایان** نے یہ طین حجتیں بدترین بدعنوانی کی شکل میں دکھاکر **رانا** کو تسخیر کرلیا' اور اورنگزیب سے اُس کے کنور کو ملاکر محبت وموالست کی زنجیر سے بند کرادیا' حقیقی وفاداری و جاں نثاری اسی کا نام ہے' جس طرح سے ایک قابل مصوّر سطح صاف اور سپید سے کاغذ پر پہاڑوں کی بلندی یا غاروں کا نشیب اور ہموارایاں دکھلا دیتا ہے' ٹھیک اُسی طرح **رائے رایان** نے اپنی عقلِ خداداد کے زور پر یہ کمزور حجتیں خطائے عظیم ذہن نشین کرا دیں'

آپکو خانگی جنگ وجدل سے سخت نفرت تھی ؎

جس کتابِ سلطنت میں آپ نے علم وفضل سے اپنی صلح جوئی کے جوہر کھلائے' اُس کا ہر ورق خاندانی تنازعات سے خونی تھا' شاہزادگان

کے باہمی جھگڑے قضیئے، قوموں اور فرقوں کی تباہی کے نوحے پڑھ رہے تھے، چونکہ آپ کا دل اعمالِ زشت سے متنفر تھا، دوست و دشمن سے مدارا و سلوک روا رکھتے تھے، اور دنیا کو بھی اسی رنگ میں رنگنا چاہتے تھے، اس لئے ایسے اصحاب سے جو کہ بااثر تھے، اور دل گداز رکھتے تھے، ہمیشہ یہی استدعا کرتے رہتے تھے کہ شاہزادوں میں فساد نہ ہو چنانچہ شہزادہ عالمگیر کے بااثر معتمدِ خاص کو ایک خط میں مشورہ دیتے ہیں:-

"چوں ذاتِ شریف عنصرِ لطیف قدردانِ ہر قوم و ہر طائفہ است، نظر بر شد آیند و استمرار داشتہ
در میانِ برادرِ کلاں دعوٰی و مصالحت فرمائند، کہ دیگر ہیچکس از جادۂ نفس الامر و انصاف
قدم بیروں نگذارند، در عہدِ دولت حکومت رفعِ منافقت کہ محض از روئے نفسانیت است
شود، دیگر ہیچکس را مجالِ مقامِ نسبت"

بیٹے (اورنگزیب) کا باپ (شاہجہان) کو قید کرنا برہمن کی نظروں میں :

آفریں باد ہنداں ہزار بار مرحبا امید وانم آب
اے پسر تو عجب مسلمانی
پدرِ زندہ آب می ستانی

مندرجہ بالا نظم شاہجہان نے اپنے بیٹے عالمگیر کو لکھی، آزاد دیر نگ خیال میں لکھتے ہیں:-

"ایک تاجدار آیا کہ جبہ اور عمامہ سے وضع زاہدانہ رکھتا تھا ایک ہاتھ سے تسبیح پھیرتا جاتا تھا مگر دوسرے ہاتھ میں جو فردِ حساب تھی اُس میں غرق تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ اُس کو میزان کو پڑتالتا ہے سب نے کہا کہ انہیں خانقاہ میں لیجانا چاہئے اس دربار میں اس کا کچھ کام نہیں لیکن ایک ولایتی کہ بظاہر متقطع اور معقول نظر آتا تھا وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر آگے بڑھا اور کہا کہ "اے ارکینِ دربار ہمارے ظلِ سبحانی اس کم بخت سلطنت کے لئے دغا باز سے کہ باپ تک کا لحاظ نہ کیا، اس پر بھی تمہارے اعتراض لٹتے ہیں دربار میں جگہ نہ دیجئے"

اورنگزیب نے اپنے باپ شاہجہان سے اس دنیائے گذشتنی وگذاشتنی کیلئے جو جو جابرانہ سلوک کئے اور ہر طرح کی حیلا وانہ عمل روا رکھے وہ ہر مذہب و ملت میں مردود ایک ولایتی عیسائی ڈاکٹر برنیر اپنے سفرنامے میں شاہجہان کی قید کے حالات لکھتا ہے جس کا اردو ترجمہ منشی محمد حسین ساکن مالوہی نے کسی سے کرا کر چھاپا ہے :-

"وہ مکار فقیر (اورنگ زیب) اب بھی بدستور ہوشیاری اور اپنی چال سے چوکنے والا نہ تھا، چنانچہ بجائے اس کے اس ارشاد کی تعمیل کرے، فوراً اعتبار خان نامی اپنے ایک معتمد خواجہ سرا کو قلعدار مقرر کر دیا، جس نے پہنچتے ہی سب بیگموں اور بیگم صاحبہ اور خود شاہجہان کو قید کر دیا، بلکہ قلعہ کے اکثر دروازے تک چنوا دئے اور بادشاہ اور اس کے خیر خواہوں کے باہم آمد و رفت تو کیسی خط و کتابت اور سلام و پیام کے ذریعے بھی سب مسدود کر دیئے اور شاہجہان کو اتنی بھی اجازت نہ رہی کہ قلعدار کی اطلاع کئے بغیر اپنے کمرے سے باہر نکل سکے"

ایک یورپین اس طرز ستم سے چیخ اٹھا اور ضبط نہ کر سکا، وہ ان الفاظ میں ان درباریوں کی عادات پر روتا ہے :-

"اور میں جب یہ سوچتا ہوں کہ اس بیچارے بڈھے اور مظلوم بادشاہ (شاہجہان) کی حمایت میں کسی امیر نے ذرا بھی ہاتھ پاؤں نہ ہلائے اور کسی کے کچھ منہ سے بات تک بھی نہ نکلی، تو مجھے نہایت رنج اور غصہ آتا ہے ! افسوس ! یہ لوگ ان ظالموں کے آگے سر جھکانے کو جا تلے تھے، جنہوں نے ان کے آقا اور مالک پر ایسی سختی کی"

دنیائے ناپائدار کا یہ نرالا جور و ستم اس امر کا متقاضی تھا کہ ہر صاحبدل اورنگزیب کے اس شرمناک فعل پر لعنت بھیجے، مگر ایسا دل دنیا میں کہاں ہے؟ برائے رایان نہ مورخ تھے، نہ وقائع نگار، نہ ان کی پاک صلح جو طبیعت اورنگزیب پر نفرین و لعنت بھیج سکتی تھی، مگر جو کچھ اس واقعۂ جانکاہ سے ان کے دل صافی پر اثر ہوا، انہوں نے نہایت عاقلانہ

پیرایہ میں لکھا، اور خوب لکھا، چاہیئے کہ ہر بیٹا اپنے باپ کی ایسی ہی توقیر و منزلت کرے، جس کا کہ رائے رایان سبق دیتے ہیں:-

"وکسے را کہ پدر بر سر باشد تاجِ سعادت بر سر اوست و عوض زندگانی و حاصلِ عمر گرامی در یافت این سعادت است از شوقِ دیدہ ودہ چشم رسیدہ، کہ خود را مستفید سعادتِ دیدار ساختہ چہ عرض نماید از آنجا کہ ہر مرتبہ عرضِ حالِ شوق دادن خالی از تکلف نہ نماید، پاسِ ادب داشتہ نالہ در گلو و آہ در جگر شکند، چون غنچہ بخونِ جگر ساختہ لب نمے کشاید از غایتِ شوق بارہا گفتہ ام و بارِ دگر میگویم کہ من خود **معشوقِ حقیقی** پدر را میدانم، دیگر ہمہ بازیچے نگارم، میگویم و فریاد میکنم، کہ من پسر پدر پرستم و عبادت خدائے عزوجل را در خدمتِ این خداوندِ مجازی میدانم، حال تحریر نہم جمادی الاول سن دوازدہ جلوسِ میمنت مانوس است، این نامہ زنند در بروئے ہمکنان بستہ تنہا ہزاران غم و اندوہ ولنشستہ حال عجیے داشت"

ایک خط میں اپنے ارادۂ عبودیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے:-

"برگاہ اوضاع و اطوار روزگار گردشِ گردوں ہمیدار بر یک نہج نباشد، و ہرچہ در موقف وجود عالم شہود آمدہ، معرض عدل و محلِ اخفا خواہد شتافت، نظر بر این معنی ہر کہ از شعور بہرہ داشتہ باشد، بر آیندہ و رفتہ دلبستگی نخواہد داشت، این نیازمند از بدو حال و آغازِ شعور این ارادہ مکنونِ خاطر و مرکوزِ ضمیر دارد کہ اگر بجائے و فراغتے قرینِ عشرت عافیت دست دہد، سر در گریبان و پائے بدامان کشیدہ، در کنجِ خمول اسیرِ عالمِ معنی کند، و تماشہ گلہائے دامانی دامانِ گلستان ہمیشہ بہارِ کامرانی یعنی خدمتِ آن مخدوم دلی نعمی نماید، در واقع چہ عمرے باشد کہ نہ بیادِ خداوند حقیقی صرف شود و نہ در خدمتِ آن قبلہ گاہ ظاہر و باطن بگذرد"

امرائے سلطنت کی شاہجہاں و دارا سے غداری اور رائے رایان کی وفاداری و جاں نثاری	نہی ست نسخۂ عالم ز حرف مہر و وفا تو ز زمانہ مہر و محبت ازیں کتاب کشید ("برہمن")

جسم صفاتِ انسانی میں وفا کا درجہ دماغ کی منزلت رکھتا ہے، وفادار خواہ نادار ہو، لیکن دُنیا کے ہر کوچہ و بازار کے مشتری اُس کے خریدار ہیں، بیوفا ہر وقت ہر جگہ ذلیل و خوار ہوتا ہے، وفادار اپنے خوبیے وصف سے دربارِ انسانی میں شاہِ وقت کی مسند پر جلوس فرما ہوتا ہے، بیوفا، نامرادِ اعراض کی زنجیروں سے بندھا ہوا لعنت کی پھٹکاروں سے تحت الثریٰ میں چلا جاتا ہے، وفادار کا دامن وفاداری فتح نصیب پرچم کی طرح آسمانِ شہرت پر چمکتا نظر آتا ہے، بیوفا کا دامن قیامت تک داغدار رہتا ہے، وفا عہد و پیمان کا آدم ہے، جو اس کی تعظیم و تکریم کرتا ہے، وہی دُنیا کا سعادت مند سمجھا جاتا ہے، یہی وہ وصف ہے، کہ انسان کو ادنیٰ سے اعلیٰ بناتا ہے، اور پھر آسمانِ فلک الافلاک پر پہنچاتا ہے، مگر افسوس ہے کہ یہ جنس ہر زمانہ میں نایاب رہی،

دہرِ عطار دتحریر سید غلام حسین طباطبائی مصنف سیر المتاخرین اُن بیوفا غدار وں کی جو شاہجہان و دارا کے جان نثار بنے ہوئے تھے، بڑے درد کے ساتھ فرد پیش کرتا ہے، کہ اہلِ دُنیا اُس سے سبق لیں، ہم اُس کا ترجمہ کرتے ہیں، کیونکہ آجکل بیوفائی ایک جوہر سمجھا جاتا ہے،

"دارا کے شکست کھاتے ہی اُس کے بہت سے فرضی جاں نثار اور رفیق حق نمک سے منحرف ہو کر حقِ رفاقت ترک کر بیٹھے، خزانہ، جواہر، مرصع آلات و سامانِ کارخانجات، ہاتھی، گھوڑے لیکر اورنگ زیب کے دروازے پر آ گئے، اُن سے بعد سب سے اوّل معتمد خاص محمد امین خان نے (کہ جس کے والد معظم خان کو اورنگ زیب نے قلعہ اورنگ آباد میں قید رکھا تھا) جملہ امرائے سلطنت سبقت حاصل کرنے کے لئے اورنگ زیب کی آستانہ بوسی کا فخر حاصل کیا، اگلی صبح اعتقاد شکن اعتقاد خاں ولد یمین الدولہ آصف خاں بہت سے امرائے سلطنت کو لیکر ماتھے پر کلنک کا تلک لگا کر وفاداری کا جامہ پہنکر آ حاضر ہوا، پھر فاضل خاں میر سامان، طاہر خاں، قباد خاں، فیض اللہ خاں، سربلند خاں اور نوازش خاں منصب داران، سلطنت بھر کے اُمرا کو نمک حرامی کا لباس پہنا کر

ہمراہ لایا' دُو روز کے بعد جملہ اُمرا و منصب دارانِ سلطنت **اورنگ زیب** کے پاس آکر اُس کی وفاداری کا دم بھرنے لگے' تیسرے روز عمدۃ الامرا بلند مکان خانِ جہاں جہین خلف یمین الدولہ آصف خان بھی اسی صف میں نظر آئے' اُسی وقت عمدۃ الملک **خلیل اللہ خان** مع اپنے بیٹے **میر میران** زمین بوسی کرتے دیکھے گئے حتیٰ کہ زبدۃ الامرا رفیع الشان بلند مکان **جعفر خان** وزیرِ اعظم **تقرب خان** وغیرہ نمک حرام اپنی نمک حلالی کا اعتبار دلاتے نظر آئے' یہ خاص قرب و منزلت رکھتے تھے' **دارا** کو ناکارہ سمجھ کر اپنا دامنِ مُراد **اورنگ زیب** سے وابستہ کیا' غرضیکہ اسی طرح سے کل اُمرائے سلطنت منصب داران و ملازمان مع ساماں بھاگ بھاگ کر آنے اور سب **اورنگ زیب** کو مبارک باد دینے کے لئے اُس کے قدموں میں جھکے پائے'

اورنگ زیب نے خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز کئے' اور اہلِ ملک سے روشناس کرائے' اور جب دیکھا کہ ہر کوئی مہ کا مجمع صورتِ اژدہام رکھتا ہے اسب کو کچھ دے دلا کر دشمنِ جسمِ انسانی کا گلا کاٹ ڈالا' پھر رائے رایان منشی **پنڈت چندربھان** کو جو سرِ دفتر اہلِ دیوان تھے' مع منصدیوں' منشیوں اور محاسبوں کے بلائے گئے'، انہیں حکم دیا کہ ملک میں جو طرح طرح کے اختلال و فتور پیدا ہو گئے ہیں' دُور کریں'

لکھا ہے کہ خلعت اور منصب' جاگیر اور زرِ نقد سے انہیں بھی امرائے سلطنت کے مشورے سے نمک حرام بنانے کی کوشش کی گئی' مگر آپ نے سب پر لعنت بھیجی' ملکی انتظام میں مصروف ہو گئے'

یہ ہے بے وفاؤں اور وفادار کا ایک پُرانا مرقع کہ جسے علیں امتحان کے موقعہ پر طباطبائی نے تیار کیا تھا' **رائے رایان** نے اُن امیروں اور منصب داروں' خانہ زادوں اور غلاموں کو جو وفاداری کے بڑے بڑے دعوے کیا کرتے تھے' اور جان نثاری کی ڈینگیں مارا کرتے تھے' اپنے روبرو **شاہجہان** و **دارا** سے غداری کرتے اور نمک حرامی کا اعزاز پاتے دیکھا اور

اُن سے ہونا بھی یہی چاہئے تھا ۔

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید — کہ حفظ شعلہ ز دامانِ خس نمے آید

ہرچند یار در پئے جور و جفا رود — عاشق ہمیشہ در رہِ مہر و وفا رود

رائے رایان کی نمکحلالی و وفاداری

ہم ان سب غداروں کو اپنے حال پر چھوڑتے ہیں، مگر رائے رایان کی جنسِ وفاداری پر پرکھتے ہیں، کیونکہ آپ جنسِ وفا کے واحد سرمایہ دار ہیں۔ رائے رایان نے یہ بے بہا جنسِ محبت کھوچی اور غلیظ کوڑیوں کے بدلے فروخت ہوتے دیکھا دل بھر آیا! جو تاریخی شعر زیبِ عنوان ہے، وہ دوبارہ پڑھ جانے پر آپ کے درد کا پتہ دیگا، برہمن

تہی ست نسخۂ عالم ز حرفِ مہر و وفا
زمانہ جزوِ محبت ازیں کتاب کشید

ہر طرح کی تحریک و تحریص، تنبیہ و تادیب، خوف و ہراس رائے رایان کی شریانِ وفاداری پر نشتر زن ہوا، مگر آپ نے کسی قیمت پر بھی یہ جنس غیر کے ہاتھ فروخت کرنے کی طمع نہ کی، ان کا مذہب غیر بھی اُن سے حقِ نمک حرام نہ کرا سکا، بلکہ نہایت مضبوطی سے ساتھ وفا پر ثابت قدم رہے اور علانیہ فرمایا ۔

اگر زمانہ دگرگوں شود ز جبا نہ روم
برہمن از روشِ روزگار آگاہم

واقعی ان کی جنسِ وفا شاہجہان اور دارا نے خرید لی تھی، یہ شخص اس لئے ہو تمن تھے، ہندی دہرم شاستر کی رو سے فروخت کرنے کا استحقاق بھی نہ رکھتے تھے،

رائے رایان کی نوحہ خوانی

اُس زمانۂ ظلم و ستم کی معتبر اور مستند تاریخوں سے ثابت ہے کہ کوئی نمکخوار اس انتزاعِ سلطنت کے موقعہ پر نمکحلالی قائم نہ رکھ سکا، خواہ نمک حرام ہوا، خواہ شہر دار، مگر ایک رائے رایان ہی تھے

سر جنہیں قادرِ مطلق نے اس دردانگیز واقعہ کی نوحہ خوانی کے لئے محفوظ و مامون رکھا، یہ تاریخی پُرمعرکہ عبرت خیز بیان اُن کی قلمِ غم رقم سے سُنئے باآوازِ بلند کہتے ہیں ؎

یادگارِ بہارِ ناکامی — قطرۂ خوں بدوشِ مژگانیم

بہارِ ناکامی کی یادگار نے اُن مظالم اور ستم رانیوں کی مطلق پروا نہ کی اور آپ کی زبان شکوہ آلا نہ ہوئی، بلکہ اپنے آئین کا اظہار کر کے سخت ندامت دلائی ؎

گر از تو جفا رفت، نباید گلہ از من — آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ از من

فرض شناس باپ کا خط سعادتمند بیٹے کے نام

تو قابل ہے کہ سیارۂ سعادتمند

برائے مردمِ قابل ہمیشہ در سید است

رائے رایان کی محقق و باخبر زندگی نے ایک طرف جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب کی ہیبتناک طوائف الملوکی اور خانہ جنگی کا کارنامہ دیدۂ ہوش سے دیکھا، بیٹوں کی باپ سے بیکاریاں، بدمعاشیاں، جنگ آرائیاں اور ناخلفی کی ناقابل و بیخ ستم رانیاں نظارہ کیں، اور دوسری طرف مذہبی ہدایت کے تقاضے پر باپ اور بیٹے کے حقوق و فرائض رگِ شہادت پر نشتر بار رہتے تھے،

اورنگ زیب نے جو سلوک شاہجہان سے کیا، واقعات ہوش رُبا تھے اسے محسوس کر رہے تھے، مگر اپنے اپنے اغراض سے خاموش تھے، کیونکہ دُنیا میں وہ کون باپ ہے کہ جو کسی فرزند کی اپنے باپ کے خلاف ایسی ظالمانہ حرکات دل سے ناپسند کرے

آپ نے ان ظالمانہ و ستملوانہ حالات کے زیرِ اثر ایک تنبیہی و تہدیدی خط اپنے سعادتمند بیٹے پنڈت شیخ سبحان کو لکھا کہ جس کا ہر فقرہ نکتہ وار اکا مخزن ہے، ہر جملہ غور طلب ہے اور ہر سطر دُنیا کے ہر بیٹے اور ہر باپ کے لئے یادگار نصیحت نامہ،

وہ زمانہ گزر چکا، اُس وقت ایسی مثالیں خال خال ملتی تھیں، آج نئی تعلیم نے نئے تہذیب یافتہ نوجوانوں کی نظروں میں اپنے اپنے باپ کو ذلیل و حقیر سمجھ رکھا ہے، اور

اُن سے ایسا سلوک ہوتا ہے کہ جو ایک ذلیل سے ذلیل شخص بھی کسی غیر سے نہیں کر سکتا اور نہ معلوم آئندہ یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہو،

خاکسار بہار ہر مذہب و ملت کے بزرگوں کا ادب کرنا سعادتِ ابدی سمجھتا ہے، اور دل سے چاہتا ہے کہ دنیا کا ہر شیبا اور رنگ زیب نہ بنے، بلکہ سمرون بنے، اس لئے برائے رایان کا خط، طویل ہوتے ہوئے بھی یہاں درج کرنے سے اجتناب نہیں کرتا، خصوصاً اس وجہ سے کہ یہ خط تاریخی واقعات سے بھرا پڑا ہے، اور اسے رایان نے اپنے یہ جذبات اپنے رفیقِ خلوت معتمد و موتمن پر ظاہر کرتے ہوئے ایک اعلیٰ مصلحت سے بیان و رقم ادا کیا ہے، اور نکتہ نگاری اُن کا حصہ تھا، اسی نظر سے پڑھا جائے،

ایک سنیاسی کاشی جی قیام کرتا ہوا گنگا جی کے تٹ پر بیٹھا ہوا رام رام کر رہا ہے، اور جب دنیا کی طرف دھیان آتا ہے، تو قلم لے کر کاغذ پر چند سطریں لکھتا ہے، وہ نہ فقط سنیاسیوں کے لئے کار آمد ہے، بلکہ ہر دنیا دار کے لئے نقشِ راحت دل ہے، آپ تو دیکھیں کہ سطور میں تعلقات پدری و پسری کے جذبات کس اثر سے قلمبند کئے گئے ہیں، وہ نہ تو خیریت پوچھتا ہے، نہ گھر والوں کی حکایات سننا چاہتا ہے، نہ فکر و تشویش کی کوئی خبر سناتا ہے نہ خبر لینا چاہتا ہے، اپنے حال میں پڑا اُن کو دعائیں دیتا ہے، خیر کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا فخر ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنا نورِ نظر رکھتا ہوا، جب کبھی دنیا کی طرف دھیان کرتا ہے، دعائے خیر دیتا ہے، اس خط کو جسے ہم غلطی سے خط سمجھے ہوئے ہیں، نصیحت نامہ کہنا چاہئے جیسا کہ برائے رایان نے لکھا، ماننا پڑتا ہے کہ برائے رایان کی منزل سنیاس آشرم بھی ایسی ہی اعلیٰ و ارفع تھی، جیسی کہ ان کی دنیوی زندگی :-

نصیحت نامہ کہ بہ فرزندِ سعادت نشان برخوردار پیج بھان نگارش یافتہ فرزند دلبند چراغِ خانۂ زندگانی، شمعِ بزمِ شادمانی، نورِ دیدہ آمد رسیدہ آرام خاطر تم گشتہ قوت ایام پیری، عصائے ہنگام دستگیری، گلِ گلزار امید، مایۂ عشرتِ جاوید، در دانِ خاطر رنجور، مرہم زخم

ناسورے نذرِ نظر سرورِ سینۂ بے کینہ، پیوندِ دل، لختِ جگر، سرمایۂ تجارتِ روزگار، حاصلِ گردشِ لیل ونہار، گلشنِ ہمیشہ بہار، نشاط ساز، کارآئینِ خلوت، رفیقِ بے سپر، طریقِ تسلیم ورضا، رہرو وادائے صدق وصفا، رمزشناس، قاعدہ دان، ادب گزین، عقیدت نشان، فرزندِ برخوردار **تیج بھان** ہمیشہ شاہدِ مقصود در کنار و از آفاتِ روزگار برکنار بوده،

نشاء دانش در سر مغز ہوش در دماغ وشاہدِ معنی در نظر، و کلکِ فیض در دست ولوحِ عقیدت در پیش باد، ایزد منانِ جلِّ شانہ خلعتِ استعداد وقابلیت ہمت وحالتِ آں فرزندِ نیکو کار را بطرزِ حسنِ سلوکِ معاش نیک وفکرِ معاد وتسلیم ورضا در زہد وپرہیز وحصولِ رضائے خالقِ بیچون وادا دخلائق تظہور آموز خیر واحسان صدور بمقامِ حسنہ، دوقوعِ اعمالِ پسندیدہ، مرتب ومنظور گرداناد، بعد از دعائے خیر کہ ناشی از صحبتِ ازلی وودادِ لم یزلی است، معلوم ضمیرِ منیر پذیر میگرداند کہ اگر بمقتضائے حکمتِ بالغہ وقدرتِ شاملہ ہر یکے از وضیع وشریف ودانا ونادان از خوانِ الوانِ نعمتِ ایزدی بہرہ ور وفیضیاب است وہر چہ از خانۂ کرم کرامت فرمودہ اند، سرمایۂ روزگارِ خود دانستہ بآں مفاخرت مینمایند، وباوجودِ ایں ہمہ احتیاج کہ در عالمِ بشریت است، باوجودِ چندیں تباینِ اوضاع ومختلفِ اطوار مجلس را از ارتباط والتیام یکدیگر چارہ وگذیری نہ، ومرتبہ بمرتبہ یکے را بادیگرے نسبتے والتیام انتظام است، نظر بریں معنی ایں نیازمند را کہ پدر آں پسرِ برخوردار رضا جوئی وخوشنجوئی است، بمقتضائے ایں نسبت لازم است کہ لوازمِ نصیحت را از آں گرامی فرزند دریغ ندارد، میباید کہ آں فرزند دلبند در ہمہ جا ہمہ وقت در خواب وبیداری وغفلت وہشیاری سر رشتۂ عقل ودرست را از دستِ نداشتہ، بفریبِ عروسِ رنگینِ نگار روزگار وبہ دو لقظ مرکوز بے بود ایں سرائے فانی انداختہ، جلوۂ ظاہر را از خواب وخیال بیش نداند وہر آنچہ در عالمِ صورت وجود گرفتہ، تشریفِ عدم وکسوتِ فنا

خواهد پوشید، و هر که در دارِ بی‌مدارِ فانی، رختِ اقامت انداخته بصوبِ ملکِ جاودانی خواهد
شناخت، پس از توقف و فرصتِ چند روزهٔ این جهانِ فانی را از مغتنمات دانسته
چیزی که از وی چیزی حاصل کند، اوقاتِ گرامی گذشته بازنیاید، و آینده را اعتماد نشاید،
بموقع صرف بماند، این نیازمند که وقتی که در سنِ آن فرزند بود و بعد تضییع اوقات گرامی
را وبال می‌دانست، و پدرِ بزرگوار من از غایتِ الفت و محبتِ جبلی موعظه و پند و نصیحت
چند میفرمودند، که آنچه از آنجمله در گوش جا کرد، امروز بکار آمد، هرچه بمقتضای نادانی
و جوانی طبع را از قبولِ آن تنفری یافت، الحال ندامت آن می‌کشد و خمارِ آن دارد، نصیحت
بزرگان اگرچه دارو تلخ است، از برای مریضِ امراض و مرهم جهتِ زخمِ ایام نادانی هرچند در
اصلاحِ حالِ استعمال بکار رود بصواب قریب باشد، اگرچه کسبِ علوم نعمتِ خداداد
است و کوشش در آن علامتِ سعادت (علم و عمل) امّا عالمِ بی‌عمل شاخِ بی‌بر
بود، علمِ قلیل با عمل بهتر از علمِ کثیرِ بی‌عمل است، اگرچه اصلِ عمل و نتیجهٔ عمل درست آنست
که ترکِ تعلقات و عوارضِ صورت نموده، نظر بنمود بی‌بود، آفرینش خدا ید انداخت، و حاصلِ
عمرِ گرامی که عبارت از علمِ با عمل است، بدست آورده، غبارِ خلائق را از گوشهٔ دامن باید
افشاند، لیکن از آنجا که سلسلهٔ آفرینش منوط، باسبابِ تعلق است، رهائی و نجات از آن
متعذر بنظر، درین صورت دست در کار و دل با یار داشتن، و در عینِ کثرت تماشائی
جلوهٔ وحدت نمودن، و در اول حال از آخرِ کار غافل نگشتن آئینِ پسندیده است، اما
این معنی بدون از صحبتِ نیکان و تعبیر از ضبط و محافظتِ حالِ خود میسّر نشود،

سعی بلیغ و جهدِ تمام در هنگامِ جوانی که این ره نورد، در حالتِ جذب، با دشتِ غفلت
راهوائے آزادی در سر افتاد کار بجائی رسیده، و معامله بجائی کشید، که شب‌های
دراز را به بیداری و هوشیاری و فکرهای عمیق و تصوراتِ بلند بسر می‌آورد و روزها
را به اندیشه‌های دراز، بشام میرساند، گاهی سر زده از شهر بصحرا میرفت، و گاهی بسر به

از صحرا بشهر می آید، نه قرار در شهر و نه صبر در صحرا، اگر بوئے گل بمشام میرسید، پیام جنون میداد، و اگر نوائے بلبل بگوش میرسید، ناخنے بر دل ریش میزد، در هر جا که نشانے و اثرے از مجردان و گوشه نشینان و صاحب سلوک می یافت، سر از قدم نشناخته، خود را بآن مکان رسانیده، از دور نگاهے میکرد، اگر گنجائش مے یافت خود را بحاشیهٔ بساط میرسانید و الا به نگاهے قانع بوده وقت را خوش میداشت، و با وجود تباین اوضاع و تخالف اطوار اهل روزگار پاس سررشتهٔ آثار و گفتار و کردار خود داشت، خود را بر همه جا برکنار میداشت، اگر چه فطرت بلند تقاضائے آن مینماید که از آلائش مصفا داشته آلودهٔ تعلق نباید بود، علائق و عوائق زن و فرزند در الطف عمر حقیقی بر برسراشته در سلاسل فکر و اندیشه نباید افتاد“

(اعتدال) اما گر“ این معنی بمقتضائے خاطر خامی طبیعت بمحض استعداد میسر نشود، تا موقوف بموقف خاص باشد، شائسته آن است که از طریق اعتدال تجاوز ننمایند، در عین تعلق بوده آخر بے تعلقی باشد، و سررشتهٔ حسن سلوک و معاش نیک را از دست ندهد، و در تسخیر قلوب و انجاح مرام و مقاصد جهانیان و نفع رسانی ارباب روزگار بدل و جید و جهد مرعی دارد، که

قبول تعلق از برائے نفع رسانی دیگران متحقق، نه از برائے حصول هوائے نفس امار

” بعد از آن که بمقتضائے نصیب و قسمت این ذرهٔ بمقدار در محفل خلد آئین، و صحبت بزرگان نامدار شرف بار یافت پیوسته مبالغه نصیحت میکرد که چون بکار آمده هوشیار باش، و این بیت شیخ سعدی علیه الرحمت بر زبان داشت، بیت

که گفتت بمجنون در انداز تن　　　چون انداختی دست و پائے بزن

پیوسته مراتب نیکی و نیکذاتی، و خرد و صواب و امداد و اعانت خلائق، و آئین نشست و برخاست و سلوک پسندیده، و طرز گزیده، و پاس شرائط صحبت بزرگان، و آداب و تواضع و تحمل و بردباری و تامل و فکر و غور در کارها، و تقدیم مراسم صحبت با دوستان، و تمهید قواعد صلح با دشمنان

ونیکی در برابر بدی، و با خوبان خوب، و با بداں خوبتر بودن، و دیگر محسنات و خوبیہا دلالت میلنمود و بعنایتِ الٰہی و توجہ باطن آں قبلہ گاہی ایں رضاجوئی پدر آں موعظ و پند را دستور العمل روزگار ساختہ، ہماں طریقِ سلوک مینماید''

(نصیحت فرزند متعلق اسباق و سیاق) و آں فرزند را نیز می باید کہ پیش ازیں راہ کوشش نماید، کہ ہر دو ہنر فائق گردد، و باایں حال اگر سیاق نویسندگی نیز داشتہ باشد، بہتر و خوبتر خواہد بود چہ منشی سیاق داں کم بہم میرسد، و سیاق داں منشی کمتر میباشد، و اگر در شخصے ایں ہر دو جمیع شود، نادر است و نور علی نور منشی ہماں است کہ راز دار باشد، و نویسندہ ہماں بہتر[۵]" الخ

اورنگ زیب برہمن کا قدر دان تھا

دشمن اُشُستِ نفسِ سرکش تو ورنہ کلیں گاہ گرد کاہش تو

اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک بڑا ظالم سنگدل انسان سچے انسان کے آگے موم ہو جاتا ہے، اور جس طرح قہری شیر اپنے محافظ کے آگے دم ہلاتا ہے ٹھیک اسی طرح خونخوار انسان، قابل انسان کا خادم ہو جاتا ہے، اورنگ زیب کو دُنیا کی تاریخیں متعصب و بدنام مشہور کرنے کے لئے کھلی پڑی ہیں، مگر جب سائے رایان کے طرزِ زندگی اور سلوک پا اورنگ زیب پر نظر کیجاتی ہے، تو جو خیالات اورنگ زیب کی نسبت عام طور پر ذہن نشین کئے جاتے ہیں، اُن میں کمی واقعہ ہو جاتی ہے، اور اب ہمیں ایسا کرنا بھی چاہئے، حضرت بسمل کرانوی تحریر فرماتے ہیں کہ :-

برہمن اورنگ زیب عالمگیر کے نام حسب ذیل رقعہ لکھتے ہیں :-

"آنا دریں زماں سعادت نشاں کہ رونق در رواج متاع گراں بہائے فضل و کمال و گرمی بازار اہل ہنر و استعداد و است، بے سابقہ معرفت محض نسبت معنوی آں قدر

[۵] اگر یہ خط مکمل ملاحظہ کرنا ہو تو ملاحظہ ہو چہار چمن

ملطف و شفقت و عاطفت و رافت و مہربانی و قدردانی از آں عزیز العصر والدوران مشاہدہ نمود کہ ہم پیشینیاں را بیاد آورد، وہم فراموش ساخت،

بسمل یتیجہ نکالتے ہیں کہ اورنگ زیب آپ کے اعلیٰ قدر دانوں میں سے تھا، الفاظ ذیل کے ذریعہ یہ رُباعی اورنگ زیب عالمگیر کو لکھی :-

رُباعی مقبول طبع بلند مشکل پسند حضرت ظلِ الٰہی قابل خاں عالمگیر شاہی

من آدم عجم کہ برگلہا پریدم ہوائے گرم تا بُستاں ندیدم
چو سبزہ لب بہ شبنم برنشستم چو گل بر چشمہائے سرد رستم

حضرت بسمل کرالوی کا خیال ایک صداقت پر مبنی ہے، جس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا، اس "انتخاب" اور رائے رایان کے دیگر واقعاتِ زندگی عہدِ اورنگ زیب سے یہ تحقیق ہے کہ واقعی[1] اورنگ زیب اِن کا قدر دان تھا، اور اس کا تمام درباران کا مہربان

شیخ عبد الحق محدث سے صحبتِ مقدس

برہمن نے اپنی سرکاری زندگی میں ہندوستان کے طول و عرض میں جہاں جہاں سفر کیا، ہمیشہ فاضلوں اور خدارسیدہ بزرگوں سے ملنے کا خیال رکھا چنانچہ آپ نے شیخ عبد الحق محدث دہلوی کی ملاقات کا حال اپنے بھائی پنڈت ادے بھان کو ان الفاظ میں لکھا ہے :-

"روزِ دیگر کہ دریں بلدہ (دہلی) مقام واقع شد فضائل و کمالات مرتبت شیخ عبد الحق و حقائق و معارف منزلت شیخ نور الحق کہ از فضلائے روزگار و علمائے والا مقدار اند، و از نظم و نثر تصنیفات حقیقت آئین دارند از روئے مناسبِ ذاتی بصحبتِ علامۃ العصر والدوران رسیدہ صحبتِ رنگین داشتند"

---

[1] آپ کا استعفیٰ اس کا شاہد ہے، اور آپ کے والد بزرگوار کے انتقال پر جو تسلی و تشفی زبانی دی تھی وہ بھی اس خیال کی تائید میں ہے،

رائے رایان کے والدِ بزرگوار کے انتقال پر اورنگ زیب کی تعزیت و عنایت

پدر چوں سایہ افگن بر سرم بود
شراب بے غمی در ساغرم بود
برہمن

رائے رایان کے بھائی پنڈت رائے بھان تعلیم و تعلم سے فراغت پاتے ہی دنیا سے پہلے ہی الگ ہو چکے تھے، پنڈت اودے بھان شاہی ملازمت میں داخل ہو کر اور حالات دیکھ کر استعفیٰ دے بیٹھے تھے گھر کا کاروبار والدِ بزرگوار دھرم داس اور دوسرے بھائی کے سپرد تھا، آگرہ و لاہور اور دیگر مقامات کی جائداد کا سب ہی انتظام فرماتے تھے، اب انہیں سلطنت کے موجودہ انتظام کی پریشانیوں کے بعد، اپنے والدِ بزرگوار کی دائمی مفارقت کا صدمہ نصیب ہوا، شروع مصیبت میں مصیبتوں کا آغاز ہو جاتا ہے چنانچہ یہ صدمہ ایسا جانکاہ تھا، کہ باوجود وارستگی اور معاملہ فہمی و وجود دنیا سے بے بود ہو کر بھی برداشت نہ کر سکے،

رائے رایان اس صدمہ کو "آفاتِ خزانِ روزگار" لکھ کر اپنے تاریخی نکات کا اشارہ فرماتے ہیں، آپ نے اس حادثہ کی اطلاع اپنے ہمدرد و غمگسار بھائی کو جن الفاظ میں دی ہے، وہ پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہے، والدِ بزرگوار کی تعظیم میں "خداوند صورت و معنی" کے الفاظ "اورنگ زیبا" کی تلقین و تادیب کے لئے درج کئے گئے ہیں اب مرثیہ روح فرسا ملاحظہ ہو:

"توفیقِ صبر بر مکارہ نصیب باد، چوں در کارخانۂ تکوین کون و فساد ہر چہ وارد می شود از خانۂ حکمتِ بالغہ بیروں نیست، دستِ او بر آں گذاشتن از عدمِ آگاہی است، دریں صورت آنچہ بوقوع آمدہ خواہ مرغوبِ طبع باشد، خواہ مکروہ، بتغافلِ انداں باید گذشت احوالِ برادر بخیر محجور نیست کہ دریں ایامِ بہار کہ گلشنِ طبع سیراب و خاطر شاداب بود از آفاتِ خزانِ روزگار در مضافاتِ اکبرآباد در قصبہ چو نسیم درد آلود، بمشامِ ایں مستہام رسیدہ کاروانِ درد و اندوہ از ملکِ ناکامی بشہرستانِ خاطرِ حزیں و دلِ غمگیں بارِ اقامت کشاد یعنی صدائے غم افزائے سانحۂ ناگزیر خداوند صورت و معنی والد بزرگ پنبہ از گوشِ غفلت بر آورد، از غایتِ حیرت چوں نقشِ دیوار ماندہ باوجود

سوا اللہ نہی ہے تا بانہ در عالم وسواد دیار جنون افتادہ، چوں دست بجائی نیافت، بگریبان زد و مشق ورد سر در بجوش در داد مائیم دیدہ، چوں ایں غیبان بانہ از گریہ گرم، سینہ را باخراش کردن ہنگامہ ہر تر بصد زبان خاموش، از نیابت حیرت سخن برلب فراموش، لیکن از آنجا کہ سرشتہ رضا بقضا سپردن و خود را درمیان نیاوردن آئین ارباب تسلیم است، تلخی ایں مصیبت جانکاہ از تصور آں چوں سیاہی قلم از دیدہ چکیدہ، بشربت صبر گوارا ساخت"

"چوں ایں معنی معروض حضور ظل اللہ آئین گشت، بادشاہ رحیم الطبع کریم، در بیان خلیفہ جہان خورشید عالمیان از دست ذرہ پروری و بندہ نوازی ایں ذرہ بے مقدار و مور ضعیف را در بارگاہ سلیمانی بعنایت خلعت سرفرازی نوازش بخشیدند، و بیک حرف عنایت آمیز خاطر حزین را تسکین گردانیدند، ہرگاہ ایں چنیں بادشاہ دوام، کاہی ایں معاملہ خود را بوادی تسلیم و رضا بردہ باشد، آں برادر معاملہ داں کہ آشنائے رتبہ حقیقت و دانائی رموز دان دقائق عن الاولی، بہ تحقیق کہ بطریق اولی تعزیت و حزن پاسے، در دامن شکیبا پیچیدہ، رضا بقضا دادہ باشند"

غالب رایان کی گلشن طبع جو ان پہلے سیری و شادابی سے گل رنگ لگاتا تھی اب آتشیں پے در پے صدمات سے نوخیز ترنم و مرثیہ خوانی غم لکھنے کے لئے وقف کردی۔ اپنے والد بزرگوار کا مرثیہ لکھتے ہیں، دیکھو اہل بصیرت دنیا کو نہ پہنچا ہی آسکے

بگرداند شمع روزگار چہ گوید و چہ نوشتہ بدچہ تو انگشت، سنگ قفز کہ بر شیشہ جمعیت وقت افتاد کہ خواب غفلت کاہی از حقائق بار رہیدہ، جز ع بمقام اصلی بود

ابیات

پدر چوں سایہ افگن بر سر بود شراب بے غمی در ساغر بود

چو بر سر سایہ آں نخل کشیدہ است فلک در زیر پایے من خمیدہ است

دلم زیں پیش در دانش علم بود کہ گر غم آمدی آں دور از غم بود

کنوں زانکہ ایں غم در دلِ اثر کرد — کہ غم‌ہائے کہن را تازہ‌تر کرد

چون فلک ہرزہ گرد ایں ستم حوادث بسیار بخیال دارد دگر ازاں بے دریغ دانستہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است،

بیت

کجا است محرم رازے کہ عقدہ بکشاید — کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

امید کہ جمعیتِ باطن نصیب شود، تا گذاشتہ را گذشتہ و آئندہ را گذشتہ تر از گذشتہ دانستہ خدا شناسئے حالِ خود باشد۔

زیارتِ کعبہ کی تمنا

شاہجہانی دورِ سلطنت کی مصروفیات کچھ اور تھیں مگر اورنگ زیبی اور عہدِ جہانگیری کی اور، انسان وہی تھے مگر ان کے دل اور دماغ، شغل اور آپ کی طبیعت نے جن اشغال میں نشو و نما پائی تھی اب ان کے خلاف ہماہمی کا دور تھا جس سے انہیں فطری نفور تھا، اب ان رسوخ یافتہ درباریوں سے پالا پڑتا تھا کہ جو شاہجہانی عہدِ حکومت میں دولت سے دور رکھے گئے تھے، اور جو سلطنت سے دور رکھے گئے تھے، یا یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاہجہانی عہد کو نہ شعوری تھا، اور یہ عہد برائے نام مذہبی گو آپ کی طبیعت میں پارسائی تھی مگر وہ اورنگ زیبی پارسائی نہ تھی، اس لئے ایسے ہیچ کی شب و روز کی صحبت سے ہاں روح کشی کیونکہ مصرع

روح را صحبتِ ناجنس عذابیست الیم

اب انہیں وہ علمی مصروفیت بھی نہ رہی تھی، نہ اس کا کوئی قدردان باقی رکھا گیا تھا، مشاغلِ علمی اور شعر و شاعری کا قافیہ تنگ کیا گیا تھا، اور وہ بھی تھکا اب وہ ان شاہی سفروں میں شاہ کے ہم رکاب رہنے لگے، جو ہندیوں کے روضۂ منورہ مقدسہ تھے، چنانچہ کشمیر کا سفر اسی مقصد کی تکمیل تھی، چونکہ ترکِ ملازمت کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا اس لئے اب ظاہری و باطنی طور پر ادھر ہی متوجہ ہو گئے، اور اپنی عقیدت کا کھلا اظہار ہونے لگا، اس زیارت کی عبادت

ملاحظہ ہوا۔

"بعونِ عنایتِ ایزدی کارسانیِ طے مراحلِ مذکورہ در ظلِ چتر آسمان قبۂ ظلِ سبحانی رسید، اولاً تماشا گل چھتر کہ از معابدِ مشہورہ قدیم روزگار است، در سوالفِ ایام برہمنانِ مرتاض و اربابِ تقویٰ و طہارت درین سرزمینِ خجستہ آئین عمرہا سے دراز بعبادت و ریاضت بسر بردہ اند، وجائے دلفریب و دلنشین و دلپذیر است، و محلِ نزولِ دردمندان و آزادان و درویشان و گوشہ نشینان است"

(اورنگ زیبی) دربارِ سلیمانی کو اس مردِ ضعیف کا استعفیٰ

ترا ز گردشِ گردونِ ہرزہ گرد چہ باک
اگر بکشورِ دل آرمیدہ بنشینی
برہمن

انقلابِ سلطنتِ شاہجہان کی قید، شاہی خاندان کی ہلاکت، دارا کی مقتولی، حالاتِ گرد و پیش کی ناموزونی، خدماتِ غیر محبوبہ کی افزونی، والدِ بزرگوار کی جدائی، سفارتِ اودے پور کی ناموری ایک صوفی مشرب، عالمِ باعمل کے لئے ضربِ کاری ہے، دنیائے دوں سے بیزاری کی،

رائے رایان کے حقِ نمک کا تقاضا تھا، اور پختہ ارادہ تھا، کہ تا زیست اس کشورِ ہندوستان کی حکومت کی خدمات بجا لاویں، مگر جب انہوں نے دیکھا کہ وہ کسی طرح بھی قوت و قدرتِ دربار برداشت نہیں کر سکتے، تو دلِ غمخوار در ہوا خواہی سے بیزار ہو گیا، سالہا سال دیوانِ خاص اور دیوانِ عام میں بحیثیت شاہجہانی وزارتِ عظمیٰ اورنگ زیبی صدارتِ گرامی کشورِ ہندوستان کے فرائض دیانت داری، بے غرضی، معاملہ فہمی، اور صداقت و جاں نثاری سے انجام دیئے، اور بنا بریں، قضا تا تیر نکلنے کے بعد اب پھر دربار کو آخری سلام کہنے کا موقعہ آیا، اور اس وقت جبکہ اورنگ زیب اور اُس کا دربار آپ کا دلدادہ تھا، آپ نے قلم اٹھا کر استعفیٰ لکھا اور ایامِ رخصت ہی میں پیش کر دیا، تاریخی نکتۂ نظر سے یہ استعفیٰ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، جس کا ہر لفظ اور ہر فقرہ معنی خیز ہے، لہٰذا نقل کی نقل کی جاتی ہے، کہ یہ بھی برہمن کی غیور طبیعت اور اعلیٰ دل و دماغ کا ایک کارنامہ ہے۔

"التماس[۵] کہ از نظر کیمیا اثر حضرتِ خلیفۂ زماں بادشاہِ عالمگیر گذشتہ

شدیم پیر بعصیاں و چشم آں داریم — کہ جرمِ ما بجوانانِ پارسا بخشند

ارادہ ایں مورِ ضعیف آں بود کہ در بارگاہِ سلیمانی کہ مرجع فرمانروایانِ ہفت کشور است، کمرِ خدمت بوسیلہ دوام حضور سعادتِ ابدی حاصل نماید، لیکن از آنجا کہ ایامِ جوانی کہ خلاصۂ اوقاتِ زندگانی است، در خدمت ایں دودمانِ خلافت نشان بسر آمد، ہنگامِ شباب بہ شیب رسید، و آں حالے در حواسِ خمسہ نماندہ، و قوت و قدرت در بارِ فلک آثار رفتہ رفتہ کمتر یافت، لہٰذا استعفائے خدمت حضور پُر نور نمودہ، بجائے روبی روضۂ منورہ مقدسہ کہ درمیاں اول و آخرت واقع شدہ، کسبِ سعادت جاوید میکند، بجذبائے کہ مامور است، از روئے دیانت دسبے غرضی و معاملہ فہمی و نفس الامری کہ سالہاء دیوان خانۂ اعلیٰ متعلقِ آں نمودہ، سرگرم مے باشد، و بر سوخ عقیدت و صفائی طویت و اخلاص درست، بدعاء از دیادِ عمر و دولت ابد پیوند، کہ بر وضیع و شریف لازم اہم و واجب است، اشتغالی میدارد، اگرچہ حقیقتِ حال ہر یک بر ضمیر انور کہ آئینہ جہاں نما عبارت از آنست پیدا و آشکارا است، لیکن بسبب ظاہر اکثر بندہائے سرکار فیض آثار شاہد حسنِ اعتقاد و اخلاص ایں **برہمن** گوشہ گیر اند"

ترکِ ملازمت تاجِ مغلیہ کے بعد

زمانہ کاردانی دیوانِ مغلیہ آپ کو نہ فقط ہندوستان کے ہر شہر دیکھنے کا اتفاق ہوا، بلکہ کابل و ایران تک سفر کیا، جب دنیائے دُوں سے بیزاری ہوئی، تو آپ نے اپنے مستقل قیام کے لئے ہندوستان بھر کے جملہ مشہور نزدیک و دور متبرک و مقدس تیرتھوں کی یاترا فرمائی، چنانچہ اپنے محرمِ راز خانِ والاشان **داود خان** کو ایک خط میں لکھتے ہیں :-

"ارادۂ خاطرِ مشتاق آنست کہ بعزمِ زیارت **بنارس و گیا** بآں سرزمین دل کشا رسیدہ، دیدۂ امید رسیدہ را بہ دیدارِ فیض آثار منور سازد"

۵ - التماس یعنی درخواست "رشیدی" خواستن ذر منتخب و باصطلاح اہلِ علم عربی سوال مساوی و در فارسی سوالِ ادنیٰ - بحیاث اللغات

برہمن کی دنیا سے کنارہ کشی اور سنیاس آشرم میں دم شماری

آفات بروزگار بسیار | وقت است کہ برکنارہ سازم

گو برہمن کی عمر انہیں گرہستہ آشرم چھوڑ کر بان "پرستھ" اور سنیاس آشرم لینے پر ہدایت و تلقین نہ کرتی تھی مگر واقعات متذکرہ نے انہیں مجبور کر دیا کہ قومی آئین کی تابعداری کرتے ہوئے، اس نالائق دنیا سے جلد کنارہ کش ہو جائیں۔ دارا کی نسل، لواحقین، متعلقین، ملازمین اور ہم مشرب تلاش کرنے جا کر سب تیغ کر دیئے گئے تھے، یا انہیں پوست پلا پلا کر ہلاک کر دیا گیا تھا، یا کسی نہ کسی بہانہ سے انہیں دربار سے دُور پھینک دیا گیا تھا، یا وہ مجمع مکرام میں شامل ہو گئے تھے، مگر اس لاکھوں کے مجمع میں ایک برہمن ہی ایسے تھے، جو محفوظ تھے۔ اُن کی حفاظت کے سامان اُن کا وہ صلح کل مسلک، علمی فضیلت، پاک چلن، اور بے شر طبیعت تھی کہ جو انہیں اس عہد کی مخصوص بغاوت سے محفوظ و مصئون رکھنے میں کامیاب ہوگئی۔ وہ راج دربار تیاگ اپنے پرایوں سے منہ موڑ، کاشی جی پہنچ گئے، منی کرن گھاٹ کے کنارے ایک جھونپڑی کی کٹیا بنائی اور اس میں اپنی زندگی کے گھڑیاں حق بندگی میں صرف کرتے نظر آئے، صاحب مجمع النفائس لکھتے ہیں:-

"دور شکوہ کے قتل کے بعد برہمن تارک الدنیا ہو کر بنارس چلے گئے اور وہاں یاد خدا میں مشغول ہو گئے"

حضرت حسرت موہانی واقعات کا عجیب گنجلک بیان لکھتے ہیں کیونکہ وہ ایسے اختصار کا قلم اٹھاتے ہیں کہ جو واقعات کا نام و نشان مٹا دیتا ہے۔ ذرا اس کی حرکت ملاحظہ فرمایئے:-

"آخر عمر میں نوکری سے استعفیٰ دے کر شہر بنارس میں سکونت اختیار کی اور موافق رسم و راہ اہل ہنود ریاضات اور عبادات میں مصروف ہو گئے"

اگر ہم حسرت کی تحریر کے پیدا کردہ تین سوالات کا جواب جناب حسرت سے نہ مانگیں گے تو حسرت باقی رہ جائے گی، اور ان کی تحریر ناقص بھی۔

(الف) :- وہ کیا نوکری تھی؟ آیا روٹی کمانے کی یا پالی پلانے کی۔ استعفیٰ کی کیا وجہ تھی؟

ب :- سکونت کے لئے بنارس کیوں انتخاب کیا گیا؟

ج :- موافق رسم اہل ہنود کی طوالت کی کیا ضرورت تھی؟

میرزا سلطان احمد صاحب تو اُن کے نام کی سرخی جماکر واقعات "کجا بود مرکب کجا تاختم" پرختم کر رہے ہیں، منشی محمد سعید احمد صاحب بھی اِس معاملہ میں اُن کے بھائی نکلے، دراصل یہ نقل نویس مورخوں کی کوتاہی ہے کہ جنہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لے کر فارسی تحریروں کا ترجمہ کر دیا،

بوقت ترکِ ملازمت آپ کی عمر چالیس سال سے تجاوز کر چکی تھی

شنیدہ ام لطیفہ خدا وندار دنیا دل
علاج درد دلم تو نہ شد پس از چہل سال

سعدی کا مشہور شعر ہے ؎

چہل سال عمر عزیزت گذشت
مزاج تو از حال طفلی نہ گشت

محققانِ فنِ تاریخ نے اِس سے یہ نکتہ پیدا کیا کہ شیخ سعدی نے جب گلستان کا باغ سجایا تو اُس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی تھی، کون کہہ سکتا ہے کہ یہ خیال صداقت پر مبنی نہیں، اسی طرح خاقانی پتہ دیتے ہیں ؎

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی
کہ دُنیا سر بسر ہیچ است اندوہست و پشیمانی

اِسی فلسفہ کی بنا پر ہم فیصلہ کرتے ہیں، کہ جب رائے رایان نے مغلیہ وزارت کو خیرباد کہا، اور ترکِ دنیا کے بعد سنیاس آشرم کی بادشاہت سنبھالی، اس وقت آپ کی عمر چالیس سال سے قدرے تجاوز کر چکی تھی،

مدتِ ملازمت سلطنت مغلیہ

ان مختصر و نامکمل واقعات و حالات دریافت شدہ کے اعتبار یہ پتہ لگایا جانا ناممکن ہے کہ برہمن نے مغلیہ دربار کی کس سنہ و سال سے خدمت شروع کی، اور کب چھوڑ دی، کیا کیا خدمات انجام دیں، اور کہاں کہاں

رہے، مگر ان کی تحریراتِ متفرق سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ آغازِ جوانی سے بڑھاپے تک خدماتِ دربار مغلیہ انجام دیتے رہے آپ کے چہار چمن میں ایک رقعہ بنام عمدۃ الامیران رکن الدولت موتمن الخلافت وزیر خان کے نام ہے آپ اس میں لکھتے ہیں:- "عرض نیاز و دعائے بے ریائے دعاگوئے سی ساله بدرجہ سامی قبول باد" اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے یہ خط اس وقت ان کو لکھا کہ جب آپ خدماتِ دربار ۳۰ سال کے قریب انجام دے چکے تھے،

اورنگ زیب کے دربارِ دنیوی کو الوداع
اور
کاشی جی میں دیوانِ روحانی کا انعقاد

ما برہمن نظیرِ گلِ تازہ بستہ ایم
بیہودہ سیرِ گلشنِ عالم نمے کنیم

دورانِ قیام دہلی (اندرپرست) سلطنت بھر کے کاروبار آپ کے دربار سے تعلق رکھتے تھے،

اس غرض ایک پر ایک ٹوٹا پڑتا تھا، ہوسی، ہواخواہ دم لینے کی مہلت نہ دیتے تھے، درباری قطع تعلق کے ساتھ ان خودغرض مصنوعی درباریوں کا بھی خاتمہ ہوگیا، یہ زمانہ علیحدگی ہندوستان میں خصوصیت سے سوہانِ روح ہے، کیونکہ جنسِ وفا اہلِ اغراض کے ہاتھوں خودغرضی کی آگ میں جھلائی جا چکی تھی،

رائے رایان کاروبارِ مفوضہ سے سبکدوش ہوکر اورنگ زیبی دربار سے قطع تعلق قطعی کر بیٹھے، اور دو ہفتہ کے بعد کاشی جی میں منی کرن گھاٹ پر بیٹھے نظر آئے، دہلی کا ٹھاٹھ فانی تھا، اور چراغِ سلطنتِ مغلیہ کی صبح، مگر وہ گھاٹ حقیقتاً اِندرپوری کا ٹھاٹھ تھا کہ جہاں سادھو، سنیاسی، جوگیشور ازبسا متاعِ دنیوی و دولت چھوڑ کر دولتِ عقبیٰ حالتِ تجردی و دینی سے خوشحال، اور سرورِ ابدی سے سرشار ہو رہے تھے، دنیوی رنج و راحت، اغراض و ضروریات، خداطلبوں کے دیوانوں میں کہاں، وہاں وہ طلش تھے، کہ جن کے لئے دنیا بے قرار ہے، بادشاہ بھی جن کا طلب گار ہے، اور رائے رایان کی روح کے لئے تو یہ خدا دلپذیر تھی،

رائے صاحب اِس جہتی دنیا میں اپنے سیٹھ عش سے کیلاش کے لطف لے رہے تھے۔

ملاحظہ ۔ آپ شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں اعلیٰ خدمات انجام دیتے ہوئے بھی آزاد و تارک الدنیا تھے۔ مختلف بزرگوں سے بہت ذوق سے ملتے تھے۔ جہاں جہاں سفر کیا گرد و نواح کا کاؤں کاؤں درویش اور خدا رسیدہ بزرگ ایسا نہ تھا کہ جس سے آپ نے ملاقات نہ کی ہو۔ ان ملاقاتوں کے تذکرے اپنے بھائی اودے بھان کو ضرور سنا تے تھے۔ اور ان ہی کے توسل سے ہمیں مع تفصیل بڑی ہستیوں کے مرشد کے سفر میں پہنچ رہے ہیں۔ ۔ ایں نیاز مند اکثر بجو شنکدا یہ شہر آوردہ تماشائے صنعت الٰہی می نمود۔ دریں قصبہ دیال نام درویشی آزادہ ممتاز حال [illegible] مجذوب مرحوم خلائق بود و تعصب او درجہ کمال است۔ یہ وہی بزرگ تھے کہ جنہوں نے سر سید کے اس حصہ کو تباہی سے بچایا کہ جہانگیر کے توپ کی آواز پہنچی [illegible]۔ یہ ذریعہ اپنی عظمت جلال کا پتہ دیتا ہے۔ اور ذرائع کرامت با خود در خلوت مریدے ارادہ کرد ترکِ تعلق نمودہ آزادی و شگفتگی تمام المل نقیر سپرد۔ فقیر با تفاق [illegible] ایں محبّتی کہ طالب و نشان است [illegible] آں بزرگان رسید۔ صحبت داشتہ خود ہمی بابت لکھتے ہیں ۔ ۔ دو آشکار حالی ایں نیاز مند شگفتہ بالِ ازمراتب دنیا گرتا رک آزادی بجز ربع الکلّ سے شود کمال بود کہ اگر حرف از مراتب دنیا بہار گوش میرسد طبع را از دلِ آں متنفر سے یافت ۔ اجمیر کے سفر کے حالات میں نگارش فرماتے ہیں ۔ ۔ در خطۂ ملتان جمعی از ارباب تجرد و وطن گزیدہ آزادی بکار از نند از اں جملہ شیخ جنگلی نام عزیز یست کہ بر قلّہ کوہ مرتفعی جا گرفتہ آزادانہ و بے تکلفانہ میگذارند وا فتابے کم عرفانی ست ۔ با شاہ رہا د اسے مطلب یکند دیگر شیخ سنا نام کہ صدق و سلوک است۔ و ملاقات تمام ادب تمام البہ رسید بود۔ اجتنبی باتمام بیگ۔ محمود مراد عزیزانند کہ ترکِ تعلق نمودہ دریں نظیر گوشہ گزیں شدہ اند۔ صحبت بزرگانِ اصطلاح الفقرا و الا سے ہیں ۔ ۔ اینجا کار بعمل است نہ بعلم ہر چند علم حاصل شدہ باشد اما تا عمل نباید ناقص باشد ۔ الہٰا چیز کہ بفہم آں پے بردہ شود اما اما معنی نیاید ناقص باشد ۔ الہٰا چیز کہ بفہم آں پے بردہ شود اما استغنا منتہ برجا دۂ آں ازمی لات است۔ و ایشاں بمعنی بدرِ اوصحبت ربا بے حال میسر شد و از بی رباب طلب ہم صحبت بود اندا ہم پیا بقہ اند از صحبت یافتہ اند۔ ٹھاکر کے مشہور درویش سے آگاہ فرماتے ہیں ۔ ۔ شیخ کہ دریں قصبہ عشرت سمر با آزاد ۔ ہی وضع کلی مشہور است ملا تسبیحی نقاشیری است کہ با وجود فضیلت ع البیت با آزادی تمام مشغول ارند۔ مولی صادق نہاد و آزاد قلندر مشرب ست۔ دہلی کی ایسی ملاقاتوں سے حالات بھی اپنی اس تجسس کا پتہ دیتے ہیں ۔ ۔ خواجہ وردنام عزیز ہست از اولادِ ایں شہر و در خانقاہ بسر می برد کہ آثار آزادی و بے تکلفی از ناصیہ حالی او پیدا است۔ گیارہ کی تلاش کا نتیجہ ملاحظہ ہو ۔ ۔ دریں قصبہ ملا عبد الخالق و ملا امداد و برادر حقیقی کہ باوجود نسبت اخوند نسبت فرقی مشہور اند یکساں آزادی و بے تعلقی پر نفس تجرد بسر می برند۔ سیالکوٹ میں بزرگوں سے ملاقات کے واقعات لکھتے ہیں ۔ ۔ ہمیں قصبہ عزیز یست کہ در ہر صفت تکیہ اوائل شہر تبدیل شیخ ولی الحق ہمسا لہا است کہ دریں مکان اسودہ اند ہر یک با ہم صحبت بہ دام و بیر قلندر کہ قبل از ایں ایشاں تعلق در یر داشت و الحال کلاہ تجرد بر سر دارد ترکِ تعلق نمودہ دریں قصبہ بسر مے برد ۔ ۔ ۔

خوش باشیٔ بنارس اور بادِ اورنگ زیب

"برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلباں دو چلّہ ہا کند در گوشہ خمول گُم"

برہمن کی کاشی جی کی بزمِ روحانی اورنگ زیبی دربارِ سلیمانی کو ہر طرح شکست دے چکی تھی "ترکِ مدعا" جس کا تمام عمر آپ ورد رہا آپ کا زرّیں حال تھا ایسے عالم و فاضل شخص کی بزمِ روحانی ایسے تیرہ تخیّر پر قائم کرنا ایک دُنیا کی فلاح کا موجب تھا چونکہ یہ خدا ستائی رعونت تھی اس لئے خود دکھاتے اور سب تکلفاتِ خلق خدا کو تقسیم کر کے لطف اُٹھاتے رہتے۔

اس پر بھی جب کبھی آپ دربارِ اورنگ زیبی کا دھیان کرتے تھے جو مناسب سمجھے تھے بے تردد لکھ دیتے تھے اورنگ زیب اور اُس کے دربار کو مخاطب کر کے نامہ و پیام ناصحانہ رکھتے تھے "منشآت برہمن" میں ایسے بہت سے خطوط ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی درباروں کے نالائق رسم و رواج کے موافق آپ کے چلے آنے کے بعد آپ کے بھائیوں عزیزوں اور دوستوں سے اچھا سلوک نہیں کیا گیا اسی ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں :-

"دریں ایام کہ فقیر گوشہ گزینی اختیار نمودہ از جہت آنست کہ برادران و خویشان ہمیں حال دارند"

ایام گوشہ گزینی میں مستحقوں کی شاہی دربار میں سفارشیں

راجۂ رایان بنارس کے قیام سے قبل اور ملازمت سے استعفیٰ دینے کے بعد اپنی مستقل رہائش کے لئے نئے بزرگوں کی یاترا کرتے پھرتے تھے اور اس سفر میں بہت سے اہلِ غرض آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کہ دربارِ شاہی میں سفارش کر کے نوکر کرا دیں۔ چونکہ یہ دربارِ شاہی سے باعزّت علیحدہ ہوئے تھے اس لئے اپنی راستی و درستیٔ طبع کے بھروسہ پر بے تکلف سفارشات فرماتے رہتے تھے جو منظور و مقبول ہوتی تھیں۔

ایک خط میں جو نواب سعد اللہ خان وزیرِ اعظم کو بصورتِ منظوم کی سفارش میں لکھا گیا ہے اس طرح اپنا زور دیتے ہیں :-

---

سلطنت — منشآتِ برہمن کے مخاطب باسمی ذوالفقار خان، جعفر خان، اسلام خان، ملتفت خان، اکرام خان، محمد امین خان، وزیر خان، نواب سعد اللہ خان وغیرہ اور زلالِ غلام ولد اسد اللہ ... بہت سے ... کی گئی ہے قابلِ توجہ ہیں "بہار رشنامی"

روز ہا در خدمتِ سامی بشب رسانیدہ، و شبہا را بروز آوردہ . . . یقین میداند کہ ہرگاہ نواب نامدار نام آور زمانِ قدردانِ مہربان جامعہ مجموعہ خوبی ہائے ظاہر و باطن قران السعدین واقعہ شدہ صحبتِ روحانی منعقد مے شدہ باشد، یادِ این ذرۂ بیمقدار کہ یک لحظہ از خدمتِ شریف جدائی نمی بود، کمے فرمودہ باشند۔ فقیر از خاطرِ محو منسی و فراموش شدنی نیست، در ہر صحبت و معرکہ و ہر مکان و مقام فقیر را در نظر کیمیا اثر داشتہ، محرومی از سعادتِ بندگی، درگاہِ جہاں پناہ محض بواسطۂ عدم شباب دارد کہ قوتِ تردد و بار فلک آثار در خود کمتری یابد، و در گوشہ کہ میان دنیا و آخرت واقعہ شدہ، بجد شے کہ مامور است، از روئے بے غرضی قیام مے نماید۔" (نکتہ دان نکتہ چیں!)

فقیر رائے رایان کی دعائیں

از برہمن مخزادہ کارگرد کہ از چشمِ دعا سے آید
نامدار خان نواب نے برہمن کو حالتِ گوشہ گزینی میں یاد کیا۔ آپ بہت سے پچھلے علمی تجربے یاد کرنے کے بعد دعا دیتے ہیں:-

آئین ہا امنیت و نذر لیو ملک تعویذ لیست، از دستِ برہمنانِ صافی نہاد، درستِ اعتقاد بجہتِ حصولِ صحتِ کامل، و شفائے عاجل و امنیت از برائے دفعِ ملالِ ظاہر و باطن، دعائے سحری برائے صافی و بدرقۂ این خاک نشینان از بیتِ عظیم" انشاء اللہ تعالیٰ مواد جمعیت و امنیت فراہم آمدہ باعثِ افتتاحِ ابوابِ سعادت خواہد شد۔"

وفات

شاد آں کسے کہ نوبتِ خود را تمام کرد زاں پیشتر کہ بادہ و مینا تمام شد

ہم حیران ہیں کہ اس زندہ شخصیت کے وفات کے حالات لکھنے کے لئے کیوں تیار ہوئے، مگر ہماری ضمیر ہم سے کہتی ہے، کہ لکھو اور ضرور لکھو کہ اس میں بھی ایک نکتہ ہے،

برہمن نے کاشی جی ہی میں اپنی روح "قالبِ عنصری" سے جدا کی۔ لکھا ہے کہ جب وہ اپنا تمام کام تمام کر چکے "اپنی زندگی تمام کرنے کی ٹھہرائی" پوتھیاں چیلوں کے سپرد کئے، اور صبح ہی اشنان کے لئے پاک دریا کی طرف بڑھے، چند قدم جل میں چل کر پدم آسن لگایا، اور کشتیِ عمر کو لہروں کے سپرد کیا۔ چیلے دو پہر تک انتظار کرتے رہے، مگر دم دالپین کی طرح اس انتظار

کا اُس وقت خاتمہ ہو گیا، جب دریا کے کنارے یہ پرچہ لکھا ہوا پایا کہ "ہم جاتے ہیں تم بھی جاؤ اور دیوان و کلام کی نقلیں کرا کر اُن اصحاب میں تقسیم کر دو، جو میری عزیمت کے خواہاں ہیں"

بعض بدباطن مورخ برہمن کی کمزوریٔ طبیعت کے ثبوت میں لکھتے ہیں، کہ "آخری زمانۂ قیامِ بنارس میں دیوانہ ہو گئے تھے" کہ سلطنت کی سزا سے بوجہ تعلقاتِ دارا محفوظ رہیں، یہ سراسر اتہام ہے، برہمن نے ایسی طبیعت ہی نہ پائی تھی، پس یہ دیوانگی محض ترکِ تعلقاتِ دنیوی کی وجہ سے مشہور ہوئی ہوگی، جب اُن کا کسی سے سروکار نہ رہا، تو دنیا والوں نے دیوانہ سمجھا، اور سچ تو یہ ہے کہ جس کا دارا جیسا قدردان ظلم کی موت مارا جائے، اُس کے دیوانہ ہونے میں شبہ ہی کیا ہے، اس سے تو یہ پایا جاتا ہے، کہ برہمن کے رگ و ریشہ میں خونِ صالح جوش مار رہا تھا" وہ اورنگ زیب کی حکومت سے کیونکر تعلقات رکھ سکتا تھا، خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

با ما نساخت قاعدۂ عقل و دین
فارغ شدیم با دلِ دیوانہ ساختیم

تاریخ و سالِ وفات

تمام تذکروں میں تاریخِ وفات ۱۰۷۳ھ درج کی گئی ہے، یہ ظاہر ہے کہ یہ اندراج اُن کی کسی تحریر کی بنا پر نہیں، مگر جس نے شروع میں تاریخِ وفات لکھی تھی سمجھ کر لکھی، واقعاتِ دربار کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ تاریخ صحیح معلوم ہوتی ہے، البتہ بعض میں ۱۰۶۸ھ غلط درج کی گئی ہے، کیونکہ یہ قتلِ دارا شکوہ کے بعد کہ جو اگست ۱۶۵۹ء کو واقع ہوا، عرصہ تک زندہ رہے،

باغ چند بھان

انہوں نے اپنے ایامِ امارت میں بمقام اکبرآباد ایک وسیع تالاب اور ایک خوشنما باغ تیار کرایا تھا، باغ کے اندر اپنی کچہری کے واسطے بہت نفیس عمارت بھی تعمیر کرائی تھی، افسوس ہے کہ گردش کی دیگر صدہا عمارات کی طرح یہ تالاب اور عمارت بھی تقریباً ناپید اور مفقود ہو گئی، صرف باغ اور عمارت کا نفیس اور خوشنما سنگِ سرخ کا دروازہ اپنے بانی کی عظمت کی یادگار میں اس وقت تک موجود ہے، غدر ۱۸۵۷ء کے زمانے میں

یہ باغ ایک انگریز کے قبضے میں تھا، اس نے آگرہ کے ایک ساہوکار لالہ سورج بھان ساکن محلہ بلوچ گنج آگرہ کو اس شرط پر فروخت کر دیا کہ عمارت قدیم میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے، اور وہ بدستور اپنی حالت میں رکھی جائے، یہ بھی مشہور ہے کہ لالہ سورج بھان کو اس باغ سے ایک بہت بڑا دفینہ بھی دستیاب ہوا، بہرحال لالہ سورج بھان بہت تعریف کے مستحق ہیں کہ انھوں نے نہ صرف آثارِ قدیمہ ہی کو محفوظ رکھا، بلکہ باغ کو بھی خوب رونق دی، اور اب ان کے انتقال کے بعد ان کے بیٹے لالہ چندر بھان قابض اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں، یہ باغ سکندرہ کی سڑک پر آگرہ اور سکندرہ کے درمیان واقع ہے، اور بانی کی نیک نیتی کہیے، خواہ اتفاق وقت سمجھیے کہ بانی یا جانشین مشتری کے نام سے باغ چندر بھان کے نام سے موسوم چلا آتا ہے" (ماخوذ از [illegible] صفحہ [illegible])

مشاغل و مصروفیات

[illegible] رائے رایان کا دل و دماغ نبضِ انسانی کی طرح ہر وقت حرکت کرتا رہتا تھا، اور ان کا قلم گردشِ فلکی کی مانند ان کے تابع فرمان تھا، دیانت کے ادق و مغلق مضامین کہ جن پر بڑے بڑے صاحبِ دماغ قابو نہ پا سکے، ان کے قابو میں تھے، ایک مضمون ایک بات اگر سینکڑوں طرح بیان، جب تک شہرِ آگرہ و دارا شکوہ کی خدمت میں رہے ان ہی موتیوں کے ہار بناتے رہے، جسے ہندیوں نے مالا اور مسلمانوں نے تسبیح سمجھا، آپ شاہی کاروبار لیاقت سے انجام دیتے تھے، قابلِ تعلیم اصحاب سے بے تکلف خط و کتابت رکھتے تھے، خود خط لکھتے اور جواب تحریر فرماتے تھے، اور ایسی ملاقاتوں کیلئے بڑے بڑے سفر کرتے تھے، آزادانہ زندگی کی بڑی قدر فرماتے تھے، ایامِ امارت کا یہ دوسرا شغلِ زندگی تھا،

جب دنیا ترک کی سب کچھ ترک کر دیا، تو علم الہیات سے لو لگائی، اور ایسی کہ جسم کا تیل ٹپکایا، اور چراغِ دل روشن کیا، یہی تمام عمر ان کے مشاغل رہے، یہی مصروفیات، قلم ان کا رفیق تھا اور آخر تک رہا، اس عجیب سی عمر میں باوصف مشاغل شاہی تصانیف کا اس قدر ذخیرہ چھوڑ

گئے کہ جو صدیوں تک کام آئے گا' ہندو مسلمانوں کو جو سبقِ اتحاد پڑھایا' سب کے پڑھنے کے قابل ہے

بہ تارِ رشتۂ زنار کردہ ام پیوند تو منظر بقاعدۂ کیشِ برہمن دارم

برہمن کے عقائدِ مذہبی

برہمن کی ابتدا سے اخیر تک پاک و مقدس زندگی اور اُن کے کام و کلام سے صاف طور پر پایا جاتا ہے کہ وہ ایک پختہ خیال سناتنسٹ تھے' حضرت حسرت موہانی کو برہمن کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے' نہ معلوم اُن کے عقائد مذہبی پر دلخراش اور دل آزار حملے کرنے کی کیوں جرأت ہوئی' وہ برہمن کے کلام تصوف کا ذکر کرتے ہوئے' بالکل غلط اور بعید القیاس نتائج پیدا کرتے ہیں:

الف:- "اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے' اس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں قطعاً تمیز نہیں ہو سکتی"

ب:- "یہ بات کچھ تو اُس زمانہ کے رواجِ اتحاد کی بنا پر ہے' اور"

ج:- "کچھ اِس وجہ سے کہ مسائلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

چونکہ اُن کی نظر میں شعرائے و علمائے اسلام کا صوفیانہ کلام تھا' اور آریاؤں کے قدیم علم و ویدانت سے اُن کی آنکھیں منور نہ ہوئی تھیں' اس لئے آپ کے دماغ نے بجائے اظہارِ اصلیت در حقیقت یہ توہمات باطل پیدا کئے' اِن الزاماتِ ناقص اور اظہاراتِ باطلہ کا صریح مقصد یہ ہے کہ برہمن نے اپنا حقیقی و اصلی دھرم برہمن ہوتے ہوئے اُس مجوزہ کے اتحاد پر قربان کر دیا تھا' اور اِس خبط میں اُن کے اعتقادات و خیالات اصلیت سے گِر کر ایک مسلمان کے سے ہو گئے تھے' اِسی وجہ سے اُن کا کلام ایک مسلمان کا سا کلام معلوم ہوتا ہے' گویا وہ دل سے مسلمان تھے' کیونکہ مذہب کسی جانور کا نام نہیں' بلکہ اعتقادات و خیالات ہی کا نام مذہب ہے' جہاں یہ بدلا' وہیں مذہب بدلا'

بیچارہ حسرت موہانی کس مرض کی دوا ہے' جب ہمارے بڑے بڑے علما و فضلا قابل و لائق مسلمان جنہوں نے برہمن کا کلام ہم سے سُنا' تو سب نے یہی کہا کہ اُن کا عقیدہ مذہب اسلام پر تھا' اور اُن کا کلام اِس کا شاہد ہے'

ہمیں اِس غلط فہمی اور قیاساتِ لایعنی سے رنج نہیں ہوا' بلکہ افسوس ہوا کہ ہمارے آجکل

کے اسلامی بھائی محض اپنے ہی مذہب کی کتابیں پڑھتے ہیں، اگر کسی غیر مذہب کی کوئی بات اچھی سنتے اور سمجھتے ہیں، تو فوراً کہہ دیتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے یا دل سے مذہبِ اسلام کا قائل ہو گویا مطالعہ کتبِ اسلامی بھی ایک گناہ ہو گیا جہاں یہ تنگ دلی ہو کیونکر اتحاد ہو،

مسلم آؤٹ لک فرقہ وارانہ تعصبات پیدا کرنے اور بڑھانے کے لئے لاہور میں اُس کے ہمخیال دوستوں نے پیدا کر رکھا ہے اور روزِ پیدائش سے حسرت موہانی اور نیز سلطان احمد کی روح کے لباس میں ایسے ہی غلط اور دور از کار ناسمجھی اور ناواقفیت کے نتائج نکالنے کیلئے دیوانہ ہو رہا ہے، دیوی سروجنی نائیڈو کا صاحبزادہ چونکہ اسلامی ادبیات و اخلاق کا مطالعہ کرنے میں بہت دلچسپی رکھتا تھا، اس لیے اس نے یہ شائع کر دیا کہ لڑکا مسلمان ہو گیا، جب یہ خبر اخباروں میں پھیلی، تو ۵ نومبر ۱۹۲۵ء کو دیوی جی نے اعلان چھپایا کہ میرا لڑکا اسلامی ادبیات مطالعہ کرنے کا شوق رکھتا ہے، وہ ان بے بنیاد و بدنام کرنے والی پاگل دیوانوں کے دماغ سے نکلی ہوئی افواہوں پر سخت متعجب اور ناراض ہوا"

ایک قدیم روایت

ہمیں ایسے پاگل دیوانوں کے ناقص و نامکمل عدم تربیت یافتہ شعبۂ خبر رسانی کے متعلق ایک قدیم روایت یاد آئی کہ ایک غریب وفادار مولوی اپنے کسی ہندو امیر دوست کے گھر مہمان ہوا، اُس نے اپنے معزز نمازی دوست کو جب قرآن شریف تلاوت کرتے پایا، تو حسبِ منشا مہمان نوازی اپنے ملازم کو حکم دیا کہ ایک چھوٹا سا قالین اور ایک مراد آبادی گنگا ساگر بازار سے فوراً خرید لائے، وہ لایا اور جس باغ میں عرب رو یہ قالین بچھا کر گنگا ساگر تازہ جل سے بھر کر مسجد بنا دی گئی، نماز کے وقت نمازی نے اپنے دوست سے کہا کہ مجھے کسی مسجد کا پتہ بتلا دیجیے، میزبان نے اپنے باغ کا پتہ دے دیا، نمازی صاحب وہاں گئے، وضو کے بعد نماز پڑھی، فارغ ہونے کے بعد گنگا ساگر دیکھ کر دل میں کہنے لگے کہ میرا دوست ہمارے بدھنے (لوٹا) کی خوبی کا قائل ہے، مسجد بھی بنا رکھی ہے، اغلب ہے کہ اسلام پر بھی ایمان رکھتا ہو، یہی حالت حسرت موہانی وغیرہ کی بھی قیاس کی ہے۔

لہ یہی الزام گورو نانک جی پر لگایا گیا دیکھو سیر المتاخرین۔

ہمدردی کا افسوس

جب ملک میں اسلام پھیلا، عرب میں کیا دھرا تھا، تحقیق و تجسس بزرگانِ قوم و ملت نے تحقیق و تجسس حلال کئے اور سب علما دیگر مذاہب کی کتب کے مطالعہ میں مصروف ہو گئے، چنانچہ اسی زمانہ میں عربوں نے فلسفہ یونان کو عربی کا لباس پہنایا اور ہندی علم طب وغیرہ کی ہزارہا کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں، تو محمدی سکے جلوہ کے ساتھ ساتھ ادیانِ دیگر کی علمی و ذہنی روشنی اُن کے دماغوں میں پہنچی، اور اس معجونِ مرکب سے وہ بزرگ پیدا ہوئے کہ جو اسلام میں پائے جاتے ہیں، اب یہ دیگر مذاہب کی کتب کو ہاتھ لگانا بھی حرام سمجھتے ہیں، جب ہی حقیقی اسلام دنیا سے روز بروز غائب ہوتا جاتا ہے، افسوس اس علمی تعصب پر!

حسرت کی یہ حسرت [illegible]

الف: حسرت موہانی کا پہلا قیاس یہ ظاہر کرتا ہے کہ مسائلِ تصوف اسلام برہمن کے دل پر نقش ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے برخلاف قدیم مذہب برہمنہ وہ مسائل اختیار کئے۔ اس دلیل لاطائل کی کچی روایتِ بالا سے تردید ہو چکی، حضرت حسرت ہی نہیں، اگر کوئی صاحب یہ ثابت کر دیں کہ برہمن کے بیان کردہ مسائل و اقوال قدیم آرین مذہب میں نہیں، تو ہم بڑی خوشی سے یہ مسائل انکی کتب مقدسہ سے نظیر میں دکھلا سکتے ہیں۔

ب: دوسرا اتہام سراسر باطل ہے، جو اس خبط کا نتیجہ ہے، وہ محض ناکارآمد، یہی سچا اتحاد قابلِ تعظیم ہے کہ جو شخص اپنے مذہب پر اعتقاد رکھتا ہوا دوسرے مذہب کی تعظیم کرے، ایسا اتحاد نہ اصلی اتحاد ہے نہ باعثِ مفاد، نہ ایسا کبھی ہوا نہ آئندہ ہو، بلکہ یہ تو ایک ایسے موہوم کے لئے مذہب کی قربانی ہوئی، اور ہر مذہب سے گرا نہ اپنے کام کا رہا نہ دوسرے کے کام کا۔ حسرت نے اپنا یہ وہمی قیاس تاریخی شکل میں تبدیل کرنے کی ناجائز اور غلط کوشش کی ہے، کیونکہ ایسا اتحاد محض ریاکاری ہے، ہم ایسوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔

سلطان • علاوہ بادشاہوں کے کارنامے [illegible] کتاب مہابھارت [illegible] ترجمہ کردہ [illegible] از کتب مشہورہ ہندوان است [illegible] تصنیف شدہ در زمان اکبر بادشاہ [illegible] تاریخ کشمیر [illegible] سلطان زین العابدین کشمیر [illegible]

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق — کہ رہروانِ رہِ عشق را رہا کجاست

ج:- تیسرا وہم اگر مذہبِ اسلام میں جائز و روا ہو، تو ہمیں اس کا علم نہیں، مگر مذہب برہمنہ کے متعلق ہم صاف طور پر کہے دیتے ہیں کہ مسائلِ تصوف اُن کے پاک مذہب کا جزوِ اعظم ہیں کیونکہ وہ اُن کے مذہب کی قیود میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ جن سے کوئی آزاد نہیں رہ سکتا، حسرت نے آرین مذہب کی نسبت یہ سراسر غلط دعویٰ باندھا کہ "مسائلِ تصوف قیدِ مذہب (شریعت) سے آزاد ہیں"، ہمارا خیال ہے کہ سناتن دھرم اور مذہبِ اسلام پیغمبران نے ایسے مذہب بیان نہیں فرمائے کہ جیسے حسرت موہانی نے سمجھے، دراصل جملہ نکاتِ مذہبی نہ کوئی بیان ہی کرسکا نہ کوئی مکمل و مفصل سمجھ ہی سکا، اور نہ آئندہ کوئی بیان کرسکے نہ سمجھ سکے، یہ دریائے بے پایاں ہے جس پر مختلف مذاہب کی کشتیاں چل رہی ہیں، منزلِ مقصود ایک ہے، اسی پر سب کو پہنچنا ہے، یہ تشبیہ آریاؤں کے مختلف فرقہ جات کی نسبت خود اُن کے قدیم مقدس گرنتھوں میں دی گئی ہے، یہ کتھا برہمن ہی سے سن لیجئے":-

باخلاف مبیں برہمن کہ در رہِ عشق — چیست قاعدہ را و اہلِ کار چیست

اُسی اپدیش کا یہ حصہ بیان بھی ان لوگوں کے سننے کے قابل ہے، اس سے زیادہ اور کیا صاف ہوگا؂

بانیِ خانہ و میخانہ و بت خانہ یکیست — خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکیست

خدا رسیدہ بزرگ رحیب اصلی نکتہ پر پہنچے:-

اپنے اپنے مذہب کی سب ہی منادیں ٹیک
رحیبا نشانہ ایک ہے تیر انداز انیک

برہمن ایسے خود بیں متعصبوں کو اس طرح سمجھاتے ہیں؂

زگفتگوئے جہاں لب بہ بند فارغ باش
کہ کارِ ما و تو در حلِ این معمہ نیست

اپنی غواصی دریائے معرفت کا پتہ دیتے ہیں ؎

تمام عمر مرا صرف شد بفکر عمیق
ہنوز حاصل سخن نکتہ نہ شد تحقیق

جو باخدا کسی درجہ پر پہنچ گئے ہیں انہیں ہی پتہ نہ لگا برہمن

بوئے نیافت دل ز چمن ورنہ بارہا
بر دامن نسیم دو بدوش صبا نشست

یہ وہ درجہ ہے کہ بمشکل نصیب ہوتا ہے برہمن

نغماں کہ عمر بسر رفت دانا نہ فہمیدیم
زیست و بود جہاں مدعا نہ فہمیدیم

حقیقت یہ ہے کہ مذہب اسلام کے مسائل تصوف کسی خاص حد تک آرین علم ویدانت کے لیے ملتے ہیں، مگر نہ تو کسی مسلمان کا حق ہے، کہ وہ ایسے مسائل کسی ہندی کی تحریریں دیکھ کر بے باکانہ یہ رائے قائم کرے کہ یہ دل سے مسلمان تھا، اور نہ کسی طرح کسی ہندی کے لئے جائز ہے کہ کسی مسلمان کے ایسے مسائل دیکھ کر یہ نتیجہ اخذ کرے، کہ وہ ہندی ہے۔

برہمن کے کلام و اشغال زندگی کی موجودگی میں اُن کے اعتقادات مذہب کی نسبت کسی طرح کا شک و شبہ کرنا کفر ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اسی قدر درست ہے کہ جس قدر کہ گل سے ناپاکی، نور سے ظلمت، یا حقیقی اسلام سے بت پرستی، برہمن نے اپنے کلام کے بیسیوں اشعار و گفتار میں ایسے مسائل حل کرنے کے بعد اپنے موکد اعتقادات اور پاک مذہب کا پر شان نشان دیا ہے۔ غزلوں کے مقطع خصوصیت کے ساتھ حسرت کے خیال ناقص کی تردید اور ہمارے کلام کی تائید میں واقعہ ہوئے ہیں، وہ اپنے اعتقاد کی تصویر کھینچتے ہیں، ذرا حسرت جیسے حضرات دیکھیں برہمن ؎

ز اعتقاد برہمن اگر نشاں خواہند
بہ جبہ صندل و زنار در گلو کافیست

آپ کے پاک کلام، سوانح زندگی اور انجام زندگی کے اعتبار پر بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ پختہ خیال مسلمان تھے اگر آپ یہ نہیں کہ جیسے آجکل ہیں، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ہندیوں کے پر شان عہد قدیم کی ایک شاندار نشانی تھے۔ نفرت، تنگدلی، کمزوری، بدزبانی،

دل آزاری، خود غرضی اور ناپاکی سے آپکے دل و دماغ کلیتاً پاک و صاف تھے، اور ایسے جیساکہ ایک سچے ہندی کو اپنے فرائض مذہبی کے تقاضے پر ہونا چاہئے، وہ اپنے مذہب پر نہایت سختی سے قائم تھے، جیساکہ ہر شخص کو ہونا چاہئے، اورنگ زیبی دربار میں جلوس فرماتے ہوئے باآواز بلند نعرہ مارتے ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ نسخہ بین ناقوس پھونکا گیا ہے ؎

لازم آمد بر سرما خدمت بتخانہ برہمن
تو سکے گزد وہر آں نقشے کہ دل ولہا نشست

اپنی اسلامی نمک خواری و خدمت گذاری کی اس طرح تلافی فرماتے ہیں، اور اپنا دامن مقدس یا یں روش پاک فرماتے ہیں ؎

مرا بہ رشتہ زنا ر الفت خاص است
کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم

کیا صاف فرماتے ہیں کہ گو میں نے برہمنوں کے سے کرم نہیں کئے اگر شکر ہے کہ اس طوفان میں اپنے مذہب پر قائم رہا، شریعت سے منحرف اپنے اہل مذہب کو گئی پاسداری یہی نتیجہ پیدا کرتی ہے۔

اپنے اسلامی بھائیوں سے دو دو باتیں

ہمارا حق ہے اور موقع بھی ہے، کہ ہم اپنے معززا ور معقول پسند اسلامی بھائیوں سے بھی مخاطب ہوں اور اُن سے بصد ادب و احترام عرض کریں کہ مذہب ہندی کی شان اُس کے ادنیٰ ارکان ایں دیکھ کر یہ رائے کبھی قائم نہ کریں کہ قدیم آرین مذہب ایسا ذلیل و خوار ہے، وہ اُن ہندیوں کے بھی اس خیال سے آشنا نہ ہوں کہ جو ایک نادان مسلمان کی نادانی اور بدعتوں کے افعال دیکھ کر مذہب اسلام کو متہم کرتے ہیں،

برہمن کی مذہبی صداقت ہی انکی شہرت وحفاظت کا باعث ہوئی

محبت، عزت، فرخندلی، صداقت، وفاداری، ہمدردی، آزادخیالی، خوش بیانی اور مذہبی پاسداری وغیرہ وغیرہ، اوصاف پاکدامنی اور صفائی باطنی کے ثمرات ہیں، ان کی ذاتِ گرامی میں یہ دو اعلیٰ صفات اس لئے موجود تھیں کہ انہیں رموزِ الٰہی پر کامل عبور ہوگیا تھا، اور اسی وجہ سے آپ کا

دیوان ان کاتب سے بھرا پڑا ہے، یہی وہ اعلیٰ صفات تھیں کہ جو اُنہیں معمولی مدارجِ زندگی سے اُٹھاکر اُس منزلِ ہستی پر لے گئیں، کہ جن سے ایک تیری شیر بھی آنکھ ملاتے، تو بخو ذار سامنے آتے، جلاد تلوار ظلم نیام سے سنبھالتے الفاظِ نا ملائم زبان سے نکالتے خوف کھاتا ہے، جو ہستی اِس معراجِ کمال پر پہنچ جاتی ہے، ہر مذہب و ملت کا ہر انسان اُس کی قدر و توقیر کرتا ہے، کیونکہ اُس کا ہر فعل بنی نوعِ انسان کی ہمدردی کا کام کرتا ہے، اُس کا ہر کام دل آزاری سے پاک ہوتا ہے اُس کی زبان عملی طور پر گنگا جل سے دُھلی ہوئی ہے، پاک و مقدس الہامی کتب کے حقیقی رنگ سے اُس کا دل و دماغ ایسا رنگا جاتا ہے، کہ پھر کوئی اَور مصالحہ اپنا اثر جما نہیں سکتا، اِس رُتبہ کا وہ خود اشارہ فرماتے ہیں ؎

شد قاعدہ دان او برہمن   ایں رُتبہ ندانم از کجا یافت

رائے رایان نے یہی دل و دماغ پایا تھا، تعلیم و مذہب نے رنگ و روغن چڑھا کر چمکایا تھا، پھر اُن کی شہرت ہندیوں کی سبھاؤں سے نکل کر علمی و ادبی درباروں اور محفلوں میں کیوں نہ پہنچتی، کیوں کوئی ہندی اُنہیں ہندی نہ سمجھتا، اور مسلمان، مسلمان،

اِس دنیائے دُورنگی میں شاہِ دوجہاں کے بندگانِ خاص دو طرح کے پائے جاتے ہیں:-

الف :- وہ ہیں کہ جو دنیا ترک کرکے پرمیشور کے بھجن و بندگی میں تو لین ہو جاتے ہیں۔

ب :- وہ ہیں کہ جو علایقِ دُنیا سے ترکِ تعلق کرکے اُس میں رہتے، اُس سے لُطف اُٹھاتے، دوسروں کی زندگی سدھارتے، اپنے فرائضِ منصبی ایمانداری سے انجام دیتے خلقِ خدا کی خدمت کرتے ہوئے بھگوان کے دھیان میں مگن ہو جاتے،

رائے رایان جہاں اور جس طرح بیٹھے ہیں، اُس مقام و حالت کا خود پتہ دیتے ہیں ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق   براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

تصویرِ برہمن

درجہاں باش ولیکن زجہاں فارغ باش، زہر کہ فارغ زجہاں است جہانے با اوست
اس طریقۂ تقسیم کی رُو سے راسئے راجان بتدوار ہوائی تعصب و قومی منافرت شاہجہاں کے دیوان خانہ میں جنیؤ پہنے، صندل کا تلک ماتھے پر لگائے، اُونی و پشمینہ دیبا و اطلس کا لباس سجائے سنجاب و قاقم کے فرش پر بیٹھے، شب و روز شاہ دو جہاں شاہجہان کی خدمت کرتے نظر آتے ہیں، ہندی، مسلمان، یہودی اور عیسائی وغیرہ ہر مذہب و ملت کے اشخاص آپ کے گرد زانوئے ادب تہ کرکے فیض اُٹھا رہے ہیں، وہ سب کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں، اور سب ہی کو برابر سمجھتے ہیں، اور انہیں یہی ایک سبق پڑھاتے ہیں:-

اے برہمن آشنا ہستن از روزِ ازل	درحقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

تصویرِ تصویرِ برہمن

وہ ہر وقت مسلمانوں میں رہتے، اُن پر حکومت کرتے، اپنے سے اَدسلے اسلامی ارکان کے محکوم ہوتے ہوئے، جب دل میں آتا ہے، اپنے مذہبی ناقوس بجاتے، گھنٹے گھڑیال کھڑکاتے، اُس سراپا اسلامی مجمع میں اپنے مذہب کی فضیلت کے گیت گاتے، بلند آہنگی کے ساتھ رام رام کرتے نظر آتے ہیں، اور وید مقدس کے عرق سے ہولی کھیلتے اور بے تکلف سب پر چھڑکتے پائے جاتے ہیں، اس دلآویز وضعداری سے نہ فقط نزدیک و دور کے ہندی خوش ہوتے ہیں، بلکہ ادنیٰ سے اعلیٰ ہر مسلمان محظوظ ہوتا ہے، آپ کی مرنجاں مرنج مصلحت اور صلح کل طبیعت نے بین عبود کے مسلمان تاجداران و عوام سے اپنی تعظیم کرائی، اور سچ تو یہ ہے کہ حق شناس اسلامی برادرانِ ازلی نے متعصبوں اور ظالموں کے ہاتھوں سے ان کی جان بارہا بچائی، اِن کی زبانِ قلم کی گنگاسی روانی اور صفائی تیغ اصفہانی تھی، جو قلوب پر ایسا کاری ہو شرہ وار لگاتی تھی کہ ہلوک بھی اُس لطف سے لذت آشنا ہوتا تھا،

یہ فقط فیضِ روحانیت تھا، کیونکہ اُن پر حقائق و معارف کے دروازے اپنے دیوان خانے کی طرح ہر وقت کھلے رہتے تھے، سب درباریوں کے دل و دماغ اُن کے اِس اثر روحانیت کے مطیع و فرمانبردار تھے، کہ جس سے وہ خود متاثر ہو رہے تھے، اپنے دربار و مذہب کی کیفیت کا خود نقشہ

کھینچے ہیں؟

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں گویا سخن ز عالم بالا نوشتہ است

تیغ ہندی صنمان غمزۂ خونریز بس است
تیر مژگان جفا جو نگہ تیز بس است

برہمن برہمن کے گھر پیدا ہوئے اور سب مذاہب سے اچھا سمجھا

دنیا میں ایسے بے تعداد مجبور و معذور افراد ہیں کہ جو اپنے ایمان کو اس وجہ سے ترک نہیں کرتے کہ وہ پیدائشی ہے، حالانکہ دیگر مذاہب کی خوبیوں کے اصنام ان کے خانہ دل میں آباد ہیں ہر وقت پرستش کئے جاتے ہیں مگر برہمن نے بعد تحقیق و تدقیق مذہب برہمنہ (ہندی) ہی ایسا مذہب سمجھا کہ جو نجات دہندہ ہو، وہ کسی ایسی معذوری و مجبوری سے اس دھرم پر قائم نہیں رہتے، بلکہ اس کی برتری و فضیلت نے انہیں مجبور کیا کہ وہ اسی دھرم پر قائم رہیں جسمیں کہ نشری برہماجی نے انہیں پیدا کیا، ان کی فضیلت انتخاب بننے کے قابل ہے سہ

آں نقطہ کہ خال نام دارد از روئے تو انتخاب کردیم

رائے صاحب جملہ مذاہب کو بُت بنا کر اور ان کا تصور جما کر اس کے خط و خال بلکہ و فرقہ جات قرار دے کر اس کا خال اپنے لئے پسند فرماتے ہیں، یعنی جسے دیگر بُرا سمجھتے ہیں، اُس کی دستیابی پر ناز کرتے ہیں، رائے رایان کے عقائد کا محض ان اشعار ہی میں ثبوت نہیں ملتا بلکہ اُن کا دھرم ہے کہ جہاں وہ موقعہ دیکھیں، اپنی مذہبی فضیلت پر ناز کریں، یہ ناز واقعی قابلِ ناز ہے اور جائز بھی کیونکہ وہ اُسی راستہ سے مقبول بارگاہ کبریا ہو چکے تھے، اس لئے دوسرے مذاہب کے ذریعہ نجات پر قطعاً ایمان نہ رکھتے تھے، اور صحیح راستہ یہی سمجھتے تھے، وجہ سن لیجئے سہ

تا جزو کش شدیم برہمن ز جام عشق
ما را دگر بہ پیر مغاں احتیاج نیست

اور ایک جگہ نہیں بار بار اعلان فرماتے ہیں ؎

سینہ بیں انگوش تو ہرگز اثر نہ کرد　　　صد گوش بر ترانۂ دیگر نشستہ اند

دیگر مذاہب کا جوش و خروش اور برہمن کا کامیاب سفر

برہمن مرحلۂ باخموشی طے شد ، ایں چہ شور یست کہ در قافلہ انداختہ اند

برہمن غضب کا نکتہ خاص بیان فرماتے ہیں ۔ کہ یہ لوگ جو میرے ہمسفر ہیں ، یعنی میرے ہمعصر ہیں ، "مومن مومن" "کافر کافر" کہہ کہہ کر شور مچا رہے تھے ، لیکن ایک میں تھا کہ دل ہی دل میں "رام رام" جپتا ، انہیں پیچھے چھوڑ منزلِ مقصود پر جا پہنچا ، اسی طرح سے دنیا کے سب مذاہب کے فرقوں کو ایسی مذہبی تو تو میں میں چھوڑ کر خالقِ مطلق کی بندگی میں مصروف ہو جانا چاہئے یہی اصلی دینداری

برہمن کے کام و کلام اور مصروفیتِ زندگی سے پایا جاتا ہے ، کہ اُن کا جسمِ عنصری اُن ہی عناصر سے بنایا گیا تھا کہ جو سری کرشن جی مہاراج نے سری گیتا جی کی پاک مٹی میں ملایا تھا ، اور وہی روح اُس زبان میں بولتی تھی کہ جو رشی بالمیک ، گوسائیں تلسی اس کے قالبوں میں علم الٰہیات کے گیت گا چکی تھی ، فرق صرف اس قدر ہے کہ اُن کی زبان سنسکرت و بھاشا تھی ، اِن کی فارسی ، اور اُس وقت ضرورت بھی اسی کی تھی ،

صدقِ ایمان اور جانبازی کی داستان

ترا اگر دلِ سنگیں بود دراچہ زیاں ، کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم

گو برہمن اپنے مسلک پر سرگرمی سے قائم تھے ، کوئی جوش یا خاص سرگرمی جو لوازمہ انسانی ہے ، انہیں کبھی کبھی مجبور نہ کرتی تھی ، کہ دل آزاری کا ایک لفظ بھی اُن کی زبان و قلم سے ادا ہو ، آپ اُن کی تصانیف پڑھ جائیے خواہ آپ کسی مذہب کے شائق ہوں ، مگر آپ کو برہمن کے کلام کا ایک لفظ بھی شاق نہ گذرے گا ، یہ آپ کے کلام کا خاص وصفِ امتیازی ہے ، جو صد ہا برس کے بعد کسی کے حصے میں آتا ہے ، ہر مذہب کے شرفا اور صلح کل اصحاب کی تحریریں ہماری نظر سے گذریں مگر ہم کسی تحریر کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُس میں قومی دل آزاری کا کوئی لفظ نہ تھا ،

مگر آپ کا دن رات ایسے حالات اور واقعات سے واسطہ پڑتا تھا جس سے آپ کی طبعِ متین بارہا منغص ہوئی۔ ہم یہ واقعات لکھے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُنہیں کسی مورخ نے بھی قلم انداز نہیں کیا۔ اس لئے یہ درج کئے جاتے ہیں۔ یہ واقعات پڑھ جانے کے بعد رائے رایان کے صدقِ ایمان اور اُس کی حفاظت کیلئے جانبازی کا جذبہ بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

لطیفۂ کرامت لکھا ہے کہ جب شاہجہان نے (اپنے جلوس کے چھٹے سال) ۱۰۴۲ھ میں[2] کاشی جی کے بڑے بڑے مقدس دیر (چھہتر ۷۶) مندر و معابد مسمار کراکر اپنی دینداری کا ثبوت دیا اور کوئی مندر باقی نہ چھوڑا تو مندر وشوناتھ جی[1] بھی منہدم کردیا گیا جس کی نسبت روایت ہے کہ مورتی گھور کلجگ دیکھ کر مندر سے اُڑ کر چاہ میں غائب ہوگئی اور اُس کی جگہ مسجد تیار ہوکر عرضداشت پیش ہوئی۔ اُس وقت شاہجہان دار الانشا (منشی خانہ) کے دفتر میں عرضداشت لئے کھڑا تھا اور رائے صاحب کسی مسودہ کی تحریر میں مصروف تھے۔ شاہجہان نے انہیں یہ واقعہ مسماری و تیاری طرز اُٹھا کر اپنی خدمتِ قومی اور دینِ اسلام کی بزرگی کی آپ سے داد چاہی۔ آپ نے مسودہ چھوڑ کر اُسی عرضداشت کی پشت پر فی البدیہہ شعر لکھ کر شاہجہان کے آگے وہی عرضداشت پیش کردی ؎

ببیں کرامتِ بتخانۂ مرا اے شیخ
کہ چوں خراب شود خانۂ خدا گردد

اِس دل آویز طرزِ بیان میں جو اثر ہے اُسے مذہبِ اسلام کی ایسی تبلیغی جماعت عمر بھر تک فراموش نہیں کرسکتی۔ مگر اس سخت اشتعال پر بھی جس کا انجام خنجرِ جلاد کی نوک پر تھا، رائے صاحب کی طبعِ خداداد نے ایسا اثرِ مسیحائی دکھایا کہ اُن کی حاضر جوابی سے اسلامی دربار بھی پھڑک اُٹھا۔

۱؎ ۔ اِس مقدس مندر کی کرامت مشہور تھی کہ جذامی تک شفا پاتے تھے، بے اولاد صاحبِ اولاد ہو جاتے تھے۔ "تقدیس مناظر"
۲؎ ۔ غلام حسین خاں مصنف سیر المتاخرین شاہجہان کے چھٹے جلوس کے واقعات میں تائیداً لکھتا ہے:۔
"ہمدریں سال سفاہ دمشق بتخانہ در بنارس منہدم گردانیدند"

صاحب تقدیس المثنا در یہ واقعہ اورنگ زیب کی دینداری سے منسوب کرتے ہیں، لکھتے ہیں کہ :-

"منشی چندر بھان برہمن نے ایک روز کمال کر دکھایا، جس کی شرح یہ ہے کہ میدک (حیدر آباد دکن) میں مہاراجہ کے رتوس کے پاس ایک مشہور و عالیشان جینیوں کا مندر تھا، کہ جو ہزاروں برس سے اپنی تقدیس سنبھالے علاقہ پر مذہبی حکومت رکھتا تھا، جب اورنگ زیب نے حیدر آباد کے علاقہ کے تمام مندر مسمار کرا دیئے تو حکم دیا کہ یہ رتواس قلعہ کی شکل میں تبدیل کیا جا کر مندر مسجد بنا دیں، چنانچہ عرب خاں اس دینی خدمت پر مامور کیا گیا، جس نے یہ مندر مسمار کرا کر بہت جلد مسجد تعمیر کرائی، اور اس پر ذیل کا کتبہ لگوایا گیا۔

در آں وقتیکہ مسجد ساختِ مسعود | ز ہجرت یک الف ہفتاد و یک بود
گرامی سیدے یعنی عرب خاں | کہ از اسلام تیغش دین بیفزود
ز بیخ افگند بت خانہ بجایش | بنا فرمود مسجد را خوشش زود

(۱۰۷۱ھ)

اس سے آگے وہی واقعات مذکور ہیں، کہ جو منشی سعید احمد وغیرہ نے اورنگ زیب سے منسوب کئے ہیں، اسلامی مورخین یہ مشہور واقعہ اورنگ زیب کی ذات سے مشہور کرتے ہیں، ہمیں اس بحث میں پڑ کر کسی خاص اسلامی تاجدار کو متہم و بدنام کرنے کی ضرورت نہیں نہ احتیاج

ﻠﮧ - بعض رسوم کفار و بدندہبیاں کہ ابوالحسن رواج داد ہ از شہر بر داد و بتخانہ را مسمار نمودہ، مساجد بنیاد کنند (مرأۃ الآخرین صفحہ ۳۶۶)

ﻠﮧ۲ - میرزا سلطان احمد کی طبیعت یہ تحقیقی واقعہ اپنے قلم سے کیونکر لکھ سکتی تھی، مگر سخت افسوس ہے کہ حسرت موہانی کے سے محقق پر کہ تاریخ کی جان، نزاکت و لطافت کا بیان اور ندرتِ قدرتِ خیال بھی اُن سے حقِ وقائع نگاری ادا کرانے سے قاصر رہے، مگر آفرین ہے، انجمن ترقی اردو پر کہ جنہوں نے یہ واقعہ منشی محمد سعید احمد مارہروی سے راہیے ہنود میں لکھوایا، میرزا صاحب یہ واقعہ درج کرنے کے بعد لکھتے ہیں - کہ :-

"برہمن نے مندرجہ بالا شعر موزوں کر کے اورنگ زیب کو شرمندہ کر دیا، عالمگیر پر اس قسم کے جس قدر الزام گھڑے جائیں، وہ اس پر بخوبی تعصب جانتے ہیں"

میرزا صاحب کی اس تنقید نے حقیقت کا گلا گھونٹا ہے، اگر جب کتبہ موجود ہے، اور مندر کی جگہ مسجد کھڑی ہے، تو ایسی مادی شہادت کے مقابلہ میں "الزام گھڑنا" کا استعمال ہماری سمجھ سے باہر ہے "خدا میرزا صاحب جیسوں کو سمجھ دے"

'ضرورت ہے رائے رایان کی جرأت و دلیری، غیرت و حمیت مذہبی اور قوت خیال و رسائی ذہن کے بیان کی اور یہ مقصد دونوں صورتوں سے یکساں پیدا ہوتا ہے'' در اس بدعت کی تاریخ رائے رایان کے ترکِ ملازمت سے قبل کی ہے۔'

برہمن اور اُن کا مسئلہ تناسخ

حضرت حسرت اور دیگر ایسے ہی غلط بنیاد حضرات نے برہمن کو اسلامی خیالات رکھنے کا الزام دیا ہے جس کی کافی تردید ہو چکی کیا بہتر ہوتا کہ ایسے اسلامی نقوش دیکھنے والے حضرات برہمن کا ثبوتِ تناسخ بھی دیکھتے، شاید تنگ خیالی اور سخن پروری نے اس تحقیقِ حق سے باز رکھا ہو اگر ہمیں اُن کی خاطر عزیز ہے، اس لئے فیلظر میں برہمن کی تقریر سنئے :-

رُباعی

من کیستم از رہِ دراز آمدہ ام | درعین حقیقت مجاز آمدہ ام
از میکدۂ عشق دریں دیرِ کہن | صد بار بروں رفتہ و باز آمدہ ام

برہمن اور زنار

مرا رشتۂ زنار الفتِ خاص است | کہ یادگارِ من از برہمن ہمیں دارم

رائے رایان نے تشبیہات اور استعارات فقرات اور محاورات میں جگہ جگہ زنار کا اس لطافت اور خوبی سے بیان کیا ہے کہ وہ اُن کے کلام کا ایک جزو بن گیا ہے اور اُس کے ساتھ مو کا استعمال ایک خاص خصوصیت رکھتا ہے، یہ نکتہ ہر ایک شخص کے سمجھ میں نہیں آسکتا، اسے وہی اصحاب سمجھ سکتے ہیں کہ جو ہندی علم الہیات کے عامل ہیں، اُن کا عقیدہ ہے کہ جو روحانی ہستیاں ذاتِ باری سے کولین ہو جاتی ہیں اُنکے رودم رودم میں رام بسا ہوتا ہے۔ اس لئے زنار اور مو میں مناسبتِ خاص ہے، ایسے اشعار میں اسی عقیدہ کا ذکر کیا گیا ہے،

برہمن ضرور کشمیری برہمن تھے

جب ہم نے رائے رایان کی قابلیتِ علمی، خوشخطی، درست اعتقادی اور پاسداری مذہب کے تاریخی حالات پڑھے، ہمارے ذہن نے ہمیں سمجھایا کہ برہمن ضرور کشمیری برہمن ہوں گے، پھر چمنستانِ کشمیر

سے پتہ چلا، کہ وہاں اُن کا اصلی گلزار کشمیر بتایا گیا، اگر کشمیر کے نہ ہوتے تو اُن کا نام اِس تذکرہ میں نہ ہوتا،

جو قومی مصائب اور آفات وہاں کے اصلی باشندوں پر فاتحانِ جدید کے ہاتھوں جائز روا رکھی گئیں، اور اِس بے نظیر قومی ظلم میں اِس قوم کی بربادی خطۂ کشمیر سے کی گئی، فرشتہ شرارت سے اپنا پہلو بچاتے ہوئے تصریح کرتا ہے:-

"وزیر سکندر شاہ بت شکن در مدت چہار سال وزارت خویش انواع ظلم بر رعایا کردہ، بدستور زمان سکندر شاہ اقسام جور و جفا بہندوواں رسانیدہ ..... قوم برہمناں ہر کہ مسلمان نشد بقتل آوردہ وچنانچہ در اندک مدت ازآں طائفہ در کشمیر نشانے نماند یا مسلمان شدند، یا از ولائت بدر رفتند"

یہ ذکر **علی شاہ** سلطان کا ہے، سکندر شاہ اُس کے باپ کے کارنامے ملاحظہ ہوں:-

"سلطان حکم فرمود کہ تمام برہمناں و دانایانِ ہنود مسلمان شوند و ہر کس کہ مسلمان نشود از کشمیر بدر رود، و قشقہ بر پیشانی نکشد، و زناں را ہمراہ شوہر خود نسوزانند، و بتانِ طلا و نقرہ را در دارالضرب گداختہ زر سکوک سازند، ازیں جہت محنت بسیار بہ ہندویاں آں ولائت کہ اکثر برہمناں بودند رسید، بسیارے از برہمناں کہ مسلمانی دشوار میداشتند و ترکِ شہر وطن ازاں دشوار بود، خود را بکشتند و بعضے دیگر جلائے وطن کردہ، بولائت دیگر رفتند"

غرضیکہ اِس سخت ظالمانہ دارو گیر اور مذہبی تعصب میں جسے **فرشتہ** سا متعصب بھی بیان کرتے ہوئے لرزہ براندام ہے، تمام برہمن کیا تو قتل کئے گئے، یا مسلمان بنائے گئے، یا پختہ اعتقاد خودکشی کر گئے اور دیگر ولائتوں میں آ کر پناہ گزین ہوئے، اِسی سلسلہ میں ہندوستان بھر کے تمام کشمیری ہندوستان کے مختلف مقامات میں پھیلے ہوئے ہیں،

پس رائے رایان کے بزرگ اُسی سولہویں صدی ہی میں کشمیر سے ترک وطن کر کے، پھرتے پھراتے بچتے بچاتے آگرہ میں پناہ گزین ہوئے اور وہاں سے لاہور سکونت گزیں ہوئے، اِن کے کشمیری ہونے کا ساتواں بڑا ثبوت آپ کا نام ہے، چندر بھان، سورج بھان، برج بھان، اندر بھان، اودے بھان

رائے بھان، بیربھان، دیوبھان وغیرہ وغیرہ کشمیریوں کے نام ہوتے ہیں، آٹھواں ثبوت عرف ہے، اس سے یہ شبہ مطلق نہیں رہتا، کہ وہ کشمیری نہ تھے، کیونکہ جہاں کول، رینہ، کچلو، شرغا، سعبی، رازداں، منشو، زتشو اور ہنڈو وغیرہ عرف ہیں، وہاں "بھان" بھی ایک عرف ہے،

پس یہ کہا جا سکتا ہے، کہ دراصل آپ کشمیری پنڈت تھے، اور جب حکومتِ مغلیہ میں کامیاب ہوئے اس وقت آپ کا وطن لاہور تھا، جیسا کہ وطن کی سرخی میں درج کیا گیا، مگر اس پر بھی بعض اصحاب انہیں اکبرآبادی کا سمجھتے ہیں، ہم نے ان کی تصانیف میں سے جہاں انکے وطن کے متعلق ذکر آیا ہے، اسی لئے اس کا انتخاب کیا ہے، کہ آپ کے وطن کے متعلق قطعی فیصلہ ہو جائے، اطمینان فرمائیے بدیع الانوار میں تو رپہنچاتے ہیں :-

"دولت خانہ این مورِ ضعیف کہ مصنفِ این نسخۂ بدیعہ است در بلدہ لاہور شہر واقع است"

واپسیٔ کشمیر کے سلسلہ میں تشان فرماتے ہیں :-

"از خدمتِ نواب علامۃ العصر الدوران افضل خاں رخصتِ وطن حاصل نمودہ، از خطۂ دلپذیر فردوس آئین جنت نظیر کشمیر بشہر بہشت آساس لاہور گردید"

آپ آگرہ سے لاہور آتے ہیں، اور بھائی کو لکھتے ہیں :-

"این نیازمند از خدمتِ علامۃ العصر الدوران افضل خان رخصتِ وطن گرفتہ، از دارالخلافت اکبرآباد روانہ دارالسلطنت لاہور شد"

آپ کی یہ تحریر آپ کے وطن آگرہ اور لاہور کا اچھی طرح فیصلہ کر لیتی ہے،

مسلکِ رائے رایان

رائے رایان کا کیا مسلک تھا، خود بیان فرماتے ہیں :-

"ہرگاہ سررشتۂ طینت این خیراندیش آن باشد کہ طریقِ سلوک و مدار او محبت را با آشنا و بیگانہ بیک طرز مرعی دارد، این مخلصِ بے ریا را با ہمہ کس و ہمہ جا این حالت است"

تبلیغ عدمِ تبدیلِ مذہب

با سنبلِ زلف بتاں یکجے دانستیم
از کعبۂ دیر وتا یکجے دانستیم

مارا چو مسلمان خویش آشنا ساختہ اند
بیگانہ و آشنا یکجے دانستیم

(مسلمان — ہندی)

تبدیلِ مذہب کے متعلق ہر طرح کی تبلیغ مذہبی غارت گری ہے، اِس عام تباہی کا علاج رائے رایان کے نسخہ میں موجود ہے۔ نسخہ مندرجہ صدر اکسیرِ اعظم ہے، واقعی جو انسان دیدارِ دلدارِ حقیقی کے مصحفِ رُخ سے شرفیاب ہونا چاہتا ہے اُس کے لئے مذہبی اُلجھنوں میں پڑ کر تیرتھ یاترا یا طوافِ کعبہ کرتے رہنا، ہی بس نہیں، بلکہ اُس کی منزلِ مقصود اَور ہے، جس نے یہ راز سمجھ لیا، اُسے مذہبی ہرزہ سرائی سے کوئی واسطہ نہیں، پھر اُس کا پتہ کوئی کیا لگائے گا، وہ تو خود بے پتہ ہو جاتا ہے ع

آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

رائے صاحب فصیح و بلیغ الفاظ میں بار بار تبلیغ فرماتے ہیں کہ اے نادان لوگو جو نقش تمہارے دل پر نقاشِ مطلق نے منقش کر دیا، اُسے تازہ رکھو، محو ہونے نہ دو، تبدیلِ مذہب سے خدا نہیں ملتا، شرح ملاحظہ ہو ؎

لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ بُت برہمن
محو کے گردد ہر آں نقشے کہ در دلہا نشست

دوسرا وعظ اِس سے زیادہ واضح الفاظ میں ہے، عدمِ ضرورتِ تبدیلِ مذہب کا فلسفہ آپ اُس وقت بیان فرماتے ہیں، جب کہ آپ کو تبدیلِ مذہب کی دعوت دی گئی تھی ؎

ما جُرعہ کش شدیم برہمن ز جامِ عشق
مارا دگر بہ پیرِ مغاں احتیاج نیست

آپ شاہجہان اور اورنگ زیب کے رنگ رنگ کے عہد دیکھ رہے تھے، کبھی کوئی ہندی ناواقفیتِ مذہب سے مسلمان ہوتا، کہیں عورت پر اُس کے مذہب سے نکاح پڑھتا، کہیں روپیہ کے لالچ سے اور کہیں تلوار سے بیت ہوتا نظر آتا تھا، مگر انہیں ایسا کوئی ہندی نظر نہ آیا جو اپنے مذہب سے واقفیت نہ رکھتا ہوا، مذہبِ اسلام قبول کرنے میں اپنی نجات سمجھتا ہو، جو گمراہ نظر آئے اِس طرح کے نادان پائے، ضروری تھا، کہ ایسے کمزور دین فروش خبردار کئے جائیں، اور آریہ دھرم کی فضیلت اُن کے قلوب پر نقش کی جائے ؎

نمے روم بسوئے دیر ہرگز از رہِ شوق
مرا برہمن ز تار دار رشتہ باعث

برہمن کو برہمن ہونے کی وجہ سے کافر کہا جاتا تھا

برہمن از بت من ہر چہ ہست مرغوب است ؛ او ز زلف او گرفت کفر شاد و ایمان شاد دل
عہدِ مذکور میں اکثر ناواقف یا متعصب ہندی مسلمان انہیں کافر قرار دیتے ہوں گے
اور ہندیوں کو بالعموم کہا بھی جاتا تھا، اور ہر طرح کے مذہبی اعتراض کئے جاتے تھے، پرنتو ان کے کاغذی تیر نے مضحکہ اُڑا رہے تھے، مگر وہ خود ہمیشہ اپنے مذہب پر قائم رہتے، اور دوسروں کو قائم رکھنے کی کوشش فرماتے تھے، علانیہ اپنے مذہب پر فخر کرتے تھے، اور ہر وقت شاد و آباد نظر آتے تھے، اور کہتے تھے کہ ہمیں ہماری بت پرستی مرغوب ہے، تم اپنے کفر پر خوش رہو، ہم اپنے گھر آنند منائیں، مذہبِ برہمن کو کفر سے کیا نسبت؟ اس لئے تم جو مجھے کافر کہتے ہو مجھے سخت غم و غصہ پیدا ہوتا ہے،

مرا بسنبلِ زلفت چہ نسبتے باشد　　ہمیں قدر کہ زمن پیچ و تاب مے آید

وہ بتاویلِ مذہب کے متعلق کہ جو اُن عہود کی ایک نمایاں خصوصیت ہے، اپنے خوابِ دل میں خیال لانا تو درکنار، صاف طور پر مذمت کرتے ہیں، اور نہایت بے باکی سے فرماتے ہیں، کہ جو اپنے مذہب سے شناسا نہیں، وہ دوسرے مذاہب کے عقائد قبول کرتا ہے، مگر جو دل و دماغ جامِ عشق کے نشہ سے مخمور ہو، اُسے کسی دیگر مذہب کے ہادی کی ضرورت نہیں،

رائے رایان نے ہر دو مذاہب کے ضعیف اعتقادات کو دُور کرنے اور ہر پیرو کو صحیح راستہ پر لانے کی ایک ایسی سعی موفور فرمائی ہے، کہ جس کی داد سالکانِ راہِ حقیقت ہی دے سکتے ہیں، اس رہ کی راہبری حسب ذیل اشعار کریں گے ؎

فروغِ سینۂ زنار یک خاطر آں طلب　　کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آں گروہ کہ خم کردہ قامتِ دل را　　بسوئے قبلۂ ابروئے او کنند نماز

فضیلت آریہ دھرم

برہمن از ہمہ کس خوش شناست صافدلی ز دلے کہ بے صفائے برہمناں نرسد
یہ ضروری تھا کہ اس کارِ تبلیغ کے لئے سناتن دھرم کی فضیلت پر زور دیا جاتا، اور وہ محض اس لئے کہ ہندی مسلمان ہونا چھوڑ دیں، نہ کہ انہیں ہندی بنائیں، طرزِ بیان اور طریق

تفہیم ایک آئینہ ہے، دوسرا کون ہے کہ جو ایسا جلوہ کھائے اور ایک جو نیا مزہ پائے (کچھ سنو اور سمجھو)۔

نگارِ من زاستغنا نمے بیند بسوئے کس ۔ کہ روئے خویش در آئینہ مے بیند نہ روئے کس

مذہبی توہین درجۂ جنون تک پہنچ چکی تھی، اور انہیں کبھی دیوانہ بنا یا جا رہا تھا، مگر یہ اُس عالم میں ایسے مست تھے کہ دوسروں کو دیوانہ سمجھتے تھے، برہمن نے نکتہ گار سے سُنئے :-

مرا بخال وخطِ او خیالِ سود انیست ۔ کہ من معاملہ با زلفِ پُرشکن دارم

رائے رایان کے کلام کے عاشق آجکل کے نوجوان یہ شعر عاشقانہ (یعنی) رنگ میں رنگنے کی کوشش کریں گے، لیکن اس کا اصلی رنگ صنعتِ استخدام کو سمجھنے والے شناخت کرلیں گے، ایک اور سُن لیجئے، مذہب برہمنہ کس شان سے مذہبِ الٰہی بیان کیا گیا ہے، سُبحان اللہ

کافرم گر سرِ موئے بتفاوت گو ئم ۔ رشتۂ زلف تو با رشتۂ زنارِ یکیست

جب تک انسان انسانی زندگی میں غلطاں و پیچاں رہتا ہے، اپنے اپنے مذہبی عقائد پر بحث و تکرار کرتا رہتا ہے، اور اس حمایتِ دین میں کہیں تو وہ ریاکار ثابت ہوتا ہے، اور کہیں خونخوار، غرضیکہ جس قدر انسانی شیطنتیں ہیں، اُس کی ذات سے اُن کا ظہور ہوتا رہتا ہے، مگر انسان جب روحانی منازل میں داخل ہوتا ہے، تو اُس کی پہلی ہی منزل میں یہ اسبابِ شرارت اُس سے چھین لئے جاتے ہیں،

پھر وہ انسان جس مذہب میں ہوتا ہے، روحانی ترقیات کرتا کرتا سب کو اپنا بھائی سمجھنے لگ جاتا ہے، اُس کی نظر میں ایک کا فر وہی منزلت رکھتا ہے، کہ جیسا ایک دیندار بھائی اپنے حقیقی بھائی کی نظر میں، وہ نہ ملیچھ کہنے سے غصہ کرتا ہے، نہ کافر لقب ملنے پر چڑتا ہے، برہمن سمجھاتے ہیں ؎

از ہر کہ بشنوی سخنِ تلخ گوش کن ۔ بیہودہ آبرو زپئے گفتگو مریز

وصلِ روحانی کے لئے ایسے اختلافات میں پڑنا تاریک راستہ کا سفر ہے، جب خدا ایک ہے، تو اُس کے پاس پہنچنے کا راستہ بھی ایک ہی ہے، اور وہ راستہ روحانی ہے، برہمن نے یہ

اختلاف کس نزاکت سے دُور کیا ہے ؎

باخلافِ بیں برہمن کہ در رہِ عشق　　یکیست قاعدۂ راہ وصلِ یار یکیست

سب انسان آدم کی اولاد ہیں، اس لئے ازلی برادر پھر ہندی و مسلمان کی تمیز کیسی اور خونریزی کیوں؟ اپنی اپنی اصلیت پر غور کرنے کے بعد فلسفۂ پیدائشِ دنیا یہ سب اختلافات و فسادات دور کر دیتا ہے، برہمن ایسے مدعیانِ دین کو سمجھاتے ہیں ؎

اے برہمن آشنا ہستند از روزِ ازل　　درحقیقت ہیچکس از یکدگر بیگانہ نیست

ہند میں اہلِ اسلام نے آکر اُس کے بعض ارکان نے مذہبی تفریق کی بنا پر خدا کی بھی تقسیم کر دی، اور اسی بنا پر ہندی ہونا بھی جرم قرار دیا گیا یہ تو ہی شر و فساد کا مبدا تھا، اور ردِّ عقائد وحدتِ وجود کا دشمن، برہمن کی تمام عمر ایسی طوفان میں گذری، وہ ایسے لوگوں سے پوچھتا ہے، ذرا سنئے،-

گذشت عمر دریں فکر من ندانستم　　کہ جرمِ کفر (ہندی) کدام است و صوابِ ایمان (مسلمان) چیست

اورنگ زیبی مسلمین کو سمجھاتے ہیں ؎

اینجا نہ بود کشمکشِ سبحہ و زنار　　عشقے تو گذشتن ز سرِ مذہب و دین

اس تفریق و تکرار کے مدعیان کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ شیطانی افعال کے مرتکب ہوتے ہیں، یا انسانی اعمال کے،

یہ کل مضمون پڑھ لینے کے بعد برہمن کے مذہب کے متعلق حضرت جیسے حضرات کا کامل اطمینان ہو جائے گا،

ہندی اپنے مظالم کے خود ذمہ دار ہیں

جن ہندیوں نے اسلامی جور و جبر سے صبر و برداشت کو خیرباد کہہ دیا تھا، وہ اپنے اعمال و افعال کی پاداش میں ہر قسم کی مروجہ اذیتیں اٹھانے کے لئے خود ذمہ دار ہیں، تعصب کا الزام لگایا، شاہان و ارکانِ اسلام کو مطعون کیا، اور اسلامی حکومت مفت میں بدنام کی،

فرقہ وارانہ تعصب کی بربادی کے مبلغانِ دین ہی ذمہ دار و جوابدہ ہیں

پیغمبروں نے آسائشِ خلق کیلئے مذہب بنائے مذہب سے خود غرضوں نے فرقہ بندی کی، اور فرقوں سے ملتیں پھیلیں جب ایک، چند جگہ تقسیم ہوگئے، اور اپنے اپنے رہبروں کے زیرِ تصرف آگئے، تو خیالات عقاید، حالات اور تفہیم میں بھی زمین و آسمان کا فرق پڑگیا، دوئی پھیلی، بھائی کا بھائی دشمن ہوگیا، بحث و تکرار کی نوبت آئی، اور خونریزی کے قرنائے جنگ پھونکے گئے،

جس زمانہ سے برہمن گذر رہے تھے، اُس وقت اکبرِ اعظم کے " اللہ اکبر" کا مرثیہ پڑھا جاچکا تھا، شیعہ اور سُنیوں میں گالی گلوچ سے گذر کر ہاتھا پائی اور جلادی کی تلوار چل رہی تھی، حضرت مجدد الف ثانی سے بزرگ کو قلعہ گوالیار کی اسی ہماہمی سے سیر کرنا پڑی، اِسی طرح سے اسلامی فرقوں میں ایک دوسرے کی جان کا خواہان نظر آیا، مجددوں اور محققوں کی تفسیریں اور تعبیریں ایک کو دوسرے سے جدا کرنے میں تیغِ دودم سے زیادہ کام کرتی تھیں، ایک کتاب، ایک پیغمبر، سینکڑوں فرقے!

اِن سے بدتر ہندیوں کے عالمگیر مذہب کا شیرازۂ عقائد بکھر چکا تھا، سینکڑوں عباتخانہ ایکدوسرے کی اینٹ سے اینٹ کرنے پر تلے ہوئے، دگرزسئے کھڑے تھے، اور حقیقت یہ ہے کہ اپنی ناہمی سے سب اصلیت و حقیقت سے بے خبر تھے، رائے صاحب کی ہمدرد طبیعت نے جب اپنے دینی و دنیوی بھائیوں کی یہ حالتِ زار دیکھی، تو خنجرِ کلام اِس طرح اٹھایا کہ سب کو نفاق کی خونریزی سے ڈرایا ؎

حرفِ اول از برائے اصل فہمیدن بس است ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

اس خنجر کا دوسرا وار ایسے تکرار کیلئے زیادہ مہلک ہے ؎

ایں ہمہ عالم فانیست در ورزندہ کیست نقش بسیار و سے دیدہ بیندہ کیست

آپ کے اِس طریقۂ تلقین کی نزاکتِ بیان نے ایسے فرقوں کے مبلغان کے خیالات پر ایک ایسا خون آشام خنجر مارا ہے، کہ بحث و تکرار کرنے کے قابل ہی نہ رہے، اور جو اِس میں اپنے آپ کو قابل سمجھتے ہیں، نالائق اندھے بنائے گئے،

آجکل مُلک میں ہرجگہ لیکچر، وعظ، اپدیش ہورہے ہیں، اور اِن ہی کا زمانہ ہے، اِن سب کا نتیجہ بدامنی اور نفرتِ مذاہب و مللِ متفرقہ ہے، ان لیکچراروں، واعظوں اور اپدیشکوں کی لفظی مہربانی اور لسانی سے نسلِ آدم ایک دوسرے سے اس قدر دُور از سرور ہوگئی کہ جس کے نہایت ہی تلخ نتائج پیدا ہوں گے، اب ہندو مسلمانوں میں فساد ہے، پھر ہندو ہندو کا، اور مسلمان کا مسلمان دشمنِ جان ہے!

برہمن برہمن ہی نہیں بلکہ دہرماتما تھے

یہ ایک مُسلّمہ امر ہے کہ سخت اشتعال، ہجو و مذمت کا باعث ہو سکتا ہے، مگر درویشِ کامل و دہرماتما ایسے امتحان کے موقعہ پر انتقام کا خیال چھوڑ کر عتاب و سرزنش کا خیال تو درکنار معمولی اظہارِ خفگی بھی نہیں کرتا، اُس کا اس موقعہ کا بیان ایسے نادانوں کی نصیحت و تربیت کا باعث ہوتا ہے، وہ اپنی خنجرِ زبان سے ایسی چوٹ مارتا ہے، کہ دوسرے کا تو کیا ذکر، ہلوک خود آفرین و مرحبا کہہ اٹھتا ہے،

لطیفۂ صداقت

رائے رایان کی سوانح زندگی کے دو ورق کہ جو خاص ان کی ذاتِ گرامی سے تعلق رکھتے ہیں، تحریر لباس میں ایسے آئے ہیں، کہ اُن سے خونریزی کا خون ٹپکتا ہے، مگر وہ ہجو و مذمت کے پہلوئے ذم سے بچتے ہوئے، اِن کے لئے باعثِ فخر ہو کر غیروں سے خراجِ تحسین لیتے ہیں، تذکرۃ الشعراء میں لکھا ہے کہ علامہ **افضل خان** شیرازی گو بادشاہ کا وزیرِ اعظم تھا، مگر لیاقت و فضیلت، دین داری و پرہیزگاری کا بادشاہ تھا، چونکہ خود فاضل بیریا تھا، اس لئے فاضلانِ صافی نہاد سے محبت و صحبت رکھتا ہوا فضیلت کے کاموں میں مشغول رہتا تھا اِس کے تفضل و کرم سے دربارِ شاہی میں شعرائے مشاہیر کا مجمع رہتا تھا، اور ہر دو بار مشاعرہ ہوا کرتا تھا، جس میں بادشاہ بھی شریک ہوتے تھے، ایک بد مذاق متعصب نے اپنی غزل میں ہندوؤں کے مسلمان ہونے سے ہندی مذہب کی توہین اور اسلامی مذہب کی خوبی کا مضمون باندھا، اور وہ شعر میرِ مشاعرہ بار بار رائے صاحب کو مخاطب کرکے سُنایا، گو رائے صاحب اپنی غزل گھر سے مکمل کرکے لائے تھے، مگر اُس کا مقطع فی البدیہہ مقطع ذیل میں بہ نہایت خوبی و عمدگی ہجو تبدیل کرکے اُس سے

ؔلہ پہلا لطیفہ کرامت کے نام سے مرقوم ہو چکا ہے،

سرِ مشاعرہ[1] مخاطب ہوئے ؎

مرا دِلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار　　　بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

صاحب نظر جو مذاقِ سلیم رکھتے ہیں، اور سخندان ہیں، وہ لطفِ بیان کا حظ اٹھا سکتے ہیں، اس شعر نے بلحاظ خوبیٔ بیان ہندوؤں اور مسلمانوں سے خراجِ تحسین حاصل کیا، اب ہی لیتا ہے، اور آئندہ بھی لیتے رہے گا، ہندو سمجھتے ہیں کہ برہمن نے اپنے دھرم کی جامعیت اور فضیلت کا بھرے دربار میں اظہار کیا، اور اس کی صداقت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے، کہ بار بار مکہ جانے پر بھی مذہب اسلام کا اس پر ذرا اثر نہ ہوا، مسلمان سمجھتے ہیں سب کچھ مگر اُن کی تسلّی کے لئے انہیں سمجھایا ہے کہ برہمن کافرِ مطلق تھے، اُن کے دل پر کفر کی ضلالت نے کامل تاریکی چھا رکھی تھی، اور ایسی کہ بار بار مکہ جانے بھی وہ تاریکی دور نہ ہوئی، امرائے ہنود میں یہ واقعہ بتفصیل بیان کیا گیا ہے،

اس واقعہ کے متعلق **افضل خان** کا شعرِ سعدی پڑھ کر شاہجہان کو برہمن کے قتل سے باز رکھنا، ملاؤں کی اختراع ہے، کیونکہ شاہجہان سخندان تھا، اس شعر پر قتل کا حکم نہ دے سکتا تھا، اور اگر یہ واقعہ ملاؤں کا بیان کردہ درج کیا جائے، شاہجہان کی حکومت داغدار ہوتی ہے، اس لئے ہم نے یہ مصنوعی حصّہ قلم انداز کر دیا، خصوصاً اس لئے کہ مختلف تذکروں میں مختلف بیانات سے لکھا گیا تھا، جو زیادہ متعصب تھا، نون مرچ لگا کر لکھا ہے، جو غیور تھا اس نے ملل تعفّن کر لکھا ہے،

الیاسی بحث مولوی **فضل الحق** ذہنی مرحوم خیرآبادی اپنے علم و فضل کی وجہ سے گذشتہ صدی میں علم ادب کے آفتاب تھے، اور بڑے دیندار سچے مسلمان

خدا معلوم کیا واردہ ہوا کہ آپ نے جذبۂ دینداری سے یہ شعر موزوں کیا ؎

ذہنی درکعبہ رفتی بارہا　　　نامسلماں نامسلمانی ہنوز

[1] یہ واقعہ بحوالہ نتائج الافکار مصنفہ قدرت اللہ خان قدرت مولوی فضل الحسن صاحب حسرت موہانی نے بھی لکھا ہے، وہاں یہ شعر شہزادہ دارا شکوہ کی سفارش پر شاہجہان کے حضور پڑھنا بیان کیا گیا ہے، اور بجائے "مکہ" کے "کعبہ" تحریر کیا ہے، تحفۃ الدنیا میں بھی یہ لطیفہ لطف دے رہا ہے، مگر وہاں سعد اللہ خان وزیر کے عہد کا واقعہ ظاہر کیا گیا ہے غرض سب تذکروں میں یہ لطیفہ درج ہے، "بہار ستامی"

جن شاندار الفاظ میں اپنی کسرِ نفسی سے مذہبِ اسلام کی شان دکھلائی ہے، وہ آپ ہی کا حصہ تھا، ایسے بزرگ دنیا میں کہاں پیدا ہوتے ہیں، کہ جن پر مسلمانوں کو بجا ناز تھا،

رائے رایان توہماتِ باطلہ کے قائل نہ تھے

ہر نقش کہ سرزند درست است — بیہودہ چہ استخارہ سازم

جس طرح سے شاہ کا منتری چوبدار کا مرہونِ احسان نہیں ہوتا، اسی طرح سے وحدت وجود کا پجاری توہماتِ باطلہ کا قائل نہیں ہوتا، رائے رایان کا درجۂ روحانی اجازت نہ دیتا تھا، کہ وہ اِن توہمات میں اپنا وقت ضائع کریں، وہ بار بار صاف الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید — کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

برہمن کا معراجِ روحانی

عالمِ صورت ہمی آشنا فہمیدہ ایم — کے بفہمد کس در آید آنچہ من فہمیدہ ایم

برہمن کے آب و گِل کے اُس خمیر نے کہ جس سے اُن کا پاک جسم بنا تھا، پیدائش کی ساعت سے موت کی آخری گھڑی تک اُنہیں جوش دیا، چاروں وید، چھ شاستر اور اٹھارہ پُران، اِن کے ایمان کی جان تھے، اُنہوں نے اُنہیں سمجھا، اور اسی راستہ پر پڑ گئے کہ جس پر ان مقدس گرنتھوں کے پڑھنے سے پڑنا ضروری ہے، اور وہیں پہنچے کہ جہاں اِن کتب کے پڑھنے سے پہنچنا تھا، آپ دربار دارا شکوہ کے دریائے فیض سے فیضیاب ہونے سے پہلے ہی دریائے حالی میں تیر رہے تھے، وہاں پہنچ کر گوہرہائے روحانی کے جلا دینے کا زریں موقع ملا، پھر یہ جلا پاکر اُن کی زبانِ قلم کا جوہرِ آبدار بن گئے، بے تکلف چمکتے تھے، اور صفحے کے صفحے نور افشاں ہوتے تھے، اور سب کی چمک دمک یکساں، جس کوچہ میں ان کا قلم نکل جاتا تھا، نور ہی نور نظر آتا تھا، چنانچہ ہر قسم کے مضامین نورِ روحانی سے ایسے منور ہوئے، کہ جس نے دیکھا مسحور ہو گیا، اور ایسا ہونا بھی چاہئے تھا، وہ روحانیت کیا ہوئی، کہ جس کا اثر غیر مقلد کے دل و دماغ پر نہ ہو، ہم اس نعمت سے محروم ہیں، مگر دلِ گداز پایا ہے، اور درج کہ بزرگوں کا ورثہ ہے، لذت آشنا ہے، برہمن کے جوہرِ قلم نے ہمیں ہلاک کیا، یہ روحانی اثر برہمن ہی کی موثر تحریر سے پیدا ہو سکتا ہے، اور یہ ہلاکت اُن ہی کے

جوہر تیغ زبان سے رنگ لائے گی، اِس لئے طبیعت بجو کرکے بیٹھے ؎

برہمن از نظرم رازِ چرخ مخفی نیست   کہ ہرچہ ہست در آئینۂ نگاہ منست

ایک مقام پر پھر پتہ دیتے ہیں ؎

برہمن پند کسے جا نہ کند در دلِ من   خود شوم ناصح و در گوش چرا دارم گفتم

بھائی اور اولاد

شگفتہ ہر طرف گلہائے لالہ   گرفتہ برکفِ عشرت پیالہ

با وصف تجسسِ بے پایاں کوششِ فراواں ہمیں پتہ نہ لگا، کہ آپ کے حالاتِ خانہ داری کیا تھے، یہ کس شاخ و شجر کے ثمر تھے، اور وہ کیسے تھے، افسوس کہ آپ کی شادی اور اولاد کے متعلق کبھی کچھ معلوم نہ ہو سکا، لیکن جو (صاحب) ایک برہمن اپنے فنِ کمال سے سلطنتِ مغلیہ کا میر منشی منتخب ہو، اپنی عمر کا کثیر حصہ بادشاہوں اور امراء کی صحبت میں گذارے، سالہا سال رکنِ سلطنت رہا ہو، امارت و ریاست کا مالک ہو، طرح طرح کی شاہی منازل تعمیر کرائے، کہا جا سکتا ہے، کہ وہ ضرور شادی شدہ اور صاحبِ اولاد ہوں گے، اور جب آپ کی سنیاس آشرم کی زندگی پر غور کیا جاتا ہے، تو یہ نتیجہ بآسانی پیدا ہوتا ہے، کہ وہ صاحبِ اولادِ سعادتمند تھے، اگر نہ ہوتے، سنیاس آشرم میں داخل نہ ہوتے، اور جب اس معاملہ میں ان کے کلام سے گفتگو کی جاتی ہے، تو اُس کی "واہ" اور "آہ" آپ کے اہلِ درد اور صاحبِ اولاد ہونے کا پتہ دیتے ہیں، اگر برکتِ الٰہی شاملِ حال رہی، تو دوسرے ایڈیشن تک آپ کی پرائیویٹ لائف کی واقفیت کے خزانے پُر ہو جائیں گے،

تلاش و تحقیق کا سلسلہ جاری تھا، لیکن کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاکید اُس سے سخت تھی، اس لئے وہ کاتبوں کے سپرد کی گئی، کہ اسی اثنا میں میرے معزز، علم دوست شفیق کرم قابلِ تعظیم منشی عبدالرحیم صاحب بسمل کرنالوی نے ایک بیش بہا جز نہایت تلاش و محنت سے راسخیا کی زندگی پر لکھا، اور یہ اُس وقت پہنچا، کہ جب مندرجہ بالا فقرہ لکھا جا چکا تھا، چونکہ فضلِ الٰہی اب کارِ خیر میں شاملِ تھا، اس لئے عین وقت پر یہ دلدوز کمی پوری ہو گئی،

رائے رایان کے قابل بھائی

حضرت بسمل پتہ دیتے ہیں، کہ رائے صاحب کے حسب ذیل رقعہ سے ثابت ہے کہ آپ کے دو حقیقی بھائی رائے بھان اور اودے بھان تھے ملاحظہ ہو:-

"از آنجا کہ فقر و سلوک آئین قدیم برہمناں است، فقیر فقیر بود و رائے بھان و اودے بھان کہ ہر دو برادر فقیر اند، قدم بر قدم بزرگان گذاشتند و رفتہ رفتہ سراز منزلِ ارباب جذبہ و حال کشیدند، و ایں برادر راجہت ...... خدمتگاری و خبرداری خود در عالم تعلق گذاشتند"

اس مادی شہادت کی موجودگی میں کسی مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں، یہ تحریر آپ کے خاندانی روایات و حکایات پر کامل روشنی ڈالتی ہے، رائے رایان شری منوجی مہاراج کی تقسیم[1] زندگی کے احکام کے تتبع میں سنیاسی ہوئے، اور آپ کے دونو بھائی امور خانہ داری میں مصروف ہو گئے، غزل بحر "حال ہے باید" "سفال ہے باید" جو دیوان میں درج ہے وہ آپ نے اپنی اِن ہی دونوں بھائیوں کے نام لکھی ہے، برہمن اپنے بھائیوں کے حالات میں آگاہ فرماتے ہیں:-

"رائے بھان را ہوس آزادی در سر افتاد، بہوائے تعلق ساخت واودے بھان بمقتضائے قابلیت و استعداد سرگرم تماشائے روزگار شد، و تربیت در صحبت نتیجۃ الابرار عاقل خان یافت، چوں خانِ مذکور عین جوانی و کامرانی از جہانِ بے بقا و سرائے فانی بملک جاودانی شتافت، و در ہمہ ایام اودے بھان نیز از خمخانۂ حقیقت جامِ محبت دادند و بہ نشاء ابدی سرخوش گردانیدند، الحال بخانۂ اطوار ایں تعلق است"

دارالخلافہ آگرہ کے علما کی رائے

رائے رایان کے خاندان کا شہرۂ مدعا نویسی ایک دنیا پر سکہ بٹھا چکا تھا، چنانچہ آپ اپنے بھائی اودے بھان کو ایک خط میں اس طرح سے مسرور فرماتے ہیں:-

"روزے برو دروازۂ قلعۂ دولت خانہ دار الخلافہ آگرہ بہ ملازمت حضرت سراندازخان کہ باب سخن را بسیار

---

[1] سری منو مہاراج نے انسانی زندگی چار حصوں میں تقسیم کی اول برہمچریہ، دوم گرہستاشرم، سوم بان پرستھ آشرم، چہارم سنیاس آشرم،

دوست میدارد، نشستہ بود، ملّا نوری، خلیفہ شہباز در مجلس حاضر بودند، در سخن گوئی و فضائل و کمالات ضرب المثل اند، سخن از ہر باب بر زبان ما میرفت، چوں مذکور منشیان مدعا نویس بمیان آمد، یاران سخن فہم، نام شما را (ودے بھان) را بر زبان آوردند، دار روئے انصاف نوبت سخن بفقیر گذاشتند"

چہار چمن کے خطوط

حضرت بسمل کی رہبری سے جو نسخہ چہار چمن کی سیر ہوئی، اپنے کتبخانہ میں تلاش کی دُھن سمائی، کارندوں کو لکھا کہ کتب خانہ چھان مارو، مگر افسوس کہ وہ کامیاب نہ ہوئے، دل نے کہا کہ چل تو ہی تلاش کر شام پہنچا اور پرانے صندوق کھولے پہلے ہی صندوق سے قلمی چہار چمن ملا، خوشی کی کیا انتہا ہو سکتی ہے، اس کے ملاحظہ سے جب کہ خاندان کے حالات آئینہ ہو گئے، اُس میں جو تلاش کیا، وُہی ملا، چمن اول اِن کے حالاتِ ذاتی سے گلزار پایا، بہت سے خطوط اپنے والد بزرگوار اور دونوں بھائیوں کے نام لکھے ہیں، اور سب نصائح و پند سے قلمبند کئے گئے ہیں، اُن سے معلوم ہوتا ہے، کہ پنڈت اودے بھان آپکی طرح خاص قابلیت رکھتے تھے، آپ کو اُن سے خاص اُنس تھا، وہی زیادہ تر اُن کی خدمت میں رہے، جو جو نکات اور ہدایات اپنے بھائیوں کو دیگئی ہیں، وہ ایک سرمایۂ حیات ہے، اِن خطوط کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے، کہ راسئے رایان ہر وقت نصیحت دہی سے کام رکھتے تھے اپنی غزلیات روانہ کرتے تھے، اور فاضلوں اور نکتہ سنجوں کے حالات سے اطلاع دیتے تھے، چونکہ خود خوشخط تھے، اس لیئے خوشخطوں کا خاص طور پر ذکر فرماتے ہیں،

اولاد

آپ کی متفرق تصانیف سے یہ امر متحقق ہو چکا کہ آپ کی شادی ہو چکی تھی، اور ایک لڑکا پنڈت تیج بھان بھی آپ کے عروج کے زمانہ میں فاضلوں سے تعلیم و تربیت پا چکا تھا، اِس کی تعلیم و تربیت کے لیئے خاص انتظامات کئے گئے تھے، مگر اِس صاحبزادہ کے متعلق اِس سے زیادہ کوئی مادہ نہ ملا،

بیٹے کی تعلیم و تربیت کیلئے اپنے بھائی اودے بھان سے مشورہ

دانا آدمی ہر وقت نیکی کا کام کرتا ہے،

فرزند بندہ ایست خدا را غمش مخور　　　　تو کیستی کہ بہ ز خدا بندہ پروری

ذرا دیکھنا کہ فرض شناس باپ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت میں کس قدر غلطاں و پیچاں ہوتا ہے اور پیچیدگی اس وجہ سے زیادہ ہو گئی تھی کہ اورنگ زیب کی نظیر نے بیٹوں کو باپ کا دشمنِ جان بنا دیا تھا۔ یہ نصیحت نامہ اورنگ زیب کے اخلاق و ادب پر ادب کے تازیانے مارتا ہے۔

"بر برادرِ اودے بھان معلوم برادرِ یگانگت باد' کہ اگرچہ لطفِ الٰہی شاملِ حالِ ہر بندہ است' و حکمتِ بالغۂ او در باب ہر کس ہرچہ مناسب دانستہ از پردۂ غیب بمنصۂ ظہور آوردہ می آرد' لیکن نظر بر عالمِ صورت بر پدر لازم آمدہ است' کہ تربیتِ پسر نماید و بر پسر واجب گشتہ کہ مطیعِ پدر باشد' بالفعل آنچہ بر فقیر لازم است' آں را بہ نسبتِ فرزندے تیج بھان میخواہد کہ بعمل آورد و آنچہ لازم اوست' انشاء اللہ تعالیٰ توفیقش از دست فضل خواہد آمد' از جملۂ شرائطِ تربیت شرطِ عمدہ آنست' کہ معلمِ دانا' صالح' خداشناس بہم باید رسانید"

آگے مشورہ دیتے ہیں:۔ کہ اگرچہ اس شہر جنت نظیر میں اربابِ فضل و کمال بیشمار ہیں' اگر اودلال نے مُلّا عبدالکریم سے فیض پایا ہے' اب اُن پر حالتِ جذبہ و درویشی غالب ہے' اُن کے فرزندِ رشید کی بھی یہی حالت ہے' اِن بزرگوں کو ایسی حالت میں تیج بھان کی تعلیم و تربیت کیلئے تکلیف دینا ایک تکلیف ہے' مُلّا شاہ محمد وہاں سے بہت دُور قیام رکھتے ہیں' اس لئے اِس سال تیج بھان کا وہاں بھیجا جانا ممکن نہیں' مُلّا سعد اللہ اور اُن کے بیٹے کو کہاں فرصت ہے' کہ اِن جزئیات میں اپنا وقت صرف کریں' اِس لئے یہی بہتر ہے کہ مُلّا خان محمد اگر رضامند ہوں' اُن سے تعلیم جاری کرائی جائے' اودے بھان کو اطلاع دیتے ہیں:۔

"برادر اودے بھان ہموارہ سرگرم نشاطِ سخن باشند... اتفاقاتِ روزگار در ایں ایام فضیلت پناہ مُلّا عاشقی مشغولِ تعلیم فرزندے تیج بھان است"

شاگردانِ برہمن رائے رایان کے شاگردان کا حلقہ اِس قدر وسیع تھا' جس قدر کہ اُن کا مطالعۂ کُتب' اور وہ اُنھیں ایسا ہی عزیز جانتے تھے' جیسا کہ جاننا چاہئے' افسوس کہ ہمیں اُن کے نام و کلام کا پتہ نہ چلا' محض صورت سنگھ کے نام و نشان سے واقفیت ہوئی'

آپ کا وہ خط[۱] جو آپ نے اپنے بیٹے کے نام لکھا ہے، اِس تحقیقات پر کسی قدر روشنی ڈالتا ہے، اِس میں جہاں وہ اپنے مطالعہ کتب سے اُس کو آگاہ فرماتے ہیں وہاں لکھتے ہیں:-

"تا آں کہ شروع در بہم رسانیدن دیوانِ ہا و مثنوی ہا نمود و نسخہ بسیار بدست آوردہ، و بعد از مطالعہ .... بشاگردان داد"

آپ کا یہ علمی فیض آپ کی طبیعت کے عین مطابق تھا، کسی مزید تحقیقات میں آپ کے شاگردوں کا نام اور کلام بھی مل جائے گا۔

برہمن کا چڑیا گھر

عام طور تذکرہ نگاروں اور نقادانِ سخن نے اپنے ممدوح کے چال چلن، عادات و خصائل کا پتہ لگانے کے لئے یہ طریقہ بھی جائز سمجھا ہے کہ دیکھیں اُن کے ممدوح کے کلام میں کس کس اور کیسے کیسے جانوروں کا نام آیا ہے۔ چنانچہ اسی تقاضے پر بڑے فخر کے ساتھ یہ دعوے کیا جا رہا تھا، کہ خواجہ حافظؔ کی زبان سے سگ کا لفظ کہیں نہیں نکلا، مگر حالیؔ نے اُس کی تردید ثبوت کے ساتھ ضرور کی ہے۔

ہمیں بھی شوق پیدا ہوا کہ برہمنؔ کا چڑیا گھر دیکھیں، تاکہ ہم بھی کوئی نکتہ حل کر سکیں، کیونکہ برہمن ادا فہمی اور نکتہ دانی کے بادشاہ تھے۔ ہم نے اِس ذوقِ تحقیق میں اُن کا تمام دیوان دیکھا، وہاں کتے اور سوروں کا تو کیا ذکر، پانچ خاص جانوروں کے سوا کہ جو اُن کی عادات اور خواص ظاہر کرتے ہیں، اور کسی جانور کا نام نہیں آیا۔

پہلا جانور اُن کا پیارا بلبل ہے، جس سے اُن کی گویائی کی طرف اشارہ ہے، اُن سے سنئے

مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمنؔ   لیکن پُر از نواست چو بلبل زبانِ ما

دوسرا "پروانہ" جو اُن کی صفتِ وفاداری اور قربانی و صدقِ عشقِ الٰہی میں اُس شمع رو پر جلا جاتا ہے، اُن کی یہ صفت دیکھئے۔

با شمع رو ئے دوست چو پروانہ ساختیم   چوں شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم

---

[۱] یہ مکمل خط صفحہ ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیے۔ "بہار سنامی"

لیکن اُس کی دوسری صفت سے اُنہیں سخت دشمنی ہے ؎

نہ چو "پروانہ" بیک شعلہ ز پرواز اُفتم — گر برآرند ز آتش رَوَم و باز اُفتم

اِن کا شہرارفیق راجپوت صفت "سمندر" ہے، ہم بیان نہیں کرسکتے کہ اُن کی ایسی صفت کس طرح ظاہر کریں، وہ خود بیان فرماتے ہیں، اور ساتھ ہی پروانہ کی صفت کی غلطی نکالتے ہیں ؎

ما چوں "سمندریم" بسوزیم شگفتیم — موقوفِ یک شرارۂ آتش چو خس نہ ایم

چوتھی "مگس" ہے، اُس کی دو صفات ہیں، صفتِ ناقص سے متنفر ہیں، یہ کراہیت ملاحظہ ہو ؎

ما ریزہ چیں ز خوانِ کساں چوں "مگس" نہ ایم — ز منت پذیرِ مائدہ ہیچکس نہ ایم

مگر اُس کی متجسسانہ و محنتی طبیعت کو شہد کی مکھی کی طرح کہ جو اصلیتِ حال کی عاشق ہے، عسل سے زیادہ پیاری سمجھتے ہیں،

پانچویں غیر حقیقت و ناچیز ہستی "مورِ ضعیف" ہے، جو عزر درو نخوت کو کاٹ کھاتی ہے، اور دنیا پر ہر جگہ ستائی جاتی ہے، وہ اِس دل آزاری سے ہمیشہ مجتنب رہے،

بآزارِ "مورے" "منہ پائے" — کسے را بکمر سوئے میا آزار

برہمن کے ترکِ تعلقات کی بدیہی مثال

بادشاہ کے چند جس قدر شعراء گذرے ہیں سب کے دیوانوں اور مثنویوں میں بادشاہِ وقت، وزراء اور بااختیار دربار سوخ اُمرا کی جا و بیجا مدح سرائی کی جا کر اپنی غرض و غایت کا پتہ دیا گیا ہے، آپ ان کا تمام دیوان دیکھ جائیے، اِن جنجالوں میں ایک شعر بھی پھنسا ہوا نہ ملے گا،

اولادِ معنوی اور علمائے صوری

زندہ ہے، وہ انسان، جو دُنیا میں نیک نشان اپنی یادگار چھوڑ گیا، خُدا کے فضل سے برہمن صاحب اولادِ معنوی بھی ہیں، اور اولاد بھی سعادتمند وہ ایک نہیں بلکہ کئی اور ایک سے ایک بڑھ کر علمی جوہر، ہر صنفِ سخن کا شاہ ہے، بے نظیر اور ایسا فیاض کہ ہر طالب و جویان اُس کے فیضِ عام سے فیضیاب ہوتا ہے،

آپ کو آپ کا درباری علمی و ادبی انہماک کہاں فرصت دیتا تھا، کہ آپ اپنے زورِ خیال کے مطابق کچھ لکھتے، طبیعت کی سحر پردازی دکھاتے، مگر پھر بھی آپ کا نام و کلام فارسی چمن گلکم میں سرسبز و شاداب ہے، اور اُس گل و گلزار کی مہک سے دماغِ عالم و عالمیان تا قیامِ دنیا معطر رہیگا، دیوان، مثنوی ہفت بحر، رباعیات، فردیات و ابیات، نمونۂ نثر آپ ملاحظہ فرمائیں گے، ان کی شمیمِ مضامین روح افزا ایسے نہیں کہ آپ کے دل و دماغ میں جگہ نہ دیں، دیگر تصانیف جو باوجود تلاش نہ ملیں، مگر بعض کا پتہ مل گیا، قابلِ دریافت حصول ہیں، اہلِ شوق اگر جستجو رکھیں گے، تو سب کچھ مل جائے گا، اور وہ ملے گا، جس کا کہیں نشان نہیں،

آج تک کسی مورخ نے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی کوئی مکمل فرد نہیں لکھی، نہ تشریح کی، مگر حضرت بسمل کی سعی مشکور ہوئی آپ منشآتِ برہمن کے مالک ہیں، اور کرم خوردہ نسخہ محفوظ رکھتے ہیں، دیباچہ رائے رایان نے خود لکھا، اور اپنی اولادِ معنوی کی اس میں خیالی بھی درج کی یہاں ہم وہ دیباچہ فخرِ مضمون بناتے ہیں، کہ اُس سے رائے رایان کی اولادِ معنوی کی تاریخی زندگی مستند ہو جاتی ہے،

"بمرورِ ایام دیوانِ غزلے و مثنوی با نسخۂ چند مثل گلدستۂ چہار چمن و بدیع الانوار، تحفۃ الانوار، و تحفۃ الفصحا و مجمع الفقرا
ترتیب داده، ازاں ہنگامے کہ این نیاز مند قلم بدست گرفتہ، واقعاتِ متفرقہ در ہر باب خصوص در امورِ خیر نوشتہ، اگر
نقلِ آں را احاطہ مے نمود، نسخۂ علیحدہ ترتیب مے یافت"

اس اقتباس کی منظر و عبارت صاف پتہ دیتی ہے، کہ اس فہرست کے علاوہ آپ کے قلمِ معرف نے اور بہت کچھ لکھا، سلسلۂ تلاش و شوق جاری ہو گیا، سب کچھ مل جائے گا،

۵ ـ انڈیا آفس لائبریری لندن کی فہرست کتب فارسی میں لکھا ہے:- "چندر بھان پٹیالہ یا لاہور کے تھے، کہ جنہوں نے شاہجہان کے زمانے میں بڑی ترقیات حاصل کیں، انجال مراۃ جہاں نما آپ نے ۱۰۷۳ھ میں انتقال فرمایا، دیگر مستند کتب آپ کی تاریخ وفات ۱۰۶۸ھ ظاہر کرتی ہیں، اُن کی تصانیف حسب ذیل ہیں، گلدستہ، منشآت، چہار چمن، کارنامہ، تحفۃ الوزرا، تحفۃ الفصحا، مجمع الفقرا" "لائس ولیم بیل" مصنف اورینٹل بایوگرافیکل ڈکشنری میں برہمن کا وطن "پٹیالہ" لکھتا ہے، اور گلدستہ، تحفۃ الانوار، مجمع الفقرا، چہار چمن، منشآت، دیوان التصانیف برہمن شمار کرتا ہے، اور بیان کرتا ہے کہ "اپنے آقا کی معزولی کے بعد ملازمت سے مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے، جہاں ۱۰۶۲ھ میں وفات پائی انہوں نے آگرہ میں اپنی رہائش کے لئے ایک مکان تعمیر کیا تھا، جس کا اب نشان تک نہیں ملتا، صاحب کا یہ بیان تعمیراتِ آگرہ غلط ہے، ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۲،

رُباعیات

جو دیوان ہمارے کتب خانہ کا ہے اس کے آخر میں (۴۳) رباعیات ہیں۔ رائے سری رام صاحب کے دیوان میں (۶) رباعیات اور پائی گئیں۔ حضرت بسمل کرانوی نے رائے رایان کے کلام سے (۵) رباعیات اور ایسی نکالیں، جو ہمارے ہاں نہیں۔ بدیع الانوار تحفۃ الانوار سے جس قدر کلام مل سکا، وہ بھی ہم نے لے لیا، اور جہاں موقع دیکھا درج کر دیا۔ چنانچہ اب کُل ( ) رباعیات ہو گئیں، اور یہ سب درج کر دی گئیں۔ رباعیات کے ملاحظہ کرنے کے بعد یہ رائے بڑی آسانی سے قائم کی جا سکتی ہے، کہ ان کا زیادہ حصہ سنیاس آشرم دھارن کرنے کے بعد بمقام کاشی جی سرمۂ چشم بصیرت عالمیان ہوا۔

چہار چمن یا منشآتِ برہمن

رائے رایان نے اپنی تحریراتِ نثر کا ایک مختصر مجموعہ مرتب فرمایا، وہ چار جدا گانہ ہونے ادب کے لحاظ سے انشاء چہار چمن کہلایا۔ میرزا صاحب لکھتے ہیں:

"انشاء چندر بھان چہار چمنی یعنی چار حصوں پر منقسم ہے، اور ہر حصے میں مختلف اشخاص اور نوابوں کے نام خطوط لکھے گئے ہیں۔ طرزِ عبارت خطوط اور مضامین خطوط نویسی لکھانے ہی کی خاطر نہیں لکھے گئے تھے، بلکہ جو خطوط وقتاً فوقتاً لکھے جاتے رہے، انہیں جمع کر دیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان مختلف خطوط سے جو حاکمانِ ملک اور نوابوں کے نام لکھے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ اُس وقت بھی ایک آزادی کے ساتھ خط و کتابت ہوتی تھی۔ چمن مذکور میں فلسفیانہ اور صوفیانہ نکات بھی موثر پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔"

منشی سعید احمد[۵] یہ پتہ دیتے ہیں:-

"رائے چندر بھان نے اپنے رقعات اور تحریرات کو خود جمع کر کے ایک مجموعۂ رنگین مرتب کیا ہے۔ منشی سیل چند لکھتے ہیں کہ انہوں نے انشاپردازی میں علامی ابوالفضل کا تتبع کیا ہے۔"

پروفیسر آزر صاحب رائے قائم فرماتے ہیں:-

"تیسرا چمن نہایت غور سے ملاحظہ کرنا چاہیئے، اس میں رائے رایان کے حالاتِ زندگی نہایت وضاحت سے

---

[۵] رسالہ زمانہ کانپور بابت ماہ جون ۱۹۲۲ء

قلمبند کئے گئے ہیں، چمن اوّل اور دوم شاہجہاں کی روزانہ مصروفیتوں کا ایک لاجواب بیان ہے، اور دربار کی عام کیفیت و حالات نہایت موثر پیرایہ میں لکھے ہیں، چمن چہارم انداز و نصائح کا گلزار کھلاتا ہے، اخلاق و ادب کا ایک بے خزاں گلدستہ ہے۔

بہت سے مضامین اسی حصۂ کلام سے لئے گئے ہیں، اور یہ انشاء ایسی بے بدل ہے کہ جو ہرگز گوشہ گمنامی میں نہ پڑی رہنی چاہئے، **کلیاتِ برہمن** حصۂ نظم سے فراغت پانے کے بعد کلیاتِ نثر کے شائع کئے جانے کا انتظام ہوگا، خدا وہ دن جلد دکھائے۔

یہ بہار الانوار، تحفۃ الانوار، تحفۃ الفصحیٰ، مجمع الفقراء، سفرنامہ کابل، سفرنامہ ایران، اور کارنامہ نایاب ہیں، اور ممکن ہے کہ حضرت **آذر** کے ہاتھ لگ جائیں، اس لئے اب ان پر کچھ نہیں لکھا جاسکتا، افسوس کہ اب ان کا محض نام باقی ہے، اور مطالعہ نصیب نہیں ہو سکتا، **برہمن**

ز دیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زباں باقیست — غمے کہ بود درین سینۂ تپاں باقیست

رائے رایان کا کلام نظم کئی جلدوں میں چاہئے

انشائے **چہار چمن** میں رائے رایان کا ایک اطلاعاتی خط **سعد اللہ خان** وزیر اعظم کے نام پایا جاتا ہے، جس میں آپ لکھتے ہیں:-

"ہر روز غزلِ تازہ از نظرِ کیمیا اثرِ افضل خان مغفرت نشان گذرانیدہ"

آپ کی اس تحریر سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ آپ ہر روز تازہ غزل لکھتے تھے، اور یہ ظاہر ہے کہ **سعد اللہ خان** کی وزارت مہینوں نہیں، بیس سال تک رہی، اس حساب سے آپ کی غزلیات کی تعداد ہزاروں تک پہنچی چاہئے، مگر دیوان موجودہ میں گنتی کی غزلیات ہیں، اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کے دیوان کی کئی جلدیں ہوں گی، اب تک کچھ پتہ نہیں چلا۔

سعادت مند اولاد کی گوشہ گیری اور نا جوشی

عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست

مورخین نے اولادِ معنوی کی تفصیل آپ کے **چہار چمن** (چمن دوم) سے لی ہے، ذاتی تلاش و تحقیق کی سر دردی نہیں فرمائی اور یہ

ظاہر ہے کہ چمنِ دوم کی یہ تحریر اُن کی کوئی آخری تحریر نہیں، یہ محض بادشاہ و اُمراء کے خطوط مرتب کرتے وقت اُس کا ایک تمہیدی نوٹ ہے، ایک ایسے صاحبِ قلم کی تصانیف کی یہ تفصیل کہ جو آغازِ جوانی سے قبل ہی تصنیف و تالیف کے کام میں مصروف و منہمک ہو گیا ہو، ہمیں تجسس مزید کے لئے اُبھارتی تھی،

زمانہ کی ناقدردانی اور انقلاب سے بڑے بڑے کتب خانہ برباد ہوئے، حتی کہ کتبِ مقدسہ کہ جو لاکھوں برس اِس سے فیضِ عالم کو فیض پہنچاتی رہیں کُل آج تک دستیاب نہیں ہوئیں، تو پھر **رائے رایان** کی کُل تصانیف کس طرح مل سکتی ہیں، آپ کا پرائیوٹ کتب خانہ **لاہور، آگرہ** تھا، آپ کے بعد پنڈت **اُودے بھان** آپ کا قابل بھائی تھا، اور آپ کا بیٹا پنڈت **تیج بھان** بھی صاحبِ علم تھا، یہ خیال کیا جا سکتا ہے، کہ ان ہر دو نے آپ کی لائبریری کی ضرور حفاظت کی ہو گی، مگر اِس کے آگے کا سراغ نہیں چلتا، نہ ہمیں اب اِس قدر فرصت و مہلت ہے، کہ ہم **کلیاتِ برہمن** کی ترتیب کا کام چھوڑ کر اُس کی تلاش میں مصروف ہو جائیں، **لاہور** میں حضرت **آذر** سے ملاقات کا موقع ملا، تو آپ نے فرمایا کہ **رائے رایان** کے کُتب خانہ کی عجیب کیفیت ہوئی، کچھ حصہ کسی نالائق کے ہاتھ پڑا، جس نے دنوں میں ضائع کر دیا، پھر مجھے پتہ لگا جو بچا خرید لایا، اُس انبار میں سے ایک بیاض ملا، جس کی آخری تحریر "بست و پنج بیساکھ روز پنجشنبہ شہر محرم الحرام سمت ۱۷۰۱ راجہ بکرماجیت" کی ہے، اِس پر ایک جگہ یہ عبارت درج ہے:-

این بیاض بدستخط چاچا صاحب ام ملک کند و ہل ہر گز باشی است در حینِ حیات بندہ لکھپت رائے بخانہ خواندن بخشیدند"

طغرائے شاہجہان کا پرچم

جب ہم نے اُسے دیکھا، تو اُس میں چار قسم کی جدا جدا انشائیں پائی گئیں، کُل مضمون نہایت خوشخط چھوٹی تقطیع کے ۲۴ اوراق پر لکھا دیکھا، اُس کے خاتمہ پر عبارتِ ذیل عنبر قلم کی لکھی پائی:-

"این نسخۂ طغرائے شاہجہان بادشاہ تصنیف رائے چندربھان برہمن درحق و ملکیت لکھپت رائے ولد

ملک روشن رائے ابنائے جادورائے قوم ہمگل قانونگو نیجاب سیداں ذنکوپورہ ونور دوآبہ بندۂ پادشاہی است"

جس سے معلوم ہوا کہ ان کا کتب خانہ ان کے دوست **ملک پھاگ مل** کی اولاد کے قبضہ میں آیا، اس کتاب کی تحریر سے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے، کہ یہ تحریر بھی کسی اعلیٰ منشی کی لکھی ہوئی ہے، جو نہ فقط خوشخط تھا، بلکہ صحیح نولیس اور ممکن ہے کہ اس کی کتابت **رائے رایان** کی زیرنگرانی ہوئی ہو،

ہم نے یہ بیاض اُن سے عاریتاً حاصل کیا، آغاز ملاحظہ ہو۔

"طلوعِ آفتاب جہاں افروز سلطنت از مطلع دولت واقبال یعنی "جہر دگرد روشن مبارک بادشاہ کام بخش نفیرسال بعد از طلوعِ نعمت خاصہ مطابق قاعدۂ قدیم دولت عظیم و خلافت کبرا جانب جہر دکہ درشن مبارکہ در دار الخلافہ شاہجہان آباد، مستقر الخلافہ اکبرآباد، و دار السلطنت لاہور مشرف بر درباست الخ

خاتمہ اس فقرہ پر ہوا ہے۔

"وہم چنیں ہنگامۂ آتش بازی گرم مے شود کہ شرارۂ آں ستارہ وار سر بآسماں مے کشد و صدائں زمین در زمان می پیچید"

اُس تحریر سے کہ جس میں اس کا اور اُس کے مصنف کا نام درج ہے، طرزِ نگارش اور مضمون پر غور کرنے کے بعد کوئی شبہ باقی نہیں رہتا کہ یہ بھی **رائے رایان** کی تصنیف ہے، اس کی نسبت کسی مورخ نے ذکر تک نہیں کیا، حالانکہ شاہجہانی عہد پر یہ بہترین کتاب ہے، اور لاجواب آن مشکلے کہ پیشِ نظر بود برہمن یزداں یک ادائے غمزہ بابا تمام شد غلط دیوانوں کی پریشانیاں، مصححانِ مضامین کی غلط جدت آرائیاں، اصلی دیوان ملنے پر دور ہوگئیں، دیگر تصانیف مشہورہ و مستورہ کی دستیابی زاید از امید و آرزو ہے، یہ سب کچھ صدقِ ارادت کا نتیجہ ہے، اس "بزمِ نظم" کی تنظیم ہوتے ہی بہار "بزمِ نثر" کے آراستہ کرنے کی نوید سنائی جائے گی، اور کیا تعجب ہے کہ ایسے

اِس خدمت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی!!

اشاعت پا جانے پر اطراف ملک سے آپ کی اور تصانیف مل جائیں اگر مصروفیت کی موافقت کے ساتھ اوقات کی مساعدت رہی، تو آپ کی اولادِ معنوی تا ہنوز کا دن بھی سر پر کھڑا ہے، کیونکہ ساتھ کے ساتھ ان کی بھی ترتیب ہو رہی ہے، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کام میں برہمن کی روحانی امداد شامل ہے، ورنہ کہاں ہم اور ہماری قابلیت اور کہاں برہمن اور اُن کی گم کردہ تصنیفات،

جادو ناتھ سرکار تصانیف برہمن پر

جادو ناتھ سرکار مشہور مورخ تاریخی خدمات کے لئے ملک سے خراج تحسین حاصل کر چکے ہیں، دورِ حاضرہ کا مورخ محقق رائے رایان کی علمی خدمات سے کیونکر محروم رہ سکتا تھا؛ آپ نے سلطنت مغلیہ کی ایک مفصل تاریخ مرتب کی جہاں اس کا ماخذ دیگر مواد تھے، وہاں قابل مورخ نے رائے رایان کی تصنیف سے فائدہ اُٹھا کر حسب ذیل الفاظ میں اُن کا ذکر کیا ہے:-

"منشی چندر بھان میر منشی شاہجہاں کی کتاب چہار چمن برہمن، شاہجہان اور اورنگ زیب کے دربار اور کے وزراء کے حالات پر صحیح روشنی ڈالتی ہے، اور خصوصاً اورنگ زیب کے عہد سلطنت کے تفصیلی واقعات سے پُر ہے، اُس میں صوبہ جات و بلاد کی ایسی تشریح درج ہے کہ جس سے بڑی مدد ملی اُن کے خطوط اور سوانحِ عمری وغیرہ سے بھی بہت افضلیت حاصل ہوتی"

مسٹر عبد اللطیف مصنف تاریخ لاہور

مسٹر موصوف نے لاہور کی تاریخ انگریزی میں مرتب کی ہے، اُس کے صفحہ ۱۹ پر بہ نمبر ۱۰، آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"چندر بھان لاہور کے رہنے والے تھے، کہ جن کی لٹریری خدمات نہایت اعلیٰ ہیں، انہوں نے اپنے تخلص کے نام سے ایک دیوان مرتب کیا ہے، نمونۂ کلام حسب ذیل ہے:-

چشم تا برہم زدی انجام شد آغاز عمر　　　طے شد این رہ آن چنان کا وانپائے برنخاست

ان سوانح نگاروں کے ادھورے بیانات کے بعد اب ہم فارسی کے تذکرہ نگاروں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، ذرا اُن کے فرائض وقائع نگاری کی دیانتداری ملاحظہ ہو:-

مورخینِ تاریخ شعرائے فارسی اور تذکرۂ برہمن

بیا بدائرۂ امتحان عشق ببیں ؛ نشانِ راستی از قامتِ خمیدۂ ما

جن صاحبان نے **آزاد** دہلوی کی **آبِ حیات** سے اپنا دماغ تازہ کیا ہے، انہیں اچھی طرح سے معلوم ہے، کہ **ملا عبد القادر بدایونی** تعصب کی آگ سے ہر وقت جلتا رہتا تھا۔ آزاد فیضی کے حال میں اس کے حال پر اس طرح سے افسوس فرماتے ہیں:-

"ملا صاحب کی تاریخ کو دیکھ کر افسوس آتا ہے، کہ جس کے باپ سے فیضِ تعلیم پایا، اُسی کے مذہب و اعتقاد پر ٹوکرے بھر بھر کر خاک ڈالی، بات یہ ہے کہ جب ایک مطلوب پر دو طالبوں کے شوق ٹکراتے ہیں، تو ایسے ہی شرارے اُڑتے ہیں، . . . لیکن حق یہی ہے، کہ اُن کی روز افزوں ترقی، دمبدم کی قربت ملا صاحب دیکھ نہ جاتی تھی، اس لئے بگڑتے تھے، اور تڑپتے تھے، اور جس رستے سے جگہ پاتے تھے، بخارات نکالتے تھے۔ روئے حسد سیاہ۔"

فرشتہ خصلت قابلِ تعظیم آزاد، ان آلِ تیمور کے مورخوں کی، **قتلِ ابوالفضل** کے سلسلے میں بالفاظِ ذیل قدر و ہمت کا اندازہ لگاتے ہیں:-

"ہندوستان کے مورخ آخر ان ہی بادشاہوں کی رعایا تھے، بے رعایت حال لکھتے تو بیچارے رہتے کہاں، فرشتہ اس واقعہ کی نسبت فقط اتنا لکھتا ہے، کہ ابوالفضل کو رستے میں مار ڈالا، اور یہ لکھنا اُس کا بیجا نہ تھا، دیکھ لو، فقط حقیقت نویسی کے جرم میں ملا عبد القادر کے گھر اور اُن کے بیٹے پر جہانگیر کے ہاتھوں کیا آفت گذری اور خود زندہ ہوتا تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔"

ملا مذکور کی تاریخ کی ضبطی اور اس کے خاندان کی تباہی کے حال میں آلِ تیمور کے مورخان کی بے وقعتی ذہن نشین فرماتے ہیں:-

"بادشاہ کی اِس خفگی کی شہرت عام ہو گئی تھی، اس لئے قاسم، شیخ نور الحق (ولد عبد الحق محدث دہلوی) اور مولف تاریخ زبدۃ (تین مورخ جہانگیری عہد میں تاریخ لکھ رہے تھے) کسی نے اِس ذکر سے قلم کو آشنا نہیں کیا"

بدایونی کی تاریخ پر یہ ریمارک ہے :-

"اور یہی رشک تھا جو ہمیشہ تیزاب بلکہ زہریلے الفاظ بن کر اُن کے قلم سے ٹپکتا تھا' . . . مُلّا صاحب کی طبیعت ایسی واقع ہوئی تھی کہ کسی سے میل نہ کھاتی تھی' دینداری فقط بہانہ تھا' . . . مگر یہ بھی کہتا ہوں کہ مُلّا صاحب نے (اکبر کے حالات) انہیں بُرے اور بدنما موقع پر ترتیب دے کر دکھایا ہے"

ابوالفیض فیضی کی شاعری اور قابلیت کا اہلِ اسلام میں جواب نہیں، مگر مُلّا مذکور حسد سے جو لکھتا ہے، آزاد اُس کا ترجمہ کرتے ہیں :-

"ٹھیک چالیس برس تک شعر کہتا رہا، مگر سب بے ٹھیک استخوان بندی خاصی، مگر بے مغز' اور سراپا بے مزہ' رادیٔ سطحیات و فخریات و کفریات میں مشہور سلیقہ رکھتا تھا، لیکن ذوقِ حقیقت و معرفت اور چاشنیٔ روحانی و عرفانی اور قبول خاطر خدا نہ کرے' باوجودیکہ دیوان اور مثنوی میں ۲۰ ہزار سے زیادہ شعر ہیں، مگر اُس کی بجھی ہوئی طبیعت کی طرح ایک بیت میں بھی شعلہ نہیں' مطرودی اور مردودی کے سبب سے کسی نے اُس کلام کی ہوس نہ کی' برخلاف اور ادنیٰ شاعروں کے ؎

شعرے کہ بود زنکتہ سادہ | ماند ہمہ عمر بے سوادہ

اور عجیب تر یہ ہے کہ ان چھوٹے موٹے ڈھکوسلوں کے نقل کرنے میں بڑی بڑی رقمیں تنخواہوں میں خرچ کیں، اور لکھوا لکھوا کر دوست آشناؤں کو دور و نزدیک بھیجے، کسی نے کبھی دوبارہ نہ دیکھا ؎

شعرِ تو مگر زحرمتت مترا و حنت | کز گوشۂ خانہ میل بیرون نکند

مُلّا صاحب جو چاہیں فرمائیں' اب دونوں عالمِ آخرت میں ہیں' آپس میں سمجھ لیں گے' تم اپنی فکر کرو' وہاں تمہارے اعمال سے سوال ہوگا' . . . . اتنا تو پھر بھی کہوں گا، کہ نَل دمن ہر کتب فروش کی دُکان پر ملتی ہے"

آزاد نیک نہاد چغتائی مورخوں کا **ہمایوں** کے حال میں اس طرح سے رونا روتے ہیں :-

تمام مورخ ہمیوں کے حال کو سُبک الفاظ اور سخت عبارتوں میں ادا کرتے ہیں' لیکن اُس کی لیاقت اور ترقی کی رفتار میں قلم کو کھینچ کر تعریف کے میدان میں لاتے ہیں' . . . ہندوستان میں جو مورخ گذرے

چغتائی نمک خوار تھے، اس لئے اُن کے لکھنے پر پورا اعتبار نہیں"

ہم نے مندرجہ بالا اقتباسات 'چوٹی کے اسلامی مورخ کی مستند تاریخ سے لئے ہیں' اور محض اس وجہ سے کہ رائے رایان کے حاسد مورخین کے مداحوں کو خود اُن ہی کے ہم قوم بزرگان سے اُنکی اصلیت جتائیں مُعتمّدِ دام تعصب **غلام علی آزاد** اپنی بے ثمر **سروِ آزاد** میں اپنے تعصبِ باطنی کے تقاضے پر رائے رایان کا ذکر ہی قلم انداز کر گیا' **محمد افضل سرخوش** اپنی **کلمات الشعرا** میں اپنے ایسے ہی تعصب سے **برہمن** کے حال پر چند سطروں سے زیادہ نہ لکھ سکا' **میر حسین** دولت سنبھلی اپنے **تذکرہ حسینی** میں بھی خاک اڑتا نظر آتا ہے'

روئے حسد سیاہ مصرع قیاس کُن زگلستانِ من بہارِ مرا' جب عہدِ آلِ تیمور کے ایمان فروش متعصب مورخوں کی بازارِ صداقت میں یہ قدر و قیمت ہے، تو پھر ایسی حالت میں رائے رایان کے مزید حالات کی جستجو و تحقیق کے لئے مورخین شعرائے تاریخ فارسی کی تاریکیں تلاش کرنا' اور اُس میں سے کسی سچے واقعہ کے اندراج کا خیال لانا' "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کا مضمون تھا' کیونکہ انہیں شاہجہانی' دارائی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایک ہندی خصوصاً برہمن کا اپنے اعلیٰ خداداد علم و عمل کی رہبری سے منصبِ اعلیٰ پر فائز ہونا' اور باوجود کی علمائے ہمقوم' ایران و توران کابل ہندوستان برہمن کا ہر جلوت و خلوت' حضر و سفر میں اپنا طنطنۂ استادی بلند کرنا' قدر دانی سے مالا مال ہونا' اور بآوازِ بلند سب کو یہ سنانا ؎

برہمن لب فرو بستم دگر نہ در سخن گوئی ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

کب گوارا اور پسندِ خاطر ہو سکتا تھا' بلکہ وہ تعصب کے پتلے' قومی غدار' ننگِ قوم و ملت' برہمن کی علمیت و فضیلت پر حرف لانے کے لئے مذاقِ شہنشاہی پر بھی ہر وقت زباں درازی کرتے رہتے تھے' کیدرو صفت شپرہ چشم **شیر خان** لودی مصنف **مراۃ الخیال** کی مکدر و متعفن قابلِ ملامت بلند پروازی اُنکی عام خباثت کا اُس کے ان الفاظ میں نوحہ پڑھتی ہے'۔

"عجب کہ شہزادۂ داراشکوہ باآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار برنگ آفرینی الفاظ آبدار صفحۂ خاطر

ارباب دانش را چون شفق ہائے موسمِ بہار بہزار رنگ مشغول مے ساختند، خاطرِ مبارک بسخن مادہ اش فردِ وآوردہ بود، این معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد، یا مذاقِ شہزادہ بہمہ طرز آشنائی داشت، یا آوردہ طالع بدین پایہ رسید"

پروفیسر آذر ہمارے برادرِ مکرم اسلامی روح یا اگر وہ بُرا نہ مانیں سچے ہندو، مولوی سراج الدین صاحب ایم اے، ایم، او، ایل، **آذر** پرنسپل **اسلامیہ کالج لاہور** نے محض اپنے ذوقِ سخن وسخندانی سے آلِ تیمور کی اُن تاریخوں پر کامل عبور کیا، کہ جن کی نسبت قیاس تھا، کہ رائے رایان کا تذکرہ اُن میں ضرور ملے گا، شوقِ تحقیق بھی ایک جنون ہے، بحالت بیماری و نقاہت آپ نے اپنے اُس خارستانِ تعصب میں بے محابہ قدم رکھا، کہ جہاں سوائے ذاتیات وملائی کلمات کی نمود و روئیدگی کے اور کوئی چیز پیدا ہی نہیں ہوئی،

ہمیں اُن کی محنت و نتیجۂ محنت پر آپ کی شکرگذاری کا موقع ہی نہیں ملا، بلکہ ممدوح کے اُس اعلیٰ ظرف کے نقش کا امتحان بھی ہو گیا، کہ جو ہماری پہلی ہی ملاقات میں ہمارے دل پر منقش ہوا تھا،

وہ نقش ایسے ہیں، کہ جو **کلیاتِ برہمن** کی لوح پر نورِ محمدی کی طرح جلوہ ریز ہیں، پڑھیئے!

نقشِ اوّل :- "یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ **غلام علی آزاد** نے اپنی **سروِ آزاد** میں برہمن کا ذکر تک نہیں کیا، اُس کا برہمن کی سی قابل شخصیت کے حالات ایسی ضخیم وجسیم کتاب میں نہ لکھنا، صریح اس امر کی دلیل ہے، کہ وہ متعصب تھا"

نقشِ دوم :- "محمد افضل سرخوش نے اپنی **کلمات الشعراء** میں کہ جو ۱۰۹۳ھ میں مرتب کی ہے، چندربھان کی نسبت چند سطور سے زیادہ نہیں لکھا، اور اُس کا نمونۂ کلام بھی حسبِ معمول نہیں دیا، اُس نے بھی اِس شاعر کے حالات لکھنے میں تعصب سے کام لیا ہے"

نقشِ سوم :- "تمام تذکرہ نویسوں نے **شیر خان** کی تصنیف **تذکرہ حسینی** سے سرقہ کیا ہے، گو لفظ بلفظ نقل کی ہے، مگر اُس کا حوالہ تک نہیں دیا"

نقشِ چہارم :- تذکرہ حسینی کی عبارت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں، کہ "گو اِس کا بیان سرخوش کے

بیان سے مختلف ہے، جو مجھے بادلیل معلوم ہوتا ہے، لیکن اُس نے کسی سند کا حوالہ نہیں دیا، سرخوش نے اپنا تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں اور میر حسین نے ۱۱۶۳ھ میں لکھا ہے، تاریخی نکتہ خیال سے سرخوش کا بیان اُس وقت تک صحیح سمجھا جا سکتا ہے، جب تک اُس کے خلاف کوئی اور مستند بیان اُس کی تردید نہ کرے۔

مورخوں کا رطب یابس

ہماری وقائع نگاری کی ایمانداری کا تقاضہ ہے، کہ ہم بلا لحاظ اس امر کے کہ اُن اشخاص نے برہمن کی نسبت اچھا لکھا یا بُرا، صحیح لکھا یا غلط اُسے "زندگانی برہمن" میں جگہ دیں اور نقادی کا حق اہلِ انصاف پر چھوڑ دیں،

تذکرہ حسینی کی سیاہ باطنی

برہمن از سکنۂ اکبرآباد است . . . . . روزے شاہزادہ (دارا شکوہ) در عین غسلخانہ مستعدانِ ہفت اقلیم بود، بعرض بادشاہ میرساند، کہ دریں ولا از منشی چندربھان طرفہ شعرے سرزدہ است، اگر حکم شود، بحضور آمدہ بخواند، دریں معنی شہزادہ را ترقی او ملحوظ بود، (کس قدر رکیک اور پوچ خیال ہے) بادشاہ باحضارش حکم داد، چوں حاضر شد، بادشاہ فرمود۔ دریں روز ہا شعر بچہ بابا از تو پسند کردہ، بجزاں برہمن ایں بیت برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندیں بار | بکعبہ رفتم و بازش برہمن آوردم

بادشاہ دیں پناہ از استماع ایں بیت برآشفت و آستین بر مالیدہ گفت، کسے مے تواند کہ جواب ایں کافر میرساند، افضل خان کہ از امرائے معروف (تاہم اس قدر بھی نہیں جانتا کہ خان موصوف وزیر اعظم تھے) وبحاضر جوابی موصوف بود، پیش آمدہ معروض داشت، کہ حضرت شیخ سعدی از غیب دانی تا چہار صد سال پیشتر دررد ایں گفتہ ؎ خرِ عیسیٰ اگر بمکہ برند، چوں بیاید ہنوز خر باشد،

خاطر بادشاہ بشگفت وگفت اگر ایں قسم جواب نمے رسید از غصہ امروز ہلاک مے شدم، وخانِ مذکور را انعام ہا فرمود، شاہزادہ را منع نمود ایں چنیں مزخرفات را دیگر بحضور نیاورد، و برہمن را از غسلخانہ بیروں کردند، بعد قتل دارا شکوہ ترکِ روزگار خود گفتہ، بشہر بنارس رفتہ موافق آئین خود پرستش ایزد بسر برد، تا در سال ہزار و ہفت و سہ ہجری فنا گردید"

اس دروغباف فنا شدہ کی دروغ بافی اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے، کہ برہمن اس معرکہ

کے بعد بہت عرصہ تک خود شاہجہان اور اورنگ زیب کے میر منشی رہے، جیسے یہ خود مانتا ہے کہ دارا شکوہ کے قتل کے بعد ملازمت ترک کر لی، اس دروغ بافی پر جس قدر ماتم کیا جائے کم ہے۔

کلمات الشعرا کی بدکلامی

چندر بھان برہمن دُرست طبع داشت، شعر بطور قُدما و صاف میگفت و در ہندواں غنیمت بودہ، دیوانے ترتیب دادہ، در منشی گری نیز سلیقہ تمام داشت، از پیشگاہِ خلافت وجہاں بانی بحکمِ شعرخوانی شد این بیت برخواند ؎

مرا دِلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار   بکعبہ بُردم و بازش برہمن آوردم

شاہجہان بادشاہ دین پناہ برآشفت و فرمود، کہ بدبخت سخت کافر مرتد است (تحریر واقعہ اور شاہجہان کی سخن فہمی پر سخت افسوس ہے کہ اس کلام پر کافرِ مطلق کا فتویٰ صادر کیا گیا) بادیش گشت افضل خان بعرض رسانید کہ این بیت شیخ سعدی مناسبِ حال این است ؎

خرِ عیسیٰ اگر بمکہ رود   چوں بیاید ہنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد، دبطریق دیگر مشغول گشت، این راز دُوداز دیوانِ خاص بیرون نمودند، این بیت بنام او مشہور است ؎

ببیں کرامتِ بت خانہ مرا اے شیخ   کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

محمد علی ماہر روزے از و پرسید کہ این شعر از شما است، گفت شاید گفتہ باشم بخاطر نیست" (وقت خوب ٹلایا)

پروفیسر آذر برہمن پر

اِن تاریخی حالات کے جمع کرنے کے بعد پروفیسر آذر نے چہار چمن اور دیگر معتبر ذرائع سے رائے رایان کے حالات پر ایک مضمون لکھا ہے، فرمایا ہے، پاک دل کے پاک وصاف الفاظ یہ ہیں :-

"چندر بھان یہ پنجاب کے برہمن دھرم داس کے بیٹے تھے، اور لاہور پیدا ہوئے تھے، جہاں انہوں نے ملا عبدالکریم سے تعلیم و تربیت پائی، پھر یہ افضل خان معروف ملا شکراللہ شیرازی کے میر منشی و معتمد ہو گئے، جو شاہجہان کے جلوسِ اول میں وزیرِ کُل ہو گئے تھے، وہ اپنے مربی قدردان کی وفات (۱۰۴۸ھ) کے بعد

ملازمت شاہی میں داخل ہوئے' اور "وقائع نویس حضور" مقرر ہوئے' اور انہیں یہ اعزاز ملا کہ شاہجہان کے دورہ میں ساتھ رہ کر دربار شاہی کے واقعات روزانہ قلم بند کریں' عمل صالح میں انہیں اس عہد کے مشہور شاعروں اور انشا پردازوں میں شمار کیا گیا ہے' مجھے مرآۃ الخیال سے یہ پتہ بھی لگا ہے' کہ وہ دارا شکوہ نے اپنے میرمنشی بنائے تھے' کہ جن کے ان کی شاعری کی نسبت اعلیٰ خیالات تھے' ان کے قتل کئے جانے کے بعد وہ مستعفی ہو کر بنارس چلے گئے' جہاں ۱۰۷۳ھ میں انتقال فرمایا"

آئینۂ مکدر مرآۃ الخیال

چندربھان زنار دار از سکنۂ اکبرآباد بود' برہمن تخلص میکرد' و خالی از وارستگی نبود' و در سرکار شاہ بلند اقبال سلطان دارا شکوہ عنوان منشی گری داشت' و بدست آویز چرب زبانی' بدولت ہمزبانی رسیدہ بود' و نظم و نثر پسند خاطر شہزادہ افتاد' از تصنیفاتش نسخۂ چہار چمن بر مطلب نویسی و سادگی عبارت وے گواہی میدہد' و قماش نظمش نیز پوشیدہ نیست' عجب کہ شاہزادہ بآں ہمت مستعدان کہ در عرصۂ روزگار رنگ آفرینی' الفاظ آبدار صفحۂ خاطر ارباب دانش را چوں شفق ہائے موسم بہار بہزار رنگ مسلون مے ساختند' خاطر مبارک بسخن مادہ اش فرود آوردہ بود' این معنی خالی از دو چیز نبودہ باشد' یا مذاق شہزادہ بہمہ طرز آشنائی داشت' یا او نزد برطالع بدیں پایہ رسید گویند نوبتے دارا شکوہ را یکے از باں نش لغایت مطبوع افتاد' در روزے در غسلخانہ کہ مجمع مستعدان ہفت اقلیم بود' بعرض صاحبقرانی رسیدند' کہ دریں ولا طرفہ شعرے از چندربھان برہمن سرزدہ است' اگر حکم شود' بحضور آمدہ بخواند' و دریں معنی شاہزادہ را اظہار استعداد ترقی وے ملحوظ نظر بود' بادشاہ باحضارش حکم خاص نمود' چوں حاضر شد فرمود کہ دریں ایام شعرے کہ بابا از تو پسند کردہ است' بخواں چندربھان ایں بیت بخواند ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار | بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

بادشاہ متشرع دیندار از استماع آں برآشفت' آستین ہارا برمالید' و گفت کسے میتواند کہ جواب ایں کافر بر سازد' از امرائے عظام افضل خان کہ بحاضر جوابی موصوف بود' پیش آمدہ گفت' اگر حکم شود' از شعر استاد' جواب رسانم' بادشاہ اشارہ کرد' افضل خاں ایں بیت حضرت شیخ را کہ از عنیب ذاتی ملے

چہار صد سال ورر د ستۂ آں مردود دمردود دوسروں کو مردود سمجھتا ہے اپنی مردودی دشیطانی کا خیال نہیں لاتا) گفتہ بود دیگر اند'

خوبیٔ عیلے اگر لجہ رد د   چوں بیاید ہنوز خر باشد

خاطرِ مبارک بادشاہ بشگفت' وشکر بجا آورد' گفت در تصرفاتِ دینِ محمدی بود' کہ ایں قسم جواب رسید' ورنہ من از غصہ ہلاک مے شدم' افضل خان را انعام ہا فرمودہ' وشہزادہ را منع کرد' کہ بار دیگر ہمچنیں' مزخرافات را بحضور نیارد' وچندر بھان را مخلی نہ بیرون کردند' بہر حال موسوم او ۔ بعد از قتل داراشکوہ ترکِ نوکری نمودہ بشہر بنارس رفتہ در آنجا براہِ رسم خویش مشغول مے بود' تا آنکہ فی سنہ احدی الف و ثلث وسبعین (۱۰۷۳ھ) در آتشکدہ فنا خاکستر گردید (آپ اور آپ کے جد بزرگوار تو شاید آتش کدہ فنا کی خاکستر نہ ہوئے ہوں گے' لعنت ہے لعنتی کی اس وقائع نگاری پر) راقم الحروف ایں غزل را در تمام دیوانش انتخاب زدہ" (اگر یہ مردود جہنمی آتشکدہ فنا کی خاک نہ ہوتی ہوتی بات حبیبی تھی)
اس سے آگے آپ کی غزل نمبر ۳ بطور انتخاب درج کی ہے' اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ آپ نے کل دیوان ملاحظہ کیا' کیونکہ تعصب و حسد اس آزادی کی کب اجازت دیتا ہے'

شمعِ انجمن کی تاریکی

برہمن چندر بھان' زنار دار ساکن آگرہ خالی از وارستگی نبود' ...... وفات ۱۰۷۳ھ (اس کے آگے مرآۃ الخیال کی تمام عبارت نقل کی گئی ہے' بلکہ سرقہ ہے) ایک نے بکواس مارا' اور وہی سب کا وظیفہ بن گیا'

سرخوش کی خوش گپیاں

مکالمہ محمد افضل سرخوش با محمد علی ماہر؛ چوں فقیر (سرخوش) بخدمت او رفت' فرمود کہ شما پیش حکیم چرا گفتند' کہ شاگردِ ماہرم' برائے شما خوب نسبت' و مرا خود فخر است' کہ چوں تو شاگرد داشتہ باشم' جمیع فکر بلند ہستند' کہ مرا و شعر مرا در خاطر نمے آرند' شاگردِ مرا در نظر الیشان چہ قدر و منزلت خواہد بود' شعرا شاگردِ خدا اند' میاں ناصر علی مے فرمود' در کار طبع ایں جوان حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد' برہمن بسیار مقبول فکر سخن مے کرد' روزے پیش نواب سعد اللہ خان ایں بیت از زادہ ہائے طبع خود بر خواندند' ؎

زمیدانِ سخن گوئے سخن بُرد		برہمن زادۂ از دہلی برہمن

نواب خندہ کردہ دریں اثنا میر محمد علی ماہر رسید، فرمود کہ بشنوید برہمن زادۂ دہلی برہمن چہ سے گوید، برہمن یکے از ہندوان بشیر بود، دومی چندربھان تخلص مے کرد، چنانچہ گویا و جویا دو برادر بودند در کشمیر، روزے بشاہ ماہر گفتند بہ بینید ہر دو نام و تخلص طالب، کلیم را چہ قسم کردہ ایم، جویا طالب گویا کلیم، شاہ گفت، معنی ہائش را چہ قسم قسمت کردہ اید، دیوان ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد و نثر مثلِ ملا ظہوری بسیار پُر مضامین تازہ نگاشتہ، گلِ اورنگ در مدحِ شاہ اورنگ زیب گلِ سر سبد گلِ فکر ہائے اوست، چند فقرہ ازاں گلدستۂ معنی ایراد مے باید، در عہد مقتضائے ہدایت سنہ اکبر ببازی گنجفہ دست کشادے، بشمشیر سر دا کردی، و از سرخ و سفید بچرخ دادی، تا از مرکب ساز سر کارش نام سیاہی با دام نشنیدہ، با دام چو پستہ خنداں در پوست گنجیدہ، بیت

آمد از بہر عشق شاہ مدام		چشم خوبان سیاہی از بادام

در عہد خوشنویسش از بسکہ یاقوت را مناسبتے بقطعہ نویسی مے بینند، محرران دفتر ہمانویس یاقوت را قطع مے نویسند برنثر ہائے خود دعوی، تصنیف یافت "تلاش معنی" پایابی کردہ، از تمام نثر ملا منیر لاہوری ہمیں فقرہ انتخاب نمودہ، "خواجہ رحمان را کہ با خواجہ سنبل نسبتے ہم زلفے داشت، مے گفت" دیگر ہمہ تالیف است"

رائے رایان کے زبان زد اشعار

اِس صداقت کا پتہ لگانا بڑا مشکل تھا کہ رائے رایان کی ایامِ حیات میں، اُن کے کون کون سے اشعار زبان زد خاص و عام تھے، اگر خود اُنکی تحریر اسکی شاہد ہے:-

چنانچہ یہ تاریخی بیان خود اُن کا قلمی ملاحظہ فرمائیے:-

وایں دو سہ بیتِ فقیر بر زبانہاست ؎

نظر[1] بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم — حجابِ عینک چشم است مردِ بینا را
چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر[2] — طے شد ایں رہ آنچناں کا وازِ پائے بر نخاست

برہمن برہمن پر

جہاں ہم نے دیگر مورخین کی خاک اُڑتی ملاحظہ کرائی ہے، وہاں یہ دیکھا جانا مسرت کا باعث ہے، کہ برہمن اپنی نسبت کیا لکھتے ہیں، چنانچہ "تحفۃ الفصحا" میں ریمارک فرماتے ہیں:-

"ازمین خدمتِ حضورِ اشرفِ اعلیٰ و تربیتِ شاہِ والا فطرتِ بلند اقبال ہندی نیز فارسی دان شدہ، در زُمرہ اربابِ طبع و اہلِ انشا انتظام یافتہ، دیوان غزل و مثنوی دارد و خطِ شکستہ ایں ضعیف خالی از درستی نیست" رائے رایانِ کسرِ نفسی اور فروتنی کے مضمون لکھنے اور عمل کرنے میں بادشاہ ہیں،

اغلاط و عیوب سے کلام پاک ہے

دارد نگوشِ اہلِ سخن راہ برہمن
نظمم گہر زعقدِ ثریا گرفتہ است

آریہ ورت کے زمانۂ قدیم میں تصنیف و تالیف کا اُن ہی بزرگوں کو حق حاصل تھا، کہ جو عالم باعمل ہوتے تھے، اور وہ اس وقت قلم اٹھاتے تھے، جب صفحۂ روزگار کے نیک بندے اُن سے سبقِ رہبری پڑھنا چاہتے تھے، آریہ ورت کا قدیم کتب خانہ دیکھ لو کہ ہر کتاب، کتابِ مقدس سمجھی جاتی ہے، ایک کتاب کا مطالعہ دُنیا بھر کے سبق دے سکتا ہے،

حکیم ثنائی، مولانا روم، شمس تبریز، شیخ فریدالدین عطار، شیخ سعدی، خواجہ حافظ، امیر خسرو اور عرفی وغیرہ اسلامی بزرگ بھی اپنے اپنے تاجداروں کے عہد میں اخلاق و ادبِ فارسی کے بادشاہ تھے، انہوں نے جو لکھا، نہ اپنی شہرت کی آرزو تھی، نہ حصولِ زر کی طمع، نہ جذباتِ عشقِ مجازی کا جنون، نہ رسمی شغل کا دخل، وہ لاثانی روحیں دراصل طوطیٔ زبان، مصلحانِ زمان تھیں، جب بربادی

---

[1] یہ شعر آپ نے اپنی تصانیف میں چند مقامات پر لکھا ہے، اور یہاں بھی انتخاب کیا ہے، نزاکتِ بیان کا خاتمہ ہے،
[2] یہ شعر شعرائے ایران میں پسند کیا گیا، اور وہاں کی مجلسوں میں اپنی گرمی کی داد لیتا رہا،

باغِ دُنیا، خرابیٔ خراباتِ جہاں کے کاٹتے اُن کی رگِ اخلاق وادب پر نشتر مارتے تھے، تو یہ بلبلانِ ہزار داستاں اپنی اپنی منقاریں کھولتے تھے، اور ایسے نُمرالاپتے تھے، کہ اِس ایک جہان کے ذوقِ عجم کی زبان سے کہیں تو واہ نکلتی تھی اور کہیں آہ،

صدیاں گذر گئیں، اور قرن گذر جائیں گے، مگر اِن کے گلہائے مضامین نہ مرجھائیں گے، نہ ثمرہائے فکر داغی ہوں گے، بلکہ اُن کے قلم کے قطراتِ آبحیات اِس باغ کی شادابی و تازگی قائم رکھ کر اِس کی صحیح طریق زندگی کا باعث ہوں گے،

تقریباً ایک صدی کے بعد دُنیا میں قیامت آجاتی ہے، سب مرجاتے ہیں، اور سب پیدا ہو جاتے ہیں، مگر وہ کونسا سر ہے، کہ جس میں شاعری کا سودا نہیں، اور جس نے کوئی شعر نہیں لکھا، مگر دُنیا انہیں حرفِ غلط کی طرح صفحۂ دُنیا سے مٹا چکی، کیونکہ وہ خود مٹنے والی ہستیاں تھیں، جس طرح سے آج کل کی تصانیف اگلی صبح عطاروں کی دُکانوں پر دو تین آنے سیر فروخت ہو کر شام تک پُرزہ پُرزہ ہو جاتی ہیں، اُس سے بدتر ایسے نااہل لوگوں کے نام سے سلوک ہوتا ہے، لیکن ایک یہ نااہل طائفہ ہے، کہ جو قلم و کاغذ کے قحط کا موجب ہو رہا ہے، آجکل ایسے خودغرض لنودیوں کے ہاتھوں تحریر و تقریر کی مٹی پلید ہو رہی ہے، نہ پہلے ہوئی نہ آئندہ ہو اگر یہ جلاد زبان و شاعری کا خون کرتے، تو چنداں افسوس نہ تھا، مگر ستم یہ ہے کہ خیالات پر بھی یہ آفت نازل ہو گئی، ایسے کرمفرما بزرگ اصحاب کی شان میں **خواجہ حافظ** فرماتے ہیں ؎

گر مسلمانی ہمیں است کہ حافظ دارد　　　وائے گر در پسِ امروز بود فردائے

برہمن غیرت دلاتے ہیں ؎

اے برہمن چہ زنی طعنہ کہ در معبد ما　　　سُبحہ نیست کہ آں غیرتِ زنار تو نیست

رائے رایان کا کلام، شاعری کے جملہ عیوب و نقائص سے پاک ہے، اور یہ وصف خداداد ہے، کوشش کا اِس میں دخل نہیں، چستیٔ ترکیب اور گرمیٔ کلام اِن کی شریف شاعری کی رُوحِ رواں ہیں، ایسے کلام میں جو ہر طرح کی دینی و دنیوی دولتوں سے مالامال ہو کسی قسم کے سقم کا نہ ہونا اُنکی

علمی فضیلت و زباندانی کی داد ہے، آج تک اُن کے جس قدر تذکرے لکھے گئے ہیں، اور کلام کا محاکمہ کیا گیا، کسی کی قابلیت سے یہ الزام لگانے کی جرأت نہیں کی، کہ اُن کے کلام میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے، اگر ہوتی ایک کی لاکھ دکھاتے، سینکڑوں الزام دھرتے، اِس وقت (۳۰۰) غزلوں اور (۵۶) رُباعیات کا دیوان اِس پیشکش کے ذریعے اہلِ نظر کی نذر ہوتا ہے، وہ خود ملاحظہ فرمائیں گے، کہ آپ کا کلام گنگا جل کی طرح کیسا پاک و صاف ہے، کہنا پڑتا ہے کہ آپ کی طبع گرامی کا دریائے رواں ہندستان میں زمزم و کوثر بہا کرے آیا، یہ بخششِ الٰہی تھی، جو آپ ہی کے حصہ میں آئی تھی،

بھرتی کا شعر ایک بھی نہیں

مصرع ۱ - سخن زہر کہ بُوَد مختصر تواں کردن (برہمن)

فضیلت و قابلیت برہمن کا طرّۂ امتیاز شعرائے اُردو و فارسی کے لئے قابلِ رشک ہے، کہ وہ ہندی کویوں (شاعروں) کی طرح فارسی و اُردو زبان میں جو لکھتا ہے ایسا لکھتا ہے کہ کوئی اور نہیں لکھ سکتا، اِس کا اشہبِ قلم جب اُٹھتا ہے، تو قدیم ہندی راہرو کی طرح کم از کم ۵ - ۱۰ اگز آگے کا راستہ دیکھ لیتا ہے، اور جب وہ چلتا ہے، یا تو سراپا معتقد پجاری کی طرح قدم اُٹھاتا ہے یا ایک بزرگ کامل اور ناصح مشفق کی طرح بڑی محبت سے تلقینِ نصائح کرتا نظر آتا ہے، وہ ہندی فلسفہ اپنا دستور العمل قرار دے کر اُس انداز سے پند و نصیحت کرتا ہے، کہ اُس کا ایک جملہ بیکار نہیں، وہ اپنے شعارِ محبت کے کاروبار کی تفصیل دیتے ہیں ؎

ما برہمن صحیفہ نویسیے مجسّم ہیکار نیست کلکِ محبت نگارِ ما

فارسی اردو کے شعراء کے دیوانوں میں اگر کام کے شعر انتخاب کئے جائیں تو جس کا حجم ۸۰ صفحہ کا ہے، اُس میں بمشکل ۴ شعر ایسے نکلیں جنہیں شعر کہا جا سکے، بھرتی، رعایاتِ لفظی، ضرورتِ استعمال محاورہ اور پابندیٔ ردیف و قافیہ نے اُن کی شاعری کا قافیہ ایسا تنگ کیا کہ فارسی و اردو شاعری ہی بدنام ہو گئی

برہمن کی شاعری تعلیم سنسکرت کی وجہ سے درجہ کمال پر پہنچی

برہمن از لبِ ہندی نژاد این نکتہ می سنجد ؎
زبانِ فارسی و تازی و ترکی ہمے داند

کوئی وجہ نہ تھی کہ برہمن بھی متقدمین کا تتبع نہ کرتے، وہ

کرتے اور ضرور کرتے، مگر جب اُن کی قابلیت کی مہر علم سنسکرت کے تجربے پا یاں سے کافی گئی تھی، تو پھر اُن کے تمام کلام میں سُبک خیالات کا ایک شعر ہونا بھی قطعی ناممکن تھا کیا آج تک رامائن، مہابھارت، کالیداس کی کل تصانیف، راج ترنگنی، پرتھی راج راسہ میں کوئی ایسا ایک بھی شلوک پاسکا کہ جو بھرتی کا ہو یا ضرورتِ استعمالِ محاورہ کے لئے گھڑا گیا ہو، یا رعایتِ لفظی کی خاطر محض الفاظ جمع کئے گئے ہوں، یا پابندیٔ ردیف قافیہ نے کہیں اظہارِ مطلب میں قاصر رکھا ہو، اِن شعرا کی دواوین اِن نقائص سے بھرے پڑے ہیں، ہم مُسلمہ شعرائے متقدمین اور متاخرین فارسی و اُردو کے کلام کے یہ مُصدقہ و مُسلمہ نقص دکھاتے، مگر طوالت مانع ہوئی، حضرت حسرت موہانی یہ عام مروّجہ نقائص کلامِ برہمن میں نہ پاکر اپنی پرداز فہم سے قاصر رہ کر بڑی حیرت سے لکھتے ہیں :۔

"برہمن کی خصوصیاتِ کلام سے ایک یہ ہے کہ دو چار غزلوں کو چھوڑ کر جو "د" کی ردیف میں شاہجہان بادشاہ کی مدح میں ہیں، اور کسی غزل میں ۵ سے زیادہ شعر نہیں پائے جاتے، معلوم نہیں کہ اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا بعد میں انتخاب کر لیتے تھے"

جب حسرت نے دیوان دیکھا، تو اُسے سب شعر چوٹی کے نظر آئے، یہ تو اُن کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتا تھا کہ دُنیائے شعرائے فارسی میں کوئی شاعر ایسا بھی ہوگا کہ جس کے کلام میں بھرتی کے اشعار نہ ہوں، اِس لئے قوتِ خیال نے ذہنِ رسا کی رہبری سے انکار کیا، اور وہ کچھ فیصلہ نہ کر سکا کہ آیا وہ "اتنے ہی شعر کہتے تھے، یا انتخاب کر لیتے تھے" مگر جب بھرتی کا کوئی شعر نہ پایا، تو اُن کی تخیل نے امرِ متنازعہ کا تاریک پہلو لیتے ہوئے اُن سے الفاظ نتیجہ میں یہ لکھوایا کہ :۔

"غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے، کیونکہ اِن کی غزلوں میں بھرتی کے بہت کم اشعار ہیں"

حسرت سے معقول پسند محقق کا بلا دلیل یہ لکھنا "کہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے" باعثِ افسوس ہے، دُنیا میں ایسا کون خونخوار ہے، کہ جو اپنے فرزندانِ معنوی کا گلا گھونٹے، اور وہ بھی ہر روز، دُنیا کے عام دیوانوں میں جو رطب و یابس بھرا پڑا ہے، یہ اسی محبتِ پدری کا نتیجہ ہے، ورنہ اپنے کلام کی غلطیاں کمزوریاں کون نہیں جانتا، اور کس کا دل نہیں چاہتا، کہ اُسے عیوب و نقائص سے پاک و صاف نہ کرے

اور دُنیا سے ادب میں ادیب نہ کہلاتے، "اگر حضرت حسرت کی خاطر یہ مان بھی لیا جائے کہ یہ غالباً انتخاب ہی کر لیتے ہوں گے" تو اِس جوانمردی و بلند حوصلگی کی داد دی جانی چاہئے کہ اُنہوں نے برخلاف رواجِ ملک آئینِ رشتہ محبتِ پدری و پسری یہ جدید طرز اختیار کی، اِس میں بھی اُن کی جدت پائی جاتی ہے،

اگر حضرت حسرت رائے صاحب موصوف کا کُل دیوان یا انشائے چہار چمنی بغور دیکھتے تو انہیں "اغلباً" کا فقرہ چیست کرنے کا موقعہ ہی نہ ملتا، دیوان اور انشائے موصوف میں حسرت کے اس "غالباً" کی جا بجا تردید ملتی ہے، آپ نے اُس میں شاہ، وقت، باغ، شہر اور مسجد کی تعریف میں بھی ایک مثنوی لکھی ہے، ہر مضمون کے متعلق وہاں بھی ۵-۵-۷-۷ اشعار سے زیادہ نہیں لکھے، اور جو رقعات لکھے ہیں، وہ بھی آپ کی محتاط طبیعت نے ۵-۶ سطروں میں ختم کر دیئے، ابوالفضل، فیضی کی طرح عمرو عیار کی زنبیل نہیں بنائی، کیونکہ وہاں تو محض اظہارِ مدعا کی غرض تھی، نہ کہ فضول شوکتِ الفاظ و بندش محاورہ سے، اِسی مدعا نویسی پر آپ کے خاندان کو ناز تھا، اِس کا الصاف مرآۃ الخیال و کلمات الشعرائے المصنفین کی قلم نے کیا ہے،

مگر جہاں ضرورت سمجھی گئی، تو حسرت کے اِس ۵ ہی پر انحصار نہیں رکھا گیا، بلکہ ۹[1]-۹-۱۱-۱۱ اشعار تک غزل پہنچی، اب دیوان اور حسرت دونوں حاضر ہیں، حسرت نے اپنے دعویٰ کی پاسداری نہ فقط غلط بیانی سے کام لیا، بلکہ فریب اور دھوکہ بھی جائز سمجھا، غزل نمبر ۵ آپ نے اقتباسِ کلام میں لی، چونکہ اُس کے سات اشعار تھے، دو اشعار آپ نے حذف کر دیئے، کہ ۵ کی تعداد نظر آئے، اگر سالم غزل درج کر دیتے، تو اُن کے غلط دعوے کی اُن ہی کی تحریر سے تردید ہو جاتی، حسرت کی قول پروری اور ایمانداری پر سخت افسوس کرنا چاہئے اور ہمیں سب سے زیادہ کیونکہ ہمارا خیال اُنکی نسبت ایسا نہ تھا، معقول پسند اصحاب جو کلام کرتے ہیں، مختصر کرتے ہیں، اور پُر معنی، پس برہمن سے کب ہو سکتا تھا، کہ وہ فضول عبادت ضائع کرتے، وہ خود فرماتے ہیں ؎

سخن زہر کہ بود مختصر تواں کردن

---

[1] لفظ گر یا بسیار شد برہمن در دلِ چسود، زِ گر بنا شد معنی اُو را بہ چوں ثمر است (برہمن)

آپ کا امتیازی وصف یہی تھا کہ جو انہیں ایرانیوں اور ہندی مسلمانوں سے درجۂ بالا پر لے گیا "وقائع نویس حضور" "مختصر بیانی" کے لئے منتخب ہوئے تھے، آپ کی اودے پور کی عرضداشتیں ملاحظہ فرمائیے کہ سطروں میں شاہنامہ ختم کر دیا، دیگر سفرا "فیضی" وغیرہ کی عرضداشتیں بھی دیکھنا چاہئیں کہ سوائے طوالت کے اور کوئی بات نہیں، سبب ہی تو ملا عبدالقادر گھبرا اٹھا،

فخریہ اشعار اور اُن کی وجوہ

مرا از گنج و گوہر مے کند لخطہ مستغنی　　بدستِ خویش کلکِ گوہر افشانی کہ من دارم

فارسی و اردو شعرا نے ایسے ایسے فخریہ اشعار لکھے کہ جن کا بدکلامی سے آغاز ہوا اور جنگ و جدل پر خاتمہ، مگر یہ ایذا رسانی برہمن کے مذہب میں روا نہ تھی کیونکہ حقیقۃً ایسی خود نمائی دیگر شعراء کی ایک توہین ہوتی ہے، برہمن کے کلامِ اقدس کا دامن اس داغ سے پاک ہے، اُن کے فخریہ اشعار ایک خاص آب رکھتے ہیں، پڑھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ لکھا ہے، یاد کرنے کے قابل ہے، ہم یہ سبق کیونکر بھلا سکتے تھے آپ بھی سنئے :-

یک نقطہ از مطلعِ دیوانم آفتاب　　یک پرتوے ز شمعِ شبستانم آفتاب

گردند گرد برہمن از شوق قدسیاں　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

در محبتِ حال مے نازد بہ فالِ برہمن　　برہمن افسونگرے جادو بیانے بردہ است

رائے رایان کے کلام کی جوانی

ہر ملک کے تقریباً تمام صاحبانِ علم و ہنر یا تو اپنی ایامِ زندگی میں شہرت حاصل کر کے موت کے بعد اپنی شہرت بھی موت کی نذر کر چکے یا اپنی زیست میں اپنی قدر و قیمت سے محروم رہے، ایسے بہت ہی کم ہیں، کہ جو اپنی زندگی میں محفلوں کی رونق ہوں، اور موت کے بعد شہرت رکھتے ہوں، لیکن برہمن کے کلام کی جوانی ایسی جوانی ہے کہ وہ پیدائش کے وقت بھی جوان تھی، اب بھی جوان ہے، اور قیامِ فارسی تک جوان رہے گی،

رائے رایان کی شاعری کا شہرہ

؎ بایرا ں مے برد افسانۂ ہندوستاں بلبل را
برہمن را شکر افشانی اریاشد، ہمیں باشد

جو شعراء شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں کے رکن رکین تھے، وہ بھی شہرت سے محروم رہے، کیونکہ

قبولِ عام حاصل نہ ہوا، مگر کاشی جی کے تٹ پر تپسیا کرنے والے سنیاسی کے نورِ قلم کی روشنی شعاعِ آفتاب کی طرح ایک جہان میں پھیل گئی، اور ایسی کہ ہر کہ ومہ کے دل و دماغ منور ہوگئے، سب کہہ اٹھے کہ اس نور کا منبع آفتابِ علم، برہمن ہے، زمانہ مذکور میں مطبع کی ایجاد نہ تھی، مگر گھر گھر خوشنویس سستے داموں پر کتابت کیا کرتے تھے، ایک ایک ہزار نقلیں کرتے تھے، اور اس طرح پر وہ کلام پر لگا کر ہر دیار وامصار میں پہنچ جاتا تھا، زمانۂ مذکور میں آج کل کی خط وکتابت کی طرح یہ خود غرضی نہ تھی، کہ چار باتیں اپنے مطلب کی تحریر کیں، اور بلا خاتمہ لکھے، لمبے چوڑے دستخط کر دیئے، وہ جب خط لکھتے تھے ملکی امورات پیش آمدہ واقعات سب اوّل درج کرتے تھے، برہمن کے کلام کی گونج ان خطوط کے ذریعے ولائتوں تک پہنچی، **کابل** اور **ایران** سے دادِ سخن، شوقِ دید کے پیام لائے، آپ نے مطلوبہ کلام بھیجا، ایرانی سخن طرازوں اور محققوں نے آپ کی خوش کلامی کلام سے متلذذ ہو کر آپ کو "بلبلِ ہندوستان" سمجھا، اس طرح سے جب آپ کی قابلیت کا شہرہ ملک ملک میں پھیلا، تو آپ نے مندرجہ بالا شعر لکھ کر اپنی زباندانی پر جائز فخر کیا،

نظم نغموں سے پُر ہے

در بوستانِ عشق برہمن فسانہ گوست ؎
مطرب ترانہ ساز غزل خوانی من است

رائے رایان کا چمن تصنیف، چہار چمن کا لطف دیتا ہے، کہ جس میں چاروں اطراف کے گل وگلزار کھلے ہیں، اور چاروں سمتوں کی ہوا گونج رہی ہے، رائے رایان اس رمز سے واقف تھے کہ وہی نظم رونقِ بزمِ ادب ہوسکتی ہے، کہ جس میں تال اور سُر ہو اور نغمہ سے پُر ہو، قدیم برہمن گرنتھ اسی ستار پر گائے گئے ہیں، آلاتِ موسیقی نے انہیں ایسا رس دیا ہے کہ ہر عابد وزاہد، فاسق وفاجر وجد کناں ہے، لکھا ہے کہ رائے رایان علم موسیقی کے خود تان سین تھے، جو غزل جس بحر میں لکھی اچل زنگ سے سُنی، جہاں سُقم دیکھا، وہیں قلم کے کان مروڑ دیئے، یہ غذائے رُوح دورانِ قیام کاشی جی فراخدلی سے تقسیم کرتے تھے، سادہو، فقیر اسی سے اپنا پیٹ بھرتے تھے، اُن کے کلام کی شہرت انہی گداگروں نے گاؤں سے قصبوں اور قصبوں سے شہروں تک پہنچائی، جس نے سُنا اسی نے لکھ لیا، ہم یہ نغمہ سنانے سے معذور

ہیں، آپ یہ شوق کر دیکھیں، اگر لطف دوبالا نہ ہو تو پھر الزام دیں، اُن کا یہ شعر سنئے :-

سماعِ اہلِ محبت زعالمِ دگر است — ہزار وجد بہ آہنگِ یک اصول کنم

مغلیہ دربار میں نغمہ و رباب لوازمۂ دربار تھے، اور ہندی گائن و ودیا کے برہمن ازلی مالک تھے رائے رایان اِس رمز سے کیونکر بے خبر رہ سکتے تھے، کیونکہ اس کے اثر سے واقف تھے ؎

کس نمی بیند از خراشِ جگر — آنچہ من از رباب می شنیدم

ایرانی مجالسِ علمائ اور کلامِ برہمن

جب شاہجہانی سفارت بسربراہی جان نثار خان ایران گئی، تو اُسکے ہمراہ ملا محب علی اور محمد فاروق سخن نکتہ دان بھی تھے ایک روز ایران میں اعتماد الدولت کے مکان پر دعوتِ مہمانی میں شریک ہوئے، اُس وقت ایران میں رائے رایان کی شاعری نے سکہ جما رکھا تھا، چنانچہ علمائے ایران کی اِس مجلس میں اہلِ سفارت سے رائے رایان کے حالات دریافت کئے گئے برہمن تحفۃ الفصحا میں تحریر فرماتے ہیں :-

"... و ہمدرآن آشنا ذکر این برہمن فارسی دان بوسیلہ شعر و خط شکستہ کہ علامی سعد اللہ خان مقرب آنحضرت السلطانی تقرب یافتہ از ہندوستان بولایت ایران بمصحوب جان نثار خان ایلچی فرستادہ بودند، بمیان آمد و این دو بیت فقیر در آن دیار مشہور است ؎

باید بہ اعضائے نمک سوز زیستن — بودن تمام آتش و بے دود زیستن

چشم تا بر ہم زدی انجام شد آغازِ عمر — طے شد این رہ تا سخن از پائے برخاست

ممکن ہے، کہ برہمن نے غزل نمبر ۱۲۳ اس سفارت کی واپسی کے بعد تحریر کی ہو، جس کا مقطع ہے :-

یا ایران ست بہ ز افسانۂ ہندوستان بلی — برہمن را شکر افشانی ار باشد ہمیں باشد

تصانیف کا زمانۂ تکمیل و ترتیب

؎ درین پیرانہ سر با نوجوانی صحبتے دارم
کہ نکو مصلحت کیشان بجز بازی نمی دانم

اس دیوان کی ترتیب کا زمانہ سنہ ۱۶۵۲ء / ۱۰۶۳ھ کے لگ بھگ قرار دیا جا سکتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس کا

اُس وقت خیال پیدا ہوا جب اکبری و شاہجہانی سلطنت کا طرزِ جہانبانی، اورنگ زیبی آئینِ حکمرانی سے مغلوب و مفلوج ہو چکا تھا، محبت و اتحاد کا نوحہ پڑھا جا چکا تھا۔ امن و اطمینان، بیم و رجا کی رہبری سے سود و زیاں کا خیال چھوڑ، تیر تفنگوں کے گھاؤں، پہاڑیوں کی گھاٹیوں اور کوہی دروں میں جا چھپے تھے۔ گردشِ روزگار نے صبحِ قیامت کی ظلمت سے جہان تیرہ و تار کر دیا تھا۔ اسبابِ نشاط و کامرانی نے اپنی بساط بچھائی تھی، دنیا کی مال و دولت قارون کے خزانۂ عامرہ میں جمع کی جا رہی تھی۔ اگر اِس تردد آرزو میں ایک طرف ماں، باپ، بھائی، بہن قربان کئے جا رہے تھے، تو دوسری طرف مقدس مقامات مسمار و منہدم ہو رہے تھے، جس سے ایک سخت طوفان پیدا ہوا، اور زلزلۂ نظم ارضی نے قلوبِ انسانی پاش پاش کر دیئے تھے۔

غرضیکہ دن، شبِ تار ہو گیا تھا، اور شبِ تار طوفان، اس تغیرِ دنیا کا تماشہ برہمن اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا، وہ انقلابِ روزگار سے ایسا بیزار ہوا کہ تصور کرتے ہی خدا کی خدائی نظر آئی، گلزار پر بہار خار سمجھے، اور آبِ رواں کا دامن باعثِ انحطاط دیا، دِیا بر دِ اپنا بے فضل تجربہ ہمارے تجربہ کیلئے بیان فرماتے ہیں ؎

ماپست و بلند روزگاراں دیدیم — مافصلِ خزان و نو بہاراں دیدیم

در راہِ طلب دواسپہ سے باید تاخت — ما تا خلق سنا ہو ارا ن دیدیم

شہزادہ دارا کی فرمائشات، مہماتِ ملکی و مالی کی ضروریات، اہلِ طلب کی خواہشات غزل رُباعی لکھنے اور ترتیب دینے کی کہاں مہلت دیتے تھے، مگر یہ وقت کا قدر دان، ہر لحظہ اپنے قلمدان لیاقت سے فائدہ اُٹھاتا، کچھ نہ کچھ قلم برداشتہ لکھ ہی ڈالتا تھا، دیوان مکمل کرنے اور ترتیب دینے کی کہاں فرصت تھی، جب گردشِ زمانہ نے فرصت دی، تو یہ وہ وقت تھا جبکہ اورنگ زیب اپنے عہدِ حکمرانی کے ۳ سال خاک و خون میں گذار چکا تھا، اور اِس عرصہ میں جو نہ ہونا تھا، ہو چکا تھا۔ آپ نے اپنا وہ کلام جو اپنے مربی و سرپرست شاہجہان کے دورِ حکمرانی اور شہزادہ دارا شکوہ کی مہربانی سے شاہجہان کے انتزاعِ سلطنت اور اورنگ زیب کی ابتدائی حکومت تک اپنے قلم کے

ذریعہ کاغذ کے سپردِ امانت کیا تھا' دیوان کی شکل میں جمع کیا' اور ضروریاتِ دیوان کے لئے جس قدر اور غزلوں کی جہاں جہاں ضرورت تھی' حالتِ حالات کی مناسبت کے زیرِ اثر تیار کیں اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے تھا' اس وقت سوائے دردِ دل اور بے ثباتیٔ دُنیا اور کونسا نیا مضمون تھا' جہاں جہاں غزلیات میں کمی تھی' انہیں کاشی جی میں مکمل کیا گیا' ردیف میم سراپا اُس زمانہ کی یادگار ہے' ایسی ہر غزل ایسے اندوہ و غم کا نوحہ پڑھ رہی ہے'

غزلیات کا چمن نصف سے زیادہ فصلِ بہاری میں سرسبز ہو چکا تھا' رُباعیات کا غنچۂ دل واغدار سے اُس وقت شمیم بیزِ محفل ہوا' جب غنچۂ دل جمعیتِ کامل کی آبیاری سے شگفتہ ہو چکا تھا' اور اُن کا قلبِ مسرورِ دو جہان کے اسرار کی شگفتگی کے مزے سے رہا تھا' داستانِ غم قلبِ مضطرب پر جو اثر ڈال سکتی ہے' وہ اُن کے سازِ قلب روحانی پر حقائق و معارف کی مضراب کی ایک ضرب تھی' کہ جس نے رنج و راحت' امیری و مفلسی' تنگی و فراخدستی' عروج و نکبت اور اقبال و ذلالت کے مضامین پر ایسا صوفیانہ رنگ چڑھایا' کہ وہ کلام عالیانِ عالمِ بالا کا پایا' اِس پر انہیں خود ناز ہے ؎

تا بوسۂ تجرید بہ ما غم آمد　　از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ زعشق تند بادے برخاست　　پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

رُباعیات کے مضامین ایسے ناصحانہ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں' جو اُس عہد کے عاملانِ عمالِ حکومت کے لئے چراغِ راہ تھے' وہ جن رُباعیات کے شروع سے اپنے دیوان کا خاتمہ کرتے ہیں وہ اپنے زمانۂ پیدائش کے لحاظ سے خود بخود اورنگ زیب کے عہدِ حکمرانی کا اشارہ کرتی ہیں ؎

اسبابِ نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ　　چوں در گذشت زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ　　در ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

دیگر

اے خواجہ نہ نام و نشاں خواہد ماند　　حرفے دو سہ بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت　　جز نام خدا اگر در میاں خواہد ماند

خاتمۂ دیوان کے آخری الفاظ زمانۂ تکمیل و ترتیب دیوان کے متعلق ایک ایسی مادی شہادت ہے کہ شک و شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی' لکھا ہے کہ :-

"در عہدِ دولت بادشاہِ عالم گیر آفاق ستان"

تحسّن — برہمن نکتہ نویسی کے بادشاہ تھے' اور ایسا لکھتے تھے کہ بادشاہ بھی یہ کام نہ کر سکتے تھے' ملاحظہ کس دعوے سے اپنی قابلیت کا ڈنکا بجاتے ہیں ؎

ہر نقطہ لکھوں کہیں نہ حرف آئے — مرکز پہ کشش مہر سے پہنچ جائے

برہمن نے عالمگیر کی صفت محض و نداں تو جملہ در دہان اند کے مصداق "آفاق ستان" لکھ کر ختم کر دی' نقاد سمجھ سکتے ہیں کہ یہ صفت کیسی مناسبِ حال تھی' پس اس دیوان کی تکمیل و ترتیب کاشی جی میں ہوئی' اور یہ اُس وقت ہوئی جب کہ سوائے بھجن بندگی آپ کا کوئی اور شغل نہ تھا'

قدیم بیاضیں اور رائے رایان — زمانۂ قدیم میں مکتوب اور بیاض ہر شخص تیار کیا کرتا تھا' سبھی اُن سے فائدہ اُٹھاتے تھے' بوڑھے دل بہلاتے تھے' جوان اپنے کلام کی جوانی چمکاتے تھے' زمانہ کی صف کے ساتھ بیاضوں اور مکتوبات کا بھی شیرازۂ ترتیب منتشر ہو گیا' اب ہمارے گریجایٹ صاحبان کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ یہ دونوں کیا بلا ہیں'

اُس زمانہ میں شاہ سے گدا تک ادنیٰ و اعلیٰ سب ہی اپنی اپنی جدا جدا بیاض تیار کرتا تھا' جو غزل مرغوبِ طبع ہوتی تھی' یا کسی مشہور اُستاد کا کلام ہوتا تھا' یا کوئی مہربان اپنے کسی مہربان کے پاس کلام بھیجتا تھا' یا جو کلام شہرت پا جاتا تھا' اُسے بیاض میں درج کر لیتا تھا' اور بہت سے سخندان اپنا کلام تبرکاً یا دوستاً اہلِ سخن کے پاس بھی بھیجتے تھے' چنانچہ رائے رایان بھی نکتہ دان' سخن دوست اصحاب کی خدمت میں اُن کی خواہشات کے موافق اپنا کلام اُن کی بیاضوں میں درج ہونے کے لئے بھیجا کرتے تھے' چنانچہ غزل نمبر ۱۶۳ "دوست داشتہ باشند' خبرے داشتہ باشند" جو دربار کی طرحی غزل تھی' وہ ایک مشہور اُستاد کے پاس حسبِ ذیل الفاظ کے ذریعے روانہ فرماتے ہیں :-

''غزل ہذا مرزا سخن دوست، نکتہ داں، بدیع الزماں را نوشتہ شد'' اور لکھا ''غزلِ طرحی را بطریقِ یادگار در بیاضِ خود ثبت فرمایند''

اِن میں بلا لحاظ صنفِ سخن، شعرائے مشاہیر کا کلام محفوظ پایا جاتا ہے، ایسی بہت سی بیاضیں قدیم کتبخانوں میں اب تک محفوظ ہیں، اور بڑی کارآمد ہیں،

کلام رائے رایان کی فراہمی کی غرض سے ہم نے اور ہمارے دوستوں نے تین تین سو برس کی پُرانی بیاضیں چھان ماریں، کہ کہیں کوئی غزل برہمن کی ملے، چنانچہ بہت سی غزلیات اِن بیاضوں سے ملیں، بیاضِ الاشعار جو دربارِ کپورتھلہ کے جلوخانہ میں محفوظ ہے، اُس میں رائے رایان کی غزل نمبر (۲۸۹) ''نمکینے'' ''دجبینے'' صفحہ ۳۰ پر اُن کے نام سے درج پائی گئی، اور بھی بہت سی غزلیات بیاضوں میں پائی گئیں، اپنے دیوان کی غزلیات کی صحت ان سے کی گئی، جو بیاضیں رائے رایان کے طنطنۂ شاعری کے بعد اہلِ ہند نے مرتب کیں، اُن میں رائے رایان کا کلام خصوصیت سے درج پایا گیا، کہا جا سکتا ہے، کہ گذشتہ تین صدی کی ایسی کوئی بیاض نہیں جس میں برہمن کا کلام نہیں،

بلحاظ مضامین آپ کی تصنیفات کی تقسیم دو جداگانہ جذبات پر مشتمل ہے

جو بادہ نوشانِ علم معرفت مینائے برہمن کا لطف سے مزا لیں گے، اُن کے دماغ اُن کے سرور پر تصوف والٰہیات، حقائق و معارف، ادب و اخلاق، اندرز و نصائح سے فوراً معلوم کرلیں گے کہ دیوان مذکور کا جو رنگ ۲۲۴ ویں غزل تک ہے، وہ شہزادہ دارا اور شاہجہانی دربار کی رُوح رواں ہے، اس کے بعد وہی زبان، نیرنگیِ زمانہ، ستمگری، درد و غم، مایوسی، شکوہ، انسانی معذوری مجبوری اور بے ثباتیِ دنیا کے نالہائے دل سوز سے گریہ کناں ہے، جہاں اس چمنِ اوّل میں شگفتہ دلی کی تشبیہات، استعارات و کنایات شاخِ قلم سے پھولوں کی طرح کھلے ہیں، دوسرے دور میں جفا، ظلم، سنگدلی، گوشۂ تنہائی اور عزلت کے جام بھرے درد سے پیئے اور پلائے گئے ہیں، ہر شعر

اشکِ خونین بہا رہا ہے، اور ہر مصرعہ عشقِ گم گشتہ کا نوحہ پڑھ رہا ہے، بندشِ الفاظ دآرا کے دردانگیز رقت آمیز واقعات کی مرثیہ خوانی کر رہی ہے،

حروف، دلِ بریان کے ٹکڑے ہیں، الفاظ قطرۂ خون، اعرابِ قلبِ مضطر کی ستار پر مضراب، مضمون سراپا درد و غم، وہ ایک زخم خوردہ دلِ مجروح دل ہے، کہ جو کباب بن کر حروف کی شکل میں طشتِ قرطاس پر پیش ہوتا ہے، جو دلِ ستم رسیدہ ہیں، وہ دیکھ کر دردتے چیخیں مارتے ہیں، جو فہیم ہیں وہ درسِ عبرت حاصل کرتے ہیں، جو نا واقف ہیں، قریبی معنی سمجھ کر لطف لے رہے ہیں،

ہم نے جب ایک قادر الکلام استادِ زماں کے کلام میں روز و شب کے ایسے متغائر نظارے دیکھے تو طبع کی روانی کی تقسیم "واہ" اور "آہ" نے کرائی، ہم ایک دم چونک پڑے، قاشِ اول دآرا کی صحبت کا پتہ دیتی ہے، اور قاشِ دوم گوہرِ یکدانہ کے فراق میں روتی ہے،

جن اشعار نے سب سے اول محرمِ راز بن کر بڑی صفائی اور بے باکی سے ہمارے دل پر خنجر مارا، وہ خونی جلاد یہ ہیں ؎

(شیخی کی طرف دآرا کی وفات کا ذکر)

زر دستے عجز بہ بر زمین جبینِ نیاز | کہ ما شکستہ دلانیم او شکستہ نواز
چو اشک پردہ دریِ حالِ راز دارانست | بروئے او نتواں کرد دیدہ محرمِ راز
فروغِ سینۂ زنارِ یک خاطرِ آں مطلب | کہ غافلند ز راہِ حقیقت اہلِ مجاز
خوش آں گروہ کہ خم کرد قامتِ دل را | بسوئے قبلۂ آں روئے میکشند نماز

دیوان و رباعیات کی منطقی تقسیم

؎ گرفتہ پیرِ مغاں جام مے بکف اے گفت
کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

جو اہلِ نظر دیوان اور رباعیات ایسی نظر سے دیکھیں گے، کہ جس خیال سے رائے رایان نے انہیں لکھا ہے، اُن کیلئے یہ فیصلہ کرنا بڑا آسان ہے، کہ برہمن کے پروازِ خیال کی کوئی بڑے سے بڑا قادر الکلام بھی تقسیم نہیں کر سکتا، اور نہ ان بے تعداد منطقی مضامین کی کوئی مکمل فہرست بنا سکتا ہے، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ ان ہر دو تصانیف کی منطقی صحیح تقسیم ناممکن ہے،

رائے رایان کی کثرت و وسعتِ مطالعہ

عمرے کہ بدست نشت از دست مدہ ؛ کم نتواں اگر زیادہ نتواں کردن

گو رائے رایان کی زبان و کلام کے ملاحظہ کے بعد اس عنوان پر لکھنے کی چنداں ضرورت نہ تھی، اگر یہ مضمون رائے رایان کا لکھا ہوا مل گیا، اس لئے درج کیا جاتا ہے، ہم سے اور ہمارے قابل دوستوں سے تو بہت سی کتابوں کے صحیح نام کبھی نہیں پڑھے گئے، چہ جائے کہ یہ کتابیں پڑھی ہوں، اس فہرست سے یہ پتہ مل گیا کہ آپ کا مذاقِ سخن کس قسم کا تھا، اپنے فرزند کو لکھتے ہیں۔ کون ہے، جو وقت کی قدر کرے :۔

" فرزندِ دلبند چراغ خانۂ زندگانی از آفاتِ زمان برکنار دارد، اگرچہ در عالمِ فارسی دستگاہ بسیار دارد، و احاطۂ جمع از حدِ بشری متجاوز است، اما اولاً بجہت افتتاح ابوابِ سخن بطریق ہمت، مطالعہ گلستان، بوستان، و اقتعاتِ ملا جامی، از جملہ ضروریات است، و چوں بقدرِ شعور بہم رسد، خواندنِ کتبِ اخلاق مثل اخلاقِ ناصری و اخلاقِ جلالی، و مطالعہ تاریخ سلف، مثل حبیب السیر، روضۃ الصفا، و روضۃ السلاطین و تاریخ گزیدہ و تاریخ طبری و ظفر نامہ و اکبر نامہ و امثال آں ضرور، کہ ہم مشابہت بسخن میرسد و ہم اطلاع بر احوالِ جہان و جہانیاں حاصل میگردد، و در مجالس و محافل بسیار بکار می آید، و از دواوین ہا و مثنویہا بعضے از استادان روزگار کہ ایں نیاز مند در عنفوانِ شباب مطالعہ نمودہ، اسامی و الا گرامی آں طبقۂ والا را در ذیل ایں رقیمہ مرقوم میسازد، باآں فرزندِ عزیز القدر فرصیت ہرچہ تواند، از تصانیفِ ایں بزرگاں مطالعہ نماند، تا برکتے و فرصتے دمایۂ استعداد حاصل گردد، و سر رشتۂ سخن بدست افتد، اسامی دو از حکیم ثنائی، ملا روم، شمس تبریز، شیخ فرید الدین عطار، شیخ سعدی شیرازی، خواجہ حافظ، شیخ اوحدی، شیخ کرمانی، و ملا جامی، و دیگر شعرا و بعضی فضلا و بلغا مشہور روزگار اند، مثل سر دفتر شعرائے روزگار، ملا رودکی، حکیم قطران، عسجدی، عنصری، فردوسی، فرخی، ناصر خسرو، جمال الدین عبدالرزاق، کمال اسمٰعیل، خاقانی، انوری، امیر خسرو، حسن دہلوی، ملا صاحبانی، ظہیر فاریابی، کمال محمد عروضی، سمرقندی، عمید بخاری، عبدالواسع جبلی، محی الدین، سلطانی، رکن صاین، محمد ہمگر، ابوالمفاخر رازی، مسعود، سعد سلمان، مسعود بیگ، فرید الدین، احول عثمان، مختاری، ناصر بخاری، ابن یمین

حجیم سوانی، فرید کاتب، ابوالعلی گنجہ، آذری، فلکی، سوادی، بابا فغانی، خواجہ کرمانی، آصفی، ملا شانی، ملا عماد معانی، نشاطی، لطیف، الحلوانی، رشید وطواط، امرا خسنگی، امرا دمعانی، واضح ضمیر سیر، مہر تبریزیہ میر باد، کہ چون در عنفوان حال خاطر از مطالعہ کتب متقدمین فی الجملہ فراغ یافت، طبع سخن دوست را میل سخنان متاخرین بہم رسید، تا آنکہ شروع در بہم رسانیدن دیوانہا و مثنوی ہا نمود، در ایام نسخہ بسیار بدست آوردہ، و بعد از مطالعہ بشاگرد داں دادہ از ان جملہ اسامی بعضے از ارباب سخن اینست آملی، ہلالی، محتشم، وحشی، قاضی نور، محی الیدی، میرزا قاسم، گونابادی، ملا امانی، رنوی، جدائی، جہانی، صبری، ضمیری، رشکی، لسانی، ہلالی، حیرتی، عجزی، صبوری، طوقی، یمینی، شفائی، دفعی، محوی، فردی، منزی، قدمی، جعفری، خضری، آگہی، درکی، حضوری، دیری، فرقتی، سروری، عزدری، کرمی، ملا کامی، ذوقی، واحدی، ببری، زمانی، عرمتی، ادری، طفلی، شکوی، ردیفی، حیینی، عشرتی، تسلی، عزلی، ملا عرفی، فیضی، شکیبی، خیالی، نظری، نوعی، ناظم، یغما، میر حیدر، میر معصوم، نظیر ہندی، ولی دشت بیاضی، عنا حلوانی، میرزا نظام، و دیگر ارباب سخن و اہل طبع صاحب دیوان و مثنوی اند، اظہار تفصیل اسامی آنہا درین نسخہ گنجایش ندارد، لی کلک اچون نخجہ مت شکر بیان آشنا شود، شیرینی دیگر بہم رساند، لعل لبش اگرچہ شاداب تر از لعل بدخشانی و رنگین تر از یاقوت رمانی است، اما لعل را آن شکر افشانی و یاقوت را نمکریزی کجا، اگر نہ لعل شکر بار گونان در ہنگام تکلم نمک ریز بودے، نمک این را نمک نمودے، اگر دہان لبستہ چون خوبرویان در وقت خندہ شکر افشانی نکشتی شکر شیرین نمودے، بیت

لعل را با لب لعل تو چہ نسبت باشد | لعل بسیار دے لعل تو کہ بار نجیبت

اگرچہ خط سبز معشوقان لالہ عذار نور نظر و سرور خاطر است، اما حسن خط خوشنویسان سحر کاران عنبرین قلم و جادو نگاران مشکین رقم رتبہ عالت و طراوت دیگر دارد، آن خط اگرچہ اختیار دلہا از دست می برد لیکن در معرض زوال و معرض انتقال است، و این خط ہمیشہ بر صفحہ روزگار باقی و پایدار، باقی را با فانی چہ نسبت و کدام مناسبت جمعی کہ قدر و قیمت گوہر آبدار و لوالی و معانی شاہوار

شیرین گردد زبان چون از صفت شیرین دہنان سخن گوہر افشان گردد

دانستہ اند قلم گوہر بار راکہ غواصِ بحرِ معانی است، چوں درمیان درگہر ریزی وعنبر باری داشتہ، یک لحظہ از کسب این سرمایہ غافل نہ نشستہ سردبرگ استعدادِ من معلوم گاہے کہ کمیت قلم در عرصۂ کاغذ بجولان می آرم، صدجا می لغزد در ہر قدم از پا می افتد، والدیا باد"

برہمن کے چمن میں کسی غیر کا عمل دخل نہیں

برہمن لب فرو بستم وگر نہ در سخن گوئی
ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعروں کے ہر سوانح نگار کا یہ دعویٰ رہا ہے، کہ اُن کا ممدوح اپنی طرز کا موجد تھا، یا ایسے اُستاد اپنے ممدوح کو کسی مشہور شاعر کا شاگرد بنایا کرتے ہیں، لیکن اُن کا قلم اُن کے ہاتھ سے اُن کے بیان کی جب اِس طرح سے تردید کراتا ہے، تو شاید انہیں شرم نہیں آتی، برہمن کی زبان کسی کے کلام و بیان سے متاثر نہیں ہوتی، اُن کا کلام ایسی ترکیبوں اور طرزِ بیان سے بھرا پڑا ہے، کہ جو حسبِ خاطر انہی کے حصہ میں آسکتا ہے، وہ اپنی طرز کے آپ موجد تھے، شعر مندرجہ عنوان اسی ایجاد کا پتہ دیتا ہے،

سرخوش سا فاضل آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہو کر **ناصر علی سرہندی** کی حیرانی کے الفاظ اِس طرح لکھتا ہے:-

"در کارِ طبع این جوانے حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد، برہمن پسرے مقبول فکرِ سخن مے کرد" جب ناصر علی اور سرخوش آپ کی جدت طرازیوں سے حیران ہیں، پھر زیادہ اور دلائل کی کیا ضرورت ہے

شاعری پر محاکمہ کی وجہ

غزلیات اور رباعیات کے جن جن اشعار نے ہمارے قلبِ وجسم میں اپنا سکہ جمایا، اور جن سے یہ محرم دل لذت آشنا ہوا، مقابلہ کے وقت ہم اُن پر نشان دیتے رہے، اب وہ نشانات تقاضہ طلب ہو گئے، یہ ہمارا فرض ہمیں یاد دلاتے ہیں، کہ ہم اِس منطقی تقسیم کے تحت برہمن کی شاعری کا موازنہ کریں، اور بہ سبیلِ اجمال اُن پر کچھ لکھیں چنانچہ اُن پر ایک جدا مضمون لکھا گیا، یہ ولاآویز محنت اگر مشکل نہ تھی تو آسان بھی نہ تھی کیونکہ دماغِ برہمن کی یہ ایسی بلند پروازی ہے، کہ جہاں تک ہمارا طائرِ خیال نہیں پہنچ سکتا، ہر شعر میں وہ وہ رموز و نکات

پنہاں کہ جنہیں دیدہ بینا ہی دیکھ سکتا ہے اگر برہمن کا قلم ایک شعر ایک مضمون کا لکھتا ہے تو عہدہ برآ ہونا آسان تھا مگر وہاں تو یہ حالت ہے کہ جوں جوں غور کرتے ہیں مطالب گوناگوں کا ایسا روح افزا اور پیچ در پیچ چمن نظر آتا ہے کہ انسان کو محولذت ہو کر خاموش ہو جانا پڑتا ہے ہم ایسی صورتیں ناقابلِ عمل تقسیم و تفریق اہل نظر کی قوتِ تفہیم کے سپرد کرتے ہیں وہ خود دیکھ لینگے کہ کیسا مشکل کام تھا وہ مصورِ فطرت خود فرماتا ہے ؎ ہزار وجد بہ آہنگ یک اصول کُنم

برہمن ما دسخن ہمچو گُل دبوئے گُل ایم
در حقیقت ز سخن نیست سخنو فانی

رائے رایاں کی تصانیف عہود مذکور کی صحیح تاریخ ہیں

تاریخ نگاری کا حقیقی مقصد یہ ہے کہ دُنیا کے نیک بندے نیکی کے نیک نتائج دیکھکر نیکی کی راہ پر چلیں، زمانہ کی کسی بد ذاتی و اخلاقی بدا فعالی و بد اعمالی کے واقعہ سے جو ظاہرا عروج فانی پر ختم ہوتا ہے متاثر ہو کر کسی غلط راہ پر گامزن نہ ہوں بد اشخاص بدی کے بد نتائج پڑھکر خوف خُدا محسوس کریں اور ہدایت پاکر آئیندہ نیکی کی شاہراہ پر قدم رکھیں،

پس جو واقعہ تاریخ اِس اصول کے تابع ہے اور تاریخ نگار ایسا نتیجہ پیدا کر سکتا ہے ہندی علم تاریخ کی رُو سے وہی تاریخ ہے اور وہی تاریخ نگار یہاں یہ موقعہ نہیں کہ ہندی علم تاریخ پر کوئی جواب مضمون لکھا جائے مگر مختصر الفاظ میں یہ مضمون ظاہر کر دینے کے بعد یہ ذہن نشیں کیا جانا بھی ازبس ضروری ہے کہ اقوامِ عالم کا مروجہ طریقۂ تحریر تاریخ نیکیوں کا گلا گھوٹنے اور بدیوں کے شیطان کی پرورش کرنے کیلیے نسخہ بے خطا ہے جو تاریخ نگار واقعات کا صحیح نتیجہ نکالنے سے معذور رہتا ہے، یا دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا ہے وہ اشجارِ امن و اتحاد پر نخلِ نفاق و خونریزی اور باشی و بدچلنی کا پیوند لگاتا ہے اور افسوس یہ ہے کہ آج کل دُنیا کے ہر باغ میں ایسے ہی باغباں ہیں اور ایسے ہی درخت پھولے پھلے ہیں،

اورنگ زیب نے اپنے کارناموں کی تشہیر کے روکنے کے لئے جو جو تدابیر اختیار کی تھیں وہ اہلِ سیر سے مخفی نہیں، مسٹر جی لے داؤن ایم اے و ایچ ایل گیرٹ ایم لئے زمانہ حال کے

مُسلمہ تاریخ داں اپنی تاریخ ہند ۱۹۱۹ء کے انڈیشن میں صفحہ ۲۱۵ پر لکھتے ہیں :-

اورنگ زیب کا تخت مذہبی تعصب اُس کے بے شمار طریق عمل سے ظاہر ہو گیا تھا اُس نے میلوں کی مسدودی شاعروں کی بربادی ناچ مجروں کی بندی اور تاریخ نہ لکھنے کے متعلق سخت تنا عی احکام جاری کر دیئے تھے۔

اس تاریخ کا بھی عجیب قصّہ ہے حقیقت یہ ہے کہ ہند کی تاریخ بڑی عرق ریزی سے مسٹر **من موہن** صاحب ایم۔ اے نے ۱۹۱۵ء میں مُرتب کی اور پھر عرصہ بعد یہ صاحبان سچ اُڑ گئے اصلی مصنف کا نام اُڑا دیا اِن ہی الفاظ میں یہ عبارت اُس میں بھی درج ہے **غلام حسین خان** طبا طبائی یہ راز اِس طرح کھولتا ہے :-

بعداز دہ سال محرراں تاریخ را از تحریر سوانح ایام دولت خود منع داشت گر کسے احوال اورا نہ نگاشت بعض فقرات ہاشم علی خافی خاں اشعارے باں دارد فقیر بنا بر استشہاد فقرات مذکور را بعینہ نی نگارد وہی ہذا بعد انقضائے دہ سال مورخاں از نظیر احوال اں پادشاہ عدالت گستر دیں پرور ممنوع گشت ہر چند بکر دعمل منع تاریخ نویسی عیوب خود را پوشیدہ کوشید کہ بر مردم ظاہر نشود فائدہ نہ بخشید فاش تر شد۔ (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۰۱)

ایسے ہی اور دیگر اسلامی مورخوں نے اورنگ زیب کی اس چالاکی کا بھانڈا پھوڑا ہے، بلند حوصلہ بچارے خافی خاں نے جس نے وہ راز میں ڈر ڈر لکھا اب اسے سب جانتے ہیں، **نعمت خاں عالی** نعمت زندگی سے محروم کر دیا جاتا اگر قابلیت کا واحد امانت دار نہ ہوتا سینکڑوں وقائع نگار عادتاً اورنگ زیب کے واقعات لکھنے کی آرزو رکھتے تھے مگر سب شہید آرزو ہوئے ورنہ خود شہید ہوتے ایسا لکھنے والا کون تھا کہ جو لکھتا اور بچ رہتا مگر اُس معلم حقیقی نے اسی کے دربار میں اپنا ایک شاگرد رشید برہمن پیدا کر دیا تھا جسے تعلیم دی گئی تھی کہ تو نظم میں سب کچھ لکھ، اپنے دیوان اور کلام میں سجا، بھرے دربار میں سُنا مگر کسی کا نام زبان پر نہ لا نہ تاریخیں یاد کر نہ سال و سمت غرض رکھ واقعات کا عطر نکال اور اسے رمز و کنایہ سے عالم میں پھیلا بوئے شمیم کی طرح سب کے دماغ معطر کر، سمجھنے والے سمجھ لیں گے اس نکتہ سے واقعہ سخن کی داد دیں گے یہی تاریخ نویسی کی علت غائی ہے۔

شاہجہان کے قید ہو جانے کے بعد سلطنت بھر میں جو جو طوفان آئے، خطرناک انقلابات رونما ہوئے، ہزار ہا بے گناہ بندگانِ خدا تہ تیغ کئے گئے، شہزادے اور شہزادیاں نامحرموں کے قبضے میں آئیں، ناروا سلوک روا رکھے گئے، بادشاہ جانز کے جیتے جی اُس کی اولاد بے رحمی سے تلوار کے گھاٹ اُتاری گئی، غرضیکہ جو کچھ نہ ہونا تھا، وہ ہوا، **رائے رایان** نے سب کچھ دیکھا، اُن کے دماغ نے عہدِ مذکور کی تاریخ لکھنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا، وہ تاریخ کی بے خلل زندگی کا باعث تھا، اور تاریخ کی روح رہا، جو شعرِ صدر کا تاجِ مضمون بنایا گیا، وہ ہمارے استدلال اور دعوے کی کھلے الفاظ میں تائید ہے، رائے رایان اپنے طرزِ خاص میں فرماتے ہیں، کہ میں تو گُل ہوں اور یہ کلام بُوئے گل ہے، جو حقیقی سخنگو ہیں، اُن کا کلام کچھ معنی رکھتا ہے، میرا کلام ایسا ویسا نہ سمجھو، اِس میں بڑے راز بھرے پڑے ہیں، حل کرنے کی کوشش کرو، درحقیقت **رائے رایان** کے گلزار میں پھولوں کے بُو کی طرح اُس عہد کے واقعات کی بُو نہاں ہے، سمجھنے والے سمجھ لیں،

رائے رایان کی لائف ہم لکھ چکے، مگر وہ بُوئے گل ہمارے دماغ میں بسی ہوئی ہے، جو چمنِ رائے رایان کی سیر کرتے وقت ہمارے دماغ میں پہنچی، اس لئے ہمارا ایمانِ قلم اِس عطر بیزی پر مجبور ہو گیا ہے، حقیقت یہ ہے، کہ جب ہم نے رائے رایان کی **فراقِ دارا** میں آہ و زاریاں سنیں، تو ہم سے رہا نہ گیا، ضبط کھو بیٹھے،

چنانچہ "دلِ برہمن اور دردِ دارا" اور **اورنگ زیب** رائے رایان کی نظر میں" دو مضمون اسی تراوشِ خیال کے نتائج ہیں،

دلِ برہمن
اور
دردِ دارا

برہمن ما بصبحِ محشر از ہم چشم نکشائیم ز اگر آید شبے آں آفتابِ من بخوابِ من[1]

اِس صداقت صدقہ پر کسی دیگر تصدیق کی ضرورت نہیں کہ برہمن دارا تھا، اور دارا برہمن، چونکہ رائے رایان اور دارا کی طبعیت میں تصوف کے رنگ برابر تھے، اس لئے بحیثیت مشتری و دکاندار، دونوں کے تعلقات ایسے وابستہ ہو گئے تھے، کہ ایک کو دوسرے

[1] برہمن کا دارا سے صدقِ ارادت دیکھئے، کہتے ہیں کہ اگر دارا مجھے خواب میں بھی نظر آ جائے، قیامت تک آنکھ نہ کھولوں، کیونکہ آنکھ کھلنے سے تصویر یار محو ہو جاتی ہے، "بہار سنامی"

کی جدائی نہایت شاق گذری، اور ہونا بھی ایسا چاہئے تھا، جب کسی اتفاقیہ حادثہ سے ہمارا قلم ٹوٹ جاتا ہے، تو اس معمولی نقصان سے طبیعت مغموم ہو جاتی ہے، پس جہاں رائے رایان کا شاہجہان جیسا قدردان آقا قید ہو جائے، شہزادہ سا ممدوح سنگدلی سے قتل کر دیا جائے، اس کی نسل کا جلادوں کے ہاتھوں کلیتہً خاتمہ ہو جائے، تو ایسا کون احسان فراموش سنگین دل ہے، کہ جو یہ درد محسوس نہ کرے، اُن کو کرنا چاہئیے تھا، اور جو دل انصاف سے معمور ہو، وہ ضرور کرے گا،

دیوان کے ملاحظہ کے بعد ہم اس نتیجہ صحیحہ پر پہنچے کہ دیوان کا ابتدائی حصہ شہزادۂ شہید کی صحبت میں لکھا گیا ہے، اور دوسرا حصہ خاندانِ مغلیہ کی اس عام تباہی و بربادی کے بعد،

اس دیوان سے یہ تمیز کی جاتی ایمانداری کا گلا کاٹنا ہے کہ اس تفریق میں کون کون سا کلام آسکتا ہے، مضمون و تراوشِ خیالات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے، کہ دیوان کا آخری حصّہ کنارہ کشی خدمت ملک، و ملازمت، بحالتِ گوشہ نشینی مقام کاشی جی لکھا گیا، کیونکہ اس میں خصوصیت کے ساتھ بے مہری فلک، بے ثباتیٔ دنیا، اور گوشہ نشینی وغیرہ مضامینِ درد کی آہ و زاریاں کی گئی ہیں، اور اس میں تقریباً سب غزلیات ایسی ہیں، کہ جن میں اس تاریخی واقعۂ عبرت و بصیرت پر خون کے آنسو گرائے گئے ہیں،

ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ رائے رایان کی طبیعتِ عالی کس درجہ نیک اور احسان مند واقع ہوئی تھی، اور وہ شہزادہ دارا کی حالتِ زار اور واقعاتِ مقتولی سے کیسے موثر ہوئے، اُس وقت کی دنیا کی رسم انقلابِ حکومت سے کیا حالت تھی، اور نیک دلوں پر شاہی خاندان کی اس پرجفا خونریزی کا کیا اثر ہوا، یہ تمام کلام اُن جذبات و تاثراتِ تاریخی پر اُس وقت صاف روشنی ڈالتا ہے، جبکہ مخاطب وہی گوہرِ مراد شہزادۂ شہید ٹھہرایا جائے، اور اُن کی تباہی و بربادی کا سماں آنکھوں کے سامنے ہو، اور آنکھیں وہ ہوں جو رائے رایان کے دارہ گریاں کی طرح تر ہوں، وہ پھر دیکھیں گے کہ تاریخِ ہند کا یہ اہم واقعہ کیسی تسلسل بیانی اور رموزِ نہانی سے منکشف کیا گیا ہے، صنعتِ استخدام صنعتِ الفاظ کے لئے ہے، اگر اسے مضمون کی طرف لیجایا جائے تو صنعتِ صانع بخوبی سمجھ میں آجائے ؎

من سخن در پردہ مے گفتم سحر با برہمن   آفتابِ من مخاطب کردہ بود آئینہ را

چونکہ جذباتِ قلبی کی وقت پر صحیح ترجمانی کی گئی ہے، اور مضمون تاریخی ہے، تاریخی انکشاف ملکی خدمت ہے، اِس لئے آپ کے کلام سے یہ تاریخی مضمون بقدرِ ضرورت علیحدہ کیا جاتا ہے، جو دل تعصبات اور تعلقات سے تعلق نہیں رکھتے، صداقتِ بیان پر ایمان لائیں گے، اور کلام رائے رایان سے ایسے ہی اور تاریخی حالات کی واقفیت پیدا کرلیں گے، وہ اِن گوہرانِ نہانی کا نشان دیتے ہیں ؎

برہمن ہرگز کسے از حالِ ما آگہ نشد | ایں گہر در کانِ نہاں چوں گنج در گنجینہ ماند

اب دردِ جگر سے دل کی داستانِ غم دل سنبھال کر سُنئے فرماتے ہیں:-

دارا کی خونریزی کا خونی طوفان چھپا نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ خونِ بے گناہ علانیہ کیا گیا ہے، اور ایک دُنیا اُس سے متاثر ہوئی ہے۔

کجا[1] پنہاں کنم ایں گریۂ طوفانِ خونی را | کہ گرد از آستیں گم کردہ از دامن شود پیدا

برہمن دارا کے قتل کئے جانے کے بعد اُن کی عنایتیں اور اپنے عیش عشرت یاد کرکر کے کہتے ہیں کہ اب اُن کا تذکرہ جانے دو، صنعتِ لف ونشر بھی ملاحظہ ہو:-

جوانی بود[2] فصلِ عیش وعہدِ کامرانی ہا | کجا آں فصل کو آں عیش کے آں شادمانیہا

جو لطف دارا کی صحبت میں نصیب تھے، اب اُنہیں ہی یاد کرکے اپنی زندگی کے دن کاٹتے ہیں ؎

برد[3] افسانۂ عہدِ شباب از دل غبارِ غم | کہ دل را تازہ مے سازد یادِ ایامِ جوانی ہا

اے دارا! تو بے رحمی سے ہلاک کر دیا گیا، مگر تو اطمینان رکھ کہ اس ظالمانہ قتل نے تیرا رتبہ کہیں سے کہیں پہنچا دیا، کیونکہ تو نے حق کی خاطر اپنا تمام کنبہ شہید کرا دیا:-

تشنۂ[4] زخم تو آب از دمِ خنجر برداشت | نیم بسمل شد و زخمِ تو مکرر برداشت

کشتۂ تیغ ترا رُتبہ دیگر افزود | زخم بر زخم پئے لذتِ دیگر برداشت

---

[1] یہ سالم غزل دارا کا پُر درد نوحہ ہے، اور دارا کے تاریخی حالاتِ مقتولی کا صحیح مرقعہ، "بہار رسامی"

اپنے دلِ محزوں کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں، کہ انقلابِ زمانہ کسی کے اختیار میں نہیں، دارا کی کوئی مدد نہیں کر سکتا، خاموش ہو جا ؂

چوں روزگار در گرو اختیار نیست　　از فکرِ روزگار فراغے غنیمت ست

اے دارا! تیرے اس ظالمانہ و بے رحمانہ قتل پر اگر تیرا برہمن دیوانہ ہو گیا کیا تعجب ہے! تیرے اخلاق و عاداتِ یاد کر کر کے تیرے ماتم میں ایک دنیا رو رہی ہے ؂

برہمن کیست کہ دیوانہ چو مجنوں نشود　　عالمے میرود از ہوش ز بوئے کہ تراست

جاں نثار با وفا برہمن اپنے دل ہی دل میں غم و غصہ سے پل کھاتے ہیں، کہ ہائے دارا کی کامرانی کا زمانہ ہی نہ رہا، نہ وہ حکومت کرنے پایا ؂

عاشقِ شوریدہ خوں چو غنچہ در دل میخورد　　فصلِ گل بگذشت از بلبل نوائے بر نخاست

برہمن کو اُن کے غمخوار ہر طرح کی تسلی دے کر صبر کی تلقین کرتے ہیں، لیکن وہ کہتے ہیں، کہ میرا بیتاب دل کسی طرح قرار نہیں پا سکتا ؂

مرا تصبیرِ تسلی دہند غمخواراں　　چگونہ صبر پذیرد دلے کہ بیتاب ست

اُن کا وفادار مجروح دل دارا کے قتل پر اپنی محبت کے جذبہ سے خون کے آنسو بہاتا ہے لیکن وہ اپنا یہ راز کسی سے بیان بھی نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ وہ سب نمک خوارانِ دارا نمک حرام ہو گئے تھے ؂

چوں زند خونِ جگر جوش محبت در دل　　محرمِ راز بجز دیدۂ تر نتواں یافت

دارا کے واقعۂ قتل کے بعد ہر جگہ اُس کا ذکر لوگوں کی زبان پر تھا، اور اس درد سے دنیا تڑپ رہی تھی ؂

ذدیدہ رفتی و ذکرِ تو بر زبان باقیست　　غمے کہ بود درون سینہ ہمچناں باقیست

اے ظالم جفا جو اورنگ زیب تو کیوں مکر و فریب سے یہ داستانِ ظلم چھپانے کی کوشش کرتا ہے، تیرے ہاتھ اس خونِ بے گناہ سے رنگے ہوئے ہیں، اور تیرا دامن تار تار ہو رہا ہے، دارا کے خون سے تو ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتا، اس شعر میں وقائع نگار و تاریخی حالات لکھنے کی ممانعت کا اشارہ بھی ہے ؂

۱۱ از یاد کار خون شہیداں تراہنوز نقش بر آستین ونگار سے بہ دامنت

بے گناہ دارا پر گنہگار قرار دینے کے طرح طرح کے الزامات لگائے تھے، اور نہایت بے حیائی سے اُس بے گناہ کا خون زمین پر بہایا گیا تھا، برہمن دارا کی پاک روح سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں، کہ اَے دارا تو زندۂ جاوید ہو گیا، لوگ تا قیام دُنیا تیری بے گناہی کا اعتراف کریں گے:۔

۱۲ مذار دہیچ باک از تہمت آلودہ دامانی کہ خون بے گناہاں بر زمیں حیاک نئے نزود

دارا کے قتل پر بھٹ تک روتے رہے تھے، لیکن اورنگ زیب کے دل پر مطلق اثر نہ ہوا، اندھیر پڑ رہا تھا، کسی کی کوئی نہ سنتا تھا، اِس لئے لوگ خاموش ہو گئے تھے، کسی کا کچھ بس نہ چلتا تھا

۱۳ اثر ہرگز کند برہمن نہ در دل اُو خموش کرد مرا نالہائے بے تاثیر

برہمن عیش و عشرت ترک کرکے دُنیا چھوڑ بیٹھے، اور کنج بنارس میں اپنی بے کسی کو یاد کر کرکے روتے ہیں، کہ تیری حکومت کے انتظار میں میں اورنگ زیب کی خدمت کرتا رہا، انجام بُرا ہوا ؎

۱۴ در انتظار زلش تو بامنش ساختیم در کنج بے کسی بغم خویش ساختیم

برہمن اپنے دل کی حالت بیان کرتے ہیں، کہ میرا دل دارا کے قتل کے صدمہ سے پتھر ہو گیا، اور مارے غم کے آواز تک نہیں نکلتی، شعر ۱۵ میں فوتِ قتل کی طرف اشارہ ہے ؎

۱۵ یک قطرۂ خون بردن نچکد از درونِ ما مانند طفل غنچہ بصد ریش ساختیم

برہمن بے قرار کا دھیان ہر وقت دارا کی تصویر کی طرف تھا اور ہر لحظہ اس گیسوؤں والے شہزادہ کو یاد کرتے تھے، اِس کے سوا دوسرا کوئی خیال نہ تھا دارا کے گیسو مشہور خوشبوئی کا جزو تھے ؎

۱۶ در بہ بند دم نظر جانب رو سنے دارم مو بمو شرح رخ سلسلہ موسئے دارم

برہمن کا دل دارا کے واقعۂ قتل سے چاک چاک ہو گیا تھا، اب اُس کی یاد ہی آسایش دل سمجھتے تھے، وہ کہتے ہیں کہ اگر اب میں سلطنت مغلیہ کا دھیان کروں یا عیش و عشرت کا خیال دِل میں لاؤں، تو دوزخ میں پڑوں، کیسا جانبازانہ خیال ہے، واہ واہ ؎

۱۷ چاک در سینۂ عاشق بود آسایش دل کا ذرم گر بوس تار رفوسئے دارم

برہمن دل و جان سے **دارا** کے درد میں خون کے آنسو بہاتے تھے، حکم تشہیر کا ذکر کر کے روتے ہیں ؎

دیدہ پیش از دل و دل پیشتر از دیدہ رود　　　یار کوئے گذری بر سر کوئے دارم

برہمن کہتے ہیں کہ اے **اورنگ زیب** میں تیری اور تیری دولت کی پروا نہیں کرتا، کیونکہ میرے دل میں تو اُس گیسوؤں والے شہزادہ (دارا) کی مہربانیوں نے گھر کر رکھا ہے ؎

نشوم بیہودہ ممنون تو اے بادِ شمال　　　کہ ہوا در سر از آں غالیہ موئے دارم

برہمن دارا کی یاد میں رونا دھونا اپنی، اپنی حیاتِ ابدی سمجھتے تھے، کیونکہ امن و اطمینان آرام و راحت مفقود ہو گئے تھے ؎

خشک نگردد چمنِ خاطرِ من　　　کہ من از دیدۂ تر آب جوئے دارم

وہ دارا کی یاد میں آہ و زاریاں کرنا ہی زندگی کا لطف سمجھتے تھے، کیونکہ اُس کے قتل سے اُن کے عیش حرام ہو گئے تھے ؎

از خون دیدہ بود شرابے کہ داشتم　　　در لختِ سینہ بود کبابے کہ داشتم
شد عجز یاد وسیلۂ عذر گناہ ما　　　گشتم ز آب دیدہ حجابے کہ داشتم

برہمن اپنا ویران خانۂ دل اُس وقت شاد و آباد دیکھتے تھے، کہ جب اُس میں دارا کی یاد ہو، لفظ ''دارد'' کیا خوب واقعہ ہوا ہے ؎

دارد بیاد درد سے تو آباد برہمن　　　ویران دل شکستہ خرابے کہ داشتیم

وہ اپنی کسی دنیوی آرزو میں کاٹنی جی نہ چھوڑنے کی قسم کھا چکے تھے، کہتے ہیں کہ میں یہاں ہی بیٹھ کر دارا کی مظلومی کی داستانیں سنوں گا، اور اُسی کی یاد میں اپنی زندگی کے بقیہ دن گزاروں گا ؎

ہرگز از خانہ پئے کسب تمنا نہ روم　　　سیر عالم کنم و کمتر قدم از جا نہ روم

کہتے ہیں کہ دارا کی یاد میری روح کے لئے ایک خاص خوراک ہے، اس سے میں اسے ہی یاد کروں گا، اورنگ زیب کی بادشاہت کی مجھے پروا نہیں ؎

صحبتِ اہلِ جنوں نشأ دیگر دارد　　یادِ مجنوں کنم و از پئے دانا نزدم

جو آنسو اُس کی یاد میں گراؤں گا، وہی میرے لئے بے بہا موتی ہیں، دنیوی دولت کے لئے اورنگ زیب کے دربار میں ہرگز ہرگز نہ جاؤں گا ؎

دُرِ ناسفتۂ مژگانِ من ارزانی باد　　از پئے گنج گوہر طلب، در یا نزدم

فرماتے ہیں کہ اے بوالہوسو میرے دل میں تو دارا کی یاد گھر کئے ہوئے ہے، میں کسی دنیوی خواہش کے لئے تمہاری طرح سے اورنگ زیب کا درباری نہ ہوں گا ؎

برہمن یوسفِ من در دلِ من جا دارد　　من بہ بازارِ طلب ہمچو زلیخا نزدم

برہمن اُن غدار نمک حرام امرا، کو دکھ جو ذرا سے لالچ میں اورنگ زیب سے مل گئے تھے، مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اگر میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تب بھی میں دارا کا کوئی راز ظاہر نہ کروں گا ؎

گر بکاوی سینہ ام حرفے بلبے آید برون　　از زبان تا دل رہ افسانہ را گم کردہ ام

برہمن دارا کے بے گناہ اور ناروا قتل پر اُس کے غم میں اپنے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا روا سمجھتا ہے وہ سخت بے قرار ہے، کیونکہ دارا سا شہزادہ اُس سے علیحدہ ہو گیا، یہ شعر سراسر تاریخ سے ملتا ہے، اور اظہارِ حقیقت ہے ؎

دانہ دانہ اشک اگر از دیدہ ام ریزد درست　　بیقرارم گوہر یکدانہ را گم کردہ ام

جب نالہ اور آہ و زاری سے دل بھر گیا، تو اپنی ہمت کو حوصلہ دلاتے ہیں، اور کہتے ہیں، تو میرے شاملِ حال رہ، مجھے تو ابھی دارا کی یاد میں ہلاک ہونا ہے، اب میں ہرگز ہرگز زندہ نہ رہوں گا

ہاں برہمن ہمتے ہمراہئ من کن کہ من　　در خم زلفش دل دیوانہ را گم کردہ ام

اغلب ہے کہ دارا کے سلسلہ میں برہمن بھی قید کر دیئے گئے ہوں، اور بوقت ہلاکت اُس سے دُور ہوں "نقشِ دیوار" اپنی معذوری ظاہر کرتا ہے جب واقعۂ قتل کی تفصیل سنی ہو گی، پیچ و تاب کھایا ہو گا، جب ہی فرماتے ہیں کہ میں دُور افتادہ غم و غصہ میں مرا جاتا ہوں ؎

دُور از تو ہمچو نقش بدیوار ماندہ ایم　　در پیچ و تاب زلف گرفتار ماندہ ایم

عشق

اس خیال کی شعر ذیل سے پوری پوری تائید ہوتی ہے "انہیں امید ہوگی کہ مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دیا جائے گا" اور اسی سلسلہ میں دارا کا دیدار نصیب ہوگا "اور ممکن ہے کہ قول و قرار بھی ہوئے ہوں" ان کو تو دیدار ہی نصیب نہ ہوا"

اُدہر طرف کرے نگہی جلوہ میکند ما منتظر بعشوہ دیدار ماندہ ایم

دارا کی مقتولی سے جو میرے عیش و عشرت پر جور و ظلم ہوا ہے "اس سے میری سنیاس آشرم کی زندگی میں کوئی فرق نہیں پڑسکتا" اور میں ہرگز ہرگز اورنگ زیب سے کسی خواہش کا ملتجی ہو کر ذلیل و خوار نہ ہوں گا ؎

ما عیشِ خود ز جورِ فلک کم نے کنیم بیہودہ گشت ہمت خود خم نمیکنیم

انتہائی مایوسی اور درد سے لاپرواہ ہو کر فرماتے ہیں "کہ میری آرزوئیں عین موسم مراد میں پامال ہوگئیں اب میں دنیا کی کسی معمولی سے معمولی چیز کی تمنا نہ کروں گا ؎

آں خشک سبزہ ایم کہ در موسم بہار یادِ نسیم و خواہشِ شبنم نے کنیم

اس خونی حادثہ میں اپنا ہی خونِ جگر پیوں گا "اور اسی پر اپنی زندگی گذاروں گا" پادشاہ اگر وزارت دے "جب بھی قبول نہ کروں گا ؎

چوں لعلِ غنچہ خونِ جگر مے خوریم و بس لب تر ز آب کوثر و زمزم نے کنیم

دارا کی یاد میں مر رہنا ہی ابدی زندگی ہے ؎

از خود گذشتن است تحقیق دریں طریق خود را براہِ عشق تو محرم نے کنیم

گو میرا سب دنیوی مال و متاع غارت کر دیا گیا "لیکن میرا دل و دماغ وہی ہے ؎

از لباسِ زمانہ عشرت یافتیم ہمچو خورشید و ماہ تاباں نسیم

گو میں قادر الکلام ہوں "اور بڑا زندہ دل ہوں" مگر دارا کے قتل سے پریشان ہوں "دل کیفیت کا کیسا نقشہ کھینچا ہے ؎

بس کہ طبع شگفتہ داریم لاجرم ہمچو گل پریشانیم

عتابِ شاہی سے دنیا کانپ رہی ہے، اسلئے میں بھی خاموش ہوں اور خاموشی بہتر ہے کہ رنگ لانے لگی ہے

بخموشی چو غنچہ ساختہ ...... ایم   سر بجیبم و پا بداما نیم

دن رات دارا کی یاد میں خون کے آنسو بہا کر اپنی زندگی ختم کر رہا ہوں، اور اِسی طرح سے اپنی جان دے دوں گا ہے

ہر شب از موج گریہ خونین   غرق دریاو قعر طوفانیم

دارا کے سب رفیق و ہواخواہ قتل کر دیئے گئے، ایک میں ہی خون کے آنسو بہانے کے لئے بچا ہوں کس قدر حقیقی بیان ہے ہے

یادگار بہار ناکامی   قطرۂ خون بدوش مژگانیم

میرا تمام بدن خونِ بے گناہ کے صدمے سے خون ہو گیا ہے، کاشی جی کے ایک گوشے میں دنیا چھوڑے پڑا ہوں ہے

جملہ تن گشت قطرۂ خونی   ماندہ در گوشۂ گریبانیم

دارا کے قتل سے میرا دل مغموم ہے، میں بڑا سنگین دل اور سخت جان ہوں کہ دم نہیں نکلتا ہے

شب ہجران بعیش بسر بردیم   گرچہ سنگین دل و گران جانیم

میری آرزوئیں عین موسم مراد میں برباد ہوگئیں،

ما شگفتہ غنچہ صفت پاسۓ بداماں دارم   چوں گل تازہ ام و حال پریشاں دارم

شعر ذیل سے بھی اِس امر کی تائید ہوتی ہے، کہ اورنگ زیب نے دارا کے راز آپ سے دریافت کئے، جب ہی آپ فرماتے ہیں کہ اے اورنگ زیب مجھے تیرے قتل کی پرواہ نہیں، میں کہتا ہوں کہ میں دارا کے راز سے واقف ہوں، مگر میں تجھے ہرگز نہیں بتلاؤں گا ہے

گر نہ دانی کہ مرا باتو چہ شور است چہ باک   کہ من ایں راز بخود دارم و پنہاں دارم

اے اورنگ زیب تو مجھے قتل کی کیا دھمکی دیتا ہے؟ اب میرے پاس کیا پڑا ہے، یہ جان باقی ہے،

وہ بھی سے سے میں نے تو مرنا ہی ہے، آج مرا کل مرا، ے

غم بیہمانیٔ من آمدہ و منفعلم دو سہ لختِ زجگر دارم و مہماں دارم

برہمن دارا سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ اے دارا اطمینان رکھ، میں تیرے راز جلیا کہ دوسروں نے ظاہر کر دیئے، ہرگز ہرگز ظاہر نہ کروں گا، میں تو تیرا بندۂ احسان ہوں، احسان فراموش نہیں، ے

مرغِ دل کے زِ دُو دانہ دام ہوائے تو برون خویش را بستہ بیک رشتۂ احساں دارم

مجھے بھی ایک دو روز میں قتل کر دیا جائے گا، ادھر میں قتل ہونے کے لئے تیار بیٹھا ہوں کیونکہ داراشکوہ کے قتل ہو جانے سے اب مجھے بھی کسی دنیوی شئے کی ہوس نہیں رہی، سب کچھ تیرے ساتھ جاتا رہا، صنعتِ اعداد بھی ملاحظہ ہو:۔

تا ز بزم تو جدا ایک دو سہ روز سے بفرد نہ ہوائے گل و نہ میلِ گلستاں دارم

جب شہزادہ داراشکوہ گرفتار کیا جا کر زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، تو برہمن کی روح قفسِ عنصری میں بلبلِ نو گرفتار کی طرح تڑپی، برہمن کا دہ نالہ سنئے ے

ہمچو آں بلبلِ شوریدہ ام از گلشن دور کہ دلِ سوختہ و دیدۂ گریاں دارم

دارا کے قتل کے بعد برہمن کی جو حالت تھی، وہ خود بیان فرماتے ہیں ے

سرِ شوریدہ، دلِ آزدہ، دماغِ افسردہ من ز اسبابِ جہاں این سروساماں دارم

دارا کے راز چھپانے کا پھر اشارہ فرماتے ہیں، کہ اگر میری آنکھیں بھی نکال دی جائیں، جب بھی یہ راز افشا نہیں ہو سکتے ے

رازِ دل تا نکند اشک ز چشمم بیروں دو سہ خار سے مژہ تر دیدہ نگہباں دارم

کہتے ہیں کہ اے دارا میری زندگی تیرے احسانات کے بدلے میں تیرے ہاتھ فروخت ہو چکی ہے اب وہ تیری ہے، اگر میری ہوتی تو تیرے ساتھ ہی قتل ہو جاتا، ے

پنجۂ قدرتِ من در گردِ دامنِ گشت ورنہ چوں گل ہوس چاک گریباں دارم

برہمن رو رو کر کہتے ہیں کہ گو میں دارا کی یاد میں جل رہا ہوں، لیکن اس جلنے میں مجھے لطف آتا ہے

کیوں نہ آئے یہ بھی تو ایک جاں نثاری ہے ؎

برہمن درغم او کم تراں بود زشمع — شعلہ در دائم آتا لب خنداں دارم

جو دارا شکوہ کی دیکھ کر جان دیدینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے ؎

سے تواں بودن زآشوب حوادث بر کنار — کشتیٔ امید بر ساحل دریا خوش است

میں اپنی محبت کا راز کیونکر چھپا سکتا ہوں، کہ میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا، اور آنکھوں سے خون کے آنسو جاری ہیں، ایسے رنگ زیب تجھے اس ظلم کی داستان خفیہ نہیں رہ سکتی ؎

چگونہ خالصیت عشق را نہاں دارم — مرا کہ خون دل در دیدۂ تا کمر است

اس کی محبت کے جوش میں نالہ نکل جاتا ہے، اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھی ہے ؎

ہمیشہ موج محبت ز سینہ میچہ شد — ز دامن گہر افشاں چشم تر پیدا است

اے برہمن اس رنج و غم میں گھل گھل کر جان دیدے، کیونکہ یہی خوشی کا باعث ہے اور گھرانت درخت محبت کا بھی پھل ہے ؎

بدرد عشق برہمن بساز و خوشدل باش — کہ از نہال محبت ہمیں ثمر پیدا است

جدھر جاتا ہوں، جہاں بیٹھتا ہوں، اے دارا تیرا ہی ذکر کرتا ہوں، خواہ میں کہیں چلا جاؤں، میرا دل تیری طرف لگا ہوا ہے ؎

از خیالت نیست خالی جا بہر سوئے روزگار — من بہر جائے کہ باشم رشتۂ دل سوئے توام

جب دارا کی یاد دل میں اٹھتی ہے، آگ لگ جاتی ہے، اور سینہ جل کر کباب ہو جاتا ہے ؎

عشق آمد آتشے برافروخت — ما سینۂ خود کباب کردیم

دارا کی یاد میں آنسو بہانے کافی نہیں، بہتر ہے کہ دریا میں کود مروں ؎

قطرۂ اشکم کہ یاد داریم کافی کے بود — دامن آلودہ خود را بدریا میسپریم

اجمال بیان کا خیال رکھتے ہوئے، پھر بھی ۱۷ اشعار درج ہو گئے، اسی طرح سے اگر اور اشعار انتخاب کئے جائیں، تو تقریباً نصف دیوان یاد دارا سے بھرا نکلے، ہم خاتمہ پر اس قدر اور اضافہ

کرنا چاہتے ہیں کہ قبلِ داراشکوہ سے قبل جس قدر آپ کا کلام ہے وہ چہار چمن میں مع محل و توع اکثر درج ہے ان غزلیات میں سے ایک غزل بھی اُس مجموعہ میں نہیں کیونکہ اُس وقت ترتیبِ دیوان کا خیال نہ تھا بلکہ میں طبع نے موزونی دکھائی وہ بحر گلزار بنائی یا جو طرح ہوئی اس پر قیام فرمائی فرمائی ہم نے برہمن کے ٹوٹے موٹے مصرعے اور نکتے درج کر دیئے اہل نظر اگر اس نظر سے دیوان کا ملاحظہ فرمائیں گے تو جو کلام اس درد میں مبتلا ہے خود بول اٹھے گا

اورنگ زیب اور اسکی حکومت رائے رایان کی نظر میں

اسبابِ نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ   چوں در گذشت زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ   وز ہیچ نداني و بدانی ہمہ ہیچ

جو مرتبہ اورنگ زیب اور اسکی طرزِ حکومت پر رائے رایان نے پڑھا ہے وہ بھی ان کی تاریخی زبان سے سننے کے قابل ہے پس مندرجہ بالا رباعی پر غور کیجئے

فرماتے ہیں کہ اے اورنگ زیب تیرا اور تیرے ہم مشرب لوگوں کا اسبابِ عیش مرنے کے بعد خاک میں مل جائے گا یہ مانا کہ تجھ کو سب کچھ مل گیا لیکن یہ سب ہیچ ہے تو محض نادان ہے جو لوگ دنیا کے مال و دولت کی خاطر سب کچھ کر گذرتے ہیں وہ سخت گمراہ ہیں اس پر اس طرح نتیجہ نکالتے ہیں (رباعی)

اے خواجہ نہ نام و نشان خواہد بود   حرفے ز دو سہ بر زبان خواہد بود
ہر چیز کہ ہست از میان خواہد رفت   جز نام خدا کہ در میان خواہد بود

اے اورنگ زیب تیرا نام و نشان مٹ جائے گا اور لوگ تیرے نام اور کام پر لعنت بھیجیں گے دولتِ دنیا ساتھ نہیں جاتی محض اعمالِ نیک یادگار رہتے ہیں اورنگ زیب کا طولانی عہدِ حکومت اور اس کا انجام چار سطروں میں ختم کر دیا ہے معجزہ ہے

اس طرح رائے رایان نے اورنگ زیب کی حکومت کا بڑے موثر محققانہ اور ناصحانہ پیرایہ میں خاکہ کھینچ دیا ہے ہم نہیں چاہتے تھے کہ یہ کلام اپنے دعوے کے اثبات میں لکھتے مگر معترضوں کی نظر میں یہ دعوے بلا دلیل سمجھا جاتا اگر اس تاریخی کلام سے استفادہ نہ اٹھایا جاتا اور میں اس سے کام نہ لیا جاتا

نکتہ برہمن کے ادبی نکتے "نکتہ دان ہی سمجھ سکتے ہیں" اس میں جو عالمگیر کو جس صفت سے متصف کیا گیا ہے، وہ اس کے عہد کی جنرل پالیسی کا جامع بیان ہے" اور جب رُباعی مندرجہ بالا کے بعد اس صفت کے الفاظ پر غور کیا جاتا ہے، جیسا کہ ہر محقق کا فرض ہے کہ نقادی سے کام لے تو یہ اس کی صفت نہیں سمجھی جا سکتی ہے، بلکہ ہجو ملیح ہے کیونکہ وہ خود کہتا ہے کہ دنیا میں جو ہے، سب جاتا رہے گا، محض خدا کا نام باقی رہے گا، تیری آفاق ستانی کا اے بادشاہ (خواہ) یہی انجام ہو گا،

برہمن کا راگ حب الوطنی
اپنے وطنی بھائیوں کیلئے صحیح تعلیم ہے

در سینہ جز ہوائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزمزمہ کابل آشنا است

آریہ ورت سری مہاراجہ پرتھی راج کی سلطنت چھوڑنے کے بعد آریہ ورت نہ رہا تھا، مذہب، حکومت، قومیت، اعتقادات، رسم و رواج، بہادری و جوانمردی عزت و خودداری، خورد و نوش، طرز لباس، بول چال اور نوشت و خواند پر اسلامی حکومت کا پہرہ تھا اور اس کا اثر آریہ ورت کے طول و عرض میں یکساں پیمانے پر تھا، جو پہرہ دار کی بے خبری سے ذرا بھی خبردار ہوا، ہاتھ پاؤں پھیلاتے ہی سرتن سے جدا ہوا، اور کلمہ مینار بنا،

سینکڑوں نہیں، کروڑوں وید پاٹھی، پجاری، برہمن مرغان نواسنج کی طرح اپنے آشیانوں سے صید دام کئے جا کر قفس کابل میں ڈال دیئے گئے تھے، جس طرح آج کل ہر ہندی مسلمان کا خیال "ولایت" کی ضمیر آتے ہی لندن کی سیر کرنے لگ جاتا ہے، اس زمانہ میں "ولایت" کابل سمجھا جاتا تھا، اور اگر وہاں کسی کا سرکاری خدمت کے لئے جانے کا اتفاق ہو جاتا تھا، تو بڑا فخر سمجھا جاتا تھا، اسی بنا پر فاتح کا مذہب بھی بعض بے غیرت خود غرض حلقوں میں اپنی کامیابی کا خیال سمجھا جاتا تھا، جو یہ افتخار ناپسند کرتا تھا، وہ آج کل کی طرح اس کے خلاف زبان تک نہ ہلا سکتا تھا،

مگر پر ہیبت و جلال دربار مغلیہ میں جو صاحب کمال اپنے ذاتی مذہبی رعب و داب و صفائی باطن

لباسِ فاخرہ پہنے مسندِ سلطنت جو امری و خود داری پر جلوس فرما نظر آتے تھے ' وہ برہمن ہے ' کہ جس کا قلم آہنی اپنے عقاید و فرائض مذہبی کی زور پر بے دریغ شمشیر بکف تھا '

خدارا ہندی اور مسلمان سمجھیں

وہ اِن اختلافاتِ اعتقادات و خیالات کی رزمگاہ میں شمال سے جنوب اور شرق سے غرب تک اپنی طاقتِ ضمیر کے بھروسہ پر مذہبی و ملکی تلوار چمکاتا ' حملے آوروں کے غلط اعتقادات کے گلے کاٹتا نظر آتا ہے ' نہ تلوار کی گردش پیش ق آتا ہے نہ اِس کی روانی میں بل ' وہ قلبِ لشکر میں کھڑا ہو کر فاتحانہ الفاظ میں اعلان کرتا ہے ' اُس تخیل کے بھروسہ پر جو خدائے عالم نے اُسے بخشا تھا ' کہ ہم ہی حقیقت شعار ہیں ' وہ اُس ہیبتِ اعتقاد میں سینہ سپر ہو کر شیر کی طرح گرجتا ہے ' اُس کی صفائی کو ہی سب دیکھتے ہیں ' وہ یگانہ و بیگانہ سے جدا ہو کر فخریہ الفاظ میں کہتا ہے کہ ؎

"گو میں اسلامی مذہب و زبان کا ماہر کامل ہوں ' مگر میرے سینہ میں تو سوائے آریہ ورت کے اور کسی کا خیال تک نہیں"

کوئی عتاب ' کوئی سزا ' کوئی خوف اور کوئی ہراس اُسے مرعوب نہیں کر سکتا ' یہی وہ جذبہ ہے کہ جو ہر مذہب و ملت کے انسان کو انسان بناتا ہے ' اور ہندوستان میں آج کل اسی کی ضرورت ہے بے دینی کے زور پر آپس میں لڑتے مرتے ہیں ' اگر دینداری عنقا ہے ' شاہجہانی اور اورنگ زیبی درباروں میں ایسے ایسے خیالات و اعتقادات کے علانیہ اظہارات اسلامی حکومت کے نام نہاد مذہبی عالمگیر جور و جبر کی قلعی کھولتے ہیں ' خواہ مردہ و زندہ اسلامی مورخ اِن مظالم کے اقرار ہی کریں ' خواہ دیگر مذاہب کے بے تعلق سوانح نگار اُن کی تفصیلات چھاپیں ' مگر جس طرح رائے رایان اظہارِ حق سے باز نہیں رہے ' وہ تاریخی نکتہ خیال جو دیوانِ شریف پڑھ کر قائم ہوا ہے ' اُسی طرح سے ہمارا قلم حقیقت رقم قلمبند کئے بغیر نہیں رہ سکتا ' اِس فولاد جگر نے اِس مسلمہ حقیقت کا بڑی دیانتداری کے ساتھ پوسٹ مارٹم کیا ہے ' معترضوں کو سمجھنا چاہئے کہ اہلِ اسلام وفا پر سب کچھ قربان کر ڈالتے ہیں ' اگر وفا کی اُن کے کسی دربار میں ناقدردانی تھی تو وہ مذہبی پاسداری کا دربار تھا ' رایان رائے نے

یہ نکتہ اچھی طرح سے سمجھ لیا تھا، اور اُن کی طبیعت واقعی ایک سچی ہندی کی سی طبیعت واقعہ ہوئی تھی، انہوں نے ایک حقیقی ہندی کی طرح مسلمانوں سے محبت کی، اپنے مذہب کے قصیدے پڑھے لیکن اُن کے مذہب کی تحقیر و مذمت نہ کی، یہی وہ راز ہے کہ جو عہد اسلامیہ کے بعض امرائے ہندی کے اعزاز و اکرام کا باعث ہوا، جس بدتمیز نے اپنے مذہب پر عامل نہ ہو کر مسلمانوں کے مذہب پر حملہ کیا، طوفان مچایا، اس کا بیڑا پار نظر آیا، مذہب کے دعویدار متعصب مسلمانوں نے اُسے جہاد بنایا، خدمتِ دین ٹھہرایا، انگریزوں نے یہ مضمون اُن کی تحریرات سے اُڑایا، شہرت کے پر لگا کر ملکوں میں پھیلایا، یاروں کو یہ مضمون پسند آیا، دراصل اِس کے سوا اور کچھ نہیں، حقیقت سے سب دور ہیں،

ہمارے بدخیال ہندی بھائی ہمیں واقعات کا نا بعد از سمجھ کر اِس اظہارِ حقیقت کے لئے معاف فرمائیں گے،

رائے رایان کا مذہبی و فخریہ کلام عہدِ و سلم کور کے روشن پہلو پر روشنی ڈالتا ہے

برہمن شعر عالمگیر ما باشد منتشر زاں سال
کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے ما باشد

ہم نے یہ عنوان خصوصیت سے منتخب کیا ہے، تاکہ شاہجہان اور اورنگزیبی دربار کی مذہبی و علمی آزادی پر قطعی بحث ہو سکے، کیونکہ متعصب و مفسد ہندو یہ عہود ہر طرح سے نالائق ٹھہراتے ہیں، ہمارے اسلامی بھائی واقفیت پیدا کریں، اور ہندی اپنی غلطی کا ازالہ، منتشی طبائع کا خیال اگر اس روشن پہلو سے کا فور نہ ہو، تو انہیں اِس تمہید کے بعد ہر دو مرغیاں ذہن نشین کرنا چاہئیں، ہم یہاں خصوصیت سے اِن ہر دو رنگوں کے ڈیڑھ ڈیڑھ اشعار سنانا چاہتے ہیں، جسے مزید شوقِ تحقیق ہو، دیوان اور دیگر کلام دیکھ لے، اول مذہبی رنگ ملاحظہ ہو ؎

مرا بخال و خطِ او خیالِ سودا نیست | کہ من معاملہ با زلفِ پُر شکن دارم
(ہندو، مسلمان، ہندو)

دیگر

برہمن از ہمہ خوش نماست زصافدلی | ولے کسے بہ صفائی برہمناں نرسد

یہ رنگ ایسا نہیں جو بد رنگ حضرات کی نکتہ چینی سے پاک ہو، فخریہ کلام اِس سے بھی زیادہ بیباکی

سے لکھا گیا ہے ایضاً ؎

برہمن لب فروبستم دگر نہ در سخن گوئی — ادائے تازہ طرز سخن از من شود پیدا

دیگر

یک نقطۂ ز مطلع دیوانم آفتاب — یک پرتوئے ز شمع شبستانم آفتاب

دیگر

گفتی بسازگی غزل تازہ برہمن — ایں طرح تازہ طرز کدام و کلام کیست

مصرع: سخن ز عالم بالا دگر فرود آمد

اُس دربار میں کہ جس میں ایران توران کے منتخب علماء تشریف رکھتے ہوں، محمد جان قدسی، ملا منیر لاہوری، افضل خان شیرازہ، طالب، کلیم، عبد اللطیف، ابو سعید وغیرہ زیب محفل ہوں، برہمن کا اپنا یہ فخریہ کلام پڑھنا، زمانہ مذکور کی علمی آزادی پر جو روشنی ڈالتا ہے، اُس کے دیکھنے کے لئے آئینہ آتشی یا خوردبین کی ضرورت نہیں، بلکہ فیکلٹی کی ضرورت ہے

رائے رایان کے کلام سے اسلامی حکومت پر روشنی

مغربی مورخ ہی نہیں بلکہ اسلامی مورخ، اسلامی بادشاہوں کے ہندوؤں پر جور و جبر کے بڑے سخت الزام لگاتے ہیں، اور آج تک ہم سب اسی خیال کے پیرو ہیں، تعلیم میں جو تاریخیں پڑھائی جاتی ہیں، بچپن میں اُن کلک فولاد کے الفاظ ہمارے لوح دل پر منقش ہو جاتے ہیں، اور پھر اگر ایک ہندو شیطان بد زبان سے کوئی شریف مسلمان ملتا ہے، تو اُس کی گفتگو سے نتیجہ نکالتا ہے کہ ہندو قوم شیطان ہے، اور اگر ایک متعصب مسلمان سے ایک شریف دل ہندو کا واسطہ پڑتا ہے، تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ تمام مسلمان ہی ایسے متعصب ہیں، دراصل دنیا کا چلن ہر مذہب و ملت کے نفس پرور شیطان منش، کمینہ لوگوں نے بگاڑ دیا، اور مذہبی مخاصمت پیدا کر دی، ورنہ یہیں ہی نہیں بلکہ اقوام عالم کے ہر شریف مزاج کو یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ شرافت و رذالت، لیاقت و حماقت نیک دلی و شرارت، کسی خاص قوم کا حصہ نہیں، بلکہ یہ تو اُن نامراد افراد کا حصہ ہے، جو ہر قوم

ملت میں بکثرت پائے جاتے ہیں،

مغربی مورخ جو تاریخیں لکھتے ہیں، ایک خاص پالیسی کی پیروی مدِنظر ہوتی ہے، مگر افسوس ہے اُن اسلامی مورخین پر کہ جنہوں نے سیاست پسند شاہانِ زماں اسلامی حکمرانوں کے سیاسی کارنامے اپنے مذہبی رنگ میں رنگ کر اُنہیں مردود و مطعون کیا، یہ مُلّا نے شاہانِ اسلام کی پالیسی کیا سمجھ سکتے تھے، اگر کسی وجہ سے کسی ہندو کو دار پر کھینچا گیا، یا کوئی مندر گرایا گیا، اِس حقیقت کی اصلی وجہ نہ سمجھ کر یا دانستہ چھپا کر استحصال کا کارنامہ بنا دیا، ورنہ اگر اسلامی حکومت ہندیوں کے جان و مال کی ایسی دشمن ہوتی، تو نہ تو نو صدی تک ہندی آباد و زندہ رہتے، نہ اسلامی حکومت قائم و بحال رہتی،۔

ہمیں ابتدا سے ایسی تحقیق و تدقیق کا شوق ہے، ہم نے اِس ضروری سوال کے حل کرنے کیلئے اپنی کوششیں ابتدا سے جاری رکھیں، لیکن ہم کسی خاص نتیجہ پر نہ پہنچ سکے، جب ہم نے کلامِ برہمن پڑھا، اور اس کی مذہبی پاسداری، بیباکی اور فخریہ کلام پر غور کیا، تو وہ نصف صدی کی اُلجھن آج ایک منٹ میں حل ہو گئی، خواہ متعصب ہندو ہمیں مسلمانوں کا طرفدار سمجھیں، خواہ اسلامی ہم نشینی کا ہم پر الزام لگائیں، خواہ شوقِ اتحاد کا دیوانہ سمجھیں، مگر ہم سچی بات کہے بغیر نہیں رہ سکتے،

برہمن ذات سے برہمن تھے، اور اُن کے قول و فعل پختہ خیال ہندیوں کی قدیم روایات کے عین مطابق تھے، وہ راجہ ٹوڈرمل کی طرح دھرم کرم کے پورے پابند تھے، یعنی ہون کی آگ روشن کر کے پوجا پاٹ کرتے تھے، پھر صندل لگاتے تھے، زنار پہنتے تھے، صبح و شام کی پوجا اکثر اوقات مندروں میں کی جاتی تھی، اور یہ ہندوستان کی تاریخ میں اُس متعصب حکمران کا عہد تھا جسے اورنگ زیب کہا جاتا ہے، وہ اُس دربارِ اعظم کا میر منشی تھا، اپنی قابلیت کی روانی جب سرکاری فرائض سے ختم ہوتے ہوئے نہ دیکھتا تھا، تو اپنے ہندی قلم سے مندروں کے ناقوس کی طرح ایسی صریر نکالتا تھا کہ جس کی آج کل کی عہدِ حکومت (گورنمنٹ قیصریہ) کے متعصب مسلمان بھی

تاب نہیں لاسکتے، اُس زمانہ کا ذکر ہی کیا ہے،
یہ جدید خیال قلمبند کرنے کے بعد ضرورت نہ تھی، کہ اسلامی حکومت کی عام طور سے ہندیوں پر جبر و جور کی روائتیں پُر از مبالغہ قرار دی جائیں، خواہ وہ زبان زد خاص و عام ہیں، اور مغربی و اسلامی مورخوں نے لکھی ہیں، مگر ہمارے ہندی بھائیوں کی اِس اشارے سے تسلی نہ ہوگی، اس لئے ہم تو صحیح تحریر کے طور پر لکھتے ہیں کہ اگر اسلامی سلطنت کے عام طور پر ایسے ہی جبر و جور تھے تو برہمن سا پختہ خیال ہندی نہ کبھی ایسے عروج پر پہنچتا، نہ کاشی جی میں جاکر اپنے آخری ایامِ زندگی امن و آسائش سے گزارتا، بلکہ وہ ایک معمولی ہندی ہوتا اور اس کا سر دار پر چڑھا نظر آتا،

اِس باکمال ہمہ دان صاحبِ لیاقت نے اپنے قلم سے ایسا کام لیا، کہ آج کل بھی کوئی ہندی کام میں لانے کی جرأت نہیں کر سکتا، اِس کا مختصر دیوان فخریہ شاعری اور مذہبی رنگ سے بھرا پڑا ہے، اور لطف یہ ہے کہ جب وہ کوئی غزل یا رباعی یا کوئی اور تحریر تحریر کرتا تھا، تو ہندوستان کے طول و عرض سے نکل کر نقل در نقل ایران و کابل تک پہنچ جاتی تھی، چنانچہ وہ اس پر جائز فخر کرتے تھے ـ

بایراں مے برد افسانۂ ہندوستاں بلبل برہمن را نکوا فشانی اربا شد ہمیں باشد

اور جملہ محافل و مجالس میں اُن کی تحریر بڑے شوق و ادب سے پڑھی جاتی تھی، اگر اُس زمانہ کے اہلِ اسلام اِس قدر متعصب اور تنگدل ہوتے تو اُن کا کلام آج ہمیں نہ ملتا، نہ ملکِ سخن میں ان کی اس قدر شہرت ہوتی، پس یہ ماننا پڑے گا، کہ اسلامی حکومت عام طور پر ہندیوں کے لئے باعثِ زحمت نہ تھی، بلکہ خاص خاص لوگوں کو قابلِ رحمت تھی،

مسلمان بلحاظِ اوصافِ خاص ہندیوں سے برتر ہیں،

آج کل یہ ہر جگہ دیکھا جاتا ہے، کہ مسلمان ہندیوں کے غمگسار ہیں، اور ہندی مسلمانوں کے یار وفادار، چونکہ ہندی قوم کی فضیلت و برتری اُن کی خود غرضی اور نفس پروری نے تباہ کر دی تھی، اِس لئے مسلمانوں کے مقابلہ میں کہ جو ایک نئی روح لے کر نکلے تھے، زیر ہوگئے، اب بھی مسلمانوں میں ایسی خوبیاں پائی جاتی ہیں، جو مجموعی طور پر ہندی کھو بیٹھے،

اُمرا کی مدح اور قصیدہ خوانی

لب تشنہ در پئے شراب اند ہمہ ‌‌ ‌ بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ
اربابِ جہاں نمود بے بود ہمہ ‌‌ ‌ دربندِ زیاں در پئے سود ہمہ

قصیدہ یا مدح کے باب میں ہم موقع پر ذکر کریں گے، یہاں موقع ہے، اِس بحث کا کہ:—

أ۔ کیا برہمن نے وزرائے عہد کی شان میں قصیدے کہے؟

ب۔ اگر کوئی قصیدہ کہا تو کیا دراصل یہ وہی قصیدہ ہے، جسے شعرائے فارسی نے محض دین و ایمان فروشی کا محضر بنایا، اور اُسے اپنے ازدیادِ مال و جاہ کا ذریعہ ٹھہرایا؟

عرفیؔ سا نغز گو، جدت طراز فضائے عالم میں ایل بچھڑے کی طرح بڑا اُچھلا کودا اور شاعری کا خاتمہ محض قصائد پر کیا، وہ خوشامد کے لئے ایسا بے قرار تھا، کہ نعت پر دو قصائد لکھ کر جھٹ خانخاناں کی مدح سرائی شروع کر دی نہ اکبر اعظم یاد آیا نہ امیر المومنین، پھر نعت لکھی اور پھر پے در پے خانخاناں، ابوالفتح کی قصیدہ خوانی شروع ہو گئی، اکبر اور سلیم کی مدح ۵ قصائد میں اِس طرح ختم کی نہ اصلیت کا شائبہ، نہ حقیقت کا پرتو ایک وصف بادّعم ممدوحین کی ذات میں پایا نہیں جاتا ہے، کلیات میں ۲۷ قصائد ہیں، جن میں سے ۵ طولانی قصائد امرائے باختیار و وزرائے ذوی اقتدار کی مدح میں لکھ کر اپنی تعلّی و تملق اور بوالہوسی کا نشان چھوڑا،

برہمن ایک غریب بیکس ہندی تھا، اور دربار کا جو رنگ تھا وہ ظاہر ہے، اگر وہ دولت و مال کی خاطر اپنی ضمیر اسی طرح گندہ کرتا مضائقہ نہ تھا، مگر وہ تو اصلیت کا شیدا تھا، اُسے ناجائز خوشامد اور بے جا ہجو سے کوئی واسطہ ہی نہ تھا، شاہجہان کی شان میں جو تین قصائد لکھے، وہ آپ پڑھ چکے، مگر ان قصائد کے سوا اس تمام کلام میں کسی امیر و وزیر کے آگے ایک معمولی نظر سے بھی نہ جھکا، اگر جھکا تو علامی افضل خان شیرازی کی فضیلت کے آگے، اور اُسی قدر کہ جس قدر فضیلت اجازت دیتی تھی، شعر کی تعبیر نثر سے کی جاتی ہے، خیالات کا محرک کرنا شعر کا مقصد ہے، سادگی اُس کا زیور ہے، خیالات اُس کی رنگینی، اختصار اس کا حسن، صداقت اُس کی روح، اب آپ دیکھئے کہ فاضل و فاضل

سے کس طرح مخاطب ہوتا ہے ؎

رُباعی

علّامۂ روزگار دانائے جہاں زمان سر دفترِ اربابِ کمالاتِ جہاں
دستورِ وزیرِ اعظمِ ہندوستاں عنوانِ صحیفۂ خرد افضل خاں

ہم اِس کی تشریح لکھ کر طاقت کم کرنا نہیں چاہتے'
بلکہ[۱] وہ بالعموم اپنا تازہ کلام اربابِ فہم و فراست کے پاس نبرگاً کھیجا کرتے تھے' اور لکھا کرتے تھے'
کہ آپ اِسے اپنے بیاض میں بطریقِ یادگار درج کیجئے'

شاہجہانی مجالسِ مشاعرہ

؎ ما دمے بے عیش نگذاریم حالِ خویش را
ساعتے گر نہ باشد بزم روحانی کنیم

جب ہم مغلیہ سلطنت کے عروج کی داستانیں پڑھتے ہیں' تو دل بلیوں اُچھل پڑتا ہے' شاہی درباروں اور شاہی تقریبوں پر علم و فضل کے دریا بہتے تھے' اور اُن پر موتی نچھاور ہوتے تھے' ہر رکنِ سلطنت کے آستانہ پر مجلس ہائے رنگین منعقد ہوتی تھیں' فاضل اور اہلِ علم' نو وارد و اجنبی اِن محفلوں میں علیٰ قدر مراتبِ عزت و توقیر پاتے تھے' شاہجہانی صف کے اُلٹتے ہی زمانہ اُلٹ گیا' نہ وُہ اہلِ علم رہے' نہ وُہ مجلسیں' اُس زمانہ کی یاد میں برہمن کا رونا برحق ہے' اور حالات پڑھ کر ہمیں بھی رونا آتا ہے ؎

ہوائے گلشنِ وصلِ تو چوں بیاد آید چو طفلِ غنچہ تواں چاک صد قبا کردن

رائے رایان مجلسِ مشاعرہ منعقد فرماتے ہیں' ادب سے داخل ہو جئے' اور لطف لیجئے ؛-

"در ایام کہ کمترین برہمنان عقیدت کیش' در خدمت تجرید الدوران' علامۂ روزگار' فہامۂ والا مقدار افضل خان کسبِ سعادت مے نمود' در دار الخلافۂ اکبر آباد مجلسِ رنگین و صحبتِ دلنشین در خانۂ معرفت آگاہ خواجہ محمد صادق منعقد مے شد' و یارانِ صاحب سخن از ہر طرف جمع آمدہ' ہنگامۂ سخن را گرم مید اشتند' فصاحت و بلاغت مرتبت' ملا شیدا کہ از شعرائے مشہورِ روزگار بود' و ملا ضمیر و ملا جلالی و ملا دہلوی و عبد الرحیم

---

[۱] ۔ غزل نمبر ثمرے داشتہ باشد' برے داشتہ باشد' میرزا بدیع الزمان کو لکھ کر بھیجی تھی'

دیگر یاران دُملّا حسینی و مُلّا عبدالطیف منشی از اجماع این مجلس بودند، در ہر ہفتہ دو مرتبہ این عزیزان صاحب سخن، مجموعہ گشتہ، گرمیٔ ہنگامہ سخن میکردند، وگاہے کہ این نیازمند از اشتغال فرصت می یافت، پیرویٔ صحبت این طبقۂ والا کشیدہ، اشعار خود در المیان می آورد، اس فضیلت پر ایک سائی کا مُرقع ملاحظہ ہو آجکل کی خودنمائی

بزمِ رنگین　خانِ والا شان ملتفت خان کی بزمِ مشاعرہ کا ذکر رائے رایان سے سُنیے۔

دراً یا مے کہ آن نتیجۂ دودمان دولت و اقبال در مکتب خانہ مشغول کسب کمال بودند، در عنفوانِ شباب ہنگامۂ سخندانی را گرم داشتہ، غزلے کہ طرح مے کردند، کمترین بندگان در ہفتہ یکمرتبہ باتفاق دوست دلپذیر فتح چند داخلِ بزم رنگین میشد"

تحقیقات سے پتہ لگتا ہے کہ غزلیات از نمبر ۳۱ لغایت ۴۹ رائے رایان کی طرح پر لکھی ہوئی ہیں،

بادِ صبا را، دریا نمود، نمیدارند، صحرا گرفتہ است، برسے برداشتہ باشد، حجاب مے باید، سرنوشت، ہمیں سود کی ردیف کی غزلیات ملاحظہ ہوں

دسترخوانِ برہمن پر ظرافت وہجو کے چٹخارے حرام سمجھے گئے

زانگونہ تواں نیست برہمن کہ غبارے
بر آئینۂ خاطر مہماں نہ نشیند

شعرائے قدیم وجدید فارسی و اردو نمک ظرافت وچاشنیٔ ہجو حلال سمجھے ہوئے تھے، سخندان، سخن فہم اگرانِ بردو بدعتوں سے کسی شاعر کا کلام پاک پاتے ہیں، تو کہتے ہیں کہ کلام بے مزہ ہے، زبان چٹخارے نہیں بھرتی، بلکہ ایسے بڑے بڑے تذکرہ نگار شاعری کا ایک وصف قرار دیتے ہیں، زاہد وعابد، شیخ وناصح، فارسی واردو کے شاعرانِ رند مشرب نے لکھے ہیں، کہ ہر مجلس میں اُن سے حجت وبیزار ہوتے ہیں، بڑے بڑے پایہ کے اپنے اپنے دیوانوں میں ان سے دست وگریبان ہیں، اور ایسے کہ علیحدہ

مگر اس صاحبِ کمال، نیک سیرت، خوشخصال کے دستر خوانِ زبان و کلام پر، زہرِ ظرافت اور ہلاہلِ ہجو حرام سمجھے گئے ہیں، وہ اِن حلالی وحرامی مجالس میں گرمِ صحبت ہوتے ہوئے بھی اپنا دامنِ شاعری اِن زہر آلود کانٹوں سے بچاتے رہتے، درباری تعلقات، مذہبی خصوصیات وجذبات، دیگر مذاہب کی تالیفات وتصنیفات اور وجود سے اہلِ سخن نے سینکڑوں رنج وملال پہنچا کر آمادۂ پیکار کیا گیا اور ہر روز نگروا وہ ری مستقل مزاجی اور مسلکِ برہمنی کہ آپ کی طبیعت نے تمام عمر میں ایک شعر بھی ایسا موزوں نہ کیا۔

ہم اُس زمانہ کی صحبتوں کا نمونہ ادب و تہذیب اس لئے دکھانا چاہتے ہیں کہ شاعری کے پاک دامن سے یہ غلیظ دھبہ ہمیشہ کے لئے دُھل جائے،

ہم نے ہر چند رائے رایان کے کلامِ نظم ونثر پر تنقیدی نظر ماری، مگر اُن کا جوہرِ اہلیت کہیں بھی ماند نہ پایا، ایک موقعہ اس اظہارِ خیال کے لئے انہیں ملا، اپنی صفائی باطن و سلوکِ ظاہر کا اس طرح سے جلوہ دکھاتے ہیں، آجکل کے شعرا بھی دیدار سبق لیں:-

"این برہمنِ وفاکیش حقیقت اندیش کہ در دبستانِ محبت سبق گرفتہ ونسخۂ وفا واخلاص را مطالعہ نمودہ، حاصل دو دچراغ ونتیجۂ صحبتِ بزرگاں را منحصر در صفائی باطن وسلوکِ ظاہر دانستہ، بہ آشنا وبیگانہ، دوست ودشمن، طرحِ مدارا انداختہ، عالمِ کثرت را بچشمِ وحدت مشاہدہ نمودہ، غیرے را درمیاں ندیدہ، وغیر از حق ندانستہ، باوجود تباین وتخالفِ اطوار اہلِ روزگار با ہر فردے از افرادِ انسانی از راہِ یکرنگی در آمدہ تفاوت در اختلاط نمودہ، ہر چند کہ اظہارِ این مراتب خالی از خود فروشی نیست، لیکن چوں مقامِ نفس الامر است بے اختیار آنچہ در دل است، بر زبانِ قلم مے آید، بگوشِ محبت نیوش اُفتادہ، کہ بر صفحۂ خاطر آں دستورِ قواعدِ اہلیت از جانب دیاں داس برہمن پُر سرد رسے غبار ملالے نشستہ، منظر بہ محبت والتفاتے کہ آں قاعدہ دانِ سخن فہم را با دبُودہ، وقوع وحدت آئینی بغایت بعید و بدیع نمود، واندیشہ ناک گشت، کہ خلافِ توقع از طرفین چوں بظہور آید اگر در عالمِ معنی

ازدواَمرے کہ بتحقیق عدم وفا منسوب باشد بظہور آمدہ، ہمیں دوستان دیگر را از دو چہ اُمید و چہ توقع، داگر در عالمِ صورت کہ خواب وخیال بیش نیست، از دو سفاہتے یا خلافِ قاعدہ بفعل آمدہ، آں خودکیست کہ خامی طینت ندارد، نادان مستحقِ نصیحت و تربیت است، نہ مستوجبِ عتاب وسرزنش، چوں فقیر اُورا از دوستانِ یک رنگ میدانست، ایں ہمہ از روئے دوستیہائے بیغرضانہ فضولی نمود، یقین کہ بعد ازیں با نواعِ مہربانی ہا و قدردانی ہا، جوہرِ الہیت و فتوت خود را بر دوست و دشمن ظاہر خواہند ساخت، و راضی بریں نخواہند شد کہ شعلۂ کین و کدورت سرپا لاکشد و دودِ آں بدماغ اہلِ محبت رسد، ایام دوستی بکام باد،

جو شخص ایسے رنگِ یکرنگی میں رنگا ہوا ہو، اُس کی زبان سے کلماتِ غلاظت و شدت کا نکلنا مصری سے نمک کا ذائقہ پیدا ہونا ہے۔

مدح و ہجو فردوسی

مگر برخلاف اِس کے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، شاعرانِ اُردو و فارسی کے لئے روزِ پیدائش شاعری ہی سے ہجو و مذمت، ظرافت و چشمک غذائے دلپذیر رہی، فردوسی کہ جس نے ۶۰ سال کی عمر تک باُمیدِ انعام شاہنامہ لکھا، اپنی ناکامی اور محمود کی بدعہدی و وعدہ خلافی پر ایسا بگڑا کہ زمین سے آسمان تک آگ لگا دی، اور ستم یہ کہ یہی نظارہ سب کے لئے باعثِ تقلید ہو گیا، وہ جہاں آغازِ شاہنامہ میں وعدہ انعام لینے کے بعد محمود کی نسبت یہ لکھتا ہے ؎

(۱) جہان آفریں تا جہاں آفرید — چنو شہریارے نیامد پدید
خدا نے جب سے دُنیا پیدا کی ہے — ایسا کوئی بادشاہ نہیں پیدا ہوا

(۲) بیاراست رُوئے زمیں را بہ داد — بپرداخت زاں تاج برسر نہاد
اُسنے زمین کو انصاف کے ساتھ آراستہ کیا — اور جب اِس کام سے فارغ ہوا تو سر پر تاج رکھا

(۳) جہاں دار محمود شاہِ بزرگ — بہ آبشخور آرد ہمے میش و گرگ
شاہ محمود بڑا بادشاہ — بھیڑ اور بھیڑئے کو ایک گھاٹ پانی پلاتا ہے

(۴) ز کشمیر تا پیش دریائے چین[۱] — بر د شہر یاران کنند آفرین

کشمیر سے دریائے چین تک — سب بادشاہ اس کی تعریف کرتے ہیں

(۵) بہ بزم اندرون آسمان وفاست[۲] — بہ رزم اندرون تیز دم اژدہاست

وہ مجلس میں وفا کا آسمان ہے — اور لڑائی میں خونخوار اژدہا ہے

(۶) سر بخت بدخواہ با خشم او — چو دینار[۳] خوار است بر چشم او

اس کے غصہ کے سامنے دشمن کا سر — ایسا خوار ہے کہ جیسا اسکی نظر میں دینار ذلیل ہے

محمود کی بد عہدی سے ایسا بگڑا کہ مندرجہ بالا تاریخی سطور ختم نہ ہونے پائی تھیں، حسب ذیل مزید اخلاقی واقعہ لکھنے پر آمادہ ہو گیا اور طامع طبیعتوں نے ایسے شاہنامے کے شروع میں لگا دیا

(۱) ہر آن شہ کہ در بند دینار بود — بنزدیک اہل خرد خوار بود

جو بادشاہ کہ روپیہ جمع کرنے کی فکر میں ہو — عقلمندوں کے نزدیک بےعزت ہوتا ہے

(۲) کہ سفلہ خداوند ہستی مباد — جوانمرد را تنگدستی مباد

خدا کرے کہ کمینہ دولت مند نہ ہو — اور سخی کو تنگدستی نہ ہو

(۳) اگر شاہ را شاہ بودے پدر — بسر بر نہادے مرا تاج زر

اگر بادشاہ کا باپ (کوئی) بادشاہ ہوتا — تو میرے سر پہ سونے کا تاج رکھتا

(۴) اگر مادرِ شاہ (محمود) بانو بدے — مرا سیم و زر تا بزانو بدے

اگر بادشاہ کی ماں بیگم ہوتی — تو میرے پاس روپیہ اور اشرفیاں بےشمار ہوتیں

سا۵ ۔۔ دریائے چین کی خوب کہی جغرافیائی واقفیت کے اظہار میں کمال کر دیا کشمیر اور تبت کے درمیانی کوہی چھوٹے چھوٹے نالوں کی تعریف کرنا بھی واقعی بڑی بات ہے، جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی، اور اس قادر کلامی پر آپ کی قادر کلامی کی بھی داد دینی چاہیئے، انکی شاعری ایسی ہی مزخرفات سے بھری ہوئی ہے،

سا۶ ۔ عیار انوشتادی نے آسمان پر تو بہت چڑھایا، اور قول و قرار پر قائم رہنے کے لئے اسے وفا کا پتلا بنایا مگر کیا کرے جو پیر بھی جھوٹا نکلا، آپ کے سے [illegible] شعر خصوصیت سے لطف کے ہیں،

سا۷ ۔ یہ شعر محض اپنی مطلب براری کے لئے لکھا تھا، تا کہ ایک اشرفی فی شعر جو دینے کا وعدہ کیا ہے وہ دینے سے [illegible] سے بچ جانے [illegible] ہی خالی ہے، اور محض مبالغہ" "بہار سنامی"

(۵) چو اندر تبارش بزرگی نبود — نیارست نام بزرگان شنود
چونکہ اُس کے خاندان میں بزرگی نہ تھی — بزرگوں کی تاریخ نہ سُن سکا

(۶) پرستار زادہ نیاید بکار — اگر چند دارد پدر شہریار
لونڈی کا بچہ کام نہیں آتا — اگرچہ باپ بادشاہ ہو

(۷) درختے کہ تلخ است وی را سرشت — گرش در نشانی بباغ بہشت
وہ درخت کہ اس کی پیدائش کڑوی ہے — گر تو اُس کو باغِ بہشت میں بوئے گا

(۸) ورا ز جوی خلدش بہنگامِ آب — بہ بیخ انگبین ریزی و شہد ناب
پانی کے وقت بہشت کی ندی سے — اُسکی جڑ میں مٹھاس اور شہد خالص کو گرادیگا

(۹) سرانجام گوہر بکار آورد — ہماں میوۂ تلخ بار آورد
آخر موتی کام آویگا (آخر اصلی اپنا کام کرے گا) — کڑوا میوہ وہی پھل لادے گا

(۱۰) اگر تو شوی نزد انگشت گر — ازو جز سیاہی نیابی دگر
اگر تو اُس کی انگلی کے پاس جائے گا — اُس سے سوائے سیاہی کے اور کچھ نہ پائیگا

(۱۱) ز بدگوہران بد نباشد عجب — نشاید ستردن سیاہی ز شب
بُرے پھلوں سے برائی تعجب کی بات نہیں — رات سے سیاہی دُور نہیں کر سکتے

(۱۲) ز ناپاک زادہ مدارید امید — کہ زنگی بشستن نگردد سفید
بد اصل سے مت امید رکھو — کیونکہ زنگی صاف کرنے سے سفید نہ ہوگا

(۱۳) ز بد اصل چشم بہی داشتن — بود خاک در دیدہ انباشتن
بد اصل سے بہتری کی امید رکھنی — آنکھوں میں مٹی ڈالنا ہے

(۱۴) جہاندار اگر پاک نامی بُدے — دریں راہِ دانش گرامی بدے
بادشاہ (محمود) اگر پاک اور نامی ہوتا — اِس عقل کے راستہ میں بزرگ ہوتا

(۱۵) بنالم بدرگاہ یزدانِ پاک — فشانندہ بر سر پراگندہ خاک
میں (فردوسی) پاک خدا کی درگاہ میں — سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا

(۱۶) کہ یارب روانش بآتش بسوز　　دلِ بندۂ مستحق بر فروز
کہ اے خدا اسکی روح کو دوزخ کی آگ میں جلا دو　　مستحق بندہ کا دل خوش کر دو

یہ وہ الزامات ہیں کہ جو دنیا میں ایک گنہگار سے گنہگار پر بھی نہیں لگ سکتے تحریر کردہ ہجو کے ۱۰۵ اشعار ہیں کہ جو اس خوشامدی کے منہ میں خاک جھونکتے ہیں، اگر طبیعت نیک پائی ہوتی، تو نہ ویسی مدح ہی ہوتی نہ ایسی ہجو، اگر ہوتی جائز محمود کے افعال کی نسبت لکھنا ہمارا کام نہیں،

وہ ایسی ایسی مغلظات سے بیرنہ ہو کر ایک مسلمان ہوتا ہوا اُس شاہ کی نسبت کہ جسے خلیفہ بغداد نے امین الملۃ یمین الدولہ کا لقب دے کر مذہب اسلام کا امانتدار و پاسدار اور اُمتِ محمدی کی توانائی و قوت، منزلت و شرف کا حقدار قرار دیا تھا، خاتمہ ہجو میں اپنی تہذیب و اخلاق کا ایسا فاتحہ پڑھتا ہے، کہ جس پر مسلمانوں ہی کو نہیں، بلکہ اقوامِ عالم کو اُس کے نوحہ پر رونا چاہیئے ؎

بنالم بدرگاہِ یزدانِ پاک　　فشانندہ بر سر پراگندہ خاک
میں پاک خدا کی درگاہ میں　　سر پر راکھ ڈالتا ہوا روؤں گا
کہ یارب روانش بآتش فروز　　دلِ بندۂ مستحق بر فروز
کہ اے خدا اس کی مدح کو دوزخ میں جلاؤ　　جس سے مستحق بندہ کا دل خوش ہو جائے

کون نہیں سمجھتا اور کون نہیں جانتا کہ ہر ادنیٰ و اعلیٰ انسان کو اس دنیائے غدار میں بڑے بڑے سفاکوں، ظالموں، جابروں، شیطانوں، بد باطنوں، ایذا رسانوں، دغابازوں، بدعہدوں، ناانصافوں اور شریروں سے روز واسطہ پڑتا ہے، مگر انسان سب کچھ دیکھتا اور سہتا ہے اِسی اصولِ عامہ کی بنا پر یہ یقین کر لینا پڑے گا کہ رائے صاحب کو شاہجہانی اور اورنگزیبی عہد میں اپنے مذہب و طبع اور عام شرافت کے خلاف کیا کیا دلخراش و مسوز اشتعال آمیز منظر دیکھنے پڑتے ہوں گے، مگر اِن کی متین صابر، مستقل و متحمل قلم کے ورقِ مبارک پر ایک شکن تک نہیں آیا، سبب کہ یہ صبر و سکون شیخ خان انعمت خان اور حضرتِ مجدد الف ثانی

کبھی زیادہ عرصہ تک اختیار نہ کر سکے،

دھرم آتما سخت اشتعال پر بھی انتقام پر آمادہ نہیں ہوتا

ظرافت و تضحیک، مذمت و ہجو اختلاف سے پیدا ہوتے ہیں، اور چونکہ انسانی طبائع انتقام پسند واقع ہوئی ہیں، اس لئے ہر انسان اپنے مقدور اور زور کے موافق طریقہ انتقام انتخاب کرتا ہے، جو طبائع تہذیب و اخلاق کے صیقل سے منجھی ہوئی ہوتی ہیں، اُن کا طریقۂ انتقام اصلاح کا موجب ہوتا ہے، اور جو غیر مہذب، بد اخلاق، نا تربیت یافتہ ہوتے ہیں، اُن سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ جن سے فارسی و اردو کے دیوان بھرے پڑے ہیں،

اِس ہیڈنگ کے سلسلہ میں "برہمن کے عقائد مذہبی" کی تشریح پڑھی جانی مزید لطف کا باعث ہوسکتی ہے،

شیطانوں کا تعصب

مدح اور ذم سے بدتر ایک شیطان تعصب ہے، وہ ہر دو اغراضِ ذاتی سے پیدا ہوتے ہیں، اور یہ جذبۂ شیطنت ہے جس کے سر چڑھا مجبور اُس کا شیطان بنا کر چھوڑا، اُن سے کچھ حاصل ہوتا ہے، اِس کا عامل لعنت و نفرین کے گڑھے میں گرتا ہے، جس پر تا قیام نام لعنت و نفرین کے پتھر پڑتے رہتے ہیں، اس بغضِ للّٰہی سے خدا سب کو بچائے، مگر جو نہیں بچے، اُن کی حالت دیکھئے تاکہ سب خبردار رہیں، اسیرِ دامِ تعصب امیرؔ لکھنوی خدا پر الزام لگاتا ہے ذرا اِس ذلیل کی ذلت ملاحظہ ہو ؎

خالق کو بھی خوش آئی اپنے بندے کی ذلت   صدقے کا رزق لکھا تقدیرِ برہمن میں

اگر اپنی خانقاہوں، مسجدوں، تکیوں اور مزاروں کے صدقہ خواروں پر نظر ہوتی، ایسا ہرگز ہرگز بکواس نہ کرتا، خاک بدہنش تراب علی شاہ کاکوری کی خاک اُڑتی دیکھئے ؎

نکالے کو پوچھا تو چھوڑا یا بندہ کر
یہ شیخ ہے برہمن کی ذات میں

جرأتِ بیجا کی بیحیائی ملاحظہ فرمائیے ؎

بھلا کر اُس گھمنڈی رام و کرشن کو لگا بس یاد کرنے پنجتن کو

اگر اس شیطان کا دل شیطنت سے خالی ہوتا، تو یہ لکھ سکتا تھا کہ ”رام و کرشن کا پجاری پنجتن کی تعظیم کرتا تھا“ اور یہ واجب التعظیم ہیں، ہم ہندو ہوتے ہوئے اِن بزرگوں کی دل سے تعظیم کرتے ہیں، اور جو انہیں نظرِ حقارت سے دیکھتا ہے، وہ خود حقیر ہے، برہمن ایسے خیالاتِ شیطانی سے دور رہنے کے لئے اپنوں اور غیروں کو سمجھاتے ہیں ؎

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد
چو شکستند دگر بار نمے آید راست

ہندیوں کے قدیم لٹریچر میں مدح اور ذم کے الفاظ ہی نہیں

ہم نے ہندی دھرم کی سینکڑوں پستکیں دیکھیں، پنڈتوں، اچاریوں سے ہجو اور مذمت کے مترادف الفاظ دریافت کئے، جواب ملا کہ اُن کا لٹریچر ان الفاظ کے ہم معنی الفاظ بتلانے سے معذور ہے، ہمارے ہاں ایسا کوئی لفظ نہیں کہ اُن کے اُردو فارسی کے محلِ استعمال کا حق ادا کرسکے،

نتیجہ نکلا کہ ہندیوں کا لٹریچر مجرد ایجادِ الفاظ ”مذمت و ہجو“ حالیہ مروجہ علم تاریخ کی طرح محروم ہے، اس کی وجہ محض یہ ہے کہ بانیان و مصلحان نے لئے ادھرم سمجھا کہ کسی فائدہ و نقصانِ ذاتی کی بنا پر کسی کی مدح و مذمت کی جائے، اسی لئے یہ الفاظ سنسکرت میں نہیں، کیا اچھی تعلیم ہے، مگر یہ نہ سمجھا جائے کہ بدنفس بندوں کی برائی، اور نیک نفس لوگوں کی حوصلہ افزائی نہ ہوتی تھی،

اس دھرم کی رو سے نیک بندے تعریف و ستائش کے مستحق سمجھے جاتے تھے، اور بد اصلاح و تربیت کے، نتیجہ اُن کے عام چال چلن، برتاؤ، عادات و خصائل سے اخذ کیا جاتا تھا، فرقے اور ملل کی تمیز نہ تھی، نہ غرضِ ذاتی کا دخل

ہر مذہب کا یہی حقیقی اصول ہونا چاہئے، کہ نیکوں کی تعریف کی جا کر اُن کے حوصلے بڑھائے جائیں، اور بدوں کو بدی سے ہٹا کر نیکی کے راستہ پر لایا جائے، چنانچہ اِس اصول کی پیروی میں ہندی گرنتھ بھرے پڑے ہیں، ہندوستان کے آخری رشی دَورِ اسلامی کے گوہرِ آبدار سری گوسوامی تلسی داس جی ہیں، آپ نے اصلاحی شان میں بدوں کی مذمت کی ہے، یہ نصیحت عام ہے، اور اوصاف و افعالِ انسانی کی شرح ہے، مگر یہ نہیں کہا جاسکتا، کہ کسی خاص شخص کی ہجو لکھی ہے، ہم رائے رایان کے قدیم عمل کی پیروی پر روشنی ڈالتے ہوئے یہاں یہ دکھلانا چاہتے ہیں، کہ گوسوامی جی کا یہ پہلو ہی کیسا شاندار ہے۔

بہُورِ بندِ کھل گن سَت بھائے جے بنُو کاج دا ہنے اُوبان اے

"اَب پھر میں نیک دلی کے ساتھ بد ذات فرقہ کی تعظیم کرتا ہوں، جو بلا وجہ بھلائی کے بدلے بُرائی کرتے ہیں، ہجو ملیح اسی کا نام ہے"

پَرہت ہان لابھ جن کیرے اُجڑ ہرکھ بسَاد بسیرے

"یہ فرقہ غیر کی تضحیک کو اپنی عزت سمجھتا ہے، دوسرے کے گھر برباد ہونے میں اپنی خوشی اور آباد ہونے میں رنج محسوس کرتا ہے، یعنی یہ غیر کے نفع کو اپنا نقصان، اور پرائے نقصان کو اپنا فائدہ تصور کرتے ہیں"

ہَری ہر بیش راکیش رَا ہُو سے پَرا کاج بھٹ سہس با ہُو سے

"جہاں کہیں حمد و ثنا کے گیت گائے جائیں، اگر وہاں اِن میں سے کوئی پہنچ جائے تو خلل ڈالتے ہیں، اور دوسروں کے کام بگاڑنے کے لئے سہسرباہو ہیں"

جی پر دُو دکھ لکھ کھین سہسا کھی پَرہت گھرت جنکی من ما کھی

"یہ فرقہ غیروں کی خطا ہزار آنکھوں سے دیکھتا ہے، اور دوسری کے صفات بگاڑنے کے لئے گھی کی مکھی ہے (مکھی گھی ناپاک کرکے آپ مرجاتی ہے) اُسی طرح یہ فرقہ دوسروں کے کام بگاڑنے میں مرنے سے بھی نہیں ڈرتا، تن من دھن سب قربان کر دیتا ہے"

پچ کرسانو روشن ہی شیشا   اگھ اوگن دہن دہلی دہنیشا

اس فرقہ کی تیزی آگ عفنہ انفی کی مانند ہے بدنسل دوسرے کا کام بگاڑنے میں انتہائی طاقت صرف کرتے ہیں

اودے کیتو سم ہت سب ہی کے   کنبھ کرن سم سوورت نیکے

اس فرقہ کی ملاقات کیتو کے طلوع ہونے کی مانند ہے، تاکہ وہ کنبھ کرن کی طرح سوتے ہی رہیں"

پراکاج لگ تن پری ہریں   جمی ہم اپل کرکھی دل گرہیں

دوسروں کا کام بگاڑنے کے لئے یہ شریر اپنا شریر بلی دان کردیتے ہیں، جس طرح سے سردی اولا کھیتی کو برباد کرکے خود بھی گل جاتے ہیں،

بندون کھل جس شیش سروکہا   سہن بدن برنہیں پر دوشا

میں ان لوگوں کو شیش کی مانند جان کر ان کی تعظیم کرتا ہوں، جو دوسروں کے عیوب ہزار منہ سے بیان کرتے ہیں، (شیش جی ہزار منہ سے رام گن گاتے ہیں، یہ ان کے خلاف دوسروں کے عیب ہزار زبان سے بیان کرتے ہیں)

پنی پرنون پرتھو راج سمانا   پراگھ سنہین سہس دس کانا

میں انہیں پرتھی راج مان کر ان کی اس لئے تعظیم کرتا ہوں کہ وہ دوسرے کے عیب دس ہزار کانوں سے سنتے ہیں (راجہ پرتھو کی طرف اشارہ ہے کہ جس نے حمد وثنا سننے کا بر دس ہزار کانوں سے مانگا تھا، یعنی دوسرے کے عیب بڑے غور سے سنتے ہیں،

بہور شکر سم بنوں تیہی   سنتت سُرا نیک ہت جیہی

پھر میں انہیں اندر کے برابر مان کر نمسکار کرتا ہوں، دیوتاؤں کو اچھی فوج ہمیشہ پیاری ہے، اور انہیں اچھی شراب،

بجَنَ بجَر بھی سَدا پیارا سَہس نین پر دوش نہارا

جیسے اِندر کو بجر پیارا ہے' ایسے ہی اِن لوگوں کو اپنی زبان کا بجر عزیز ہے' اندر دیوتا ؤں کا پیارا لیڈر اور یہ لوگ عیروں کے عیوب دس ہزار آنکھوں سے دیکھتے رہتے ہیں'

اُداسین آری بت ہت سُنت جریں کھل ریت
جانؤ پانی جگ جوڑی لیش بنتی کرؤں سپریم ست

یہ فرقہ سب سے الگ رہتا ہے' اگر سب کا دشمن ہے' میں پاؤں اور دونوں ہاتھ جوڑ کر اُنھیں تسلیم کرتا ہوں'

میں اپنی دِسِی کیں نہورا تیہ بچ اُور نہ لاگہیں بہورا

میں نے اپنی طرف سے اِس فرقہ سے ایک عرض کی ہے' لیکن وہ بھول کر بھی اِس پر غور نہ کریں گے' یعنی وہ یہ عرض سُن کر بھی اپنی بُرائیوں سے باز نہ آئیں گے' اور دوسروں کو نقصان پہنچانے سے نہ رکیں گے' جس طرح سے'

پالسیں پالیہ آپ اُنہ راگا ہوئی نرا میکھ کہہُ کہ کاگا

کوّا کھیر کھلا کر بڑی محبت سے پالا جائے تو کبھی غلاظت کھانا نہ چھوڑے گا'

بندؤں سَنت اسجن چرنا دُکھ پر دِو بہے بیچ کچھ برنا

میں نیک اور بد اشخاص کے قدموں میں جھک کر کہتا ہوں' کہ یہ دونوں تکلیف دہ ہیں' لیکن کچھ فرق بھی ہے'

بچھرت ایک پران ہر لیہیں ملت ایک دارُن دُکھ دیہیں

نیک الگ ہوتے وقت جان نکال لیتے ہیں' اور بد ملاقات کے وقت نقصان پہنچاتے ہیں

اُو بجنن ایک سنگ جگ ناہیں جَنَلج جوک جمی گن بلگاہیں

نیک اور بد دونوں کو کنول اور جونک کی طرح دُنیا میں ایک ساتھ جنم لیتے ہیں' لیکن دونوں

کے خواص الگ الگ ہیں،

گُن اَوگُن جانت سب کوئی   جو جی بھاوے نیک ہتی سوئی

حاصلِ کلام یہ کہ نیکی اور بدی کو سب کوئی جانتا ہے، لیکن جو کام جسے اچھا معلوم ہوتا ہے، وہی وہ کام کرتا ہے،

برہمن اور علمائے وقت

زمیدانِ سخن گوئی سخن بُرد
برہمن زادہ از ہردو برہمن[1]

شاہجہانی دَور، اکبری فضل وکمال کے ہر طرح سے خاتمہ کا تھا، اُس وقت بھی اکبری سلطنت کے نام پر اربابِ فصاحت وبلاغت، شعرائے فصیح بیان شہد کی مکھیوں کی طرح ہندوستان کے دارالخلافہ کی طرف کھچے چلے آتے تھے، محمد جان قدسی مشہدی، طالب کلیم، میر الٰہی، ملا آمی، میر نجشی، شیخ عبدالمجید لاہوری شاگرد ابوالفضل، ملا رشید، ملا ضمیر، ملا جلالی، عبدالرحیم، ملا شیلی، ملا عبداللطیف، میر برہان، وغیرہ وغیرہ کا طنطنۂ استادی بلند تھا، اور ہر ذات بذاتِ خود مسلم فضل کی جان تھی، کوئی ایرانی تھا، اور کوئی ہندی، مگر فضیلتِ علمی میں سب بے نظیر وبے عدیل،

برہمن اپنی خدا داد ذہانت ولیاقت کی روشنی میں آسمانِ شہرت پر آفتاب کی طرح چمکتا تھا، گو علامی افضل خان شیرازی وزیرِ اعظم شاہجہان علمیت وفضیلت کا آفتاب تھا، مگر برہمن کی قابلیت کا قائل تھا، ایسے دربار میں ایک ہندی نژاد خصوصاً برہمن ذات کا اپنے فضیلت کے پروں سے اُڑنا، اُن کی بے نظیر قابلیت کی ناقابلِ تردید شہادت ہے، برہمن اگر حساب وہندسہ، کارگذاری وایمانداری کے زور پر اس دربار کا رکن ہوتا، تو کچھ مضائقہ نہ تھا، عجزِ زبان میں زبان دانوں کا ناطقہ بند کر دینا، اس کی معراجِ ترقی کا باعث ہوا، ہم نے "برہمن کی شاعری" کی نمائش گاہ میں برہمن کے فخریہ کلام کے کچھ نشتر بھی سجائے

[1] ناصر علی سرہندی کا بیان بحوالہ سرخوش صفحہ ۱۳۶ پر ملاحظہ ہو،

ہیں، اِن کے چرکوں نے انصاف پسند اساتذہ کے قلوب پر گوگہرے زخم لگائے، مگر اُن سے خون نہیں نکلا، بلکہ اُس کے بجائے صدائے واہ نکلی، اگر اساتذۂ زمان برہمن کی فضیلتِ علمی و عملی کے قائل نہ ہوتے، تو اُس کا کلام آگ کی نذر ہوتا، اور وہ دار کی، آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا، کہ جب درباری مشاعرے میں شاہجہان، برہمن کی گرمیٔ کلام سے آتش زیر پا ہو کر اُسکے قتل کے لیے حکم دیا جا چکا تھا، تو علامی مرحوم کے دل میں برہمن کی فضیلت نے اُسی وقت جوش مارا، اور وہ سزائے قتل سے محفوظ رہ گیا،

برہمن مغلیہ سلطنت کے دارالخلافہ کے منیارِ فضیلت پر کھڑا ہو کر اپنی صحتِ زبان اور خوبیٔ کلام اور فضیلت کے زور پر دُنیا بھر کے فاضلوں کو چیلنج دیتا ہے، دعوے ملاحظہ ہو، کہ جس کا کوئی جواب نہیں دے سکا،

جز در برہمنے خوش سخنے تازہ ادائے   طبع کہ کند سیر درین تازہ زمینے

برہمن اپنی نکتہ دانی پر ناز کرتا ہوا، بڑے بڑے عالی وقار شعرائے نامدار کی مقدارِ علم و سخن کی قدر و قیمت کا حسب ذیل الفاظ میں اندازہ کرتا ہے، ؎

برہمن از سخن پنداشت، مقدارِ سخنداناں   گواہِ حالِ من کافیست طبعِ نکتہ دانِ من

رائے رایان کی شعرائے مشاہیر سے ملاقاتیں

آپ کی تصانیف سے آپ کی طبعیت کی معروفیت اور ملاقاتوں کا حال بخوبی روشن ہے، مصرع

کند ہم جنس با ہم جنس پرواز

وہ جہاں جاتے ہیں، اور جس سے ملتے دیکھے جاتے ہیں، وہاں سخن فہم و نکتہ دان اور درویش ہی نظر آتے ہیں، چند مشہور ملاقاتوں کا تاریخی حال تاریخ کی جان ہے، لہذا اُسے بھی اسی قالب میں ڈھالا جاتا ہے،

اظہری سرہندی سے ملاقات کا حال تحفۃ الفصحٰی میں ظاہر فرماتے ہیں:-

"دریں صد سال با قدمائے اوایل عہدِ حضرتِ صاحبقرانی در قید حیات بود، برہمن عقیدت

کیش جریانے سخن است، در عہد ہند بملاقات او رسیدہ، صحبت رنگین داشت، با صحبتہا قدیم و مجلس خانخاناں بود، اشعار خود را بمیاں آورد، و از طبقہ امرائے حضرت عرش منزلت بیرام خاں طبع رسا و فطرت بلند داشت"

ملا محمد لاہوری کے پاس بھی برہمن کی "انشا" مشہور ہے، حالتِ نزع میں ملاقات کے لئے گئے فرماتے ہیں:-

"از حوادثِ روزگار و در عین جوانی ازیں سرائے فانی بعالم جاودانی شتافت، در ہنگامِ نزع آن مسافرِ بقا ایں خوشہ چیں خرمن ارباب سخن بر فاقت ملا محمد صالح منشی الہرفت آں عندلیبِ گلشن فصاحت رسیدہ بود، برمز ددارایما حرف بزد، بعد از لحظہ از خویش رفت"

برہمن و سعدی

زمانے گوش کن برقولِ سعدی چو سعدی بلبلِ فرخندہ منقار

اسلامی بزرگوں کے نام اور کلام صحیح مذاق فارسی خوان طبقہ سے پوشیدہ نہیں، شیخ سعدی کا وجود انسانی فلاح و بہبود کا منبع تھا، جو گفتگو ادب و اخلاق سے مملو، جو بات جامِ آبِ حیات، دنیا میں ایسے ہی مصنفوں کا پیدا ہونا جائز ہے،

مندرجہ بالا شعرِ برہمن برہمن کی عقیدتِ سعدی کا پتہ دیتا ہے، اس وقت آپکی نظر میں فارسی وغیرہ کے ہزار علما و فضلا رہتے، مگر اس نکتہ رس نگاہ نے ایک سعدی ہی انتخاب کیا، یہ انتخاب بھی برہمن کے ادب و اخلاق اور ان کے رجحانِ طبع کا پتہ دیتا ہے،

صوفی برہمن اور شرابی عمر خیام

در محبت ہوس جام و سبو نتواں کرد تا بود خونِ جگر مے بگلو نتواں کرد

عمر خیام کی شہرتِ زندگی اس وقت تک برابر دراز ہوتی چلی جائیگی، جب تک کہ محفلوں میں دخترِ رز رقص کناں رہے گی، جہاں اس کا دَور، وہیں عمر خیام موجود، مغرب کا ہر شخص بغل میں بوتل رکھتا ہے، پھر وہ عمر خیام کا سا بادہ نوش کیونکر فراموش کرتا، کیونکہ اس نے تو اپنی عادات کے تقاضے پر اس

میخانہ میں دین و دنیا فروخت کرکے اپنی دستار و قبا بھی بیع کرنے کا ارادہ کرلیا تھا، اور اس نیلامِ عام کی شہرت و منادی کا پورا پورا انتظام کردیا تھا کیونکہ اس نے اپنا خمخانہ اِن رنگارنگ کی بوتلوں سے ایسا سجایا تھا کہ یہ سلیقہ آجتک اہلِ مغرب بھی نہیں پاسکے،

حسرت موہانی دعوے کرتے ہیں کہ "برہمن کی رباعیات میں عمر خیام کا رنگ ہے" مگر ہمیں حسرت سے ساقیٔ نقاد پر سخت تعجب ہے کہ اُس نے زمزم اور شراب کو ایک ہی پیالہ میں کس طرح بھرا، اور کس پیمانہ سے، سمجھ میں نہیں آتا کہ برہمن کی رباعیاتِ عمر خیام کی رباعیات سے کیوں تشبیہ دی گئی، جبکہ ایک کا مزا دائمی اور دوسری کا فانی ہے، ہمارے خیال میں عمرِ خیام کی محض شہرت ہی تشبیہِ ناقص و بیانِ متضاد کے باعث ہوئی،

ہم نے محاکمہ شاعریٔ برہمن کی دور میں "شعرائے فارسی و اُردو کی خرابات نشینی اور برہمن کا بائیکاٹ" کا بورڈ لگاکر شاعروں کی شراب نوشی اور صوفیانہ حالتوں کا بڑے ہوش و حواس سے معائنہ طبی کیا ہے، اُس بزم میں اپنی ہم مشرب جماعت کے ساتھ عمرِ خیام بھی محوِ شغل ہیں، وہ محفل ملاحظہ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ دل کھول کر مزہ چکھایا ہے اسلئے یہاں ضروری نہیں، کہ اِن ہر دو کے جام پیش کئے جائیں، سرور کا اندازہ طبیعتیں خود کرلیں گی، اگر کوئی صاحب اپنی ہم مذہبی کے جوش میں کشیدہ خاطر ہوں تو انہیں ہماری بیت الصفائی کے آبِ خنک کے دو گھونٹ سے اپنی تلخی دور کرنا چاہئے، اور کدورت رفع،

زبانِ برہمن و کلامِ شعرائے اُردو

رائے رایان کی نغمہ سرائی کے بعد فارسی و اُردو کے جس قدر مشہور شعراء ہوئے، تقریباً اُن سب کے گوش آشنا ہوئے، سب ہی نے آپ کے کلام و زبان سے مزا پایا، اور اپنا کلام آپ کی ایجادات سے گرمایا، یہ ایسا مضمون ہے کہ جس پر جُداگانہ مضمون کی ضرورت ہے، مگر چند تراکیب مضامینِ برہمن دل پر ایسی کھٹکیں کہ لکھے بغیر رہا نہیں جاتا، الضاف اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے برہمن فرماتے ہیں۔

(۱) نہ صاحب زرو نے اہلِ دولت و جاہم کمالِ عزتِ من اینکہ بندۂ شاہم

غالب نے ایسا سرقہ کیا کہ خود بے مضمون رونے لگی، آپ اپنا رونا اس طرح روتے ہیں ؎

(۱) یہ کیا شرف ہے کم کہ ظفر کا غلام ہوں　مانا کہ جاہ و حشمت و ثروت نہیں مجھے

(۲) بقدرِ حاجتِ خود ہر یکے طلبگار است (برہمن) جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج

غالب اپنی حاجت برائی مضمون، مضمونِ برہمن سے کرتے ہیں:-

(۲) کون ہے جو نہیں ہے حاجتمند　کس کی حاجت روا کرے کوئی

(۳) چشمِ تو تیغِ غمزہ چو بر دیگر زند (برہمن) از دل بروں نرفتہ میانِ جگر زند

غالب برہمن کا تیر اپنے ترکش سے چلاتے ہیں،

(۳) دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی　دونوں کو اک ادا میں رضامند کر گئی

ہر ایک شاعر نے برہمن کے کلام سے سرقہ کیا ہے، یہ موازنہ باعثِ طوالت ہے، اور انصاف کا خواہاں ہے سرقہ کی چند روایتیں ملاحظہ ہوں۔

(۴) تو دادی خطِ آزادی برائے سرو سوسن ہم (برہمن) گرفتی خطِ عہدِ بندگی از قمری من ہم

(۴) سروِ چمن بھی بندۂ آزاد اسی کا ہے (رند لکھنوی) جس رشکِ گل کا لالۂ داغی غلام ہے

(۵) چہ سے باید بہ نقشِ زلفِ پریشان دیدن (برہمن) صورتِ کفر در آئینۂ ایماں دیدن

(۵) دیکھا اس کے منہ پہ زلفِ سیاہ فام کے تئیں (خشونت رائے) کیا زیب دی ہے کفر نے اسلام کے تئیں

(۶) جوہر چہ نیست صحبتِ نیکاں ترا اچہ سود (برہمن) چو سنگ ہم ترازوئے گوہر نشستہ
شاداب

(۶) اہل کو صحبتِ نااہل سے نقصان نہیں (راجہ بلوان سنگھ) یعنی ہم پلہ ترازو میں ہے زر پتھر کا

(۷) گلِ رویش چو یاد میکردیم (برہمن) اشکِ خود را گلاب میدیدم

(۷) گو متی ہے گلاب کی صورت (اختر) او گلِ تر ترے نہانے سے

(۸) آتشکدہ سینۂ ما بر سرِ جوش است (برہمن) تارِ مژہ بر دیدۂ ما شعلہ فروش است

(۸) مجھ سے تازہ گرفتار گرم جوش مجھے (ناظم) بلا رہی ہے نگاہِ اجل فروش مجھے

(۹) ہرگز شمیم مطلعِ صبح نمے رسد (برہمن) گوئی بشہر تیرہ دلاں آفتاب نیست

(۹) تیرہ دل کی بزم میں جامِ شراب آتا نہیں (نسیم لکھنوی) جانبِ ظلمات ہرگز آفتاب آتا نہیں

(۱۰) باعشق زدور می چہ کند عقلِ دوربین (برہمن) با آفتابِ حاجتِ نورِ چراغ نیست

آگے اُن کے فروغ پانا (نسیم) سورج کو چراغ ہے دکھانا

(۱۱) تابِ ہجراں کسے ندارد (برہمن) مگر آں کس کہ آہنیں جگراست

پتھر کی اگر کہو تو میں ہوں (نسیم) فولاد جگر کہو تو میں ہوں

(۱۲) کجا دریغ کنند نیم ناں زمن چو ہلال (برہمن) کسے کہ قرصِ تمامی بآفتاب دہد

قرصِ خور کو دیکھ کر نکلیں رکھ مہمانِ صبح (نسیم) تا دہانِ شام پہنچا تا ہے رازقِ نانِ صبح

ہرچند بسنگِ خارہ سازم (برہمن) با سنگ دلاں چہ چارہ سازم

ہرچند جواگلے اہلِ فن تھے الخ (نسیم)

پنڈت دیا شنکر صاحب گلزارِ نسیم نظم اردو کے بادشاہ ہیں، کیونکہ نظم اردو میں گلزارِ نسیم سے بہتر آجتک کوئی کتاب نہیں لکھی گئی، آپ کا حق تھا کہ اپنے بھائی (برہمن) کی جدّت آمیز ترکیبیں خوبی کے ساتھ استعمال میں لائیں، اور انہیں زبان اُردو کی ٹکسال میں ڈھال کر ملک نے بامذاقی میں رائج و مروج کریں، چند دلچسپ مثالیں اِس لئے یہاں کی مل دی گئی ہیں،

فارسی زبان کے اشعار کا مقابلہ ایک طول عمل ہے، اور ہر ایک کی سمجھ سے باہر، اس لئے محض ایک ہی شعر پر اکتفا کیا جاتا ہے، برہمن اپنا حسابِ دل سناتے ہیں ؎

(۱۳) ناداں اگر زلعل دہی در حساب نیست تو دل شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ[ؔل]

برہمن کا کیرکٹر

بر دستے بحرِ دلم موج ِ گہر در جوش است کجا بخاطرِ من بگذرد غبار کسے

حقیقی شاعر کے لئے یہ از بس ضروری ہے، کہ اُس کی زندگی و چال چلن دنیوی آلودگیوں سے قطعاً پاک ہے، کیونکہ شاعر حقیقۃً ایک ریفارمر ہے، اگر اُس کی ذات خود ریفارم سے خالی و ویران ہو، تو اُس کے کلام کا اثر انسانی مراحلِ زندگی کی رہبری سے بے اثر رہیگا،

ؔل - گر صد ہزار لعل دگوہر بہ مہدی چہ سود دلِ اعلم (دل) شکستہ نہ کہ گوہر شکستہ لاعلم

انسان کے لئے نہ روپیہ، نہ اختیار، نہ ہوشیاری، نہ شہرت، نہ آزادی، بلکہ نہ لیاقتِ علمی ایسی ضروری ہے، جیسی کہ نیک چلنی، اُس نے دُنیا داروں کو بیجا آزادی حصولِ زر سے بیزار کرانا ہے، اختیارات کا جائز استعمال سکھاتا ہے، ہوشیاری سے نیک کام بتلاتے ہیں، وہ آزادی کے شریفانہ راستہ پر چلاتا ہے، مذاقِ سلیم پیدا کرتا ہے، یہ نصائح اُسی وقت تعویذِ جان بن سکتی ہیں، کہ اُن پر نیک چلنی کا منتر پھونکا جائے، ورنہ اپنے ناقص چلن کے خلاف ایسے اچھے خیالات کی تلقین کرنا، سودائے پریشانی ہے، وہ شاعر جو خود شراب پیتا ہے، دوسروں کو مُرس کا شربت نہیں پلا سکتا، اور آجکل یہی شاعری ہے، رائے رایان کی لائف اور شاعری لکھنے کے بعد، یہ ضروری نہ تھا، کہ آپکے چال چلن کا کوئی خاص ہیڈنگ قائم کیا جاتا، مگر ہمیں اس میں دکھلانا ہے، کہ برہمن کے کلام کی قبولیت اور اُس کے اثر کا کیا راز ہے،

اِس کی زبانِ قلم سے ایک لفظ ادا ہوتا ہے، دماغِ رفتہ شگفتہ ہو جاتا ہے، جس طرح آفتاب کے طلوع ہوتے ہی تاریکی دُور ہو جاتی ہے، اُسی طرح اِس کا شعر پڑھتے ہی لذتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، طبیعت کثافت سے پاک ہو جاتی ہے،

اُس کے کام اور کلام سے پایا جاتا ہے، کہ وہ قانع اور صابر تھا، دُنیا کی ہر طرح کی برائیوں سے اُس کا دامن پاک تھا، لذتِ روحانی سے اُس کا ذائقہ کام و دہاں متلذذ تھا، جامۂ دنیا چاک کرنے پر تُلا ہوا تھا، کیونکہ خودداری اور غیرت نے اُس کے دل و دماغ پر بڑی شجاعت کے ساتھ قبضہ پا رکھا تھا، دماغی ضعف اور مکروہاتِ زمانہ کے اجتماع نے اُس کے دلِ صافی پر خاص اثر کیا، اور شہزادہ دارا شکوہ کے واقعۂ قتل کے بعد اِس گردشِ گردوں کی ہرزہ گردی نے راجگی کے ٹھاٹھ کاٹھ کی ہنڈیا سمجھائے اور اُس کا انجام وہی ہے، کہ جو ہر دانشمند نیک چلن کے ماننے میں ہے، وہ تارک الدنیا ہو کر کاشی جی چلے گئے، اور اپنی بقیہ عمر عبادات و ریاضات میں صرف کی کہ جو اُن کے لئے موزون تھی،

لکھا ہے کہ وہ جب کاشی جی قیام رکھتے تھے، تو منی کرن گھاٹ کے کنارہ ایک

حسن کی کٹیا میں رہتے تھے، صبح اشنان کر کے جب پوجن پاٹ سے فارغ ہو جاتے تھے، تو قلم دوات لے کر دریا کے پار چلے جاتے تھے، اور آدھی رات کے بعد واپس آ کر کچھ کند مول کھا کر پھر عبادت میں مصروف ہو جاتے تھے، دہلی میں شاہجہان بادشاہ کی بادشاہت میں بادشاہی کے مزے لوٹتے تھے، وہاں کشورِ دل کے بادشاہ بن کر دونوں جہانوں کی بادشاہت فرمانے لگے۔ نہ کسی کو سلام نہ پیام نہ اودھو کا لین نہ مادھو کا دین، چنانچہ خود فرماتے ہیں ؎

تُرا از گردشِ گردوں ہرزہ گردچہ باک	اگر بکشورِ دل آرمیدہ بنشینی

یہ شعر عہدِ مذکور کی ہرزہ گردی اور اپنی گوشہ نشینی کی سچی تاریخ بیان کرتا ہے۔

خاکسار بہار رسامی

کُلیاتِ برہمنؔ

نقّادیِ نقدِ سخنِ برہمنؔ

(بہار بزم نثر)

جواہرِ نثرِ رائے رایان گو ہم اپنی بے بضاعتیِ علم سے رائے رایان کے اقسامِ سخنوری پر مفصل و جامع مضمون نہیں لکھ سکے، مگر تاہم جس قدر لکھا جانا ضروری تھا، لکھا گیا، اگر کوئی صاحب ہمت ہوگا یہ کمی وہ پوری کرے گا۔

عطیۂ الٰہی کا یہ قاعدہ کُلیہ ہے، کہ اگر کسی کو کسی خاص علم و فن کا ماہر بناتا ہے، تو دوسرے علوم سے بے بہرہ، مگر مستثنیات ہر جگہ ہیں، صدیوں بعد دُنیا میں ایک ایسا شخص بھی پیدا کیا جاتا ہے، کہ ہمہ دان ہو، اسی طرح سے جو صاحبِ قلم، نظم لکھ سکتا ہے، نثر کے میدان میں رہ جاتا ہے، اور جو نثر کا شہسوار ہے، وہ عرصۂ نظم میں اپاہج ہے۔ سخندانی کی اقلیمِ اوّل قلمرِ نظم ہے، اور اقلیمِ دوم نثر، وہ باغ ہے، اور یہ صحرا، دونوں میں جو فرق ہے ظاہر ہے، جس قدر شعرا گذرے ہیں، اُن کی نثر کا پتہ نہیں، اور کس طرح ہو، جبکہ وہ لکھ ہی نہیں سکے، دُنیا نے ایک سعدی پیدا کیا، جو نظم و نثر دونو لکھ سکتا تھا،

برہمنؔ دراصل قلمرِ نثر کے شہنشاہ تھے، مگر طبیعت کی موزونی اور صحبتوں کی یکجائی نے نظم لکھنے کے لئے آمادہ کیا، اِس پر ایسا لکھا کہ جیسا حق تھا، اور اِس قدر لکھا کہ دوسرا لکھ نہیں سکا، گو آپ کی تمام تصانیفِ نثر ہمیں نہیں ملیں، مگر جس قدر ملیں، اُن کا تقاضا ہے، کہ مجموعہ کلامِ نثر یعنی بہار بزم نثر کا انتظار نہ کرتے ہوئے، یہاں آپ کے کلامِ نثر کے بھی چند

نمونے پیش کئے جائیں، اور دکھلایا جائے کہ اگر اہلِ سخن کچھ لکھتے ہیں، تو اس طرح لکھتے ہیں، ورنہ خاموش رہتے ہیں، برہمن :۔ نقشِ معنی کجا تواند دید ؛ دیدہ آنکہ کہ بے بصر است

رائے ایان کے کام و کلام کی خوبی انکے تفہیم و ضبطِ مراتبِ سخن پر ہے

؎ بر سرِ زبان بر مزد اداکند رو سخن
آنامیانِ اہلِ سخن ایں ادا کمست

دنیا میں ہر شخص سخن کا دعوے دار ہے، مگر افسوس ہے کہ اس کی ہر صنفِ زبان سے نکلتے ہی ادنیٰ داموں پر بازاروں میں فروخت ہو کر پوڑیاں باندھنے کے کام آتی ہے، یا زبان سے نکلتی ہے اور ہوا میں اڑ جاتی ہے، اگر بازارِ نقادی میں آتی ہے، ناقص سمجھی جاتی ہے، اور کچھ قدر و قیمت نہیں پڑتی، درحقیقت "کلام" وہی ہے کہ جس میں کلام نہ ہو، اور مقبولِ عام ہو، مگر یہ نعمت حکمِ عنقا رکھتی ہے،

ضبط مراتبِ سخن پر اہلِ سخن ورکنار ادنیٰ اعطاردو کا مذاق بھی لکھنے سے نہیں چوکے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس متعلق اور دقیق مضمون پر کوئی بھی حادی نہ ہوا، باقی جو کچھ ہے لاف و گذاف سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا،

میر حسن نے بھی اپنی مثنوی میں جسے اُس کے ممدوح سحر البیان لقب دیتے ہیں، اور جو ادبِ اردو میں بے مثل بیان کی جاتی ہے "تعریفِ سخن" کی سُرخی سے "سخن" کی تعریف کرنا چاہی ہے، ملاحظہ ہو:۔

در تعریفِ سخن

(۱) پلا مجھ کو ساقی شرابِ سخن — کہ مفتوح ہو جس سے بابِ سخن
(۲) سخن کی مجھے فکر دن رات ہے — سخن ہی تو ہے اور کیا بات ہے
(۳) سخن کے طلبگار ہیں عقلمند — سخن سے ہے نام نکویاں بلند
(۴) سخن کی کریں قدر مردانِ کار — سخن نام اُن کا رکھے برقرار
(۵) سخن سے وہی شخص رکھتے ہیں کام — جنہیں چاہیے ساتھ نیکی کے نام

(۶) سخن سے سلف کی بھلائی رہے — زبانِ قلم سے بڑائی رہے
(۷) کہاں رستم وگیو وافراسیاب — سخن سے رہی یادِ نقلِ خواب
(۸) سخن کا صلہ یار دیتے رہے — جواہر سدا مول لیتے رہے
(۹) سخن کا سدا گرم بازار ہے — سخن سنج اِس کا خریدار ہے
(۱۰) رہے جب تلک داستانِ سخن — الٰہی رہیں قدر دانِ سخن

سخنور اور سخندانِ انصاف پسند اصحاب بھی میر صاحب کے یہ دس اشعار پڑھنے کے بعد نتیجہ ہرگز نہیں نکال سکتے، کہ میر صاحب نے دُنیا کی معلومات میں کوئی اضافہ کیا، اور ہر شخص سوال کر سکتا ہے کہ آپ نے سخن کی کیا تعریف کی؟

پہلا شعر دُعائیہ ہے، سوائے شراب اور رباب کی قافیہ پیمائی کے کوئی مطلب نہیں،
دوسرا شعر اپنی مصروفیات و مشاغل پر لکھا ہے "اور کیا بات ہے" کا مفہوم ادا نہیں ہو سکا، ہاں "رات" کا قافیہ درست ہے، زبان بازاری ہے، ایسا ہی یہ تکیہ کلام،

تیسرا شعر، ادنیٰ خیالات کا مرجع ہے، کیونکہ عقلمند "سخن" تو کیا دُنیائے فانی کی کسی شئے کے طلبگار نہیں ہوتے، بلکہ وہ تو دُنیا کی ہر شئے کے ترک کرنے میں عقلمندی ظاہر فرماتے ہیں، دوسرا مصراع اصولِ عام کے خلاف واقعہ ہوا ہے، یہ کوئی ضروری نہیں کہ سخنور نیک ہو، کیونکہ نیکی اَور چیز ہے، اور سخنوری اَور چیز، اِس دلیل میں سینکڑوں مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں،

چوتھا شعر، میر صاحب کی غرض وغائت ہے، اور حکمرانِ وقت کی خوشامد بے جا، برائے حصولِ زر، اور یہی خواہش شعرا کو ذلیل ورسوا کرتی ہے،

پانچویں شعر، کا مفہوم تیسرے شعر میں آ چکا، محض تکرارِ بیان ہے، اور وہ بھی بے لطفی کا،
چھٹا شعر، بھی اصولِ سخن کے سخت خلاف واقعہ ہوا ہے، کیونکہ سخن سے بھلائی ہی قائم نہیں رہتی، بلکہ بُرائی بھی قائم رہتی ہے، جیسا کہ فردوسی کی سخنوری کی بدولت رستم کی بھلائی کے ساتھ شغاد کی بُرائی کی یاد قائم ہو گئی، یا حسن حسین علیہ السلام کی نیکی کے ساتھ

شعرا اور نیز ہر پلیدی دلوں پر نقش پا گئی، میر صاحب فردوسی خیال میں رکھ کر لکھتے ہیں کہ فردوسی کی وجہ سے سلف (گذشتہ) کی بھلائی رہی، کس قدر ناقص و نامکمل بیان ہے، وہ اپنا مفہوم اپنی کمزوری زبان سے ادا نہیں کر سکے، محض لفظ "سلف" بمعنی انسان یا زمانہ کہیں نہیں آیا، تا وقتیکہ سلف کے ساتھ "بزرگان" یا "زمانہ" کے الفاظ ایزاد نہ کئے جائیں یہ معنی پیدا نہیں ہو سکتے،

کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شعر سخن کی تعریف میں شمار ہو سکتا ہے، یہ تو ثمرہ سخن ہے نہ کہ سخن کی تعریف، بہتر ہوتا کہ اس شعر کے اعتبار پر سرخی مضمون "تعریف سخن" کی بجائے "ثمرہ سخن" لکھتے،

ساتواں شعر چھٹے شعر کی شرح ہے اور فردوسی کے تاریخی بیان کی زبردست تردید، اس شعر کا بھی جو سرخی مضمون سے تعلق ہے، وہ محتاج بیان نہیں،

آٹھویں شعر میں لفظ "یار" کی بھونڈی کھپت میر صاحب ہی کا حصہ ہے، اس شعر کے ہر دو مصرعے اُن کے غلط دعوے کی صحیح شہادت ہے، دراصل وہ ایسی تعریف سخن لکھ کر حکمران وقت کو اپنی مالی امداد پر اُبھارنا چاہتے تھے، فردوسی کی سخنوری کا قصیدہ پڑھے جانے کے بعد آپ کے اگلے شعر میں واقعات کے خلاف سراپا غلط دعوے باندھنا کہ "سخن کی ہمیشہ قدر ہوئی ہے، اور سخنوروں کو مالا مال کیا گیا" در و فکر را حافظہ نہ باشد کا مضمون ہے لیکن ہم خوب سمجھتے ہیں کہ یہ حافظہ کا قصور نہیں، میر صاحب خوب جانتے تھے کہ بیچارہ فردوسی تیس ۳۰ سالہ محنت شاقہ کے بعد مایوس و ناکام رہا، قدردانی و بدعہدی کا شکار رہا، سخن کا صلہ ملنا، اور محمود کا جواہر سخن مول لینا تو درکنار قول و قرار سے بھی انحراف کیا گیا میر صاحب اگر سخنور ہوتے تو ایسی فاش غلطی نہ کھاتے ؎

بدوز د طمع دیدۂ ہوشمند برآرد طمع مرغ ماہی بہ بند

نواں شعر سخن کی بدترین مٹی پلید کئے جانے کی شہادت دیتا ہے کہ جس کی بنیاد

اورنگ زیب کی خرابی کے بعد تمام بہادر سخنوروں نے ڈالی' یہ شعر واقعات کے خلاف لکھا گیا ہے' اور غرض وہی ہے' آٹھویں شعر کا پہلا مصرع اور اُس کے دوسرے مصرعہ میں اجتماعِ ضدین ہے' اب آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں' کہ کیا یہ شعر تعریفِ سخن میں داخل ہو سکتا ہے'

دسواں شعر بھی وہی اپنی خواہش زر کا اظہار ہے' اور کچھ نہیں' دوسرے مصرع میں "حبِ تلک" کا جواب نہ آنے سے آپ کی کمزوریٔ بیان ظاہر ہے' اور محض لفظ "نہیں" لکھے جانے سے آپ کا مفہوم ظاہر نہیں ہوتا' تا وقتیکہ اِس میں الفاظ "موجود" یا "قائم" یا "پیدا" اضافہ نہ کئے جائیں' آپ کا تعریفِ سخن پر نہیں' بلکہ ثمرۂ سخن پر دس اشعار کا یہ قصیدہ پڑھنے کے بعد اگلی سطروں میں شاہِ وقت کی تعریف کر کے وزیر کی سخاوت کا مبالغہ آمیز ذکر کرنا آپ کی غرض و غایت کا پتہ دیتا ہے' ایسے ہی آپ کی مثنوی ہزار ضروری الفاظ ایزاد کئے جانے کی ضرورت رکھتی ہے

اب ہم میر صاحب کے "تعریفِ سخن" کے موازنہ کے لئے رائے رایان کے کلامِ نثر سے چند سطور سخن کی تعریف میں اقتباس کرتے ہیں' اس کا فیصلہ اہلِ انصاف کے ہاتھ ہے'

ضبطِ مراتبِ سخن برہمن

اگرچہ سخن از ہر جنس درمیان است' اما سخنے کہ در آں سخن نباشد' بسیار کمیاب و کمتر بر زبان است' سخن ہماں است کہ اہلِ عرفان گویند' اوّل سخنِ ایں طائفہ آنست کہ سخن نگوید اگر گوئی چناں گو کہ ارباب حال گفتہ اند' اگرچہ غرضِ اصلی سلوک ورزیدن است و کیفیت آں بعد از قیل و قال در آخر حال واضح میگردد' اما تا وصول بآں مقام عروج بآں درجہ' پاسِ مراتبِ سخن از شرائط است و حفظِ سخن از واجبات و عالم از سخن پرست و سخن در عالم فراواں سخنوراں ہر یک سُخنے بقدرِ حالِ خود گفتہ گذشتہ اند و ہنگامۂ وقت را بسخنوری و سخندانی گرم داشتہ' در ہر طرف چراغِ دانش افروختہ' در مجلسِ ہمیں گفتگو تمام نشود' سخن در سخن بسیار است' نہ ہر سخن داخلِ سخن است' و نہ ہر زباں آور سخنگو باشد' خالی از مغز علم بودن دلالت از حقیقت زدن نہ از دانش بود' علمِ خاص را علامتے دیگر و ایں نشا کیفی بلند تر باطن آں را کہ از خمخانۂ حقیقت جام محبت دادند' بہ نشاء ابدی سرخوش گردانیدند' و ہوشیار آید ساختند" یہ کیسا فقرہ ہے کہ جو مراتب سخن کے اظہار سے خالی ہے

علم و عمل پر فلسفیانہ بحث

علم و عمل پر ابتدا سے بحث ہوتی چلی آئی ہے' اور انجام کار سب نے یہی کہا' جو برہمنوں نے کہا ؎

کفر بے رشتۂ زنارے نیآید راست ''کارکن کار کہ گفتار نمے آید راست''

رائے رایان نے اس مضمون پر ایسی جامع فلسفیانہ بحث کی ہے' کہ سُننے سمجھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتی ہے' اگر اہلِ دُنیا یہ راز سمجھ لیں' دُنیا کما لیں اور دین کی راہ لیں' اس لئے ہم اپنے گمراہ بھائیوں کی خاطر رائے رایان کی عملی مشعل روشن کرتے ہیں' اے رہروانِ راہِ عمل و علم موٹر کی رفتار سے نہیں' بلکہ بیل گاڑی کی رفتار سے یہ منزل کٹھن طے کیجئے' اور سفر کی بہار کے لطف لئے بغیر منزل پر پہنچنے کا نام نہ لیجئے'

''فرقہ برایں رفتہ اند کہ علمے بعمل گراید' ہماں علم بکار آید' و طائفہ میگویند کہ ما آں علم میخواہیم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد' ہر دو در انظارِ مطلب است' اما آنچہ اربابِ سلوک گویند ایں است کہ اول علم بعد از آں عمل و پس از عمل عرضِ حالی دانستن و علم مطلوب بہم رسانیدن است' من فدوی آں علم کہ بعد از عمل حاصل شدہ باشد' جمع دیگر گویند کہ عمل باد' گو علم مباد' و بعضے برایں اند کہ علم بے عمل حاصل نشود' مبادا باشد کہ سعادتمندی بمحض موہبتِ خاص بے تعبِ کسب و ارتکابِ ریاضت بپے مطلب برد' و سراز مقامے برآورد' اگرچہ کرم اُو را سبب در کار نیست' اما بمقتضائے حکم ذاتش دُرست اسعی را در حصولِ مطالب دخل تمام است''

حصول علم بالعمل کی تفصیل پر علم

رائے رایان کی عمرِ شریف و گرامی

جو دانشمند اپنی عمرِ گرامی کی قدر پہچانتا ہے' اور کوئی لحظہ بیکار نہیں کھوتا' اُس کی عمر ''عمرِ گرامی'' کہلاتی ہے' ورنہ دُنیا کے بیکار و بے شغل دن رات اسی فکر میں رہتے ہیں' کہ کسی طرح دن تمام ہوا اور رات ختم ہو' کیونکہ اُن سے دن رات نہیں کٹتے' رائے رایان اُن کے شغلِ بیکاری کے لئے یہ نکتہ ذہن نشین کرتے ہیں :-

''آدمی اگر بداند کہ ہر روز چہ جمع میکند و چہ خرج می نماید' بحیرت فرو رود' و بہ ندامت درماند' لغت

بے عوض و بے بدل عمرِ شریف است، کہ رائیگاں صرف میشود، و جرم دلاوائی چنداں است کہ در تجارتِ روزگار سرمایۂ خود را بباد دہد، و متاعِ کاسد را بہ بازار آورد"

دیگر

"حکیمِ عقلِ دور اندیش آنست کہ پیوستہ نظر بر اصل کیفیتِ حال داشتہ، خلاصۂ اوقات را مصروف بتحصیلِ کسبِ کمال باید نمود، و عمرِ گرامی را عزیز دانستہ ہر لمحہ کہ ہست، در پاسِ مراتبِ وقت آنست"

مذمتِ تضیعِ اوقات

برہمن جو وقت کا قدر دان تھا، اُس کی زبان سے تضیعِ اوقات کی مذمت بھی ضرور سننا چاہیئے:-

"اے عزیز عمرِ عزیز بفکرِ کوتاہ بسر آمدہ رہ بجائے نبرد، و غیر از ندامت و تحیّر و تأسف حاصل نگشت حیف از تضیعِ وقت کہ عین وجودِ عین یافتہ است، ہر کہ دریں یافت یافت، ہر کہ نیافت نیافت، وبالِ عظمیٰ است، بر آدمی زاد، خدا غریقِ بحرِ رحمت بحر کند، نوابِ جنت مآب قدرداں علامۃ العصر و الدہوراں **افضل خان** را اگر حرفے از مقامِ نادانی بگوشِ حقیقت نیوشِ ایشاں میرسید، آں بمقتضائے ایں دو مصرع کہ از طبعِ ناقص ایں نیازمند سرزدہ عمل مے فرمودند،

بیت

صفیرِ عندلیب از جا برد اہلِ محبت را — کہ حرفے گفتن نادانی بدل دارنا زد ناخن

روزے ایں ضعیف شکستہ دل در خدمتِ آں مرحوم دانشور ہنگامۂ سخن را گرم داشتہ، ایں معنی را درمیاں داشت، کہ تضیعِ اوقات شدید تر است، از مفارقتِ روح، زیرا کہ آں بریدن است، از خالق و ایں رمیدن است، از خلائق،

بیت

بگوشیدہ از سر بازیچہ حرفے — کز و پندے نگیرد صاحبِ ہوش

نوابِ غفراں پناہ را بمجردِ استماعِ ایں سخن کہ ناخن بر دلہائے آشنا میزند، حال دگرگوں شد و باقتضائے اشکِ ندامت کہ نتیجۂ رقتِ طبع و حاصلِ صفائی باطن است، ریختہ از جائے بجائے منتقل گردید، از

انوریہا تا چند وچوں نولیسد کہ دفتر ہا سیاہ و عمر ہا کوتاہ شد سخن بجائے نرسید، مصرع

ہزار نسخہ نوشتند بیش ازاں باقیست

طریق اعتدال پر موثر تقریر

اعتدال کے سب گیت گاتے ہیں، لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے، افراط و تفریط کے گڑھے میں گر جاتے ہیں، رائے رایان اِس غار سے اِس طرح نکالتے ہیں، وہ اپنے بھائی اودے بھان کو عقل دیتے ہیں!

"دلِ دانا و گوشِ شنوا، وچشمِ بینا وتنِ توانا نصیب باد، کمالِ دانائی آنست کہ در نشیب و فراز مرحلۂ روزگار بمقتضائے عقل دوربین راہ باید رفت، و باوجودِ خردِ درست معترف بعجز و قصور و نادانی خود باید بود، و بینائی چشم عبارت ازآنست، کہ نمود سبے بود روزگار را بدیدۂ یقین ملحوظ نمودہ، بفریبِ این عروسِ پُر نقش و نگار از جا نباید شد، و گوشِ شنوا مراد ازآنست کہ مواعظِ بزرگاں و پندِ اربابِ خرد را بگوشِ ہوش جا دادہ، از طریقِ اعتدال تجاوز نباید نمود، وتنِ توانا محض از برائے آں مطلوب است کہ خللے در ارکان وجود راہ نیابد، و سلامتیِ طبع و درستیِ مزاج و تازگیِ دماغ باعثِ ظہور کارہائے شگرف گردد"

این نیازمند با وجودِ عدم خرد و آگاہی محض بمیں صحبتِ بزرگانِ پاسِ این مراتب دانستہ، سررشتۂ اعتدال را از دست نمیدہد، باشد کہ بمرورِ ایام سراز مقامے برآورد"

رائے رایان کی ترک آرزو

رائے رایان کی تحریر کا اثر محض اس وجہ سے ہوتا ہے، کہ آپ جو لکھتے ہیں، اپنے عمل اور تجربہ سے لکھتے ہیں، وہ محض لیکچرار نہیں، بلکہ عامل ہیں، اور سختی کے ساتھ، وہ دُنیا داروں کو دھوکہ سے اِس طرح بچاتے ہیں :-

"خوشا شاہبازانِ بیدار مغز کہ نکہتِ گلستانِ تمنا بمشامِ استغنا شان نرسیدہ، و نسیمِ بوستانِ تعلق بحدائقِ آمالِ شانِ نوزیدہ، ہمیشہ در گلشنِ یکرنگی و بہارستانِ یک جہتی بانتعاشِ جاودانی زندگانی کنند و چو سر بگریبان و پا بدامان کشیدہ، در عالم

کثرت تماشائے جلوۂ وحدت نماید، چوں رہرو نے وادیٔ اخلاص قدم براہِ گذارد، و عزم درست وصفائی عقیدت رفیقِ طریقِ او شود، دنقشِ پائے رہنمائے اوگردد، چراغِ شب تار حوادث روزگار چشم دوربین آنست، و آفتابِ صبح دولت و کامرانی، دلِ خرد گزیں سراب درچشم لب تشنگان غلط بین جلوۂ آب دہد، وآب درد یدہ کوتاہ نظراں سراب نماید"

رائے رایان کی تدبیر و تقدیر

اگر آدمی تدبیر میں رہ کر تقدیر پر شاکر ہو، تو آدمی بن جائے اور دنیوی تفکرات و آلام سے نجات پا جائے، یہ طریقۂ نجات رائے رایان سے سنئے :-

"چوں چہرۂ اختیار در رشتہ تقدیر است الیس ہر نقشے کہ بر تختۂ حال نشنید، بموقع بود"

فروتنی و انکسار رائے رایان

رائے رایان کا معراج دینی و دنیوی، صورت و معنی اُن کے عجز اور فروتنی کا ثمرہ ہے، کہ جو اُن کی ہر ایک گفتگو اور تقریر کا طرۂ امتیاز ہے، آپ کی کل تصانیف دیکھ لیجئے، نمود و نمائش، تعلّی و خود بینی، غرور و نخوت کا شائبہ تک نہیں، دین و دنیا کے فتح کرنے کے لئے وہ یہی وعظ فرماتے ہیں، ذرا وہ الفاظ سنئے کہ جو اُن کی تحریر اُن کا معجزۂ اعظم ہیں :-

"ہر قدم شکستہ رقم گردانیدہ باصلاح برسانند کسب سعادت ست نمود، ایں نیاز مند کہ از بندہائے تربیت کردہ، ایں ذرۂ بے مقدار، قلم شکستہ رقم، نظر بر بیت بیشتر بریں طور ضعیف بود، باصلاح حضرت مجلس سامی در آید، استدعا اصلاح نماید، غزل کہ ورائیں از طبع ناقص سرزدہ بودہ ایں است، باصلاح منت بریں نیاز مند گذارند، ترنم پذیر کلک نیاز گشت، ایں حقیر" وغیرہ وغیرہ

رائے رایان کا نظارۂ گلشن صبح

دورِ حکومت مغربی، شاہ مشرق کی ذرہ نوازیوں سے تیرہ و تار ہے، اور یہی باعث ادبار ہے، اس دولت بیدار کا دیدار وہی بیدار بخت دیکھتا ہے، جو صبح صبح وقت پیدا ہوتا ہے، اے خفتہ بخت ہندیو! اٹھو! ! دیکھو رائے رایان تمہیں کن میٹھے سُروں سے جگاتے ہیں، اٹھ کر نظارۂ گلشن صبح

کی بہار لُوٹو :-

"پیش از آنکہ شعاعِ نیرِ اعظم زمین و زمان را درگیرد، و زمزمۂ مرغِ سحر بر دلہائے اربابِ حال ناخن زند، نسیمِ دلکشائے و روائحِ عطر افزائے گلشنِ صبح سر از بسترِ خواب بر داشتہ نظارگیِ این گلستانِ پُر رنگ و بُو باید شد، خوشا حال کسے کہ سر رشتۂ وقت را در دست داشتہ، پاسِ این دولتِ بیدار بدارد، و ہر دم حال را ناپائدار تر از ماضی دانستہ دم واپسیں شمارد"

شب ماہ رائے رایان

شبِ ماہ دُنیا میں اگر کسی کو پیاری نہیں، تو وُہ چور ہیں، مگر ہمارا اُن سیاہ دلوں سے خطاب نہیں، مخاطب کرتے ہیں، ہم اُن روشن دلوں کو جو نورانی رات کا لطف اُٹھانا جانتے ہیں، رائے رایان سے بڑھ کر ان راتوں کے لطف کا مزہ لوگوں نے کم لیا ہوگا، اِس کی کیفیت رائے رایان سے سُنئے :-

"امشب چہاردہم ماہ است، و این شب را در لیالی و ایام منزلتے دیگر است، اما عالم افروز رتبۂ کمال در این شب بہم رساند، و دم مساوات بصبحِ نورانی شام میزند، بازار چراغ کہ رونقِ معمورۂ روزگار است، در پیشِ روشنیِ این شب کاسد است، و آفتابِ منیر کہ ظلمت زدای آئینہ جہان است، فروغ جاودانیِ این شب وام میگیرد، و جمعی بشاہدانِ ہلال ابرو و دلبرانِ ماہرو ست بگردشِ جام گردشِ فلک را بکامِ خود میدانند، و جمع بفروغِ خاطر نورانی صحبتِ روحانی داشتہ، مطالباتِ صوری و معنی را در آئینۂ ضمیر مشاہدہ مینمایند، کہ باتفاقِ یکدگر در حریمِ یکرنگی تماشائے این شبِ نورانی نماید و دیدہ بر چہرۂ مقصود کشاید، یقین کہ قدم در راہ خواہند گذاشت، و نظر براہ خواہند داشت"

رائے رایان کی شب باران

ہندیوں کے پژمردہ دل اب اِس قابل بھی نہیں رہے کہ کیفیاتِ قدرت سے حظ اُٹھا سکیں، جو نظارے جذباتِ انسانی کو حرکت میں لاتے تھے، اب وُہی نظارے اُنہیں پریشان اور بے چین کئے ڈالتے ہیں، یہ افسردگی دُور کرنے کے لئے نسخہ رائے رایان قابلِ استعمال ہے اور

شرابیوں کے لیے خصوصیت ہے'

"شبے از شبہائے شہریور ماہِ الٰہی کہ چشمِ فلک چوں دیدۂ مشتاقاں گہر ریز درخشاں بود، و صدائے رعد و صاعقہ خروش ابر و باراں، دلوائے مرغانِ چمن دلہائے افسردہ را بجنبش در مے آورد، از غایتِ ظلمت و نہایتِ تیرگی آفتابِ جہاں افروز راہِ صبح را گم کردہ، در کوچۂ شب میگشت، بیادِ صحبتِ گرامی آں آفتابِ صبحِ محبت و خورشیدِ خاورِ مودت صبح آسا چاک گریباں زد"

سخن ہمیشہ بہ سخن دان و من بہ سخن (برہمن) سخن بمن سخن من با وے سخن دارم

کلیاتِ برہمن

نقادی نقدِ سخن برہمن

یعنی

برہمن کی شاعری پر ایک منصفانہ زبردست محاکمہ

اشعارِ آبدارِ برہمن چو گوہر است
پر کردم از جواہرِ معنی سفینہ را

از منۂ قدیم و جدید کی شاعری

خاکسار بہارؔ، عام شاعروں کی طرح شاعری پر کوئی ہزار داستان یا گلدستہ لکھنا نہیں چاہتا، مگر اس قدر ضرور لکھنا چاہتا ہے، کہ حقیقی شاعری وہی ہے، کہ جو انسان اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلے، بلبلانِ ہند چہچہاتے ہیں، کہ وہ چند الفاظ ہیں، کہ جن سے بے حس ہستی بھی محوِ لذت ہو جائے، یا لفظوں کی ترتیب ہی ایسی ہو کہ صفحے بھی اُن کی تشریح نہ کر سکیں، شاعری ایک ایسا ازجہ کہ منقش طبیعی کہ ہر فولاد جگر پر بھی اپنا سکہ جما دیتی ہے، بلغاءِ عرب اطلاع دیتے ہیں، الشعراء تلامیذ الرحمٰن، شعر شاگرد خداوند، فاضل فارسی

کارلائل لکھتا ہے، کہ "شاعری ایک موسیقانہ خیال ہے" جانسن کے نزدیک قوتِ متخیلہ کے توسل سے انبساط اور حقیقت کو ملا دینا ہی شاعری ہے"، سینٹ کٹس لکھتے ہیں کہ "اگر مجھ سے پوچھا جائے کہ شاعری کیا چیز ہے، میں کہوں گا کہ میں نہیں جانتا، اگر مجھ سے نہ پوچھو تو مجھے معلوم ہے" شیلی شرح کرتا ہے کہ "شاعری میں قوتِ متخیلہ کا انکشاف ہے" مگر سکین کا بیان دل پر چوٹ مارتا ہے، وہ پتہ دیتا ہے کہ "شاعری انسانی قلوب کے لئے ان امور میں تسکین دہ ہوتی ہے، جن کا فطرت نے کوئی انسداد نہیں کیا"

دراصل حقیقی شاعری ہماری نگاہوں میں وہ تجلّی پیدا کرتی ہے کہ جس سے ہم حقیقی حُسن کی جلوہ افروزیوں سے لذت اندوز ہوتے ہیں، اور روحانی انکشافات کے دروازے ہمارے آگے کھل جاتے ہیں، وہی حقیقی شاعر ہے کہ جس کے قلم میں مشاہدات کے ادراک کی قوت ہو، اور ایسی طاقت رکھتا ہو کہ اپنے مشاہدات اور محسوسات، جذبات اور کیفیات ایسی دل آویزی سے بیان کرے کہ ہمارے دل و دماغ میں تصویر کھنچ جائے، اور ہمارے جذبات مشتعل ہو جائیں، شاعری دراصل جذبات کے مشتعل کرنے کے لئے رشیوں نے وضع کی تھی، اور اس کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے کہ کلامِ ربانی طبائع انسانی جلد از جلد قبول کرلیں، اور اپنے حافظہ میں بھی محفوظ رکھ سکیں، کیسا پاکیزہ خیال تھا،

شاعری دراصل ایک آگ تھی، کہ جس سے ہون کی آگ سلگائی جاتی تھی، نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جس سے مُخربِ صحت تباہ کن جراثیم تباہ و پامال کئے جا کر پاک و صاف مطلع پیدا ہو جاتا تھا، ابرِ رحمت نزول فرماتا تھا، دل و دماغ تازہ کئے جاتے تھے، اور بجھے ہوئے دل شگفتہ کئے جاتے تھے، اس سے روحانیت کی دلپذیر غذا پکائی جاتی تھی، مگر اب وہی آگ انگریزی تہذیب یافتہ شہروں کی طرح غلاظت جلانے کے کام آتی ہے، جس سے خوفناک جراثیم پیدا ہوتے ہیں، مطلع زہر آلود ہو جاتا ہے، بارش رک جاتی ہے، دل و دماغ پراگندہ ہو جاتے ہیں، اور شگفتگی پژمردگی میں تبدیل ہو کر ایک عام خرابی کا ابتری پھیلتی ہے، ابتدا یہ

اور انتہا یہ ہے غرضیکہ اس شاعری سے بڑھ کر اب اور کوئی مجرّبِ اخلاق نسخہ نہیں'

خصوصیاتِ کلامِ برہمن

طوطیِ شکر فروشِ دکانِ زبانِ من
بلبلِ نمک چشِ شکرافشانیِ منست

برہمن کی شاعری پر تنقیدی نظر ڈالنا حقیقۃً کچھ آسان کام نہیں' اُن کا انوکھا طرزِ بیان' تعمق' مذہبی شغف' خوبیِ سخن' رموزِ الٰہی' اسرارِ خفی و جلی' جدّت طرازی' بلند پروازی' فہم رسا' رفعتِ فکر' عظمتِ تخیّل' معلومات' پتہ کی باتیں اور صنائعی وہ چیزیں ہیں' کہ جن کا مصنف کی منشا کے موافق سمجھنا' اور اپنے الفاظ کے ذریعہ بیان کرنا' ہماری استعداد سے بالاتر ہے'

غالب اسلامی حکومت کے چراغ گل ہو جانے پر بھی کہا کرتا تھا' کہ "ہندوستان کی الہامی کتابیں دو ہیں ویدِ مقدس' دیوانِ غالب" لیکن حقیقت کے مقابلہ میں شرابی کی یہ ایک بکواس ہے' ویدِ مقدس کی ایک رچا بھی اُس کے خاندان نے نہ سُنی ہوگی' اُس کا یہ دعوے ایک احمقانہ دعوے ہے' اگر وہ اپنے دیوان کو قرآنِ شریف کا ہم پلہ ٹھیراتا' فتویٰ کافر قرار دے کر حماقت کا مزہ چکھا دیتے' اُس نے دعویٰ دراصل یہی کیا ہے' مگر کنایہ میں' ویدِ مقدس کون سمجھا سکتا ہے' اور کون سمجھ سکتا ہے'

لیکن ہم کلامِ برہمن کی نسبت کہ وہ فارسی زبان میں ہندیوں کا ایک شاستر ہے' ایسا کہہ سکتے ہیں' اور اس میں وہ سب راز و نکات پنہاں ہیں کہ جو اُن کے شاستروں میں تلقین کئے گئے ہیں' بلکہ تو صحیفۂ مقدس کہہ سکتے ہیں کیونکہ شخص ہے کہ جو برہمن کے کلام کے مطالعہ کے وقت یہ محسوس نہ کرے' کہ ان خیالات کے قلمبند کرنے والا حقیقی ماہرِ فن نہیں' جسے شاعری پرمیشور کی طرف سے خصوصیت سے عطا کی گئی تھی' اور اس لئے کہ وہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں وقت کے تقاضے پر بیان کرے' جیسے کہ سنسکرت کا چرچا کم ہو جانے پر تلسی داس جی نے بھاشا میں رامائن رچی'

برہمن کی شیریں بیانی' مذاقِ سلیم اور فصاحت بلاغت نے ایسی دلآویز بنا دی تھی کہ اقلیمِ سخن کی

کوئی فارسی نظم اِس کا مقابلہ نہیں کر سکتی، برہمن کا بہجت و انبساط، رنج و غم، انسانی زندگی کی مکروہات اور اُن کا علاج ایسا صریح الفہم ہے، کہ اپنے ذہن کے موافق ایک اندھا ذہن بھی یہ اثرات محسوس کرتا ہے، اور ذہن بھی، اِس میں مجروح دلوں کو سکون و تسکین دینے کی طاقت بھری ہے، وہ حیوان سے انسان بنا سکتی ہے،

کلیات پڑھ لینے کے بعد ہر شخص اِس حقیقت کا قائل ہو جائے گا، کہ برہمن کا کلام فطرت کے ہر ایک راز سے پُر ہے، برہمن کے قوتِ خیال کی پرواز، طرزِ بیان کی بے تکلفی، وسعتِ نظر، عالمگیر ہمدردی، انسانی اخوت اور جوہرِ تاثیر نے اُنہیں اُس درجہ پہنچا یا ہے کہ جہاں آج تک کوئی نہیں پہنچ سکا، اُن کے کلام میں شاعرانہ تخیل کی عظیم الشان پُر شکوہ بلندیاں ایسی نہیں کہ جو ہمیں اپنے خیال کی مدد سے اصلی راستہ پر لے جا کر فلک ہفتمین پر چھوڑ دیتی ہیں، جہاں سے ہم زمین و آسمان کی سب چیزیں دیکھ سکتے ہیں، اُن کے خیالات اِس قدر شریف و لطیف اور نازک ہیں کہ اُنہیں کوئی دوسرا برہمن ہی قلمبند کر سکتا ہے، برہمن عابد و پارسا تھے اسلئے اُن کے کلام میں عامیانہ خیالات و محاورات حکیم عنقا رکھتے ہیں،

غزلوں میں بلند پروازی، شوکتِ الفاظ، نازک خیالی، تازگی، بندش، صفائی کلام، صحتِ زبان، چستی ترکیب، خوبی محاورہ و خیالاتِ اعلیٰ، اِن کی زبان کے زیر بارِ احسان ہیں، اور صفتِ عام فہمی نے انہیں ایسا آسان کر دیا، کہ ایک معمولی تعلیمیافتہ کی زبان سے آہ اور واہ[1] نکال لیتے ہیں، جادو کا اثر رکھتے ہیں، چُستیِ بندش، برجستہ ترکیب، بیساختہ پن اُن کے کلام کی خوبی ہو گئی ہے، الفاظ کا شکوہ، بیان کی روانی، معانی کی بلندی، خیالات کی وسعت اور مختصر بیانی کی کیفیت جامِ گنگا جل ہے، کہ خیال کرنے، دیکھنے اور پڑھ لینے سے سرور رابدی پیدا ہوتا ہے جس سے ہر انسان محوِ لذت ہو کر بے خود ہو جاتا ہے، وہ باکمال، یہ راز خصوصیت سے سمجھا ہوا تھا، کہ ادائے مطلب کے لئے صفائی بیان، خوبی محاورہ اور اصولِ زبان قربان نہ کر دینے چاہئیں،

[1] شعر کیا ہے؟ "آہ" یا "واہ" ہے، جس سے ہر دل کی اُبھرتی ہے چوٹ (ماہر دہلوی)

یہ سعادت اُسے ہی نصیب ہو سکتی ہے کہ جو ہر طرح کے علوم و فنون پر قادر ہو، اور خدا کی جناب سے یہ سعادت عطا ہوئی ہو، اور اُسکی زندگی ہر طرح کی دُنیوی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو،

برہمن حُسنِ حقیقت کا پجاری ہے، اور در اصل زندگی کا مُغنّی وہ فطرتِ انسانی کے دقیق اور مُغلق ترین مسائل کا اس طرح انکشاف کرتا ہے کہ کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا آپ بزمِ سخن میں اُس وقت نغمہ زا ہوئے، جبکہ اسلامی بلکہ فارسی کے عروج کا آفتاب نصف النہار پر تھا، ہندیوں کا مذہب، و علم تباہ و برباد ہو چکا تھا ملک میں ہر طرف اور ہر طرح پریشانی کا راج تھا، سخت ضرورت تھی کہ ہندی فلسفہ فارسی زبان میں ظاہر کیا جاتا،

ان کی شاعری کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مطالعہ کے بعد ہر ایک شخص کو احساس ہوتا ہے کہ برہمن اُس کے جذبات سے بڑھ کر اُس کی صحیح ترجمانی کر رہا ہے آپ کی طبیعت میں بے ثباتیِ دنیا، ترکِ مدعا، مجبوری، معذوری اور تسلیم و رضا کے جذبات عالی قدر شہزادہ دارا کے ظالمانہ قتل کے بعد پیدا ہوئے، انسانی رنج و خوشی کا احساس، ہمدردی و محبت کا بیان عجیب پُر معنی و دل کش الفاظ میں اظہار کرنا، ارد گرد کے واقعات نے سکھایا، درحقیقت وہ ایسا مُصوّر ہے کہ جس کی قلم کی ایک گردش ایک خاص معنی و اثر رکھتی ہے،

عُرفی و طالب غزلیات کے انوری و خاقانی قصائد کے اور ابوالفضل و ظہوری نثر کے بادشاہ شمار کئے جا رہے ہیں، مگر کلیاتِ برہمن کے آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اِن کے اصنافِ سخن کا نور ایسا درخشاں ہوگا کہ سب لوگ اپنے اپنے گھر کے مٹی کے چراغ گُل کر دیں گے،

حسرت موہانی تسلیم کرتے ہیں کہ:-

"ان کی زبان نہایت شستہ معلوم ہوتی ہے اور بندش صاف، مطلب بالکل عام فہم، ترکیب دُرست ہوتی ہے، اور لطف بعض مقامات پر نہایت خوب"

میرزا سلطان احمد جو مذہبی رنگ میں بُری طرح سے رنگے ہوئے ہیں، بڑی حیرت

سے لکھتے ہیں کہ :-

"ہم چاہتے ہیں کہ پنڈت چندربھان نے مسلسل رقعات جو غزلیں لکھی ہیں، وہ بھی ہدیہ ناظرین کریں، تا کہ پتہ لگ سکے کہ مسلمانوں کی حکومت میں بھی ہندوؤں نے فارسی اور عربی کے پڑھنے میں کس قدر ہمت اور شوق دکھایا، ناظرین یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں کہ اُن عہد کے ہندو شاعری میں کتنا شوق اور مذاق رکھتے تھے، اور اُن کا ذہن بھی ہر زمانہ میں کیسے کیسے پاکیزہ اور لطیف نمونے دکھاتا رہا" (ماخوذ از رسالہ زمانہ)

خصوصیات کلام برہمن میں کیوں تھیں؟

برہمن از لب ہندی تر زادان نکتہ سبب گیرد
زبانِ فارسی و تازی و ترکی سے نے دانند

سنسکرت کے جس قدر مشہور کبیشور گذرے یا غیر معروف ہیں، وہ جب کوئی کبت یا دوہا نظم کرتے تھے، تو اپنا مطلب خوبیِ بیان، طاقتِ زبان، لطافتِ محاورہ، اور اصولِ بیان کے زور سے بیان کرتے تھے، یہ نہ تھا کہ محاورے کے استعمال کے لئے مطلب خبط ہو گیا، بندشِ الفاظ سے معنی کی رُوح قبض ہو گئی، شوکتِ الفاظ مضمون ہی دبا بیٹھا، تقریباً تمام شعرائے فارسی و اُردو اسی خبط کے خطی دیکھے جاتے ہیں، پس برہمن کی یہ خصوصیت محض اُن کی سنسکرت کی تعلیم کے تقاضے پر تھی، یا خاندانِ پاک کے ورثہ تعلیم تربیت پر اور یہی اُن کی خصوصیات کا راز ہے اور اس کا کاشف آپ کا مندرجہ بالا شعر، ذرا اُسے اب پھر پڑھیے۔

شعرائے اسلامی اور ہندی

اگر ان کی شاعری میں کوئی وصف نہ ہوتا، تو ایسا کون انصاف پسند تھا کہ جو ہندیوں کی شاعری کو مسلمانوں کی شاعری کے برابر تسلیم کرتا، اُن کا یہ حقیقت قبول کر لینا بڑا غنیمت ہے، امید تو یہ تھی کہ خوبی اعتراضوں سے خاک میں ملاتے، آپ کلیات کے اس شان سے چھپنے کے بعد یہ امید قائم رکھنی چاہئے حسرت موہانی کن دبے الفاظ میں ہندیوں کی شاعری کی برتری کا

لہ - ہندیوں کے عربی پڑھنے کے شوق کا پتہ ان غزلیات سے تو پایا نہیں جاتا، آپ دور از خیال نتائج نکالنے کے بڑے مشتاق ہیں، گو کہ ضد میں کسی کی بھلائی نہیں ہوتی۔ "بہار سامی"

اقتباس کرتے ہیں:-

"حضوری، مخلص، دیوانہ، تشنہ، کے علاوہ بہوت رائے بہجم، بیراگی، شو رام داس حیا اکبرآبادی، لچھمی نرائن شفیق، موتی لال رونق، شہرت کا بھی فارسی کلام شعرائے ہند میں (یعنی مسلمانوں کے مقابلہ میں) کسی کے کلام سے کم نہیں، اور بہجم و برہمن کے تو اکثر اشعار، معز، فطرت، کلیم کے اشعار کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں" (ماخوذ از اردوئے معلیٰ)

قادر الکلامی

نظر بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم   حجاب عینکِ چشم است مردِ بینا را

جب شعرائے فارسی و اردو نے اپنی ناواقفیت اور سقموں پر نقادانِ فن کے اعتراضاتِ جائز سنے، تو ان کی زبانیں اپنی قادر الکلامی کا ڈھونگ رچا کر بند کر دی گئیں۔ مگر در حقیقت یہ قادر الکلامی نہیں، بلکہ خامی زبان ہے، یہ ہندی شاعر، جو در حقیقت اصل شاعری اپنی ماں کے پیٹ سے لے کر نکلا تھا، قادر الکلامی اسے سمجھتا ہے، کہ وہ مضامین جنہیں پہلے شعراء ہلاک کر چکے تھے، اپنی قادر الکلامی کے جادو سے اُن میں جان پیدا کرے اور جو بات دل میں ہے تحریر میں لا کر اس کا لطف دوبالا کر دے۔ ان کا دیوان موجود ہے، ہر غزل آپ کی قادر الکلامی کی شاہد ہے۔

طرزِ سخن

برہمن لب فروبستم، دگر نہ در سخن گوئی   ادائے تازہ و طرزِ سخن از من شود پیدا

شاعری کا ہر شخص نے دعویٰ کیا، اور زبان جانے رہنے پر بھی ہر شخص دعویٰ کرے گا۔ مگر لکھنؤ نے کلام اُن کی زبان کی دھجیاں اُڑا دیتا، اور جوں ہی ایک سچا نقاد بے تعصبی سے کلام پرکھتا ہے، تو فوراً کہہ دیتا ہے کہ زبان خراب کی ہے۔

دنیائے شاعری میں ایک طرزِ سخن ہی ایسی چیز ہے، کہ جس نے کلام ہر حلقہ میں مقبول ہوتا ہے، خدا یہ قبولِ عام ہر ایک کو بخشے، اور برہمن سے بڑھ کر غیر بھی طرزِ سخن کی داد دیں۔

برہمن حقیقت اندیش کی حقیقت نگاری

ہمیشہ مرد بود زیرِ آسمان محتاج
بشہر بندِ حوادث بایں و آں محتاج

شاعری کا ہر انسان دعوے کرتا ہے "اگر سخن گفتن دکھ جان سفتن است" کا معاملہ ہے اور یہ کس طرح ہو سکتا ہے، حقیقت نگاری بھی شاعری کا ایک جوہر ہے، برہمن کے نقد سخن میں یہ جوہر ہر جگہ چمکا ہے، ایک چمک سے یہاں بھی آنکھیں روشن کیجئے ؎

زتنگ چشمی خود ماندہ آدمی عمرے   بفکر بیہودہ در سود و زیان محتاج

برہمن کی شاعری کے صنائع وبدائع

چہ نسبت است مرا با تو در سخندانی
ہمیں قدر کہ را فہم نکتہ ہاے تو ام

فلسفہ اور شاعری برابر کا درجہ رکھتے ہیں" در حقیقت حقیقی شاعر وہی ہے، کہ جو شاعری کا معیار فلسفہ کے معیار کے برابر کھڑا کر دے، شاعری دو اجزاء پر منقسم ہے:۔

الف:۔ مادہ یعنی کیا کہنا چاہیئے؟

ب:۔ صورت یعنی کیونکر کہنا چاہیئے؟

جذبات کا صحیح طور پر ادا کرنا شاعری کا طرۂ امتیاز ہے، یہ ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے وہ ایسے اثر میں ڈوبا ہوا ہو کہ سننے والوں پر خاص اثر پیدا کرے،

صنائع و بدائع شاعری کی روح رواں ہے، جس شاعر کے کلام میں یہ نہیں وہ بیجان کلام ہے، اس سے نہ لکھنے والا لطف اٹھا سکتا ہے، نہ سننے والا، اور آج کل بوجہ بے علمی ایسی ہی شاعری صورت پکڑ رہی ہے،

بدائع سے کلام میں خوبی پیدا ہوتی ہے، اور یہ اس وقت ہوگی کہ زبان، علم بیان یعنی علم تشبیہ، استعارہ مجاز کے صفات سے آراستہ ہو، اسی علم کا نام صنائع اور بدائع ہے، اس کی دو اقسام ہیں:۔

اوّل:۔ صنائع معنوی،

دوم:۔ صنائع لفظی، اگر یہ ہر دو اقسام، شاعری میں خوبی کے ساتھ کلام میں آئیں، تو کلام میں ایسا حسن پیدا ہوتا ہے، کہ ہر کس و ناکس کی زبان سے "آہ" اور "واہ" کا خراج تحسین

لیتا ہے، صنائع وبدائع کا نوحہ حالی نے پڑھا کہ خود خالی تھا،
جس زمانہ سے برہمن کی شاعری گذر رہی تھی، وہ صنائع وبدائع کا عبرتناک انجام تھا، دراصل اہل علم سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ شاعری اور انشاپردازی کا مرثیہ پڑھ رہے تھے، مبالغہ ایہام اور مراۃ النظیر وغیرہ صنعتوں کا جو شاعری کی جان سمجھی جاتی ہیں، بیدردی کے استعمال نے گلا گھونٹ دیا تھا، رعایاتِ لفظی اور صنائع وبدائع کے غلط استعمال کے بدنما داغ جو نظم ونثر کے دامنوں پر لگائے گئے تھے، وہ اس دور کی مابہ الامتیاز خوبیاں تھیں، شاعر وانشا پرداز اُسے ہی سمجھا جاتا تھا کہ جو اس طرز میں اپنے قلم سے ان ہر دو کا نوحہ لکھے،
صنائع وبدائع برہمن کی زبان کی روانی، بے تکلفی، اور خوبی بیان کے تابع فرمان تھے، جب اس کا قلم ایک شعر لکھتا تھا، صنائع وبدائع خود بخود جمع ہو جاتے تھے، ان صنعتوں نے زیر فرمان ہو کر صنف شاعری کا ایک عالم ایجاد پیدا کر دیا، کلام کا ہر نمونہ ایک ایسا مرصع زیور ہے کہ اس کے زیور دوسرے کا تمام گنجینہ بھی کوئی وقعت نہیں رکھتا، یہ حسن شاعری اس لئے نہیں چمکایا گیا کہ وہ قلمی رزم میں اپنے حریفوں سے بازی لیجائیں یا کہیں پیچھے رہ جائیں، اُن کی شاعری میں ان صنعتوں نے اس طرح سے حصہ لیا ہے کہ وہ اُن کی زبان کا ایک جزو معلوم ہوتی ہیں، ہر شعر صنائع وبدائع کی ایک مجسم تصویر ہے سادگی، صفائی اور برجستگی میں جان پڑگئی، جس سے اُن کی شاعری ہمہ تن جان بن کر بلا تخصیص مذہب، بے جانوں کے قلوب تڑپا رہی ہے، برہمن کی شاعری کے اصلی جوہر ان ہی پیچ در پیچ صنعتوں کو چمکاتے اُنہیں، ایسے مقام پر لے جاتے ہیں، کہ جہاں وہ موجد فن کی حیثیت سے بیٹھے نظر آتے ہیں، ہم بعض چند ضروری صنعتوں کی مثالیں، چراغ راہ بنانا چاہتے ہیں، تاکہ رہروانِ راہِ شاعری فارسی واردو ان سے اپنی آنکھیں روشن کر سکیں، اور اپنے دل ودماغ میں نور پہنچائیں،

ہر شعر صنعتوں سے پُر ہے

برہمن کا ایک ایک شعر صنائع و بدائع کا مختلف الّلون مجسم بت ہے جن میں سے بعض بُت ایسے ہیں، کہ صنائع و بدائع کا جامع ہیں، اگر اِس کا ایک شعر چند صنائع و بدائع کے ثبوت میں لکھا جاتا، کافی تھا، مگر اِس حالت میں طرزِ کلام کا اندازہ نہ ہوسکتا تھا، محاکمہ میں جو جو شعر جس جس صنعت کی مثال میں دیا گیا ہے، اگر صاحبانِ نظر غور فرمائیں گے، تو اُس صنعت کے علاوہ کلام کی اَور خوبیاں بھی پائیں گے۔

اِس محاکمے میں جو جو اشعار بطور نظیر تسطیر ہوئے ہیں، وُہ برخلاف عام رواج آپ کے کُل دیوان سے انتخاب نہیں کئے گئے، کیونکہ محنت زیادہ تھی، اور نتیجہ عبث، نہ ہمیں اپنے طرزِ انتخاب سے برہمن کے ترادشِ خیال کا محض منتخب شاندار پہلو دکھانا منظور تھا، بلکہ یہ انتخاب اِس طرح کیا گیا ہے، کہ دیوان سامنے رکھ لیا، اور جو جو شعر جس جس مفہوم کا پایا، اُسے چُن لیا، کہ اِس سے بہتر طرزِ کلام کا اندازہ اور بیان کا نمونہ اور کسی طرح نہ ہوسکتا تھا، اور یہ خاص التزام رکھا گیا ہے، کہ کلیات میں کسی دیگر شاعر کے کلام سے کوئی مدِ مضمون نہیں لی گئی، اِس طرح سے برہمن کے کلامِ شریف کا بہت سا حصّہ اس قرعہ اندازی کے انتخاب میں آگیا اور یہ ٹھیک ایسا ہی ہوا ہے

من زغرّاں مغز را برداشتم   اُستخواں پیشِ سگاں انداختم

صنعتِ طباق یا تضاد

سب سے اوّل یہ صنعت ہے، اِس کے فرع صنعت طباق ہے، یہ دو لفظ جنکے معنی مختلف ہوں ایک جگہ جمع ہونے سے بن جاتی ہے، برہمن کے ہاں دیوان بھرا پڑا ہے، ایک دو سُنئے:۔

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند   این ہمہ قابلِ عفو اند چہ بخشندہ کیست
ہرگز بجائے پائے نگارے نمیرسد   آں سر کہ خاکسار تر از نقشِ پا نشست
پریشاں کاکلش جمعیتِ دلہائے ما باشد   پریشانی بہر جائے کہ باشد جائے ما باشد
تبسّم شکر افشاں شود بجانبِ غیر   دہے نمک بدلِ خستۂ دلِ کبابِ دہد

تو در طریق محبت کج آمدی صد بار　　　وگرنہ راستی راہ رہنما باشد

صنعت طباق سلبی

یہ صنعت، صنعت طباق کی دوسری قسم ہے، جہاں دو فعل ایک مصدر کے آجائیں، پہلا مثبت ہو، دوسرا منفی، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے ؎

چوں آفتاب جہاں گشتی و گشتی سیر　　　فراغ اگر طلبی سایہ کلاہ طلب

صنعت مقابلہ

دو معنی یا زیادہ، جو متضاد نہ ہوں، ایک جگہ ہوں، اس کے بعد دو ایسے لفظ ہوں، کہ وہ علی الترتیب پہلے دونوں الفاظ کی ضد ہوں (یہ مقابلہ تین اور چار معنوں میں بھی ہو سکتا ہے) ہونے سے کلام میں صنعت مقابلہ پیدا ہو جاتی ہے، برہمن کے کلام کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے جس سے دیوان بہار ابر ہی خود دیکھیے اور لطف اٹھائیے ---

صنعت مراعات النظیر

یہ صنعت ایسے الفاظ کے جمع ہو جانے سے کہ جو آپس میں باہم مناسبت رکھتے ہوں، پیدا ہو جاتی ہے، اور یہ وہی صنعت ہے کہ جس سے نا اہلوں نے فارسی و اردو شاعری کے نازک کل پرزے توڑ دیئے، قدمائے فارس نے اس صنعت کا استعمال نہایت خوبی کے ساتھ کیا، جب ضرورت نے دیوانہ بنایا، جھٹ ٹھوکر کھائی، شعرائے متاخرین کے سر پر اس صنعت کا بھوت سوار ہو گیا، کیونکہ انہوں نے اسے سرمایۂ کمالات سمجھا، میرزا امانت لکھنوی نے یہ بپایں صنعت ایسی دلیل کی کہ کلام سے نفرت ہو گئی، اس پر بھی اس صنعت کے یہ پیغمبر سمجھے جاتے ہیں، دراصل شاعری کی صنعتیں آمد میں لطف دیتی ہیں، جہاں آورد نے زور مارا، آسمان سے زمین پر آن گرا، مولوی محمد حسین آزاد دہلوی کی زبان نے یہ صفت عالم بالا سے پائی تھی، اُن کے کلام کا قبولِ عام اسی راز میں پنہاں ہے، نظم میں پنڈت دیا شنکر نسیم نے اس صنعت کا آگے کے لئے خاتمہ کر دیا، اب ابتذال ہی ابتذال ہے،

اس صنعت کا جلوس ایران سے چلا، اور لکھنو کی سرزمین میں آکر دفن ہو گیا،

چونکہ رائے صاحب آمد سخن کے سرمایہ دار تھے، اس سے اُن کا خزانہ اس دولت سے مالامال ہے، نقادی نے ان کا نقد سخن محک خالص پر رکھا، اس لئے کوئی کھوٹہ یا مشتبہ سکہ ان کے خزانے میں داخل نہ ہونے پایا، ہم اس خزانے کے کلید بردار ہیں، آپ کو اس کا نظارہ دکھلانا چاہتے ہیں:-

زلف مشکینش پریشان کرد سنبل را بخاک — طرۂ او صد گرہ بر طرۂ شمشاد بست

زبس کہ دوختم و پارہ ساختم صد بار — ز چاک سینۂ من در دل رفو گرہ است

بر دل مجروح ناخن زن کہ در بزم فراق — احتیاج ساز چنگ نالہ مضراب نیست

برہمن این غزل تازہ را دگر رنگے است — گر خیال لبش بر دل کباب گذشت

عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگ گل — چون لالہ رو شناس محبت بداغ نیست

قابل صید نہ ورنہ بہر سو کہ نہ دوی — دانہ و دام درین مرحلہ انداختہ اند

دل من داغ از آن لالہ عذارے دارد — ز گل داغ درین باغ بہارے دارد

خلوت آن باشد کہ در کثرت بدست آید ترا — مرد دانا در میان عالمے تنہا نشست

دل صاحبدلان آئینہ سا باشد — در آن آئینہ پیدا صورت ہر مدعا باشد

کسے دارد از بہار عشق سامانے کہ من دارم — شود گل داغ از این چاک گریبانے کہ من دارم

ہمیں بعذر ز لبہائے عذر خواہ کنیم — بلذت گرمش رغبت گناہ کنیم

فریغ دل کجے ترود از دام ہوائے تو بردن — خویش را بستہ بیک رشتہ احسان دارم

با صد زبان بیان خصوصیت نکو بود — با پیچ و تاب زلف تو چون شانہ ساختم

صنعت تشابہ الاطراف

کلام کا اس طرح سے دوسری شے کے ساتھ تمام کرنا ہے کہ جو ابتدا کے ساتھ نسبت رکھتی ہو، ایسے ہی کلام کا نام یہ صنعت ہے، برہمن کی یہ صنعت دیکھنے کے قابل ہے:-

رنگ رُخِ تو آب دہ چہرہ گل است | زُلفِ کجِ تو تاب دہ شاخِ سنبل است
ما را ز فیضِ گریہ بہارے بدامنست | وز آتشِ نہفتہ شرارے بدامنست
مرا ز زلفِ دلآویزِ تارِ مو کافیست | تبسمے ز لبِ یار تند خو کافیست

صنعتِ رجوع اِس طرح پیدا ہوتی ہے کہ کلامِ اوّل کو کسی فائدہ کی خاطر رد اور باطل کر کے دوسرے کلام کی طرف متوجہ ہوں:-

بزلفش گفتے تا ہم دا دِ نسبت چند سنبل را | کہ اینجا ہیچ دیگر باید و تا سے دگر باید

صنعتِ ایہام یہ ایک لفظ کے دو معنی ہونے سے پیدا ہوتی ہے، ایک معنی مراد ہوں اور دوسرے نہ ہوں، لیکن مقدم اور موخر الفاظ سے مناسبت ہو۔ کہتے ہیں کہ قدما کے کلام میں یہ صنعت نہیں پائی جاتی۔ سلمان ساوجی اِس صنعت کا آدم ہے، لیکن غلو کی زیادتی سے اولاد بدصورت پیدا ہوئی۔ خواجہ حافظ نے اسے بہت کم برتا ہے، مگر اچھا برتا، لیکن حق یہ ہے کہ برہمن نے اِس صنعت کے وہم سے اپنے کلام کے ایسے پَر لگائے کہ وہ زمین سے عالمِ بالا پر جا پہنچا۔ برہمن کا کلام بے ساختگی اور بے تکلفی کا مرہونِ احسان ہے، اِس لیے اُن کی زبان سراپا حسن ہے۔ یہ صنعتِ مضمون بندی کی اعلیٰ صنعت خیال کی جاتی ہے۔ بیانِ برہمن کی خوبصورتی دیکھیے:-

ہرگز بکام کس نہ بدجز عشقِ مراد | این دورِ روزگار ندانم بکام کیست
در میانِ سر کشیِ بیدلاں اُفتادہ اند | زُلفِ خود را تاب کم دہ کہ بازار نابیست
عالم تمام گشت و نشد علمِ اُو تمام | حرفے نگفت و حجت دانا تمام شد
فروغِ صبحِ سعادت بود نصیب کسے | کہ تا رحیمِ شبہائے تار سے بندد
جز این قدر کہ کُند مائلِ پریشانی | بزُلفِ نسبتِ بادِ صبا نفہمیدم

صنعتِ جمع و تفریق یہ صنعت جمع اور تفریق کے ایک جگہ جمع ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ برہمن اِس حساب سے سب سے بازی لے گئے۔

یہ طریقِ حل سمجھنے کے قابل ہے

ما ہیم و سرمایہ دیوارِ برہمن — کنجِ الم و مسکنِ ما کس نگرفت
سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب — کہ خامہ ام ز کجی ہا بہ نخلِ طور رسید ما
با رخ و زلفِ تو ام خواہشِ سحر و شامے نیست — بجائے تو خواہشِ آغازے و انجامے نیست

صنعتِ عکس و تبدیل — جب الفاظ مقدم آجانے کے بعد مؤخر آئیں، تو یہ صنعت کلام میں پیدا ہو جاتی ہے، چند عکس اتارے جاتے ہیں:-

سرگشتہ نگاہِ تغافل پسند اوست — چشمے کہ آشنائے ادائے تغافل است
شکستِ زلفِ تو در ہر شکن بہ پیچ و تاب — دلِ شکستہ دلاں را ہزار بار شکست
دلِ کسے بلیم بجائے خود نمیدانم کجا است — ازیں قدر بدانم کہ از جائے بجائے رفتہ است
کسے کہ دل بہ خمِ تارِ زلفِ او پیچید — دریں خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید
آہوئے چشمِ تو چشمِ آہواں را خیرہ کرد — آہواں صیدِ تو و من صیدِ آہوئے تو ام
شاید ہمیں نفسِ نفسِ واپسیں بود — غفلت ز احتیاطِ نفس بہ نفس مکن
گر از تو جفا رفت نباید گلہ از من — آئینِ جفا از تو خوش و حوصلہ از من
تمنا ز سد ہر کہ مدعا طلبست — چہ مدعا ست بہ از ترکِ مدعا کردن
ز روئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ — پیشِ روئے او کجا باشد وجودِ آئینہ

صنعتِ مبالغہ مقبولہ — کسی بات کے ناممکن درجہ پر پہنچ جانے سے کلام میں جو خوبی پیدا ہوتی ہے، وہ یہی صنعت ہے، اس کا کمال صاحبِ خیال ہی خیال میں لا سکتے ہیں، برہمن کے تخیلات پر غور کیجیے:-

شبے خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت
کسے کہ دل بخمِ تارِ زلفِ او پیچید — دریں خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید
ز تلخہائے شیریں آنچہ بر فرہاد می آید (سبحان اللہ) اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد می آید

تا پائے نہادیم برہمن بر رہِ عشق — کو بین باندازہ یک گام گرفتیم

صنعتِ مذہب الکلامی یہ صنعت سمجھنے کے لئے علم منطق کا جاننا ضروری ہے، جو یہ بطور دلیل کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو جانے سے بن جاتی ہے، برہمن کا دیوان بھرا پڑا ہے۔

صنعتِ حسن التعلیل اس کی اصلیت یہ ہے کہ ایک چیز کسی چیز کی علت فرض کر لی جائے جو حقیقتاً اس کی علت نہ ہو، یہ صنعت تخیل کی بلندی پر دازی سے پیدا ہوتی ہے، شاعر وہی ہے، کہ جس کی قوتِ تخیل ایسے مقام تک پہنچ جائے کہ جہاں تک کسی اور کا خیال نہ پہنچ سکے، اس صنعت میں اس وقت ایک خاص لطافت پیدا ہو جاتی ہے جب وہ وصف کبھی جس کی علت بیان کرتی ہے تخیل پر مبنی ہو، یہ صنعت کلام برہمن کی مایہ حسن ہے:-

بینائی درست طلب کن کہ آفتاب — آفاق را بدیدہ بینا گرفتہ است

صنعتِ لف و نشر مرتب (لپیٹنا اور پھیلانا) یہ صنعت پہلے چند چیزیں (لف کہلاتی ہیں) مذکور ہونے، بعد اُس کے منسوبات (نشر) بیان ہونے سے پیدا ہو جاتی ہے، اعلیٰ قسم وہ ہے کہ ایک کلام میں کئی لف اور نشر جمع ہوں،

نقادانِ سخن نے فردوسی کے کلام میں "لف و نشر" کی صنعت میں اشعار مندرجہ ذیل بے نظیر بیان کئے ہیں:-

بروز نبرد آں یلاں ارجمند — بہ شمشیر و خنجر بہ گرز و کمند
دریدہ، بریدہ، شکست و ببست — یلاں را سر و سینہ و پا و دست

مگر جب ان اشعار پر غور کیا جاتا ہے، تو لف و نشر کا اس سے بدتر استعمال اور کہیں نہیں پایا جاتا اگر اسے صنعت سمجھا جائے، تو کیونکر سمجھا جائے،

اول، تو یہ لف و نشر غیر مرتب ہے، اور یہ صنعت ادنیٰ ہے، اور یہ بھی غلط ہے،

دوسرے، صنعتوں کے شوقِ استعمال نے مضمون کی خوبی زائل کر دی کہ صریح بناوٹ پائی جاتی ہے، کیونکہ جب ایک جسم پر شمشیر، خنجر اور گرز اپنا کام تمام کر چکے، تو پھر کمند کی کہاں دست درازی ہو سکتی ہے؟ اور ضرورت بھی کیا ہے؟

تیسرے، شماریں گو تینوں شعروں میں چار چار چیزیں شمار کر دی گئیں، مگر نشر فردوسی انہیں سمجھا سکا، کیونکہ "گرز" کی چوٹ کہیں پڑی ہی نہیں محض خالی پڑا رہا کمند کا وار "پا" "دست" پر پڑا ایک لف" کے لئے "دو نشر" لے گئے یہ سخت نقص ہے۔

چوتھے، اگر یہ تاویل کی جائے کہ "لف" سوم یعنی گرز "نشر" "پا" پر پڑتا ہے، اور لف چہارم "کمند" نشر چہارم "دست" کو قابو میں لاتا ہے، تو ہمیں اس نہایت مذموم و غلط تاویل کے لئے یہ لکھنا پڑتا ہے کہ گرز کا جائے استعمال "سر" ہے، نہ کہ "پا" اور اگر کوئی یہ تاویل کرے، کہ یہ ایک ایک چیز ایک ایک انسان کے لئے استعمال کی گئی تھی، تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ گرز بلا ضرورت کیوں سجایا گیا۔

پانچویں، جب گرز کا استعمال ہوا ہی نہیں، تو "شکست" بھی غیر نتیجہ رہا، اور مبدا کی خبر گم ہو گئی دنیا کی سب سے اوّل مشہور کردہ لف و نشر کی یہ حالت ہے۔

بھاشا کی شاعری[ل] جذبات اور اثرات سے مالا مال ہے، اور جس قدر ترنم اور موسیقی اس زبان میں ہے کسی دوسری زبان کو میسر نہیں، اور اس کی وجہ یہ ہے، کہ جیسا عاشق اس زبان کو شاعری کا ملا ہے وہ کسی اور زبان کو نصیب نہیں ہوا، کیونکہ جنسِ قوی کو ہلاک کرنے کے لئے اس سے زیادہ سریع الاثر کوئی چیز نہیں، کہ جنسِ لطیف کی طرف سے اظہارِ تعشق ہو۔"

"جس طرح اردو میں شاعروں کی بھرمار ہے، اس سے کچھ کم بھاشا میں بھی ہے لیکن مستند اور مشہور صرف چند ہیں، تلسی داس، سورداس، کالیداس کو ہر شخص جانتا

ل۔ جذباتِ بھاشا، نیاز محمد خان نیاز فتحپوری صفحہ ۲۳ (کرجو اپنے تعصبِ قومی کے لئے ملک بھر میں بدنام ہے)

ہے، اور واقعی امر یہ ہے کہ یہ اُن کے جذباتِ الوہیت کے اظہار میں بے مثل گذرے ہیں، ..... بہ لحاظ اندازِ بیان، تشبیہات و استعارات، خیالات و جذبات بہ زبان کس قدر عمیق ہے، ایسے سخت متعصب کی زبان سے بھاشا کی شاعری کی داد اصلیت کا رد ہے،

دُنیائے شاعری میں جس خوبی و عمدگی کے ساتھ صنعتوں کا استعمال بھاشا کی شاعری میں کیا گیا ہے، وہ ہر زبان کے ہر سخندان کو دیکھنا اور سیکھنا چاہیے، صنعتِ لف و نشر کے استعمال کا بے نظیر و لاجواب ہونا اس زبان کی خوبی کا پتہ دیتا ہے ؎

امی ہلاہل مد بھرے سوہت شام رتنار ۔۔۔ جیوت امرت جھکت جھکت پرت جیوں جوت اکبار

ترتیب کی خوبی کے ساتھ اثر دیکھیے، حقیقت کا آئینہ ایسا ہوتا ہے، چند لفظ ہیں،

یہی جذباتِ حقیقی اور حسیاتِ وجدانی طرزِ بیان اور جدّتِ کلام کلامِ برہمن میں پائے جاتے ہیں، آپ کے اشعار کی خوبی بیان کرنے کے لئے ایک دفتر بھی ناکافی ہے، اُس کا لف و نشر دیکھیے ! ۔

در بہارے کہ خزاں دست و گریبان باشد ۔۔۔ لب خندہ شگفتہ دیدۂ گریاں باید

ز گریہ چشم برہمن سپید گشت و سفید ۔۔۔ کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ

پیش تابِ زلف و روے او کرا باشد قرار ۔۔۔ شانہ درہم میشود آئینہ مے آید بہ تنگ

صنائع لفظی ۔ یہ کلام کی اُن صنعتوں کی خوبی کا نام ہے، جو ترتیبِ الفاظ سے نکلتی ہیں، برہمن کا کلام صنائع لفظی کا مخزن ہے، اور ایسا دلآویز ہے کہ خیال کی پرواز جوں جوں بلند ہوتی چلی جاتی ہے، یہ خوبیاں نمایاں نظر آتی ہیں دیکھیے اور لطف لیجیے، چند لکھی جاتی ہیں

صنعتِ تجنیس خطی ۔ تجنیس خطی وہ ہے کہ دونوں لفظ لکھنے میں ہمشکل ہوں، کلامِ برہمن کی یہ صورت دیدہ بینا سے دیکھیے ! ۔

تو دادی خطِ آزادی براے سرو و سوسن ہم — گرفتی خطِ عہدہ بندگی از قمری من ہم

عاشق مشو کہ شہرۂ ایام مے شوی — بدنام خاص و عام بایں نام مبتذی

صنعتِ سیاقۃ الاعداد کلام میں "عدد" مذکور ہونے سے پیش آجاتی ہے۔ سید انشا اپنی اس صنعت کے استعمال پر اپنا کمالِ قابلیت ظاہر کیا کرتے تھے۔ اور یہ شعر سند میں پڑھا کرتے تھے ؎

ایک دو تین چار پانچ چھ سات — آٹھ نو دس ہوئے بس انشا بس

اگر اس صنعت کی یہی خوبی ہے کہ جو اس شعر میں مکمل نمایاں ہے، تو ہمیں لامحالہ ماننا پڑے گا کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے شاعروں کا تمام وقت بیکار کھو دیا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ شوقِ استعمالِ صنعت نے بیان اور زبان کی دھجیاں اڑائیں۔

حالی اس صنعت کے متعلق یہ رائے قائم کرتا ہے، کہ تمام دواوین دیکھنے کے بعد حسبِ ذیل ایک شعر انتخاب کیا ہے ؎

یہ جو چشمِ پُر آب ہیں دونو — ایک خانہ خراب ہیں دونو

یہ شعر حالی کے عشقِ مجازی کے رجحان کا پتہ دیتا ہے، ورنہ یہ آنکھیں تو گریہ و زاری کا عمل کر کے بڑے بڑے عالموں کو نجات دلوا دیتی ہیں پھر یہ خانہ خراب کس طرح ہوئیں، یہ خانہ آباد ہیں، اور جبکہ پہلے مصرع میں لفظ "دونو" آگیا تھا، دوسرے مصرع میں تکرار مذکور ہر صرف خطا ہے۔ اعداد کا مذکور جس خوبی کے ساتھ نسیم لکھنوی نے کیا ہے، اردو شاعری میں کم ہے ملاحظہ ہو ؎

وہ ہاتھ میں چاروں انسے لوٹے — پنجے میں پھنسے تو چھٹ کے چھوٹے

برہمن کو ان شعرا کی طرح صنعتوں کے استعمال کا جنون نہ تھا، وہ مطلب ادا کرتا تھا، اور اس کے ساتھ صنائع و بدائع خود بخود پیدا ہوتی چلی جاتی تھیں، اور ایسی کہ جواب نہیں، یہ مذکور سنئے!

تا بزم تو چند ایک دو سہ روز سے بفرود — نہ ہوائے گل و نے شوقِ گلستان دارم

ہان وام کن از باد صبا یک دو دستہ گاسے | در کوئے طلب فکر تامل بہر د راہ
دو عالم را کتاب قدرت او یک ورق پیدا | بود زآں یک ورق یک نقطہ عشق انتخاب برہمن

فی البدیہہ یہ کمال اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے ۔ بقتہ سنئے :-
دو روزے منشی چندر بھان برہمن و منشی پھاگ مل سہگل در کوچہ لاہور
سے گذشتند ناگاہ یک معشوقہ پری رخسار کہ در لطافت حسن بے نظیر بود ' روئے از غرفہ ہمچو آفتاب
خورشید درخشاں بدر آورد ' و نظر منشی پھاگ مل بر آں افتاد ' بدیہہ گفت :-

پھاگ مل :- ماہ روئے دیدم اندر غرفۂ
رائے چندر بھان :- شوخ چشمے دلربائے طرفۂ
پھاگ مل :- موجب باشد کہ رو با ما کند
رائے چندر بھان :- عطۂ یا خندۂ یا حرفۂ

(منقول از بیاض منشی پھاگ مل مقبوضہ سابقہ لکھپت رائے ولد ملک روشن رائے
بن جادو رائے قوم سہگل قانونگو انسکر پور و سوہرہ والہ بندۂ بادشاہی مقبوضہ حال مولوی
سراج الدین صاحب آذر ایم اے ' پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور)

حذف حرف عطف شاعری حروف عطف کے بغیر ناممکن ہے ۔ جس کی زبان ایسے
کلام لکھنے پر قادر ہے ' اس کی اہل زبان بھی قدر فرماتے ہیں '
صاحب گلزار نسیم اس صفت کے بادشاہ ہیں :-

خالق نے دیئے تھے چار فرزند | دانا ' عالم ' ذکی ' خردمند
گھوڑا ' جوڑا ' الغند ' ٹوپی | جو جو شئے چاہیے تھی سے لی
تیا ' تھل ' گوند ' چھال ' لکڑی | اس پیڑ سے سے کے راہ پکڑی

نواب میرزا شوق لکھنوی نے اپنی زبان اپنے مخصوص گند و مذاق سے ایسی پلید
بنا دی ہے کہ اس کا ذکر کرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے ' اس کی مصروفیت عشق و محبت کے

مخربِ اخلاق حیا سوز لٹریچر تک محدود رہی، زبان کا ناجائز استعمال اس سے بڑھ کر شاید ہی کسی قوم کی شاعری میں ملے، ہم اس کے فحش اور گندہ بازاروں سے بچ بچا کر اس کے دو شعر درج کرتے ہیں، زبان کی خوبی اور مضمون کا ذم دونوں معلوم ہو جائیں گے ؎

ناک میں نیم کا فقط تنکا — شوخی، چالاکی، مقتضا سِن کا
سینہ پر دونوں چھاتیاں اُٹھل — اونچی، چکنی، کڑی، کراری، گول

اِس کا کلام ایسا فحش تھا کہ دربارِ واجد علی شاہ بھی وجد میں آتا تھا، مگر تہذیب گورنمنٹ نے ملکِ تہذیب پر بڑا احسان کیا، کہ اس کی اشاعت ممنوع قرار دی گئی، اردو شاعری کا نام بدنام ہے، برہمن برخلاف معمول دیگر شعرا ایسے حشو و زوائد سے بڑے گھبراتے ہیں، انہیں جب ہی لطف آتا ہے، جبکہ وہ ایسے سخت سقم سے اپنا کلام پاک پاتے ہیں، یہ لطف دیکھئے ؎

سرِ شوریدہ، دلِ آزردہ، دماغِ افسردہ — من از اسبابِ جہاں ایں سر و سامان دارم
ز صد رہ می درآید تا بدروازہ دلِ عاشق — نگارے، چابکے، شوخے، بتے، نامہربانِ من
ہر کس گرچہ تواں داد آساں جانِ شیریں را — بیا بارے گلعذارے تند خوئے مے تواں دادن
دیدم صنمے، ماہ رُخے، لب شکرے — کافر بچہ، عشوہ فروشے، نمکینے

استعمالِ اضافت

زبانِ فارسی میں اضافت ہی ایک ایسی چیز ہے، کہ جو طوالتِ مضمون کی دشمن ہے، اس کا استعمال جائز اگر مشکل نہیں، تو آسان بھی نہیں، یہ خوبی برہمن کے کلام کا خاص جوہر ہے، جوہری کلام دیکھ کر اس لطافت سے پورا لطف اٹھائیں گے، نمونہ بیان یہاں بھی دیا جاتا ہے،

لبِ لعلِ بتاں اصلِ علاجِ دردِ ما باشد — مئے رنگیں نشاط افزا بود دلہائے خستہ را
صحبتِ صافی نہاداں را صفائے دیگر است — صیقلِ زنگِ ہوائے نفسِ شیطانی درست
دماغِ مستِ پیر مغاں بماند مرا — کہ جامِ خونِ جگر لذتے نہ گزارد

کلام کی صنعتوں کی کثرت مزید تشریحات سے احتراز کا باعث ہوئی

برہمن درد دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد
متاعِ رائگاں وجنسِ ارزانے کہ من دارم

کلامِ برہمن دیکھ کر ہمارا ارادہ تھا کہ ہم صنائع معنوی و لفظی کی ہر صنعت کے متعلق بسبیل اجمال کچھ لکھیں اور کلامِ برہمن سے اسکی توضیح کریں، چنانچہ ہمنے مطالعہ کلام کے وقت جا بجا نشانات کر دیئے تھے، اور علم بدیع کی تقریباً جملہ صنعتوں کے متعلق بے شمار اشعار شمار میں آ گئے تھے،

اب جب ہم نے اس ارادہ کی تکمیل کے لئے وہ اشعار جمع کئے تو ایک ہزار اشعار اپنی داد کے خواہاں نکلے، طوالت نے ارادہ پست کیا، پھر یہ مشورہ دیا کہ اگر ہر صنعت کے متعلق محض دو دو اشعار لکھدیئے جائیں، کلام ہلکا ہو جائے، ہم نے علم صنائع معنوی کی کل صنعتیں شمار کیں، ۳۵ بڑی صنعتیں نکلیں، جن میں سے بعض بعض کی تین تین چار چار قسمیں ہیں، گویا سو کے قریب یہ صنعتیں ہیں، ایسی ہی صنائع لفظی کی ۰۰ کے قریب صنعتیں ہیں، بقول برہمن کہنا پڑتا ہے

برہمن در دکانِ نکتہ سنجاں کے بہا دارد
متاعِ رائگاں وجنسِ ارزانے کہ من دارم

پس صنائع معنوی اور لفظی کی معمولی صنعتیں ۱۷۰ کے قریب ہیں، اگر ان کی مثال میں دو دو اشعار درج کئے جائیں، تو ۳۴۰ اشعار پھر بھی انتخاب کرنا پڑینگے، یہ صورت بھی باعثِ طوالت دیکھی، ہمدردوں نے مشورہ دیا، کہ جب آپ تمام کلام چھاپ رہے ہیں، تو محاکمہ میں اگر اس طرح صنعتوں پر بحث کی گئی تمام کلام ادھر آ جائے گا، چند ضروری ضروری صنعتوں کے متعلق روشنی ڈالئے اور یہ دیگر تمام کام اہلِ سخن کے لئے وقف کیجئے، جسے شوق ہوگا، خود دیکھ لے گا، یہ مشورہ گو مختصر تھا، مگر طوالت کا دشمن، چونکہ زندگانی اور محاکمہ کی طوالت نے اس مشورہ کی تائید کی، اس لئے ہم نے اپنا ارادہ ترک کر دیا، مگر جس قدر لکھا جا چکا تھا اُسے رہنے دیا،

برہمن کا کلام حد سے زیادہ مختصر ہے، اور وہ عادتاً مختصر تحریر کے عاشق ہیں، اس لئے انکی طبعیت کے موافق یہ کام ہوا،

مگر ہم یہاں اِس قدر ضرور عرض کریں گے، کہ ممالک ایران و توران اور بالخصوص ہندوستان میں اِن کے کلام کے صنائع و بدائع پر ضرور غور کیا جائے، تاکہ زبانِ فارسی و اُردو میں صنائع و بدائع کے صحیح استعمال کرنے کی صلاحیت پیدا ہو، اور اِن صنعتوں سے وہیں تک کام لیں جہاں تک کہ مطلب میں طوالت نہ ہو، اور مضمون میں پیچ نہ پڑے، اگر وقت نے مساعدت کی تو علم صنائع و بدائع پر جو مضمون تیار ہیں، اُن میں ارادہ پورا کیا جائیگا،

تشبیہات و استعارات اور فارسی کا اندازِ قدیم

سخن چو طوطیِ شکّر زباں توان گفتن
وگرنہ ہست بسے در نوازیانِ چو ہیچ

تحریرانِ تشبیہ و استعارہ کا آدم مائی ویدبانی (سنسکرت) کے گھر میں پیدا ہوا، وہیں کھولا پھلا، اور وہیں نشو ونما پاکر ویدار آچاریوں اور گوروں کی تعلیم تربیت حاصل کی، یہ ہر دو[1] سعادت مند بیٹے اشارہ و کنایہ پر کام کرتے تھے، اور تشبیہ پر جان دیتے تھے، وہ اُن پر مہربان، یہ اُن پر قربان، اُن کا فرض تھا کہ کھرے سے کھرے، اَدق سے اَدق اور خشک سے خشک مضامین معمولی اور ادنیٰ فہم و فراست کے دماغوں میں ایسے اثر سے پہنچائیں، کہ دُنیا بھر کی جہالت و طاقت اگر مقابلہ میں آئے تو پیٹھ دکھائے، چنانچہ کروڑوں برس تک یہ اِس کے نتیجہ سے فیض اُٹھاتے رہے تو پھولے اور پھلے ہے۔ شعرائے فارس ابتداً اسی عقیدے کے مقلد تھے" وہاں چھوٹے چھوٹے فقرے اصل مطلب ادا کرتے ہیں، سادی عبارتیں، استعارہ تشبیہ اور مبالغہ کی رنگ آمیزی سے پاک ہیں، مُرادف فقرہ یا مرادف لفظ کا نام نہیں، جو ہیں مطلب کی باتیں ہیں، رودکی نے زیادہ ہاتھ نہ لگایا، سنہ[2] ھ

---

[1] "سنسکرت اور اصل فارسی ژند و استا کی زبان ارین کے رشتہ سے ایک دادا کی اولاد ہیں"... اب ایرانی بہن کی داستان سنو! ... کتب مذکورہ دونوں زبانوں کا لفظی اتفاق ہی نہیں ثابت کرتیں، بلکہ اُن کے اتحاد و اعتقاد پر بھی شہادت دیتی ہیں، جو چار برن ہندوؤں میں ہیں، وہی ایران میں تھے اجرام آسمانی کی عظمت واجب تھی، حیوانات بے آزار کا مارنا گناہ عظیم تھا، تناسخ کا مسئلہ دونوں میں یکساں تھا، آتش، آب، خاک، باد، ابر، بجلی، گرج، ہوا، وغیرہ وغیرہ اشیاء کے لئے ایک ایک دیوتا مانا ہوا تھا"، اس کے آگے مولوی آزاد مرحوم کہ جو ایک ممتاز قابل ہستی تھی، اپنی سخندانِ پارس میں اسطرح ارقام فرماتے ہیں،
دیکھو صفحہ ۲۲۸

[2] سخندانِ فارسی آزاد دہلوی

میں بیہقی نے اصلیت سے ہٹا کر اپنی طرف اُٹھایا، سنہ ۵۵۱ھ میں قاضی حمید ابوبکر نے مقاماتِ حمیدی اُس عہد کی یادگار چھوڑی، متواتر مترادف الفاظ، مشکل لغات، اُس پر اضافتوں کی اُلٹ پھیر، محاورہ مفقود ہو گیا، زبان کو فارسیت سے واسطہ نہ رہا، عربی لفظوں کی یہ بہتات ہے گویا ترکستان عرب سے آندھی اُٹھی، سنہ ۶۵۸ھ میں علاؤالدین نے اُس عہد کی فارسی کی یادگار تاریخ جہانگشا میں چھوڑی، عبارتوں کو پڑھو، الفاظ بہت آگئے ہیں مگر یہ حالت ہے گویا پلاؤ میں نمک کوٹ کر ڈالا ہے، کسی نوالے میں ٹھیک، کسی میں کنکر سا مُنہ میں آگیا، اور کوئی بالکل پھیکا، فقروں کی استخوان بندی ہے، سنہ ھ میں استعارہ اور تشبیہ کی گلکاری اور خیالاتِ بہاری، گل، بلبل، نغمہ، چمن، گلشن، سبزہ، شبنم، مے، جام، صراحی وغیرہ وغیرہ سے کاغذی تختے گلزار نظر آتے ہیں، مگر ... اندر کچھ نہیں، اور حقیقت میں لفظوں کی بہار تھی، اور معنوں کی خزاں سنہ ۶۹۹ھ میں عبداللہ وصاف نے بڑا زور مارا، مگر فقط لفاظی اور لغت بازی ہے، عربی، فارسی، ترکی لفظوں کا حشر برپا ہے، استعارہ اور تشبیہ کی اس قدر بہتات کہ مطلب گم ہو گیا، عبارت کو مقفیٰ کیا، اور ہر فقرہ پر اُس کا ہم معنی فقرہ اور سوار کیا، افسوس یہیں سے شروع ہوتا ہے کہ فقرے طولانی ہو گئے، مطلب صنائع و بدائع، تشبیہ و استعارہ میں اُلجھ کر پیچ در پیچ ہو گئے، لغات کی بہتات لفظوں کے مبالغے اصلیتِ حال پر پردہ ہو گئے، زبان واقعیت میں اپاہج ہو گئی، وہ چھوٹے چھوٹے فقرے، کلام کا اختصار، بے تکلفی، سادگی اور حقیقت نگاری کا ضعف ایسا گیا کہ آج تک ملک کی زبان اس قصور سے ملکوں میں بدنام ہے، امیر خسرو دہلوی کے صفحے کے صفحے دیکھو، فقط لفظوں کی چہاں و چنیں ہے اُسے سر کا در تو کچھ بھی نہیں، اس کے بعد اعجازِ خسروی پڑھیے، اوّل سے آخر تک ایہام، مراعات النظیر

بقیہ:- جس کے اظہار کے لئے خاص خاص طریقے تھے یا دہلی کے درست تھے جس کو وہ اپنی اصطلاح میں گاتھا کہتے تھے یہ وہی لفظ ہے جس کے نام پر یہاں گیتا اچھی کتاب ہے کیونکہ اس میں یا دہلی کے گیت ہیں، ایرانی بس سو ایران میں پہلے اسلام کے ہاتھ سے وہ صدمہ گذر رہا تھا جو کہ یہاں دو سو برس بعد گذرا، اور اس سے اس کی حیثیت بالکل بدل گئی تھی بہرحال یہاں وہ اسی حالت کے ساتھ پہنچی کہ عربی اور ترکی الفاظ اور بہت سی لفظی اور ترکیبی تبدیلیوں کے سبب سے اُس کی صورت پہچانی جاتی تھی۔

(آبِ حیات آزاد مرحوم)

طباق، تضاد وغیرہ وغیرہ صنائع و بدائع میں لُغت بازی اور جگت بازی کا مینہ برس رہا ہے۔ اِس دھواں دھار میں تاریخی آگاہی، اخلاقی تاثیر، علمی مسائل، مذہبی ہدایت کچھ نظر نہیں آتی لفظوں ہی لفظوں میں ساری دُنیا تمام ہے۔ خزائن التاریخ میں بھی یہی ہتھکنڈے چلے جاتے ہیں۔ صفحے صفحے ڈھونڈ ڈھونڈھیے جگت بازی کرکے آدھی سطر کام کی آتی ہے۔ روضۃ الصفا میر اخوند شاہ نے سنہ ۹۰۳ھ کے اندر لکھی، وہ بھی اِسی انداز میں ہے۔ حبیب السیر غیاث الدین نے اُن ہی دنوں مرتب کی، طولِ کلام اِس قدر ہے کہ اکثر جگہ صفحے کی خاک چھان کر مطلب کی دو باتیں نکلتی ہیں۔ تحریرِ رقعہ کتابِ الٰہی کی سنگت میں آ گئی، ہر رقعہ ایک لمبا چوڑا خط، عاشق کی طرف سے معشوق کے نام ہے، مضمون مطلب کچھ نہیں، طولِ کلام اور فقط استعاروں کے پیچ در پیچ ہیں، باقی خیر و عافیت، بے سہارے جسم کے ہوا پر رنگ چڑھائے ہیں، الغرض تذکروں نے ایسا ذوق و شوق پھیلایا کہ تمام تحریریں تشبیہ اور استعارہ میں مسلسل ہو گئیں، کوئی ماجرا، کوئی معاملہ، کوئی رازِ سلطنت نہ رہی، کہ اِس سے خالی ہو، ایسے رنگیں بیانی، نازک خیالی، معنی آفرین کہنے لگے"......
رفتہ رفتہ سادہ نویسی اور سلاستِ عبارت زبان سے گم ہو گئی، بلکہ اصلیت نگاری اور مطلب نویسی کی طاقت اِس میں نہ رہی، اور زبان پر یہ داغ لگ گیا، کہ مبالغہ اور بناوٹ فارسی زبان کا جوہر ہے، "ان بیچاروں کی زبانیں کھوکھلی تھیں، غریب ضعیف بلکہ اپاہج ہو گئیں"

ہم کہاں تک فارسی زبان کی تدریجی خرابی کا بیان کریں، جوں جوں یہ اپنوں سے نکلتی گئی، دُور ہوتی چلی گئی، غرضیکہ بجائے مدح، ذم کا پہلو نکل آیا، بہ قصد و تکلف غرابت، اور غیر معتدل ندرت پیدا کی، جنہوں نے شاعری کے اصلی جوہر کو خاک میں ملا دیا، یہ بھی اپنا دامنِ شرافت و اصلیت چاک کرکے مبتذل اور بازاری بن گئے، اور لطف یہ کہ آجکل کے اہلِ سخن اپنی بدمذاقی سے اسے کمال سمجھتے ہیں ؎

سخن چو طوطیٔ شکر زباں تواں گفتن وگرنہ ہست بسے در نوازیاں ہیچ

برہمن کی مادری زبان اپنی بچھڑی ہوئی بہن سے مغلیہ درباروں میں غرابت و اجنبیت

اِس ملاقات کے وقت دُور ہوئے، دلوں کے پردے کھل گئے، اور دل سے بغلگیر ہوئے، دونوں نے مل کر اپنا اصلی رنگ رُوپ، بول چال، اختیار کیا۔ آپ کے دماغ میں رشیانِ حقیقت نگار، قُدسیانِ اصلیت گفتار اور برہمنانِ فرخندہ شعار کے اشعار حقیقتاً آفتابِ علم کے نور سے نور پہنچا رہے تھے اُن کے لئے کوئی دوسرا راستہ نہ تھا، نہ ضرورت کہ اپنا ہی گھر اِس دولت سے مالا مال تھا، جو مضمون لکھا اُس کی نوعیت کے لحاظ سے اُسی زیور سے آراستہ کیا، کہ جو اُس کے جسم پر موزون تھا، "یہ آمد تھی نہ کہ آورد، یہ بے ضرورت تھی، نہ کہ ضرورتاً" ہمارے ناواقف علماء کے نزدیک گو یہ استعارات و تشبیہات جوہرِ زباں کے نام سے پکارے جائیں گی، مگر یہ در اصل اِس کا طُرّہ امتیاز ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ نیچرل شاعری ہے، اور اِس انداز میں کسی کا رنگ جمنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے، پس اِس جادوگری اور سحر بیانی کے چند طلسمات و مشہورات ملاحظہ ہوں، اور پھر اِن کا کلام بھی اِسی نظر سے دیکھا جائے ؎

سبزۂ خاک نشینم کہ در راہِ نیاز — بر امیدِ نفسِ بادِ صبا کہنہ شدیم

جوہر چو نیست صحبتِ نیکاں ترا چہ سُود — چو سنگ ہم ترازوئے گوہر نشستہ

چشم و دل با صورتِ معنی مقابل میکنم — در پسِ دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق — چوں نو برے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت

سرش بگنبدِ گردوں فرو نمے آید — کسے کہ از خس و خاشاکِ راہ بستر اوست

نوبہار آمد بصحنِ گلستاں خواہم نشست — ہمچو گل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست

غبارِ راہِ تعلق بگردِ شاں نرسد — سبک چو بادِ نسیم اند مردمِ آزاد

کسیکہ خونِ جگر ہمچو غنچہ نوش کند — کشیدہ سر بگریباں زباں خموش کند

چو لالہ داغِ غمِ عشق بر جبیں دارم — چو گل ز لختِ جگر خوں در آستیں دارم

از لباسِ زمانہ عریانیم — ہمچو خورشید و ماہ تابانیم

در خیالِ ناصرئے دل شبہائے فراق — ہمچو ابرِ تیرہ با دیدہ چشمِ گریاں داشتن

بچشمِ اہلِ خرد مرد از ہنر خالی
بود چو شاخِ خزاں دیدہ از ثمر خالی

جدائے سخن کی جدت آمیز ترکیبیں

برہمن در ردیفِ تازہ مضمون تازہ طلبی
نہالِ تازہ زیبا تر نماید نو زمینے را

برہمن کی نازک خیالی، خوبصورت استعارے، نئی نئی تشبیہیں، خوشنما و جدید ترکیبیں، لفظوں کی عمدہ تراشیں، جواب نہیں رکھتیں، اُس وقت کے علماء نے اُن کی نثر کو ظہوری کے نثر سے تشبیہ دی تھی۔ نثرِ ظہوری سب نے پڑھی ہوگی، مگر جدت کا جو لطف آپ نے نظم میں پیدا کیا، وہ اُن کے کلام میں دیکھیے، کہ کیا مجال یہ جدت طرازی، طبعِ نازک پر سخت گذرے، چند جدتیں طبیعتوں کو اُبھارنے کے لئے دکھائی جاتی ہیں:

عجب نباشد اگر باسمندر اُفتد کار
کہ ہست در چمن شعلہ آشیانہ ما

سر بر زند ز جیب خزاں نو بہارِ ما
آخر شود شگفتہ گُلِ انتظارِ ما

فروغِ دل ز فیضِ بادہ روشن شود پیدا
دماغِ رفتہ از سیرِ گلِ گلشن شود پیدا

ہوائے فصلِ گل و موسمِ بہار آنست
گلِ نشاط بداماں میگسار آنست

آتشکدۂ سینۂ ما بر سرِ جوش است
تا رہِ بر دیدۂ ما شعلہ فروش است

حاصلِ ایامِ عمرِ ما پشیمانی بس است
عذر خواہم جرمِ ما تقصیرِ نادانی بس است

ساقیِ بزمِ محبت بسکہ مستی ناز
نقدِ ہوش از دلِ ما بُرد و ساغر برداشت

کدام دل کہ زبان دیدۂ تماشا نیست
کدام دیدہ کہ خون گشتۂ تماشا نیست

سوئے ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست
بتغافل نگہِ مصلحت آمیز بس است

بگرفتاریِ ما سلسلہ در سلسلہ چیست
تار موئے ز سرِ زلفِ دل آویز بس است

آنکس کہ بسر چشم تہیدستیِ دعاست
اوّل در قبول بروئے اثر زند

درمیان چارہ دیبا کجا آید بدست
آں فراغتہا کہ در دلقِ گدا فہمیدہ ایم

تازگیِ خیالات

برہمن نظمِ تو از عالم بالا آید گہر افشاند بر و عقدِ ثریا امروز

جب ہم برہمن کے کلام کا نمونہ اِس شرح پر دیتے ہیں، تو قریب الفہم صنعت کی تشریح بے سُود سمجھی جائے گی، یہ تازگی ایسی نہیں کہ دماغ تر و تازہ نہ کر دے تازہ دل ہو کر سر دُھنیے، پہلے دو شعر سُن لیجیے ؎

گفتی بتازگی غزل تازہ برہمن — ایں طرح تازہ طرز کدام کلام کلیست

بکشاد چو در صحنِ چمن بندِ قبا را — بوئے دگر افزود دم بادِ صبا را

جز غبارِ خط کہ بر آئینہ رویش نشست — ہمنفس کے میتواند بود دُود آئینہ را

خیالِ رُوئے کسے جلوہ کرد چوں خورشید — غرورِ ظلمتِ شبہائے انتظار شکست

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند — ایں ہمہ قابلِ عفو اند چو بخشندہ یکیست

منم کہ با مژہ ناسفتم اشکِ اخگر زیر — وگرنہ شعلہ بایں تار بستن آساں نیست

بر سرِ آزادگاں مانند گل خواہد شگفت — خار صحرائے محبت ناخواہد گذشت

تا در شکنجِ خود نہ کشد سنبلِ خطش — ما را بدر برد نرگسِ مستش ایاغ طیبت

مے دانم اثر از بوئے زلف کیست در شانہ — کہ در مغز نرم امروز بوئے شانہ زد ناخن

فیض مے بارد ازیں بزم برہمن کہ زشوق — بر تنم ہر سرِ مو ناطق و گویا باشد

دلم چو خواست بحجبت آشنا گردد — صبا حکایتِ لطف تو درمیاں آورد

بےنظیر نازک آدائی اور نکتہ دانی

؎ برہمن دار د سخن نازک تر از طبعِ بتاں
ایں ہمہ نازک ادائی از کجا دانستہ است

شاعروں کے دیوانوں میں عامیانہ مذاق یا عشقِ مجازی کی اوباشانہ بلائے بکار کے سوا دیگر مضامین کم ہوتے ہیں، اور نکتے و مسئلے جو تاریخی وقعت رکھتے ہیں، اُن کے خیال ہی میں نہیں آتے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اورنگ زیبی حکومت نے یہ درسِ نکتہ نگاری خوب سکھایا، وقائع نعمت خان عالی ایسے ہی نکتوں سے بھرا پڑا ہے، اُس سے زیادہ کلام برہمن، دُہ راز لکھتے ہیں، اور قوش ہو رہے ہیں،

جو سمجھا ہے، داد دیتا ہے، خدا معلوم اُس وقت اس نکتہ نگاری پر کیا رائے قائم ہوئی ہوگی، مگر اب تو یہ تاریخی نکات مستند و معتبر انکشافات سمجھے جاتے ہیں، نکتہ دان اصحاب اُن کے ہر کلام پر غور کریں،

ترکیب کی خوبی برجستہ بندش

از سخن پیداست طرزِ سخنداں برہمن
رشتۂ نظمِ مسلسل تا ثریا بلند

پیپل اور برگد کا بیج سب نے دیکھا ہوگا، کہ اُس کی کیا شکل ہے، اور کیا مقدار، مگر اُس بے حقیقت بیج میں کروڑوں من پانی، لاکھوں من لکڑی، ہزاروں من پتے، اور سینکڑوں من ثمر ہی نہیں ہوتے، بلکہ اُن سب کے کامل خط و خال اور خواص بھی یکساں ہوتے ہیں، وُہ کسی کو نظر نہیں آتے لیکن نمو پانے اور اپنی مُراد حاصل کرنے پر وُہ دانہ کہ جو دُنیا میں کم سے کم شخصیت رکھتا ہے، اکبر ڈول زمین گھیر لیتا ہے، اور اُس کی اولاد مصورِ فطرت کے ہاتھوں وُہی نقش و نگار حاصل کرتی ہے کہ جو اُس کے دانہ دانہ میں نہاں تھی،

ٹھیک اسی طرح شاعر ہی نہیں بلکہ ہر حیوان و انسان اپنی ماں کے پیٹ سے اپنے عادات و خواص لے کر پیدا ہوتا ہے، جن کا خون شاعری کی صنائع و بدائع اور علوم بیان و معنی میں گردش کرتا ہے، اُس شاعر کے کلام میں سب محاسنِ شاعری پائے جاتے ہیں، حافظ شیراز، شیخ سعدی اور مُلّا رُوم کسی اُستاد نے نہ سکھائے، نہ پڑھائے، نہ بنائے، وُہ ایسے ہی تخم تھے کہ جنہوں نے سرسبز و شاداب ہونے پر دُنیا بھر میں ادب و اخلاق کے گلزار کھلائے، معائب شاعری کی خزاں نہ دیکھی،

برہمن بھی شاعر پیدا ہوا تھا، تو پھر اُس کی شاعری کس طرح مُرصّع نظر نہ آتی، اُسکی یہ خوبی جب اُستادوں کی سمجھ میں آئی اُستاد تسلیم کیا،

شاعری کی جان بلکہ رُوحِ رواں ترکیب کی خوبی، بندش کی برجستگی ہی ہے، اور یہ ایسی ضروری ہے، کہ جیسے کسی انسان کے لئے خوبصورتی یا کسی پھول کے لئے دِل آویزی، اگر یہ نہیں کچھ نہیں، آپ کا کلام، چستیٔ ترکیب، شوکتِ الفاظ، بلند پروازی، نازک خیالی اور تاثیر کا ایک

سحر ہے حسرت موہانی اپنے قابلانہ لہجہ میں تسلیم کرتے ہیں، کہ "درستی اور چستی ترکیب نہایت خوب ہے"، آپ نے کل دیوان سے دس شعر منتخب کرکے یہ عام نتیجہ پیدا کیا ہے، میرزا صاحب ان کی تحریر کو "فارسی زبان کا پاکیزہ و لطیف نمونہ" قرار دیتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ یہ قرار داد بندش الفاظ کے تقاضے پر مبنی، اُن کی زبان ایک ایسی مشین ہے کہ جس میں صنعتِ شاعری کے تمام کل و پُرزے گھڑ ا سے چلوا پائے بے تکلف و بے تردد نکلے چلے آرہے ہیں، جو ایک خاص صورت پیدا کر رہے ہیں، اور اس ترتیب سے کہ اگر ایک پُرزہ اِدھر اُدھر کر دیں، صنعت بیکار ہو جائے، گو یہ خداداد صفت دیوان کے ہر شعر میں موجود ہے، مگر ہمارا فرض ہمیں مجبور کرتا ہے کہ بازارِ علمِ برہمن میں اُن کی سب اشیائے مصنوعات سجائی جائیں، آپ سیر کیجئے ؎

زہے لبِ تو نمک ریز در شکر باری   شکنجِ زلفِ تو اندازہ گرفتاری

پروازِ خیال کے دلچسپ مقابلے

؎ سماعِ اہلِ محبت از عالمِ دگر است
ہزار وجد باہنگ یک اصولِ کنم

برہمن کی زبان و قلم کی قادر الکلامی اور تخیلاتِ گوناگوں کی خیال آفرینی کے سحر نے اپنے دلکش نغموں کے زیر و بم راگ راگنیوں کے رنگ میں، ایک مضمون بیسیوں طرح سے اپنے سامعین کو سنایا، جس کی ہر گت اور تان ایک نئی آن و بان رکھتی ہے، اُن کا مضرابِ قلم جس مضمون کی جس تار پر پڑتا ہے، حال سے قال میں لے آتا ہے، اور انسان بے خود ہو کر اُس وقت تک ہوش میں نہیں آتا، جب تک کہ اُن کا کوئی دوسرا نغمہ کام نہ کرے،

برہمن نے جگہ جگہ "عمرِ گرامی" "سرائے فانی" "گوشہ نشینی" "خاموشی" "حقائق و معارف" "فلسفہ و تصوف" "حکمت و اخلاق" "صفائی باطن، عاقل و جاہل، راستی، خاموشی، صداقت وغیرہ وغیرہ موضوعِ خاص پر نئی ترکیب نئے الفاظ اور نئے انداز سے مضامین لکھ کر ہمارے حافظے نے محفوظ رکھے، ہمارے حظِ وافر کا باعث ہوئے، ہم چاہتے ہیں کہ اُن سے اہلِ سخن بھی محفوظ ہوں :-

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتارِ ما
می‌توان فہمید از گفتار، مقدارِ ما

ما برہمن صحیفہ نویسِ محبتیم
ہمچکار زینت کلکِ محبت نگارِ ما

ہمیشہ آب گہر با گہر بود دمساز
نشد ز دیدۂ ما دور آب دیدۂ ما

ہر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں
پروین صد پارۂ ما چشم ترِ ما

آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق
شد جلوہ گاہ صورتِ معنیٔ نہانِ ما

از آب و تابِ عشق چوں آئینہ صاف شد
آں کہنہ و شکستہ سفالے کہ داشتیم

انسانی ہستی دانہ سے تشبیہ[1] دی گئی ہے اور زمانہ چکی سے۔ یہ مضمون مختلف پیرایوں میں اس طرح سے ضبطِ تحریر میں لایا گیا ہے ؎

چوں دانہ عاقبت بجز از حالِ خود نیافت
ہر کس کہ خانہ در تہِ ایں آسیا گرفت

زیرِ گردش ہائے گردوں ہر کہ دارد آشیاں
خویشتن را دانۂ ایں آسیا دانستہ است

ہیچ کس از گردشِ گردوں نمے آید بروں
ہر یکے چوں دانہ زیرِ آسیا خواہد گذشت

بغفلت زیرِ گردش ہائے گردوں آدمی گردد
باتنے کہ غافل دانہ زیرِ آسیا باشد

چوں دانہ ہر کہ در دل شد بروں نمے آید
غرض کہ گردشِ ایں آسیا نفہمیدیم

آسیائے چرخ میگردد دگر در روز و شب
خویشتن را دانۂ ایں آسیا فہمیدہ ام

براہِ عشق قدم نہ برہمن از سرِ صدق
کہ رہروانِ رہِ عشق را ربا گفراست

(دیگر)
ز روئے صدق برہمن قدم براہ بنہ
کہ رہروانِ رہِ عاشقی ربا گنند

تا سرِ زلف او بدست آرد
دل پریشاں تر از صبا شدہ است

(دیگر)
دل در پئے ہر نسیم گردد
تا بوئے تو از دمِ صبا یافت

گر گناہے تو ہمیں بیکسی و بیکسی است
برہمن قابلِ عفو است گناہے کہ تراست

(دیگر)
نادانیٔ ما گناہِ ما بود
در دفترِ خود حساب کردیم

---

[1] یہ تشبیہ کبیر جی نے دی ہے۔ چلتی چکی دیکھ کے دیہے کبیرا رو۔ دو پاٹن بیں آن کے ثابت رہیا نہ کو۔ (بہار سنامی)

(۸) کردم شبے خیال تو در دیدہ نہاں — ریزد بجائے اشک مدامم آفتاب
تا پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال — صد جا ز ہم گسستہ بود گفتگوے ما

(۹) خیالِ زلف تو تا در دل برہمن ماند — ز سینہ تا بزباں راہِ گفتگو گرہ است
شبے خیالِ سرِ زلف او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفم بہ پیچ و تاب گذشت

(۱۰) کجا نہاں کنم این گریہ طوفانِ خویش را — کہ گر در آستیں گم گردد از دامن شود پیدا
چگونہ گریہ خونیں نہاں تواں کردن — کہ ریزد از مژہ و از آستیں بروں آید

(۱۱) تا کند تاب و صندلِ پیشانی خویش — برہمن خاک سرِ کوئے تو بر سر برداشت
بہر زمیں کہ مے نگرم سجدہ مے کنم — خاکِ نیاز صندلِ پیشانی من است

(۱۲) آں آتشِ نہفتہ کہ در سینہ داشتیم (۱) چنداں بلند شد کہ دلِ آفتاب سوخت
اگر ز سینہ کشم آہ آسماں سوزد (۲) نہفتہ آتش و پریدہ زیر آہ من ست

(۱۳) ز موجِ حادثہ بیروں نیافتیم کنار (۱) بروئے آبِ رواں عمر چوں حباب گذشت
ایمن مشو ز سیلِ حوادثِ روزگار (۲) اے آنکہ خانہ بر لبِ دریا گرفتہ
(۱) مے تواں بودن ز آشوبِ حوادث برکنار (۳) کشتیِ امید ما بر ساحلِ دریا نوش است

(۱۴) منزلِ عشق دراز است بپا از خواب برار (۱) کار ہے دیدہ بیدار کسے آید راست
ز شورِ صبحِ قیامت اگر شود بیدار (۲) بگوش ہر کہ صدائے جرس نئے آید
صبحِ محشر اگر از پردہ بر آید بیروں (۳) ورنہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

---

(۱۵) از محبت دل شود معمور چوں گردد خراب (۱) اے دل شود دیدہ ویراں کہ آبادی تراست
قرارِ عاشقِ مسکیں بود در اضطرابِ دل (۲) بایں شود پدید ہر گرد بادی ایمن نمے سازد

(۱۶) برہمن ز گناہانِ من زمن پرسند (۱) بگریہ دیدہ رحمت جواب خواہم کرد
چو روزِ حشر برہمن حساب پیش آرند (۲) بآبِ دیدہ بشویم نامۂ اعمال

(۱۷) کسے برآب رواں برہمن نشُد ایمن (۱) اساس بر سرِ آبست قصرِ دنیا را
بر سرِ آب رواں افگند طرح خانہ را (۲) اے برہمن ہر دلے در دہر بے بنیاد بست

(۱۸) نہ تنہا غمزہ اش بر سینۂ فرزانہ زد ناخن (۱) اشارتہائے ابرو بر دلِ دیوانہ زد ناخن
نہ تنہا غمزہ اش در دیدۂ بینا زند ناخن (۲) با بروانِ من ابروئے تو صد جا زند ناخن

(۱۹) ہزار حدیث گہنہ نامۂ سیاہ منست (۱) گنہ ز ہر کہ بود داخلِ گناہ منست
صفائی حُسنِ عمل نیست در جریدۂ ما (۲) مگر بمشقِ گنہ نامہ را سیاہ کنیم

(۲۰) بدہ ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را | کہ گل بگوشۂ دستار بستن آساں نیست
نخستین خوں بہائے بلبلاں دہ | پس آنگہ سیر کن در صحنِ گلزار

(۲۱) بس کہ طبعِ شگفتہ داریم (۱) لاجرم ہمچو گل پریشانیم
بخوشی چو غنچہ ساختہ ایم (۲) سر بجیبیم و پا بدامانیم
عاشقم غنچہ صفت پائے بداماں دارم | چوں گلِ تازہ ام و جانِ پریشاں دارم

مُعاملہ بندی

جو صورتِ معاملہ پیش آئے' الفاظ کے ذریعہ صحیح قلمبند کر دینا "معاملہ بندی" کہلاتا ہے' گو یہ بات ظاہر آسان معلوم ہوتی ہے' مگر اس سے زیادہ مشکل کام کوئی نہیں' دیدۂ بینا اور دلِ بیدار ہی اِس کا نقشہ کھینچ سکتا ہے' کیونکہ قوتِ سخن اُن ہی کے قبضہ میں آئی ہے' برہمن کی صورت ملاحظہ ہو:-

دارم دلِ شکستہ کہ بر آتشِ فراق | چوں مورِ روئے شعلہ بصد پیچ و تاب سوخت
گر بمعشوقۂ مراد رسم | یادم از مدعا نمے آید
نقاب از رُخ چو برزد سحرگاہ آفتابِ من | ز طرزِ تجاہلش بیشتر گردد حجابِ من

احساسات یا انسانی جذبات

شاعری' مصوری سے زیادہ مشکل ہے' مصور مادیات اور محسوساتِ ظاہری کی تصویر کھینچتا ہے' شاعر غیر مادی اشیا اور غیر محسوسات کا نقشہ اتارتا ہے' مصور کا کمالِ مصوری یہ ہے کہ ہر چیز کا مکمل

عکس اُتار دے، شاعر کا کمال یہ ہے کہ انسانی جذبات و احساسات کا نقشہ کھینچ دے، مصوّر آنکھ کے احساسات سے کمال پیدا کرتا ہے، شاعر دلی احساس سے اپنا کمالِ فن دکھاتا ہے، یہی حقیقی شاعری ہے، اور جس کی زبان و قلم میں یہ اثر ہے، وہی شاعر ہے، جس طرح سے دنیا میں گانا اور رونا جاننے کا سب دعویٰ کرتے ہیں، اُسی طرح سے ہر انسان چار لفظ پڑھ کر شاعری کا مدعی بن جاتا ہے، اور بعض اَن پڑھ بھی شاعر کہلاتے ہیں، جو شاعر نہیں ہوتا، اُس کا کلام اُس کی قلم و زبان سے نکلتے ہی اُس کے نام و نشان کی طرح صفحۂ دنیا سے محو ہو جاتا ہے، مگر جو انسان انسانی جذبات بیان کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اُسے دستِ اہلِ قدرت کبھی محو نہیں کر سکتا،

برہمن کی زبان، شاعری کے جذبات و احساسات بیان کرنے کے لئے منقارِ ہزار داستان رکھتی ہے، اِس کا طائرِ خیال جذبات و احساسات کے ناقابلِ گذر جنگلوں، گھاٹیوں، بلندیوں، نشیبوں اور بھول بھلیاں میں بے تردد داخل ہو کر اور گل کُترا دے کر اس طرح سے واپس آ جاتا ہے کہ دوسرا جنموں میں بھی نہیں آسکتا، وہ جب بلند اُڑتا ہے، تو فلک مقیمین کی خبر لاتا ہے، اور جب دریائے فکر میں غوطہ لگاتا ہے، تو تحت الثریٰ سے گوہرِ شاہوار نکال لاتا ہے، اُس کی فہم و ادراک اور قوتِ پرواز نے زمین و آسمان ایک کر رکھے ہیں، وہ ایسی طاقت رکھتا ہے کہ ایک خیال آ جانے کے بعد جب پھر پرواز کرتا ہے، تو پہلے سے زیادہ کڑک اور دمک ہوتی ہے، جس سے زمین و آسمان گرج اٹھتے ہیں، اور سکون و مفلوج قلب پھڑک اٹھتے ہیں، بلند خیال طبائع سوچتے کے سوچتے رہ جاتے ہیں، کہ کہاں سے کہاں جا پہنچا، اُس کی ہر پرواز نیا لطف رکھتی ہے، اور نئی خوشبو سنگھاتی ہے، اِس پروازِ خیال کے چند مناظر ہم نے بھی دیکھے ہیں، آپ بھی اپنا جذبۂ دل پورا کیجئے ؎

(۱) آرائشِ ہنگامۂ ایامِ جنون ست — آن داغ کہ چوں لالہ بود در جگرِ ما

(۲) صورتِ حزین غبارِ غم از دل بدر برد — مارا ہمیشہ گوش بر آوازِ بلبل است

چہ آتش است کہ در دیدہ ترا افتادست — کہ جائے اشک بدامانم اخگر افتادست

بر آتشِ غم تو دلم چوں کباب سوخت — وز اشکِ گرم مردمِ چشم در آب سوخت

گر ترا از دہن تنگ لبِ گدائے ہست — لختِ لختِ جگرِ سوختہ بریانے ہست

من و سودائے خیالِ خط و خالے کہ تراست — من و دیوانگیِ حسن و جمالے کہ تراست

بگذشت عمر و گرم تنا لفس ہنوز — ایں مرغ بال شکستہ تپاں در قفس ہنوز

تقسیم آعلی تبویب مضامین

سے چند باید بہ کشش زلفِ پریشاں دیدن
صورتِ کفر در آئینہ ایماں دیدن

اِن صنائع و بدائع پر لکھنے کے بعد اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ برہمن کا عِلمِ اخلاق وادب کس قدر ہے؟ اور اِن اسباق میں وُہ کیا کیا سبق دیتے ہیں؟ آیا اس دیوان میں کل تکمیل کارِ نما رو دیا ہے، یا کوئی جواہرِ اخلاق پرو دیا ہے یا محض وقت ہی کھو دیا ہے، یا اُسے بکارت لگایا ہے؟

ہمارے سامنے اِس دُنیائے غدار کے لئے جس قدر نیکی کا نیک سرمایہ ہے، اور جس کا ہمیں علم ہے، ہم اُسے اِس ترازو میں تول سکتے ہیں، صاحبِ اخلاق وادب اپنی وسعتِ معلومات کے تلاش کرنے پر اِس میں سے بہت کچھ پا سکتے ہیں، اگرچہ اِن کے گوناگون مضامین کی صحیح منطقی تقسیم کا کام ناممکن ہے، تاہم جو جو اشعار جس جس مضمون پر دیکھے گئے، تقسیم منطقی کے سپرد ہوتے اور وہ ہمارے ارادہ کی تکمیل کے لئے کافی ہیں، ہم نے داغ بیل ڈالدی، اہلِ نظر مکمل فرمالیں گے،

برہمن کا بیان و کلام رمز و ادا اور معمہ سے پُر ہے

سے برہمنان برمز و ادا بگذرد سخن
اما بیان اہلِ سخن ایں ادا کست (برہمن)

رمز و ادا اور معمہ گو ایسی صنعتیں ہیں، جو کلام کا لُطف بڑھاتی ہیں، مگر حقیقتاً یہ بڑی کار آمد ہیں، جو بیان کہ صاف ہو، وُہ بالعموم نقصان دہ ہوتا ہے، مگر جو بیان رمز، ادا، کنایہ اور معمہ میں بیان کیا جائے، وُہ یہ فقط آفات سے محفوظ رکھتا ہے، بلکہ کلام میں

خوبی پیدا کرتا ہے، برہمن اپنے ایمان واعتماد سے جس راستہ سے گزر رہا تھا، وُہ ظاہر ہے،
اُس کی زبان صدقِ بیان کے لئے ضروری ہوا کہ وُہ اپنا کلام رمز، ادا، کنایہ اور معمہ کے پردوں
میں بیان کرے، چنانچہ ہم اپنے ناظرین اور شائقین کلام برہمن کی خدمت میں با دب التماس
کرتے ہیں، کہ وُہ تحریرِ برہمن ذرا سمجھ کر پڑھیں، اور خوب غور کریں، طرح طرح کے مفہوم کا انکشاف
ہوگا، وُہ خود یہ راز ظاہر فرماتے ہیں، کہ سب لوگ شاعری کا دم بھرتے ہیں، اور یہی شاعر فرد
اد اسکے ٹھیکیدار بنے پھرتے ہیں، لیکن با وصف اِس سخنِ حکومت کے میں سب کچھ لکھ گیا، اور کسی نے کچھ
نہ سمجھا، ملاحظہ ہو مکالمہ تبرخوش ذناصرعلی سرہندی و آمر، برہمن خود ایما فرماتے ہیں ؎

شُنیدہ کہ لعلِ لبش شیوۂ مسیحا داشت　　ہزار طرز سخن در سخن بایما داشت

دُنیا و مافیہا

زگفتگوئے جہاں لب بہ بند و فارغ باش　　کہ کارِ ما و تو در حلِ این معمہ نیست

سب کہتے ہیں کہ دُنیا ناپائدار ہے، اور دولتِ دُنیا سے زیادہ فانی، سب
مانتے ہیں، مگر سب پائداری کے سامان بناتے ہیں، جس سے مفہوم ہوتا ہے، کہ کہنے کے لئے
دُنیا ناپائدار ہے، مگر عمل کرنے کے لئے نہیں، اِس میں بڑا گہرا نکتہ ہے،

دُنیا میں جو پیدا ہوا، وُہ قسامِ ازل کی تقسیم کے موافق اپنا حصّہ ضرور پائے گا، خواہ بُرا
مانے، خواہ خوش ہو،

اگر یہ خیال دُنیا میں ذہن نشین ہو جائے کہ دُنیا اور اس کی دولت دونوں ناپائدار ہیں، تو ایسے
ہر انسان کو فرحتِ روحانی حاصل ہوتی ہے، اور وُہ دُنیا کے تمام مصائب و تکالیف سے
نجات پا لیتا ہے، پس دنیا میں رہ کر اُسے فانی سمجھنا ہی معراجِ کمال ہے، ورنہ تعلقات کی
کثرت موجبِ حسرت و افسوس ہوتی ہے، انسان گھُل گھُل کر اپنی جان دیدیتا ہے، اور دوسرے
کی لے لیتا ہے،

برہمن شروع سے قدیم تقسیم زندگی کے منازل اور مراحل پر کمربستہ تھے، اور آخرش
سب مراحلِ زندگی بڑی بڑی خوبی و عمدگی سے طے کئے، کیونکہ ایسی قدیم طرزِ تقسیم زندگی میں

دُنیا و مافیہا بھی لُطف دیتے ہیں، برہمن کا اُپدیش ہماری رہبری کا باعث ہو سکتا ہے۔ کہ عالم باعمل تھا۔

ہر کہ اسباب تعیش را فراہم سے کند — راہ درپیش است تدبیر خطا دانستہ است
کارواں بگذشت بانگ از درائے برنخاست — غافلے گم گشتہ وا زجا سے نشد آہ برنخاست

ہرگز بکام کس نہ بہ چرخ ستم مراد — این دور دیر ردگار نہ دانم بکام کیست
با داغ عشق ساز برہمن کہ چند گاہ — الفت میان پنبہ و داغ غنیمت است
بحر دنیا ست پر ز سیل حوادث بسیار — تکیہ بر برگ نہ برآب رواں نتواں کرد
زبے ثباتی قصر زمانہ دانستم — کہ نقش بستہ برروئے آب خواہم کرد
دُنیا چہ بود کہنہ سرائے و خرابے — خوابے و خیالے و حبابے و سرابے

جہالت

برہمن ہر کہ ابسے یافت از مغز دل دانا — لبنگ خارہ سازد لیک با کودن نمی سازد

خدائے کریم لیاقت سب کو بخشے، اور جہالت کا وجود اس دُنیا سے نابود کر دے، ورنہ کم از کم ہندوستان پر تو یہ مہربانی ضرور فرمائے گو اس فضل و کرم کی تقسیم اعلیٰ سے یہاں کی آبادی ایک فیصدی بھی نہ رہے گی، مگر وہ ایک لاکھ پر بھاری ہوگا، برہمن کا آئینہ دل ان پتھروں سے چکنا چور ہے، اور برہمن ہی پر کیا موقوف ہے ہر عقلمند کا دل صافی ان سے نفور ہے، اس سلسلہ میں اوّل سری بھرتری ہری سے کچھ سُن لیجئے۔

"پہاڑوں اور بنوں میں جنگلی جانوروں کے ہمراہ مارے مارے پھرنا اچھا مگر جاہل کے ساتھ بہشت میں بھی رہنا بُرا ہے"

ہر چند بہ سنگ خارہ سازم — با سنگدلاں چہ چارہ سازم
با ناکسان سنگدلاں حسن اختلاط — باشد بروئے سنگ زدن آبگینہ را

علم بے عمل

بروز حشر گر از برہمن سوال کنند — ز علم بے عمل خویشتن جواب دہد
برہمن کی یہ پہ سمجھانا ہے کہ بغیر عمل علم کوئی چیز نہیں، اس مسئلہ پر سب کا اتفاق

ہے اگر اس سے اتحادِ قلبی کوئی نہیں کرتا، عمل علم کے ہاتھوں اس لئے نالاں ہے، کہ وہ جان بوجھ کر غفلت کرتا ہے، برہمن سمجھاتا ہے :۔

دلم ز نسخۂ علم و عمل ادب آموخت — چہ باشد ار بوَدم اندکے زباں گستاخ

چہ بستہ دل آزادہ را بہشتِ رِباط — کہ زادِ حسنِ عمل میرسد براہِ صراط

دل آزاری — با آزاسئے سرِ مو رسے مست ہا ہے — کسے را ایک سرِ مو ئے بیازار

"جہالت" کثیر الاولاد ہے، اور دنیا کے ۳/۴ حصے پر قابض ہے، دل آزاری بھی اُسی نسل سے ہے، روحانیت ان جانداروں کی دشمنِ جان ہے، جہاں یہ بڑھی ان کی اولاد گھٹی، پس جہاں روحانیت کا دور ہوگا، وہاں جہالت کا خاندان کا فور ہوگا، اس کا گناہ بھی گناہِ بے لذت ہے، مگر جذبۂ انتقام اس شرارت سے باز نہیں رہتا، مسلمانوں کے قدیم بزرگ شبلیؒ جیسے خدائی بندے اگر دنیا میں پھر پیدا ہو جائیں، تو ایک کثیر حصّہ اس دوزخ سے نکل جائے، جہاں پہلے ہندی، سانپ، بچھو وغیرہ موذی جانوروں کو مارنا بھی پاپ سمجھتے تھے، اب اپنے بھائیوں کی دل آزاری میں لطف پاتے ہیں، ملے گا نہیں تو اپنی جیو آہنسا کی بُو دنیا میں پھیلا، کہ اس میں سب کا بھلا ہے، آپ نے دیکھو کہ برہمن کس درد سے بیدردوں کو بیدردی سے روکتے ہیں،

اُولوالعزمی یا بلند حوصلگی — ما برہمن مشکلاتِ روزگار آساں کنیم — ہر چہ مشکل تر بود آثارِ آسانی در دست

دنیا میں وہی شخص کامیاب ہو سکتا ہے، کہ جو اپنے حوصلہ کے پروں سے اُڑ کر دشمنوں سے بچ کر فلک الافلاک پر پہنچ جائے، شیر مقابلہ میں آئے، اس پر بھی جھپٹ پڑے، اگر دریائے بے پایاں راستے میں حائل ہو، فرشِ قالین سمجھ کر عبور کر جائے، غرضیکہ جو خیالات پست خیالی سے پیدا ہوں اُن کا دشمن ہو، مصلحانِ قوم، ریفارمرانِ ملک، شعرائے زماں اور ہادیانِ دین، ارادے کے پورے اور حوصلہ کے بادشاہ ہوئے، ایک نے لاکھ کے قلوب پر فتح پائی، برہمن نے بھی اپنے حوصلہ کے زور

لـه ـــ روحِ شہود سے مراد ہے [illegible]

سے اپنا یہ مشن باحسن الوجوہ پورا کیا۔ اُس کے کلام میں ایسی شجاعت، بلند خیالی، عالی ظرفی اور بلند حوصلگی بھری ہے کہ جو فاتحانِ ملک میں بھی نہیں پائی جاتی۔ اِس کی وجہ محض یہ ہے کہ اس نے اپنے دل و دماغ کی کمک سے دُنیوی فاتحانِ اعظم کے قلب پر فتح پائی تھی۔

ہم نہیں چاہتے کہ ایسے عالی خیالات اور پاک جذبات اُس کے دیوان میں سوتے رہیں۔ ہم نے اپنے ملک کے نوجوانوں کے قلوب میں یہ جذبہ پھونکنا ہے، اس لئے چند شعر پڑھے جاتے ہیں، اور اِس کے ساتھ یہ بھی اُن کا وعظ ہے کہ انسان کو ہمیشہ شگفتہ رہنا چاہیے۔ تنگدلی غنچۂ دل پژمردہ کر دیتی ہے ؎

وجودِ مردمِ دانا بود ہمیشہ بہار — چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
عاقبت از منزلِ مقصود مے یابد نشان — ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست
در راہِ عشق یک قدم از خویش پیش باش — شوریدہ را صدائے جرس احتیاج نیست
بلانوشاں عذر کمتر کنند از ہر چہ پیش آید — کہ خوں اندر مذاقِ تلخکاماں شیر میگردد
در معرکۂ عشق درآید چو برہمن — ہر کس کہ بسمل جگرے داشتہ باشد
ترا اگر دلِ سنگیں بود مرا چہ زیاں — کہ من مقابلِ آں جانِ آہنیں دارم
نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز افتم — گر بر آرند ز آتش روم و باز افتم

جستجو

مبین بکوتہیِ خویش و پا فراز نہ (برہمن) — کہ بالِ ہمت پروانہ میرسد بچراغ

دُنیا میں جو کاہل اور سست بنیاد ہستیاں ہیں، ناکام ہیں، کیونکہ کام سے گھبراتی ہیں، وہ اپنی سستی اور کاہلی سے تردّد اور جستجو چھوڑ دیتے ہیں اور جب کوئی معترض ہوتا ہے تو ایسے مزعمی خدا بندے کہہ دیتے ہیں کہ جو خدا کی مرضی ہوگی وہی ہوگا، ہمارے تردّد اور جستجو سے کیا ہو سکتا ہے۔ اِس اعتقاد کے پرستار آغازِ آفرینش سے چلے آتے ہیں۔ وید مقدس نے ایسے نکمے گروہ کو تشبیہ کامل سے سمجھایا کہ اُسے غلط عقیدہ کے لوگوں نے کہتی یہی نہیں سمجھایا کہ تم اپنے حواسِ خمسہ سے بھی کام لینا چھوڑ دو، ایسی حالت میں تم حیوانوں سے بدتر ہو جاؤ گے۔ تم دیکھو

کوششوں میں تبدیل ہے، مگر جب تک اُسے تدبیر اور جستجو سے نکالا نہ جائے، نکل نہیں سکتا، انہیں ہر کام میں جدوجہد جاری رکھو اور نتیجہ میرے ہاتھ میں سمجھو، شرح برہمن سے سُن لو۔

تا چوں سپیدہ دم لبِ نیم شگفتہ‌ام (آگ کا کیڑا) — موقوفِ یک شرارهٔ آتش چو شمع سیم

برہمن گرنہ کام دل بدست آید تغافل کن — نہالِ نا امیدی نیز می‌بخشد ثمر باید

کارِ امروز بفردا مگذار

کارِ امروز بفردا مگذار حساب مبادا — نتواں خورد غمِ وعدهٔ فردا امروز

ہندی کی اُلوا نوم اور ماہرِ تعلیم سیاسیات نے زور دیا ہے کہ جو کام کرنا ہے، فوراً کر لینا چاہئے، یہ قیودی دُنیوی کاروبار سے نکل کر مذہبی فرائض میں داخل ہو چکی تھی، صبح اُٹھنے کا وقت، جنگل دِشا جانے کا وقت، سندھیا پاٹھ کا وقت، کاروبار کا وقت، کھانے کا وقت، غرضیکہ شب و روز کے چوبیس گھنٹے انسانی ضروریات کے پروگرام کی زنجیروں سے ایسے مضبوط بندھے ہوئے تھے کہ انہیں شاہ سے گدا تک توڑنے کی کوئی کوشش و جرأت نہ کرتا تھا، اور اگر کسی نے بیڑا نہیں توڑا، تو خود بھی ہلاک ہو کر تباہی کے غار میں جا پڑے۔ اب وقت کی قدر کا وقت گیا، صبح کی سندھیا اوّل تو خوابِ پریشاں کی نذر ہو گئی، اگر کرتے بھی ہیں تو دس بجے کے بعد، غرضیکہ کوئی باقاعدہ ضابطہ رہا، نہ آئین، پھر وقت پر کام کون کرے۔

برہمن ایک سچے برہمن تھے، اُن کا نظام آفتاب کے طلوع و غروب کے وقت کی طرح بے خلل تھا، وہ وقت پر کام کرنے کے لئے بڑا زور دیتے ہیں۔

دمے ز خوابِ گراں می‌تواں شدن بیدار — وگرنہ تازہ چشمِ آفتاب گذشت

برہمن امروز اگر حسنِ عمل داری بسیار — کشتۂ امروز بہر حاصلِ فردا نوشت

نظر امروز باید داشتن بر حاصلِ فردا — تخمِ امروز تخمِ مزرعِ فردائے ما باشد

یاس و امید

تمام عمر با امید وعدہ باشم شاد — گر اعتماد بہ زید و گر تواں کردن

یاس انسان کی دشمن اور امید دوست ہے، تا دیان دین نے دشمن سے بچنے

اور دوست سے ملے رہنے کی ہدایات کی ہیں، اگر کوئی ہفت اقلیم کا بادشاہ ہے، مالی و جنگی طاقتوں کا مالک ہے، دانشمند امراء و وزراء اصلاح کار ہیں، احتیاط اور اتحاد و کمک پر ہیں، اگر یہ ان آشنا ہو جائے، دم بھر میں کام تمام ہو جائے، امیدوار دلی غلام کو بادشاہ بناتی ہے، گدڑیے کے سر پہ تاجِ شہنشہی کا سایہ کرتی ہے، منازلِ دنیوی کے طے کرنے کے لئے یہی ایک زادِ راہ ہے، جس کے پاس ہے، وہی بادشاہ ہے، برہمن کی نفرت رغبت درجۂ اعتدال پہ ہے، اور ہر کس و ناکس کے کار آمد ہے

گر شاخِ محبت ثمرے داشتہ باشد — نخلِ دلِ من نیز برے داشتہ باشد

شکوۂ فلک اور شکایتِ زمانہ

بجز معصیت خاموش اگر باشم روا باشد کہ پیدا میشود از بے زبانی انفعال من

دنیا میں مذاہب کا ظہور ازل سے ہے، اور ابد تک رہے گا، مگر جب ان میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے، طوفانِ بے تمیزی کے بادل اٹھتے ہیں، شبہ و شک کی بجلیاں گرتی ہیں، ناکامی اور مایوسی کی گھٹا گھوٹتی ہے اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی، اشخاص نامراد و ناکام اپنی خامی کے سبب سے اپنی اصلیت پہ اتر آتے ہیں، ان پہ یہ آتشِ سوزاں اپنا خونی اثر ڈالتی ہے، چونکہ یہ بلا آسمان سے آتی ہے، اور زمانہ اس کی تعمیل کرتا ہے، اس لئے اپنے تنزل سے بلا، آسمان و زمین ہی کے درپے ہو جاتے ہیں، اور اپنی ضعیف الاعتقادی کی خوب خاک اڑاتے ہیں، اپنا زمانہ اپنا شامیانہ زیرِ فلک تانے ٹٹی کی آڑ میں شکار کھیلتے ہیں، ایسا شکار شکاری کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن اپنے مجلسوں سے مخاطب ہو کر وہ وہ بے نقط سناتا ہے، جسے کوئی دوسرا زبان پر بھی نہیں لا سکتا، اپنے گناہوں کا کفارہ کرنے کے بجائے زبانیں پاک آلائش شکوہ شکایت سے آلودہ کرتے ہیں،

بد مذاق اور متعصب حضرات جب اپنے ممدوح کی زبان سے اپنے مذہب کے خلاف کوئی ایسا کلمہ کفر سنتے ہیں، تو یہ تاویل کرتے ہیں کہ "شاعری قیدِ مذہب سے آزاد

ہے" اِس نالائق طرزِ حمایت نے شاعروں کو مذہب کی مٹی پلید کرنے کی اجازتِ عام دیدی، جب علمائے مذہب ایسے یاوہ گو، بے دین لوگوں کی پیٹھ ٹھونکیں، تو وہ کیوں دن رات ایسا دلچسپ کھیل نہ کھیلیں، جب اپنی ہی پگڑی اتار لی، تو دوسرے کی دستارِ فضیلت پر ہاتھ دراز کرتے ہوئے کونسی شرم مانع تھی، کیا کوئی سعدی، حافظ، مُلا روم کے کلام سے ایسے بے دینی کے کلمے نکال سکتا ہے، معاذ اللہ، ذرا عمر خیام کا شکوہ ملاحظہ ہو کہ جس پر سب علما، عمر خیام کی شاعری کی داد ختم کر دینا چاہتے ہیں،

ابریق مے مرا شکستی ربّی — بر من درِ عیش را بستی ربّی
بر خاک بریختی مےِ ناب مرا — خاکم بدہن مگر تو مستی ربّی

مولوی ولی اللہ نے اپنی بیجا تاویلات سے کام لیتے ہوئے، عمر خیام کی رُباعیات کے معنی کچھ سے کچھ کر دیئے، مندرجہ بالا رُباعی کا ترجمہ بھی تبدیل کر دیا، اور رُباعی کا مخاطب محتسب قرار دیا، مگر اُن کا ایمان اِس تحریف سے کانپ اٹھا، خوفِ خدا غالب آیا، حالت ملاحظہ ہو:-

"لیکن یہ ترجمہ لفظی کفر سے بچنے کے لئے کیا گیا ہے، عام طور پر اس رباعی میں خطاب خدا کی طرف ہی سمجھا جاتا ہے، اور خاکم بدہن سے اِس خیال (تاویل) کو خیال نقل کفر سے بچنے کے لئے ابتک نہیں چھوڑا، بجائے صداقت خیال اسی لئے استعمال کیا گیا ہے اور بھی تائید ہوتی ہے، یوں بھی دور دراز کی تاویل نہ کی جاوے، تو رُباعی کے الفاظ اور ترکیب اسی خیال کی موید ہیں"

ایمانداری کا نمونہ ملاحظہ ہو، افسوس گناہِ بے لذت اِسی کا نام ہے، جو تعصب سے پیدا ہوتا ہے، اور اسکی اِن کے ہاں کمی نہیں،

عمر خیام کی بدزبانی نے جو کلمۂ کفر ادا کیا، کیا اس سے بڑھ کر کسی بے دین کی زبان سے کلمۂ کفر نکل سکتا ہے، برہمن ایسے بد دینوں کو سمجھاتا ہے،

اے مرغ پر شکستہ فغاں در قفس مکن

برہمن جس دیوتا کے اعتقادِ مذہب کا پجاری ہے، اُس کے دھرم میں ایسی بے ہنری کے کلمات کہاں مل سکتے ہیں، دوستوں نے کہا کہ کسی شاعر کی شاعری کا محاکمہ اُس وقت تک پُرلطف نہیں ہو سکتا، جب تک کہ اُس شاعر کے طرزِ شکوہ شکایتِ زمانہ کے رنگ نہ دکھائے جائیں، ہم نے اپنی بے سمجھی سے کہ ایسے ہی حالات کے زیرِ شاگردی تعلیم و تربیت پائی تھی، تعلیم و تربیت برہمن پر نظرِ تجسس شروع سے آخر تک ماری، مگر وہاں ایک کلمہ بھی اُن کے قلم کا نہ پایا، اپنی محنت و محرومی اُن سے بیان کی، وُہ خاموش رہے، جب کلام پر دوسری نظر پڑی، تو یہ راز کھُلا کہ پختہ اعتقاد، خوش بنیاد، صابر و عابد کی زبان پر یہ کلمات آ ہی نہیں سکتے، وُہ ترکِ خواہشات کا دلدادہ، مدعائے دنیوی کا محروم القسمت تھا، جس کو کوئی ناجائز خواہش ہی پیدا نہیں ہوئی تو "شکوہ فلک" اور "شکایتِ زمانہ" کی آلائش سے اُس کی زبانِ پاک کیونکر ملوث ہوتی، اب بدمذاق خواہ اِن کی کمزوریٔ بیان سمجھیں، یا خوش مذاق خوبیٔ کلام، ہم یہ نمونۂ کلام پیش کرنے سے قاصر ہیں ؎

منصبِ عجز و بودن از آشوب بر کنار　　مرد را مطلوب انصاف ست تا کبر است

اِس کے برخلاف اُن کا کلام کا خزانہ "انسانی معذوری" "تقدیر و تدبیر کی بے بسی" "اقبالِ معصیت" "عجز و نیاز" "گریہ و زاری" "تسلیم و رضا" کی مختلف قسم کی شرابوں سے بھرا پڑا ہے، اب ہم ہر ایک کا مزہ چکھاتے ہیں، اور ساتھ ہی اپنے گزشتہ دورِ زندگی کے الفاظِ شکوہ و شکایت ندامت کے ساتھ واپس لیتے ہیں، کہ جو اِس گنہگار قلم نے کبھی لکھے، برہمن خوب لکھتا ہے :-

تدبیر و تقدیر کی قسمتوں کا فیصلہ

فلک کند کجی، اہلِ روزگار درست　　کہ جملہ طفلِ دبستاں و آسماں استاد

برہمن حاصلِ تدبیر تو باشد معلوم ؎　　کرم اوست کہ تدبیر خطا آورد راست

"تدبیر کرو اور تقدیر پر شاکر رہو" ٹھیک ہے، اور سخن کی نشانی "تقدیر پر شاکر رہو اور

تدبیر نہ کرد" بدنصیبی اور ناکامی کی دلیل ہے، برہمن نے یہ مسئلہ خوب حل کیا ہے، شعر مندرجہ عنوان کا لطف لینے کے بعد اشعارِ ذیل پڑھیے ؎

ہمی ز تقدیر مرادش ہمیشہ باشد دست　　کسے کہ دیدہ چو پوشد ز امید باز کُند

چو باشد کارہا در پردۂ تقدیر چوں دانا　　پئے آرائشِ دکانچہ تدبیر میگردد

کجا بعالمِ تقدیر پے تواں برد　　کہ ماندہ بخطا در شکنجۂ تدبیر

نہ فکرِ شیخ نہ تدبیرِ برہمن ماند　　کہ اصلِ مصلحتِ کار در ارادۂ اوست

انسانی معذوری

جب شاہجہان سا ذی شان بادشاہ ایک آن کی آن میں اپنے بیٹے کے ہاتھوں زندانِ بلا میں ڈال دیا گیا، شاہی گھر کے مالکوں و محافظوں نے تہ تیغ کردی تو جو اصحاب مغلیہ سلطنت کے جاہ جلال سے واقف تھے، انسانی معذوری و مجبوری کے قائل ہو گئے۔ برہمن نے سب کچھ دیکھا، اور ہم نے سنا، جو اثر سننے سے ہو سکتا ہے وہ تو ظاہر ہے، مگر جو اثر دیکھنے کا ہو سکتا ہے، اسے برہمن سا ذی ہوش تو کیا، ادنیٰ و اعلیٰ دماغ محسوس کرتا ہوگا، جب برہمن کا محبوب و ممدوح ولیعہد حقدارِ سلطنت شہزادہ داراشکوہ برہنہ ہاتھی پر دارالخلافہ کے بازاروں میں تشہیر کیا گیا، اور جلادوں نے مسور کی دال بھی کھانے کی مہلت نہ دی تو کیا سوائے اورنگ زیب کے دل کے کوئی ایسا دل ہے کہ جو انسانی مجبوری کا تماشہ دیکھ کر معذوری کا قائل نہ ہو جائے۔ برہمن نے اس سلسلہ ضرور میں پتہ کی باتیں لکھی ہیں، آپ ایک دو سنئے اور سمجھئے ؎

دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد　　جائے محفوظ ترا از سایۂ دیوار نیافت

دل بسے رفت پئے کام بجائے نرسید　　لعلِ لب یار دلے لعلِ شکربار نیافت

خرد براہِ تو بسیار رفت کار نساخت　　کہ ایں معاملہ را اختیار دانا نیست

صحبتِ جمع بہم چرخِ کجا آرد راست

کارِ ما بہرِ زلفِ تو خدا آرد راست

صبر و استقلال

عیش از ہجوم شیون ما کس نگرفتہ است — گل گر بود گلخن ما کس نگرفتہ است

صبر و استقلال آفات کے دشمن اور قلب کی راحت ہیں، جو چاہئے آزما دیکھئے، ان کے بغیر گذارہ نہیں، جہاں یہ نہیں اطمینان و سکون نہیں، جہاں اطمینان و سکون نہیں، وہاں زندگی نہیں، لیکن یہ سامان زندگی قصہ میں پانے کے قابل ہیں، برہمن سبق پڑھاتے ہیں ؎

مانند نسیم از در و دیوار در آئیم — در راہ طلب دامن ما کس نگرفتہ است

گنج زر گر نبود ہست ما باقی باد — دامن پر گہر و چشم گہر ریز بس است

سلامت روی

قدم دلیرمنہ در سرائے بے بنیاد — کہ استقامت خس مشکل است در رہ باد

مطالعہ فطرت اس امر کا مقتضی ہے، کہ جو کام ہماری سمجھ میں آئے، ہم اس سبق حاصل کریں، آفتاب کی تمازت اعتدال پر ہے، ماہتاب کی درخشانی معتدل ہے، جب ہماری غلطیوں سے نظام فلکی میں فرق پڑ جاتا ہے تو بارشیں اعتدال چھوڑ دیتی ہیں، قحط و وبائیں وارد ہوتے ہیں، اور تمام عالم میں عالمگیر تباہی و بربادی کا منظر نظر آتا ہے، اسی طرح سے جو انسان اعتدال سے تجاوز کرتا ہے، اس کا شکار ہوتا ہے، اس کی خرابی اثر لائے بغیر نہیں رہتی، برہمن نے ترازوئے اعتدال صحیح رکھنے کے لئے بڑا زور دیا ہے ؎

قدم ز اندازہ بیرون از پے مطلب کجا افتد — کہ داماں تحمل آشنائے پائے ما باشد

گرفتہ پیر مغاں جام می بکف شگفت — کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

راستی

راستی بنیست لیکن داد و ستد — راست گویم کہ راستی دگر است

"راستی" ہر قوم و ملت میں تلقین کی گئی ہے، اور اسے پارسائی کے درجہ تک پہنچا دیا گیا ہے، مگر دروغ بیانی کے حملوں نے اس کا دامن تار تار کر رکھا ہے، کون ہے کہ جو راستی کا دعویٰ کرے، یہ جنس ایمان کی جان ہے، اور مادی ترقیات کی آنکھوں میں خار کی طرح کھٹکتی ہے، یہ منزل سخت کٹھن ہے، اور ایسی بے ڈھنگی کہ قدم قدم پر ٹھوکر ہے، مگر پھر بھی آفات کی دشمن اور دلی تقویت کی دوست ہے، اور اس کا انجام فتح ہے،

برہمن نے اس کی بدولت پرجلال درباروں میں فتح پائی، اُس کا نامۂ فتح سُن لیجئے:-

سرکشی در دل نپرورد آسمانِ سرو آزادی تراست | راستی را جملہ شاگردند استادی تراست

ما برہمن ہر چہ بد کردیم ہم دانستہ ایم | عذر میخواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

وفا

ہر چند یار در پئے جور و جفا رود | عاشق ہمیشہ در رہ مہر و وفا رود

جنسِ "وفا" گو ارزاں ہے مگر نایاب، ہر فرد ہی بندہ اس کا ممنون ہو سکتا ہے مگر ہر شخص اس کا خریدار ہوتا ہوا، اس سے تہی دست ہے۔ اس کا آغاز تلخ، اور انجام شیریں ہے، وفا عزت و آبرو کی نگہبان ہی نہیں بلکہ اس کی نمائش باعثِ افزائش و آسائشِ دل ہے بے وفائی سے سلطنتیں، ملک، قومیں تباہ ہو جاتی ہیں، برہمن نے نام نہاد وفا کے دعوے داروں کی بے وفائیاں ہی نہیں دیکھیں بلکہ انہی کی کارستانیاں دیکھیں اور بھرے دربار میں بیٹھ کر گو اپنے ہم قوم، اپنے آقا، اپنے ولی نعمت، اپنے ظلِ سبحانی کے خلاف اُن لوگوں نے بے وفائی کی کہ جو پشتوں سے نمک کھا رہے تھے، اور بعض وہ کم ظرف تھے کہ جو بکریاں چراتے چراتے سلطنت کے ستون بنے ہوئے تھے۔

برہمن نے اپنے نقدِ سخن میں اس جنس کی دُکان داری پر زور دیا ہے، چونکہ یہ گرانی جنس زمانے سے مفقود ہو رہی ہے اس لئے برہمن دنیا سمجھ کر اشعارِ ذیل کے ذریعہ اس کی خریداری پر مائل کرتا ہے کہ یہ انسانیت ہے۔

وفائے عہد تو از بوالہوس نمی آید | کہ حفظِ شعلہ ز دامانِ خس نمی آید

ز ناہموارئ دنیا گذر کن | کہ آساں بگذراند مرد ہموار

سخاوت

آنکس کہ بداد و گشت خورسند | گو وقتِ تو خوش کہ کیمیا یافت

خیرات اور سخاوت ایک ہی بات ہے، سخی کی یہ صفت سخاوت کہلاتی ہے اور بہر طلب سخی کہا جاتا ہے، سخاوت کا فیضیاب عطیہ بخشش اور خیرات کے نام سے موسوم کرتا ہے، سخاوت اور خیرات کی وہی تعریف کر سکتا ہے کہ جو اس عطیہ کا بھی مستحق ہوتا ہے، برہمن

شو ذات کے برہمن تھے، مگر حقیقتاً وہ اصلی برہمن تھے کہ حقِ خدمت سے زیادہ معاوضہ کے روادار نہیں، اس لئے ان کے تمام کلام میں باوصف تلاش اس کی متعلق نہیں ایک شعر ملا جو پیشانی پر درج کر دیا گیا،

صلح کلی

تو در ہر جا دلے ہر کس بجا خویش نیکو بہ ز تا کو کہ بہ خویش شیخ و در یگانہ برہمن ہم

اس فضیلت کی دستارِ فضیلت ان بندگانِ خاص کے سرِ مبارک پر بندھتی ہے کہ جو دربارِ رسالت میں داخل ہو کر سب جگہ انہی کا جلوہ دیکھتے ہیں، اپنے کو اچھا دوسرے کو برا نہیں سمجھتے، اور یہ جب ہی سمجھا جائے گا، جب خدا ایک سمجھا جائے گا، وحدت وجود کے قائل جب اس امر پر غور کر لیں گے، تو یہ دو رنگی چھوڑ کر وحدت کی معنوی رنگت میں رنگے جائیں گے، پھر ان کے بیان و کلام سے گنگا جل اور زمزم کے چشمے پھوٹ نکلیں گے، خدا اس رحمتِ عام کو سب کے کشتِ قلوب سیراب کرے، خصوصاً ہندوستان کے کہ جہاں مسلمانوں میں مسلمان کافر سمجھے جاتے ہیں، اور ہندوؤں میں ہندو ملیچھ اور اچھوت،

برہمن تین سو برس پہلے نسلِ آدم کے جھگڑالو افراد کو سمجھاتے ہیں :-

در حقیقت نیست چوں بیگانگی در روزگار ما بجز بیگانگاں را آشنا نہ دیدہ ایم

ایں جا نہ کشاکش سبحہ و زنار عشق است گذشتن ز سرِ مذہب شیشہ

حدیثِ عشق از کفر و اسلام بگذر است معنی برہمن در حجت کفر آشنائے خوانی ہا

کشیم سجدہ من نثار دو عالم یکیست درین چمن نظراں بسنبتہ بہار یکیست

خودداری

آج کل دنیا میں اگر کوئی رحمت باعثِ زحمت ہے تو دیانت داری اور راستی کی طرح ایک خودداری بھی ہے، زمانہ سلف میں یہی ایک جوہرِ انسانی سمجھا جاتا تھا، آج کل باعثِ ننگ ہے، خودداری کے معنی یہ نہیں کہ کسی کی توہین و تضحیک کی جائے، دل آزاری و نفرت ظاہر ہو، خودداری دوسری شکل میں صبر کا دوسرا نام ہے، کہ جس پر سب خوبیاں منحصر ہو جاتی ہیں، خوددار بھوکے پڑا، ہفتہ بھر کا بھوکا، ٹانگ پر ٹانگ رکھے، دولت و عروج، عاجزی دکھا جیت

پیر لات مارتا ہے، دُنیا کے اربابِ غرض دُنیوی خواہشاتِ فانی کے لئے تردّد و جستجو کرسکتے ہیں اگر وُہ ایسی جستجو کریں گے، جو اُن کی آبروریزی کا باعث ہو، حرام ہے، پس اِس سے بچنے کیلئے جو شخص بے قرار رہتا ہے، وُہ "خود دار" کہلاتا ہے، اور اُس کی عادت صفتِ "خودداری" سے متصف ہوتی ہے۔

اِس کی مافلت اولاد تمنا، اور مدعا ہیں، جب وُہ انہیں عاق کر دیتی ہے، تو پھر برہمن خود دار ہو کر بڑے لُطف سے دن کاٹتی ہے، خودداری کا درجہ منازلِ انسانی میں بڑا بلند ہے، اِسی وجہ سے بہت کم رسائی ہوتی ہے، برہمن چوٹی پر پہنچ کر خواہشاتِ دُنیا ترک کر کے اپنی جنس کے بھولے بھٹکے افراد کو بہ زور آواز بیں دے کر صحیح راستہ بتلاتے ہیں، اگر ایک اہلِ دُنیا ہیں کر کان پر آواز نہیں دھرتے، بلکہ اُن سے بے غیرتی و بے شرمی کے وُہ وُہ افعال سرزد ہوتے ہیں، کہ خودداری اِس ملک سے رخصت ہو کر ادھر کا دھیان نہیں کرتی، اسے سوائے فانی کے فانی تر بندوا، ذرا برہمن کی آواز پر کان لگاؤ۔

از بہرِ این و آں نکشم منتِ کسے ۔۔۔ آبِ من آب دیدہ لبِ من نانِ آفتاب
دلم زجا نہ رود از بلند و پستِ جہاں ۔۔۔ کہ نزد اہلِ خرد وضعِ روزگار یکے است
چو مرد مردم آزادہ با تہی دستی ۔۔۔ بزیرِ دورِ فلک ہیچ کس را دو تا نکند
نازم ببیرچشمئ ہمت کہ چشمِ من ۔۔۔ ہرگز بروئے شاہدِ اُمید وا نشد
آبے کہ آبرو ببرد در گلو مریز ۔۔۔ آب از دو دیدہ ریز دوسے آبرو مریز
ماریزہ چینِ خوانِ کساں چوں مگس نہ ایم ۔۔۔ منت پذیرِ مائدۂ ہیچ کس نئیم
چوں غبار برراہ میفتد ریم در عالم ولیک ۔۔۔ زنگ از آئینہ تاریکِ دلہا میبریم

قناعت

برہمن از ہوس گنج بیکیجی داری ۔۔۔ زمن دو حرفِ قناعت شنیدہ نتشنیی

خواہش کہو یا آرزو، مدعا کہو یا تمنا، غرضیکہ اِس خاندان کے سب افرادِ انسان کے دشمنِ مادرزاد ہیں، دشمنوں سے ترکِ تعلقات ہی حفظِ آبرو کا باعث ہو سکتا، اِس لئے اِن خاندان کی

جو منہ لگاتا ہے منہ کی کھاتا ہے، یہ مرچ کی طرح چرپرے ہیں، مگر جان لیوا اور عزت کے گاہک، جاہلوں نے ان سے ناتہ جوڑا، انہوں نے یہ سعادت مندی دکھائی کہ انہیں ہی ہلاک کیا، اور خود بھی قعرِ حقارت میں جا پڑے، دانشمند کھوسکے مرتے ہیں، مگر ان سے بات نہیں کرتے آنکھ تک نہیں ملاتے، اپنے قصرِ دل کے احاطہ تک میں گھسنے نہیں دیتے، خود داری، طامع چپڑاسیوں کی طرح دھکے دے دے کر شہرِ خیال سے دُور کر دیتی ہے، اور محض اس لئے کہ کہیں انکی صحبت سے قلب صافی داغدار نہ ہو جائے، ان کے چھونے سے غنچۂ دل چھوئی موئی کی طرح پژمردہ نہ ہو جائے، جو موجود ہے، اسی پر صبر ہے، دست درازی ان کے مذہب میں روا نہیں، اسی عمل کا نام قناعت ہے، یہ دولت ہر ایک کے حصہ میں نہیں آتی، جو اس کے دشمن ہوتے ہیں، وہ تحفت جان کنی کے بعد اُن کی جان لیتی ہے، پھر خفقان دل میں گل کھلاتی ہے، یہ وہ آتشبازی ہے کہ صدیوں کا سرمایہ پل بھر میں پارہ کی طرح بھک سے اُڑ جاتا ہے، آتشباز بھی نقصان اُٹھاتا ہے، تماشبیں کبھی خالی نہیں رہتے، مگر جو قانع مزاج اپنے گھر میں بیٹھ کر اس خوفناک آتشبازی کا تماشہ دیکھتا ہے، وہ ہر حالت میں نفع میں رہتا ہے، برہمن اس متاع کا واحد مالک ہے، اور اس کا مال خانہ اسباب ترکِ تعلق و قناعت سے بھرا پڑا ہے، سیر سے دل محظوظ کیجئے، ؎

کیمیاست قناعت کہ چو آید بعمل
آنچہ زین خاک توان یافت بزر نتوان یافت

من عاشقم مرا ہوس احتیاج نیست
مرغِ رسیدہ را بقفس احتیاج نیست

ز اسبابِ قناعت کار را بر خویش آسان کن
کہ چوں مشکل شود آسانیٔ ارباب تمکیں باشد

براہِ آرزو کامِ دلم ہرگز نہ شد حاصل
ز اسبابِ قناعت فکرِ سامانے دگر باید

بدست تنگ قضا داد آبرو بر باد
کسے کہ پائے بدامانِ آرزو پیچید

آں بلبلِ شکستہ زبانم کہ در چمن
آسودہ ام بہ بسترِ مشتِ گیاہِ خویش

از جا نمیرود دلِ آسودہ خاطر آں
ایں ملک را بہ تیغِ توکل گرفتہ است

ترکِ تمنا

مدعا ہر کسے در حاصلِ ہر مدعا ست ما برہمن ترکِ آں یک مدعا فہمیدہ ایم
یہ عالی خاندان، خاندانِ قناعت سے انتساب رکھتا ہے، اگرچہ درجہ بہت بڑا ہے کیونکہ اس سے منسلک ہو جانے پر غیبی دروازے آپ سے آپ کھل جاتے ہیں، جہاں مصائب و مشکلات کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور انسان مگن ہو کر اس کی لذت سے متلذذ ہوتا رہتا ہے۔ برہمن نے یہ لذت اٹھائی۔ اس کا لطف بیان سنئے:-

کونین را بخلوتِ دل راہ نے دہد آزادۂ کہ ترکِ تمنا گرفتہ است

با من از مدعا مگو کہ مرا مدعا ترکِ مدعا شدہ است

اہلِ حرص ہر یکے مدعا پسید واند ہر کہ دانا تر بود از مدعا ہا درگذشت

دل حاصلِ مدعائے نایافت صد چیز بترکِ مدعا یافت

فارغ نشستہ ایم ز الزامہائے روزگار تا یک دو گام دور تر از مدعا نشست

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

کسرِ نفسی

با نورسان ہیچ ندانستیم ہیچکس (برہمن) ہر کس قلم گرفت ز ما خوب تر نوشت
کون ہے کہ جو فن ہونے والے دنیوی سرمایہ پر ناز نہیں کرتا، یہ سرمایہ خواہ لیاقت کا ہو، خواہ جاہ و اقبال کا، ناز سب کے حصے میں آیا ہے، اگر یہ خود نمائی انسان کو مردود بنا دیتی ہے کیونکہ درگاہِ خداوندی میں مقبول نہیں۔ قربان جائیں ان اعلیٰ ہستیوں کے کہ جو کامل و اکمل، فاضل اجل، بے عدیل و بے نظیر ہو کر بھی اپنے آپ کو حقیقتاً ہیچ سمجھے ہوئے ہیں۔ اسی صفت کا نام "کسرِ نفسی" ہے۔

برہمن شغلیہ بھی پُر جلال سلطنت کا دیوانِ اعظم اور دبیر شہی تھا۔ بولیوں کا مالک نفیر سخن کا حافظ اور قلم کا دھنی تھا۔ سنا شیر قضا ناشیر کا محرر و محکمہ ہندوستان سے نکل کر ایران، توران، کابل اور دیگر ولایتوں میں اس کی لیاقت کا سکہ جاری تھا۔ جب ایرانی خصوصاً شیرازی زبانِ فارسی کے نغمے برہمن کی زبان سے سنتے تھے، تو سنا جاتے تھے اگر اللہ رے خاکساری اور

واہ رے کسرِ نفسی کہ ہر ادنیٰ کو اعلیٰ سمجھ کر مخاطب کیا، اسی انکسار نے ہفت اقلیم کا شاہِ سخن بنایا! چہار چمن کے بے نظیر گلزار کھلا کر اپنی اس عادت کا کس طرح اعادہ فرماتے ہیں:۔

"این نسخہ در قوم قلم شکستہ رقم گردید کہ پیش ارباب سخن گذرد، و باصلاح منت بر بے نیاز منت گذارند"

یہ وہ وصف ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ بنا دیتا ہے، اس سخندانِ کامل کا یہ کمال دیکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہے ؎

تلافی از تہی خود نفسی نتواں زد — جز بے ہنری چیست برہمن ہنرِ ما
سخن چو پیشہ بلند است برہمن چہ عجب — کہ خام دیدۂ بد تخلی بود سپہرِ ما
سرِ نیاز فرو کن بجا کسارئ عشق — ہمیں قدر سبب احترام خواہد شد

اخفائے راز

بحفظِ رازِ محبت شناسائی شرط است کہ ہر چہ در دلت افتاد بر زبان مگذر

راز کا چھپانا ہر مذہب و ملل میں ضروری ہی نہیں، بلکہ جائز قرار دیا گیا ہے اسی لئے ہندو رشیوں نے اپنے مذہبی مسائل شمشیرِ آبدار کی طرح پردۂ اخفا میں رکھے، اور بعض اس خیال سے کہ ان الحقوق سے عربی کا علم، کہ جو اس کا اہل ہے، نااہل اگر دیکھنے کے لئے کبھی ہاتھ لگاتا ہے تو سر قلم کر لیتا ہے، تا دانشوں نے یہ خوبی بھی ہر شے پر اعتراض جہالت بنا دیا۔ حالانکہ فطرتِ سلیم دیتی ہے کہ ہر قیمتی چیز پردے کے اندر چاہئے، آنکھ، کان، دل اور دماغ کیسے کیسے پردوں کے اندر محفوظ ہیں، راز کے لوازمات دل و دماغ ہیں، تا کتنے پا قتل سرگزشت عمر سے جدا ہوتے۔ آنکھیں لگانے جاتے اور جسم کا قیمہ قیمہ ہو جانے پر بھی یہ لوازمات منسوب نہیں ہوتے۔ لوحِ دل اپنے خطابوں لکھی گئی ہے کہ جو آج تک پردۂ راز میں ہے جیسے سوالی پڑھنے سے بڑا فلسفی عقب پڑھ نہیں سکتا، ایسی حسبِ فطرت انہیں یہ تعلیم دیتی ہے کہ راز چھپانے چاہئیں، تو پھر ہر حالت میں ان کا چھپانا ہی جائز ہے۔ انکشافِ راز سے ملتوں کو زوال ہوتا ہے اور بیبیوں کا راز دار ہے، پس ہر عقلمند کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ راز

چھپائیے، برہمن کے مشورے خاموشی سے سنئے ؎

باصبا گر راز دل گفتیم عیب ما مکن — در میان آشنائی ما چو لئے رفتہ است
ادب عشق چو آموزگار ما گردد — نخست شرط محبت بحفظ راز کند
عاشق آنست کہ پوشیدہ بود راز دلش — تنگ عشقست اگر چاک گریبان داری
راز عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت — با کسے مصلحت راز نہاں نتواں کرد

خاموشی

کشیدہ سر بگریباں و پائے در دامن — چو طفل غنچہ خموش شدند مردم دانا

برہمن نے خاموشی پر بڑا زور دیا ہے، اور بار بار یہ سمجھایا ہے کہ کوئی سننے سمجھنے والا نہیں، نہ کوئی قربا درس ہے، نہ ہمیں اختیار رہے، غنچہ کی طرح خاموش رہ، یہ نہمائش عہدِ مذکور کے واقعات اور حالات سے بھی عین مطابق تھی، اور یہی وہ راز ہے کہ جس سے ہر انسان شر سے محفوظ رہ سکتا ہے، برہمن نے زمانہ کی منتہائے استعدادِ قابلیت دیکھ کر اُن حقائق و معارف اور حالات و واقعات کا انکشاف مناسب نہ سمجھا، جنہیں اُن کی چشمِ بصیرت نے دیکھا تھا وہ نہایت راز سمجھاتے ہیں ؎

زہر چہ ہست زبانِ عرب فصیح تر است — بجز آں خموشی کہ افصح از عرب است
سخن ز عشق مگو ورنہ اول از سر ہوش — بضبطِ رازِ محبت بیار حوصلہ را
چو در رہِ عشق رسد خواہش دوا کفر است — دریں معاملہ اظہارِ مدعا کفر است
بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود — ز عندلیب دانی چرا نوا کفر است
رازِ دل چوں سوسن آزادہ نتواں کرد فاش — ہمچو رنگ لالہ در دل داغ پنہانی بس است
در سینہ خود رازِ غمِ عشق برہمن — چوں غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم

رہبرِ کامل

نظر بر نقش پائے رہروان راہ می بندم — کہ شاید رفتہ رفتہ نقش پائے رہنموں گردد

زمانۂ قدیم میں سالک در رہبر کی ہر کام میں ضرورت پڑتی تھی، جب ہی کامیابی ہوتی تھی، آج کل خود رہبر ہی رہبری نہیں کر سکتے ہیں، رہبر کے بغیر منزل

مقصود پر پہنچنا ناممکن ہے، اور رہبر کا ملنا اُس سے بھی زیادہ ناممکن، مادیات کی رَو وقت میں اِس سے ہر بزم خالی پڑی ہے ؎

بزم بے شمع است ورنہ با ہزاراں اہلِ شوق — برہمن من ہر سرِ کو گشتم از پروانہ نیست
سُراغِ راہِ حقیقت ز مردِ عارف کن — چو پے بہ رہبریٔ آشنائے راہِ طلب
برہمن از ہمہ سو می دزد نسیمِ شمال — خوش آں کسے کہ نسیمِ شمال رہبرِ اوست
علاجِ تیرگیٔ صبح بر الفضول کنم — اگرچہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم
برہمن از اثرِ صحبتِ خدا طلباں — چہ حیلہ ہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم
مرا براثرِ راہ رواں گام نہادیم — گامے دیر کہ پیش بود قافلہ از من
قدم کشیدہ گذشتند خستگانِ طریق — ز فکرِ خام برہمن ہنوز ماندہ راہ

چیستانِ حیات

حدیثِ عشق برہمن بسر نمے آید — ہزار نسخہ نوشتند ہیچ آں باقیست

ہم کہاں سے آئے؟ کیوں آئے؟ کیا کرنا ہے؟ کیا جاننا ہے؟ کہاں جانا ہے؟ اور کیا انجام ہے؟ یہ وہ لاینحل سوالات ہیں، کہ جن کے حل کرنے میں وید، ژند و اوستا، انجیل اور قرآن بھی بے زبان ہیں، یہ فلاسفۂ دنیا بھر کے فلاسفر بیفائدہ حل نہ کر سکے، جب قدیم و جدید سائنس اپنی برقی روشنی اِس طرف لے گئی، مادیات کے اندھیرے میں غائب ہو گئی، عقلیں بے عقل ہو گئیں، اور آخر سب نے لاعلمی ظاہر کی،

عقدہ ہائے مسئلۂ حقیقتِ ازلی مستورہ کو کون بے ستر کر سکتا ہے، جو اُس کا برقع اُتارنے کی کوشش کرے، خود ہی در بدر مارا مارا پھرے، حریمِ اسرار کا محرم کون چاک کرے! اور اِس تدبیر کے محرمِ راز ہو سکا کون، کوشش کرے، اِس پردہ کے اندر ایک ایسا معشوق رنگکاری ادائے خاص سے جلوہ نما ہے، کہ ذرہ سے آفتاب کو حرکت دیتا ہے، شاہ کو گدا کے قدموں میں جھکاتا ہے، چیونٹی کو ہاتھی پر سوار کراتا ہے، کمزور کو طاقتور پر فتح دلاتا ہے، مگر نہ خود نظر آتا ہے، نہ کوئی دیکھ سکتا ہے، وہ انسان کہ جو اپنی خوش قسمتی، بدقسمتی، کسوف و خسوف، بارش

خشک سالی، قحط و وبا کے اسباب و علل، علم طبعیات و سائنس کی مدد سے جان گیا، تیر کی ایک زد سے تمام پتے چھلنی کر دیئے، تیر کش چلا کر تیر واپس بلا لیا، زمین و آسمان پر راستے بنائے، نوشتۂ تقدیر پڑھا، اس دریائے حقیقت کا ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکا، ہر چند علم و فضل کے ادیب کشف و کرامات کے کاشف، رازِ ربّانی کے رازدار، اپنی اپنی فہم و دانش کے شمع جلاتے رہے، مگر اس ظلمات کا راستہ نہ پایا، جنہوں نے کچھ سراغ چلایا، پہلے اپنے آپ کو کھویا، تب کچھ پایا، اور پھر اُن کا پتہ نہ پایا، مصرع، "آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد"

برہمن کا تن بدن، برہمنہ مذہب کی اُس عالمِ ایجاد کی بھٹی میں پگھلا تھا، کہ جو خصوصیت سے اُس کے نئے تیار کی گئی تھی، اُس نے وہی نکات بیان کئے، کہ جو جہول و ظلوم نے نذرِ آتش تو دنمائی کر دیئے تھے، برہمن نے پراچین گرنتھ اُسی نظر سے دیکھے، کہ جس نیت و غرض سے وہ لکھے گئے تھے، رشی ذہین منی آریہ ورت کے عالمانِ آفتابِ صفت ہیں ذرہ سے زیادہ حقیقت نہ رکھتے تھے، وہ پہیلیاں اس طرح حل فرماتے ہیں :-

"اے انسان تو کمزور و ناتواں ہے، اے فرزندِ خاک، فروتنی اختیار کر، جیسا کہ تجھے ہونا چاہئے، کیا تو اپنے خیالات قادرِ مطلق تک بلند کرنے کا خواہشمند ہے، کیا تو اپنے سامنے ہر جگہ حاضر و ناظر ہستی دیکھنا چاہتا ہے، اپنی حالت پر غور کر، سب پتہ لگ جائیگا"

قدیم رشیوں کے وہی خیالات ہیں، کہ جو برہمن نے اپنے گیتوں میں گائے ہیں، اور جن سے اپنے کلام گرمائے ہیں، آریہ آریہ سمجھتے ہیں، عیسائی عیسائی، اور مسلمان مسلمان، کیونکہ آپ نے مودت کی مناسبت کے لحاظ سے انہیں ایسے رنگ میں رنگا، کہ سفیدی میں سفیدی نظر آئے، اور تاریکی میں تاریکی، برہمن نے اس طرحدار رنگ کا نسخہ مختلف اجزا کی ترکیب سے اپنے تجربۂ تخلیط سے ظاہر فرمایا ہے، جو ایک سے ایک بڑھ کر تیر بہدف ہے، چند نسخے امانت دار طبائع کے سپرد کئے جاتے ہیں، جو استعمال کرنے کے قابل ہے :-

سنہ ۵ ۔ فاتح قلبِ سکندرِ اعظم "بہار ستامی"

زآب و رنگ جہاں جیست برہمن حاصل | بماند تشنہ لب آنکس کہ بر سراب نشست
بنائے قصر جہاں را ثبات ممکن نیست | بجز اساس محبت کہ دیر بنیاد است

درمیانِ چار دیوارِ قفس مرغ نفس | حیرتے دارم کہ چوں مے آید و چوں میرود
حاصلِ عمر گرامی جملہ خوابِ غفلت است | ہر چہ با افسانہ مے آید بافسوں میرود

فغاں کہ عمر بسر رفت و ما نفہمیدیم | ز ہست بود و جہاں مدعا نفہمیدیم

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی | سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی

ہزار دستہ از گلشن جہاں بردند | ہنوز این چمن از رنگ و بو نشد خالی

ہمیشہ گرمی میخانۂ جہاں باقیست | ہزار جام شکست و سبو نشد خالی

برہمن کی عمر گرامی اور دیگر شعراء کی عمر ناپائدار

رہ سخت و شیشۂ عمر گرامی نازک است
صحبت بسیار و خارہ تا کجا خواہد گذشت

از منۂ قدیم و جدید کے شعرائے فارسی و اُردو بالعموم فکرِ معاش اور تنگیٔ معاد کے ہاتھوں زندگی سے بیزار رہے ہیں، اور یہ بیزاری دنیوی تعلقداری اور اُس کی ناکامیابی کی وجہ سے تھی، ثروت و عزت و جاہ کا دشمن تھا، اُن کا رفیقِ حال تھا، اس لئے انہوں نے اپنے کلام میں عام طور پر انسانی عمر کی وقعت خاک میں ملائی، اور اُسے جنجال و وبال بلکہ سر حزن و ملال ٹھیرایا ہے، جو اُن کے حالاتِ زندگی کے عین مطابق تھا۔ اِن میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

فکرِ معاش، عشقِ بتاں، یادِ رفتگاں | اتنی سی عمر میں کوئی کیا کیا کیا کرے

زندگی سے بیزار ہو کر کہتے ہیں ؎

سر قبد اکردا ز تم شوے کہ با ما یار بود | قصۂ کوتاہ گشت ورنہ درد سر بسیار بود

مگر برہمن ہندی فلسفہ کا قائل و عامل تھا، وہ جانتا تھا کہ انسانی پیچیدہ بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے ملتا ہے، اس کے ہر نفس کی قدر کی جانی چاہئے، وہ انسانی عمر کی بڑی قدر کرتا تھا

اور اس کو بڑی منزلت دیتا ہے، اسی وجہ سے اس کا قلم جہاں "عمر" لکھنا چاہتا ہے، "عمرِ گرامی" یا "عمرِ گرانمایہ" یا "عمرِ عزیز" یا "نقدِ عمر" وغیرہ سے اسے عزت دیتا ہے۔ آپ دیوان شریف میں اکیلا لفظ "عمر" شاید ہی پائیں گے، عمر کی یہ فضیلت ملاحظہ ہو، خدا کرے کہ آپ بھی اس کی قدر ایسی ہی کریں جو یہ لفظ کا قدردان آپ کو سمجھاتا ہے ؎

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت — فغاں کہ عمرِ گرانمایہ بے حساب گذشت

بفکرِ بیہدہ غافل مشو ز عمرِ دراز — کہ این معاملہ روزے تمام خواہد شد

ہزار حیف کہ گم شد بہ بیہدہ غیاض — کہ نقدِ عمر ز کف میرود لکن الناس

برہمن در شمارِ عمرِ عزیز — اکثرے بے حساب می دیدیم

اعتراضِ ناصح

ذکر خوباں سے برہمن پھر بلے ناصح یا کہ گر حساب کنی بے حساب سے آید فارسی واردو شعرا ابتدا سے عابد و زاہد، ناصح و محتسب، شیخ و برہمن کے دشمنِ جان رہے ہیں، اور ایسے سخت کہ دین پاک کے لباسِ فاخرہ کی بھی دھجیاں اڑا دیں، اور ایسی مقراضِ سخن سے کہ جس کا تراش خراش سب کو بھایا، اور ہر ایک بے دریغ استعمال میں لایا، اس دیوانہ پن سے نہ تو عابد کا بال بیکا ہوا نہ زاہد کا، گر اپنی نسلیں تباہ و برباد کر لیں، یہ علت اپنا کلام گرمانے اور جدتِ بیان دکھانے کے لئے کی گئی تھی، بد مذاق اہلِ سخن ان کے دم میں آ گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بزرگوں کا ادب و احترام اٹھ گیا، استادوں کا اعزاز و اقتدار جاتا رہا، بے ادبی بدنصیبی کے مترادف ہے، دراصل ملکی ادبار ان رہروانِ راہِ بے ادبی کے اشغالِ افکار کا نتیجہ ہے، ان پڑھے لکھوں نے اپنے ترکہ اور وراثت کے ذریعہ اپنی بدنصیبی کے جو کارنامے لکھے ہیں، آئندہ نسلوں کو خبردار کرنے کیلئے انہیں یہاں نقل کرنا فائدے سے خالی نہیں، نقلِ کفر کفر نباشد،

سعدی سب سے زیادہ واعظوں کے دشمن ہیں ؎

کجا می اسے کہ لعنت کنی دعتشہ ثانی — تو بہ کنا رسے ما آتفا دہ و دہ مظر تاب

واعظ با طعنہ گفت کہ رو سوئے بتاں مبیں (لاعلم) اے بے تمیز دیدۂ بینا برائے چیست

عمر خیام واعظ کو اندھا بتاتے ہیں ؎

آسے خواجہ یکے کام روا کن مارا دم در کش و در کار خدا کن مارا
ما راست رویم لیک تو کج مے بینی رو چارۂ دیدہ کن رہا کن مارا

از سر بالین من برخیز اے نادان طبیب (لاعلم) درد مند عشق را دارو بجز دیدار نیست

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں (لاعلم) کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

حضرتِ ناصح گر آئیں دیدہ و دل فرشِ راہ (غالب) کوئی مجھ کو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھائیں گے کیا

حالی ہمارے ناصح کو دائرہ انسانیت سے بھی خارج کرتے ہیں ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ آگاہ واعظ زشت خوئی سو تری آدمی تجھ کو سمجھ کر پاس آ بیٹھے تھے ہم

رندِ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو (لاعلم) تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

زاہد شہر کہ ہے سوختہ طبعی میں مثال (اقبال) خشک ہے اُس کو غریق یم صہبا کر دیں

گر برہمن کی جدّتِ طبع نے ان بے ادب بدنصیبوں سے دن رات صحبت رکھتے ہوئے بھی اس کا حقیقی و اصلی راستہ دریافت کیا اور اسی پر سفر اختیار کیا۔ فارسی شاعری کے مقلدین شہر خیال میں پہنچنے کے لیے یہ نیا راستہ ہے کہ جس کا آغاز شاعری سے ۳۵۰ سال تک کسی نے خیال بھی نہ کیا تھا، نہ سراغ لگایا تھا۔ یہ جدید روحانی راستہ دیکھنے کے قابل ہے۔ عندلیبانِ ہمارے ہمراہ چلئے ذرا دیکھنے کی زحمت فرمائیے اور جدّتِ بیان کا زور آزمائیے ؎

دوش مے گفت کہ پیر مغاں از سر لطف کایں نہ آں مست خراب است کہ ہشیار بود
پند ناصح نکند در دلِ عاشق اثرے مست را صحبتِ ہشیار کجا آید راست
نہ پند ناصح اگر سر گراں شوم چہ عجب کہ کار من بحریفانِ دیگر افتادہ است
کو بدوزد ناصح با جامہ صد چاک ما یادگار چاک ناکامی نشانے چیست

؎ فارسی نظم کا آغاز ۲۵۵ھ سے سمجھا جاتا ہے جبکہ اوّل اوّل رودکی نے شعر کا چراغ جلایا اور اسی شان میں غزلیں اور قصیدے لکھے۔ ۶۰۵ھ تاریخ پیدائش برہمن ہے۔ "بہار شنائی"

جمعیتِ خاطر

زاز گردش گردون ہرزہ گرد چہ باک؛ اگر کشورِ دل آرمیدہ نشینی

دل کا قائم رکھنا ہی ہے کہ جمیع خواہشات ترک کر دی جائیں، جہاں جمعیتِ خاطر کی حکمرانی ہے، دُنیا کی سب اشیا اُس کے تابع فرمان ہیں، اور تو اور احکم الحاکمین بھی اُس سے مانوس ہے، ہر طرح کی جمعیتِ خاطر انسانی فرحت و انبساط کا پیام لاتی ہے، مگر جمعیتِ قلب خدائی دروازے کھول دیتی ہے، برہمن کے آگے یہ دروازے کھلے، جو دیکھا وُہ سُناتے ہیں ؎

در گوشۂ خمول چو عنقا فتادہ ام — دیگر مرا بصحبت کس احتیاج نیست

ہر شوکت روی سنگِ تعلق برہ آید[ا] — زدامنِ ہمہ کس در کشِ دیگر شدہ بنشین

شاید کہ بیابی اثرے تو نے میانش — دم در کش و بار دیگر از خود شدہ بنشین

خواہی کہ کنی از روشِ عمر تماشا — یک لحظہ برہمن بسر جوشِ شد بنشین

صفائی باطن

برہمن بے صفائی دل اگر دو کام دل حاصل

دُعا گر صدقِ باطن نیست بے تاثیر میگردد

برہمن کا کلام اگر کہیں مبالغہ سے مملو ہو اہے، تو وہ "صفائی باطن" کا خیال ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس مرکب کے بغیر فلک کی سیر بھی نہیں ہو سکتی، نہ عالم بالا کی زبان سمجھی جا سکتی ہے، یہ رموز سمجھانے کے لئے مبالغہ سے جس قدر کام لیا جاتا کم تھا، اگر ہم کسی معمولی کپڑے پر بھی کوئی صوفیانہ رنگ چڑھانا چاہیں، وُہ اُس وقت تک نہیں چڑھ سکتا، جب تک کہ مُتفرق مصالحات سے اُسکی ظاہری و باطنی کثافتیں دُور نہ کرلیں، پھر انسان کے باطن پر جب تک اُسے پاک و صاف نہ کریں، روحانی رنگ کیونکر چڑھ سکتا ہے،

برہمن نے اپنا ظاہر و باطن نیک افعال و اعمال سے پاک و مُنزہ بنا لیا تھا، اُس پر آسانی سے رنگ چڑھا، اور اُسے لُطف آگیا، وُہ دوسروں کو بھی محروم رکھنا نہیں چاہتا،

[ا] یہ تمام غزل جمعیتِ خاطر پر ہے، اور مقطع نے تو برہمن کی جمعیتِ خاطر کا نقشہ کھینچ دیا ہے،

اس لئے وہ ایسے ایسے نسخے مع حیات لکھتا ہے کہ جس سے ہر دو جہاں ایک نظر آتے ہیں، چند نسخے یہاں بھی درج کئے جاتے ہیں، کہ آج کل باطن کی صفائی کی سخت ضرورت ہے۔

در تنگنائے سینہ مدہ راہ کینہ را — از نقشِ کینہ سادہ نگہدار سینہ را

گر شوی در پئے تدبیرِ صفائی باطن — ہمچو آئینہ شود صاف سفالے کہ تراست

صحبتِ صافی نہاداں بہ اصفائی دگر است — صیقلِ زنگِ ہوائے نقشِ شیطانی درو ست

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہِ عشق — روند براثرِ رہروانِ صاف نہاد

سینۂ بے کینہ چوں آئینہ دارم بہرِ دہر — گر رسد در روئے خیالِ کینہ مے آید بتنگ

حسنِ عمل از تیرہ دلیہا نتواں یافت — باید دلِ صافی و صفائی سینے

شب بیداری	تشنگی دراز بتواں کرد برہمن — شاید تواں رسید پئے کاروانِ صبح شراب، کباب، فراق و ہجر، وصل و جدائی، شکوہ شکایت زمانہ اور ہجو

مذمت گل و بلبل وغیرہ مضامین سے دیوان کے دیوان بھرے پڑے ہیں، اور بھرے پڑے رہنے چاہیئے تھے، کیونکہ جو ظرف میں ہوتا ہے وہی باہر بھی آتا ہے، اُن کے ممدوح دُور از خیال تاویلات سے اُن کے دوسرے معنی پہنانے کی سعی ناکام کرتے ہیں،

مگر جو پیرِ مغاں اپنے میکدہ میں روحانیت کے خم بھر کر رکھتا ہے، اُس کے ہاں یہ اشیاء کیوں حرام سمجھی جائیں، اُس عشرت کدہ کا ساقی روحانیت کے پیگ بلا اخذِ قیمت زبلا تخریر دا دہ ہر وقت ہر ایک کو پلانے کے لئے بے قرار رہتا ہے، برہمن کا مخانہ اس کا کلام ہے، دیوان اُس کا ساقی ہے، اب وہ "شب بیداری" کا جام پیش کرتا ہے کہ جس سے معراجِ روحانی کا راستہ ملتا ہے، آپ بھی راتوں کو جاگ کر اس راستہ کی راہ لیجئے کہ انسانی منزلِ مقصد یہی ہے ۵

سر از دریچۂ صبحِ امید کرد بروں — کسے کہ دامنِ شبہائے انتظار گرفت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر می آرند — ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

فروغِ صبحِ سعادت بود نصیبِ کسے — کہ تا بہ صبح بشبہائے تار سے بیدار

عجز و نیاز

زروئے عجز بنہ بر زمیں جبینِ نیاز　　کہ ما شکستہ دلانیم او شکستہ نواز

عجز اور نیاز کے کون معنی نہیں سمجھتا، اور کون نہیں جانتا کہ بامِ ترقی پر پہنچنے کے لیے زینۂ بے خطر ہے، مگر غرور اور خود نمائی عاجزی کب کرنے دیتے ہیں، صاحبِ نصیب وہ ہستیاں ہیں، جو اپنے عروج و جاہ میں عجز و نیاز اور فروتنی کو اپنا دستور العمل بنائے ہوئے ہیں۔ اسلامی نماز عقیدے کے عجز و نیاز کی تصویر ہے، حضرت محمد صاحب نے اس خود پسند انسان پر اسے فرض قرار دیا تھا، اگر آپ بھی کسی نہ کسی طرح سے یہ عجز و نیاز اپنا فرض قرار دیں تو پھر زندگی کا لطف دیکھیں، برہمن نے جو کچھ پایا، اسی عمل سے پایا، اس کا عمل اپنے لیے سبق ہے، یاد کیجیے، ورنہ اس پشیمانی کا کوئی علاج نہ ہوگا ؎

در کنہِ ذات رہ نبرد عقلِ دوربیں　　جز عجز چیست تحفۂ درگاہِ کبریا

بجائے خواب برہمن بدیدہ خار بنہ　　کہ عجز نیم شبے حالتِ دگر دارد

علاجِ زنگِ گنہ صیقلِ پشیمانیست　　ز کردہ ہائے خطا بعد ازیں پشیماں باش

حاصلِ عجز از جہاں نقدِ گناہ آوردہ ایم　　نامۂ اعمال سر تا پا سیاہ آوردہ ایم

شد عجزِ ما وسیلۂ عذرِ گناہِ ما　　شستیم ز آبِ دیدہ حسابے کہ داشتیم

اے خطا پوشِ ما ز ما بگذر　　کز ما ہمہ سہو و خطا سے آید

۱؎ حسرت موہانی "الفاظ کی لطافت اور بیان کی روانی" کے ثبوت میں، اس غزل کے کہ جس کے ۷ اشعار ہیں، اپنی سخن پروری کے ضبط میں ۳ شعر حذف کر کے لکھتے ہیں:-

"دنیائے انگریزی مذاق یا انہی کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ اس بیانِ عشق و محبت کو فضول خیال کریں گے، اور کہیں گے کہ ہم مفید شاعری کے دلدادہ ہیں، ہم تو حسرت کو آج تک ایک لیڈر ہی سمجھتے تھے، اس بیان سے ہم غیب بھی سمجھنا پڑے گا، تمام غزل حقیقی عشق میں ڈوبی ہوئی ہے، آپ اپنی سخن فہمی سے "عشق و محبت مجازی" کی طرف لے گئے، ہمیں تو اب حسرت کی سخن فہمی پر بھی شبہ ہو گیا ہے، یہ شعر نمبر ملاحظہ ہو، اور حسرت کی کامل سخن فہمی کو معلوم ہو کہ کسی شعر میں الفاظ "عشق و محبت" آجانے سے وہ تمام شعر تو "عشق و محبت" کا نشانہ بنایا جا سکتا ہے، اور نہ مذاقِ شائستہ سے گرا ہوا قرار دیا جا سکتا ہے، یہ جامِ عشق و محبت، عمر خیام و حافظ کے عشق کا جام نہیں، بلکہ یہ تو برہمنِ صافی باطن اور زاہد و عابد کے عشقِ حقیقی کے جام ہیں جو اک اوجِ بالا کے ذرا فزا ہو، خود تشریح فرماتے ہیں:

گوشۂ نیست کہ بے زمزمۂ عشق بود　　ہر طرف معرکہ و معرکہ آرائی ہست

گریہ زاری

ز سینہ زنگ برد گریہ گر صفا آید مدار از گہر اشک چشم تر خالی

شاستر میں لکھا ہے کہ :-

"رونا نہایت ذلیل فعل ہے، کسی وقت خواہ کیسا ہی رنج و ملال ہو آنکھوں میں آنسو اور دل پہ غبار نہ آنا پائے، اگر دو جگہ رونا اگر نہ رویا جائے، تو انسانیت قائم نہیں رہتی، دو مقامات اول دنیا دوسرا دین بیان کیے گئے ہیں، دنیوی امورات میں اُس وقت رونا چاہئے کہ جب کوئی عزیز لختِ جگر مر جائے، اور پھر ہم سے مت پوچھو کہ کیوں رونا چاہئے وید مقدس کے اچاریوں کے پاس جاؤ، اور اُن سے پوچھو، دوسرا مقام پرمیشور کی حضور میں پرارتھنا کے بعد دونوں وقت گڑگڑانے کا ہے، اور دل سے جو ان ہر دو مقامات پر اپنے آنسو گرائے گا، جواہر پائے گا"

برہمن بھی اس شاستر کا دل سے عامل ہے، اُس نے قتلِ دارا شکوہ پر خون کے آنسو گرائے ہیں یا خدا کی درگاہ میں ادب و ذوق ذریعۂ نجات یہ آنسو ہی قرار دیا ہے، بیشک جب دنیا میں نخوت و عجز و ظلم و تندی خود سری و خود نمائی پیدا ہو جاتی ہے، تو ایسے موقعہ پہ عالمِ حقیقی کی درگاہ میں رونا بہت جگہ دنیوی اصلاح کا موجب ہو سکتا ہے، برہمن کا دیوان اس گریہ زاری سے بھرا پڑا ہے، اور اُس کے نتائج ایسے ایسے آرزو بیان فرماتے ہیں، کہ ہر شخص کا رونے کو دل چاہتا ہے، ضرورت تھی کہ برہمن اس عہد میں شاستر کے اس حکم کی تعمیل میں رونے پر زور دیتا، برہمن کی گریہ و زاری سے تکرا دل ایک گریہ طالب قوم کے فلسفہ پر غور کیجئے :-

تا نبارد ابر کے خندد چمن (رومی) تا نگرید طفل کے جوشد لبن

چشم پر از چشمۂ مژگاں دیدہ دل	[illegible]	بار غم را آب دادن احتیاج نیست
ہمیشہ در صدف دیدہ قطرۂ اشکم		بروز و شب گہر آبدار سے بندد
چو روز حشر برہمن حساب پیش آرند		با آب دیدہ بشویم نامۂ اعمال
غبار معصیت آئینۂ دل تیرہ می دارد		مگر اشک ندامت صاف سازد زنگ عصیاں را
سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل بودم		گر نہ اسباب تعلق خشک و زمیں آستم

گریہ زاری سے وصالِ یاری ناممکن ہے

حاصلِ گریہائے نیم شبے — تا سحر فتحِ بابِ سینہ بدم

کسے کہ از پئے دِگریہ خواست وصلِ ترا
بفکرِ بیہدہ خطے بروئے آب کشید

برہمن کا فلسفہ "گریہ و زاری" کو محض گناہ کا کفارہ سمجھتا ہے "اور اس میں یہ اثر مطلق نہیں پاتا، کہ وصالِ یاری نصیب ہو، اس کا نسخہ اور ہے جو دیوان میں ہر جگہ موجود ہے،

اقبالِ معصیت

مپوش و صاف اگر اشک نیست یزد ہر کہ بر آئینہ سینہ غبارے دارد

انسان کی یہ عادتِ جبلی ہے، کہ وہ اپنے عیوب اور گناہوں سے واقف ہونے پر بھی دوسروں کو واقف ہونے سے روکتا ہے، بلکہ حتی الوسع اُن کی واقفیت پر بھی پردہ ڈالا جاتا ہے، یہ پردے سینکڑوں طرح سے ڈالے جاتے ہیں، کہیں دھرم سالہ و سرائے بنائی جاتی ہے، کہیں مسجد و مندر استھاپن کیا جاتا ہے، کہیں تحریر و تقریر سے اپنے دھبے دھوئے جاتے ہیں، کہیں دوستوں آشناؤں سے امداد لی جاتی ہے، کہیں بے طرح دولت برباد کی جاتی ہے، غرضیکہ اِن بکھیڑوں میں وہ دولتِ حرام ضائع کی جاتی ہے کہ جس کیلئے یہ سب فریب رچے جاتے ہیں، یہ پردہ انسانوں ہی سے نہیں کیا جاتا، بلکہ حقیقی محرمِ راز کو بھی دھوکا دیا جاتا ہے، "عذرِ گناہ بدتر از گناہ" کے بھی معنی رکھتا ہے،

مگر یہ کُلیہ نہیں، جہاں سیاہی میں سفیدی، دن کے بعد رات، سردی کے بعد گرمی، سختی کے بعد نرمی لازمی ہے، وہاں دُنیا میں چھوٹے بڑے سب طرح کے پائے جاتے ہیں، اور ایسے دل بھی ہیں، کہ جو عالمِ کل ہی کی جناب میں اپنے گناہوں کی معافی کے لئے التجا نہیں کرتے، بلکہ بھجن و بندگی نماز و سلام میں بھی اقبالِ معصیت کے متقبل نظر آتے ہیں، اور عام دُنیا داروں کے آگے اپنے گناہ کا اقرار کر کے اپنی اصالت کا ثبوت دیتے ہیں، ایسا انسان ایسے ہی صفات کی وجہ سے عام انسانوں میں امتیاز کیا جاتا ہے،

دُنیا میں وہ کون انسان ہے، کہ جس نے کبھی آئینِ دین و دُنیا کی خلاف ورزی نہ کی ہو اور

چھپانےکی کوشش میں غلطاں وپیچاں نہ رہا ہو، اگر انسان اُسے ہی کہا جاسکتا ہے کہ جو اپنے گناہ کا کفارہ کرے اور آئندہ مجتنب رہے، برہمن باوصف بے عیب و بے خطا ہونے کے اقبال معصیت پر خاص زور دیتے ہیں، مطلب یہ کہ خودنمائی جو اس زمانہ کا طرۂ امتیاز تھا وہ بھی اس طریقہ عجز و نیاز کی تفصیل کبیر ہے، یہ اقبال کندن بنانے کیلئے اکسیر ہے آپ بھی اس سحر کا اثر ڈالنا چاہتا ہوں کہ سب بھائی مل کر اپنی زندگی امن و چین سے گذاریں، برہمن کا اپدیش سب بھائی سنیں ۔

پُر از حدیث گناہ نامۂ سیاہ منست — گنہ زہر کہ بود داخل گناہ منیست

ما را نظر بذرۂ لطف عمیم تست — از کردہ گر حساب بخواہی جواب نیست

بر جبیں روشن است داغ گناہ — بندۂ روشناس عصیانیم

حاصل عمر از جہاں بغیر گناہ آوردہ ایم — نامۂ اعمال سراپا سیاہ آوردہ ایم

بعذر معصیت خاموش گر باشم روا باشد — کہ پیدا میشود از بےزبانی انفعال من

تسلیم و رضا

از نیک و بد مرنج برہمن کہ در جہاں — دانا کسے کہ در پئے اہل رضا رود

"انسان" خواہ اس کی دنیوی وجاہت شاہ سے گذر کر پیغمبر اوتار تک پہنچ جائے ہر حالت میں مجبور و معذور ہے، جوانی اور نادانی اکثر دعوے کرا دیتی ہے کہ جو کچھ ہوں میں ہی ہوں، مگر جب انسان حوادث زمانہ کی زد میں آکر حفاظت سے ناامید ہو جاتا ہے تو جھٹ پٹ تسلیم و رضا پر اعتقاد لے آتا ہے، چونکہ ہم اس سرائے فانی کی مہمانی کی وقعت سمجھے ہوئے ہیں، عروج میں بھی "تسلیم و رضا" کے قائل رہ کر بیجا تفوقات سے باز رہتے ہیں، شکست پر صبر فرماتے ہیں

برہمن ابتدا سے "تسلیم و رضا" کا قائل تھا، اس کا سر تسلیم و رضا کے دیوتا کے قدموں پر ہمیشہ جھکا رہتا تھا، یہ برداشت کا پھل تھا کہ وہ اس طرح سے دنیوی عروج و ہبوط میں یکساں سر بسجود نظر آیا، یہ بیچارہ دیکھنے کے قابل ہے ۔

تمام شکرم از احسان بے نہایت دوست — کجا گذارہ بود بر زبان من گلہ را

برہمن سے شود آساں بہ رضا و تسلیم | ایں ہمہ درد و تدبیر علاجے کہ تراست
سرمایہ ما نیست بجز از دم تسلیم | گر را دولت نظرے داشتہ باشد

صبح خیزی

اے برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید | را بسیار است صبح از پیش با خواہد گذشت

ہندیوں نے آغازِ آفرینش ہی سے حقائق و معارف کے پردے اٹھانے کی کوشش کی، ظلمت کا پہلا پردہ خوابِ صبح تھا جس کی تاریکی قلمرو نے زر زمیں صبح کے نو بجے تک ظلمت پھیلائی تھی اور قلوب تیرہ و تار کر دیئے تھے، رشیوں نے یہ پردہ اٹھایا اور صبح کے چار بجے تک اسکی زندگی محدود کر دی۔

صبح خیزی ازلی ابدی سے فیضیاب کرتی ہے، برہمن رشیوں کی تعلیم سے عملی طور پر اپنا آئینۂ دل منور کرتے تھے۔ دیکھنا کس انداز سے اہلِ دنیا کو اس خوابِ گراں سے بیدار کرتے ہیں ؎

شد آفتاب جلوہ فروزاں و ما بخواب | ہر روز ما نمونۂ روزِ قیامت است
اے مست خواب، خواب مکن در زمانِ صبح | یکدم صبح کن بہ دیدہ ز امتحانِ صبح
تا صبح را ز کف بدہد عالم سپید نیم | باشد جہان شفق و گرد جہانِ صبح
کنند بادہ پراں طلب چپاں شب گرد | کہ ہر یک سحر پیش از آفتاب کنند
بیداری ما دست نہ در کمر نہ شیخ | با دامن صبحی از سر شام گرفتیم

توصیف و ثنا

ہر ذرہ در ہوائے تو دارد دمِ جوانہ | ہر مرغ در خیال تو در نغمہ نوا

علمِ الٰہیات کے عامل اور حقائق و معارف کے کامل سے توصیف و ثنا کرنے کی جو امید ہو سکتی ہے، برہمن اُن سب سے بازی لے گیا، مضمون عام ہے، کوئی پیچیدہ خصوصیت نہیں، مگر برہمن کے قلم نے جو طرز اختیار کی ہے، وہ خاص ہے، یہ لطف و لزوم کے نظائر سے خالی

ف ـ برہمن صبح کی کیا قدر و منزلت بیان کرتا ہے، کیونکہ عبادت کا وقت ہے، شرابی اسوقت جامِ صبوحی طلب کرتے ہیں، کیا بات کا خمار اتارتے ہیں ؎

صبح است و مے بہ رسمِ مغانہ زنیم | دیں شکستہ جام و ننگ بر سنگ زنیم
دست از ابد دراز خرد باز کشیم | در زلف دراز در دامن چنگ زنیم

ہوگا۔ اگر توصیف و ثنا سے ہم کیوں خالی رہیں۔ آپ صورتِ تصویر بن کر دونوں ہاتھ جوڑ کر آسمان کی طرف منہ کر کے آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں ؎

اے عقلِ پیش بین پیِ ذاتِ تو چوں سُہا — دے چشمِ بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا
در حضرتِ جلالِ تو کس را مجال نیست — باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ و ہم گدا
دربارگاہِ لطفِ تو جائے سوال نیست — این جا چہ احتیاج باظہارِ مدعا

وحدتِ وجود

آتشِ عشق چو افروختہ ہمہ یکسان اند — حسن چوں جلوہ کند والہ و فرزانہ یکیست

وحدتِ وجود کے پرستار کی نظر میں ہندو و ملیچھ، انسان و چیونٹی، بیگانہ و یگانہ، میخانہ و خرابات، مندر و مسجد، گرجا و گوردوارہ، دیر و حرم، دوزخ و بہشت، زنار و تسبیح اور صلیب و نشان سب برابر ہیں، اُس کے نزدیک ان کی امتیاز نا روا ہے، کیونکہ وہ اُس کا جلوہ ہر مقام پاتا ہے، اور سب جگہ یکساں دیکھتا ہے، پھر وہ کسے بُرا کہے، اور کسے اچھا سمجھے، اُسے تو سب یکساں نظر آتے ہیں، یہ مذہب حقیقی مذہب ہے، اور سب بزرگ اسے ہی پانے کی کوشش کرتے ہیں،

یہ وعظ ہر قوم میں پایا جاتا ہے، مگر عامل شاذ ہی کوئی ہو، اگر ہوتے تو یہ فساد نہ ہوتے، نہ گرجا اسے جلتے، نہ مندر منہدم ہوتے، نہ مسجدیں مسمار شدہ ہوتیں، نہ بھائی بھائی کو ذلیل سمجھتا، نہ قومیت کی تلوار دوسروں کے گلے اتارتی، یہ سبق پرانا رہا ہے، سب نے پڑھا، مگر سب نے بھلا دیا،

صوفیانِ اسلام اس کے شیفتہ ہیں، اور اس کے بیان میں بڑا اغراق کیا ہے،

حکیم غزنوی اس قومی دل آزار تفریق کے مٹانے کے لئے کہتے ہیں :-

آب دریا ہمہ گر تلخ است دریا جملہ دینداری — لیکن گوہرے یا در آبے آن این باشد

خواجہ حافظ یہ تفریق اس شعر میں دور کرتے ہیں ؎

در عشق خانقاہ و خرابات فرق نیست — ہر جا کہ ہست پرتوِ روئے حبیب ہست
آنجا کہ کار صومعہ را جلوہ میدہند — ناقوسِ دیر راہب و نامِ صلیب ہست

مشہور ہی سہی مسجد و مندر ایک ہی بتلاتے ہیں، مگر ڈر ڈر کر ؎

چراغِ بت کدہ و شمعِ خانقاہ یکے ست اگرچہ دیدہ دو آمد ولے نگاہ یکیست

امیر خسرو کا طرزِ بیان بھی ملاحظہ ہو:۔

کافرِ عشقم مسلمانی مرا درکار نیست ہر رگِ من تار گشتہ حاجتِ زنار نیست

عرفی اس منذر کا نقشہ اس طرح کھینچتے ہیں ؎

حرم پویاں در دیرے راے پرستند فقیہاں دفترے رای پرستند
ازاں دعویٰ الشیخ در برہمن ماند کہ ہریک را درے بالاے پرستند
برانگن پردہ تا معلوم گردد کہ یاراں دیگرے رائے پرستند

عمر خیام بھی کہتا ہے، اگر وہ تو دن رات، موسم بہار، لبِ جو، سبزہ زار، تین چار معشوق حوری نژاد اور جامِ شراب کے بغیر بات نہیں کرتا، جو کچھ کہتا ہے اُسی خیال میں کہتا ہے ؎

فصلِ گل و طرفِ جوئبار ولبِ کشت با یک دو سہ تازہ صنمے حور سرشت
پیش آر قدح کہ بادہ نوشانِ صبوح آسودہ نہ مسجداند و فارغ ز کنشت

برہمن کا مسئلہ وحدت وجود ؎

بانیٔ خانہ دسے خانہ و بت خانہ یکیست
خانہ بسیار و لے صاحبِ ہر خانہ یکیست

برہمن نے وحدتِ وجود کے دیوتا پر اپنے گنجینۂ طبع سے موتی نچھاور کئے ہیں، وہ ہر دانہ دانہ یک دانہ ہے، یہ گوہرِ بے بہا اُس کے دیوانِ یکتا کے ہر شعر میں موتیوں کی طرح جڑے ہیں، اگر صوفیانِ اسلام توحید کے عاشق ہیں، تو برہمن اُس کا دلدادہ و شیدا، مذہب برہمنان کے منازل کی آخری منزل بھی یہی ہے، توحید پر اسلامی شعرائے بہت کچھ لکھا، وحدتِ وجود کے خوش وضع پیکر بنائے، برہمن نے اپنے پیکرِ خیال کی امداد سے آسمان سے تارے توڑے، روزمرہ کی باتیں، دن رات کے جھگڑے، جگہ جگہ کے قضیئے، مذہبی تفرقے، اور کشت و خون اس کا خونِ جگر پی رہے تھے، اُس کے قلم نے وہ مینا کاری کی اور ایسا رنگ و روغن چڑھایا کہ وحدتِ وجود کا دیوتا سامنے نظر آیا، اور وہ سمجھایا کہ دوسرا نہیں سمجھا سکتا، ایسا نرم لکھا کہ سنگین دلوں پر نقش ہو گیا، ایسا سخت لکھا کہ سنگین دل موم بن گئے،

جو شعر تاجِ مضمون بنایا گیا ہے، اُس کے خوبیٔ بیان کی رفعت مندروں، مسجدوں اور گرجاؤں کے میناروں سے بھی زیادہ بلند ہے، اور ہونا بھی چاہئے تھی، شہزادہ دارا شکوہ اِن وحدت پرستوں کے عین مندر کے آگے یہ شعر پڑھتا ہوا قتل کیا گیا ؂

کفر و اسلام در رہش پویاں — وحدہٗ لاشریک لہٗ گویاں

یہ فتویٔ قتل اس لئے صادر کیا گیا تھا کہ اُس نے کفر و اسلام برادرِ توام قرار دیئے تھے جو شرع سے بعید تھا، اِسی گناہ پر درویش ادریش شاہ سرمد، حقیقت کیش، ملحد سمجھا جا کر دیندارانِ کے مُہر بردار نے شہید کرایا، برہمن کا یہ شعر اُس کے لئے بھی قابلِ دار تھا، مگر اورنگ زیب کی خونی تلوار برہمن کی روحانی سیف کے آگے کُند ہو گئی،

وہ وحدتِ وجود کے نشان ہر مکان میں پاتا ہے، جس سے شیخ و برہمن، عابد و سرمست وجد میں آتا ہے، اِس میکدۂ روحانی کے چند جام ہم بھی پلاتے ہیں، طبیعتیں پہلے ہی جام میں مسرور ہو جائیں گی ؂

گل یکے، خار یکے، شاخ یکے، تاک یکیست — نزد ارباب خرد ہر خس و خاشاک یکیست
(ہندو، مسلمان)

دوسرا جام اس سے بھی زیادہ سرور رکھتا ہے ؂

این ہمہ عالم فانیست و روزندہ یکیست — نقش بسیار ولے دیدۂ بینندہ یکیست
ہر صدف گوہر و بحر خرد شئے دارد — پیش ارباب نظر گوہرِ تابندہ یکیست
(ہندو، مسلمان)
کافرم گر سرِ مو ہے تفاوت گویم — رشتۂ زلفِ تو با رشتۂ زنار یکیست

تصوف کی یکرنگی

کوتہ اندیشاں کُنند بیش و کم پیچیدہ اند — مردِ عارف را نظر بر اندک و بسیار نیست

مسلمان شاعروں نے شاعری کی مقراض سے اپنے مذہب کی خوب دھجیاں اُڑائی ہیں، اور صوفی اُن سب سے بڑھ کر ہیں، کیونکہ قابل سمجھدار مسلمانوں کا اِس پر اتفاق ہے کہ مسائلِ تصوف قیدِ مذہب سے بالکل آزاد ہیں"

؎ — وید کی اس شرتی کا ترجمہ ہے' - دُنیا فانی پرمیشر کو پہچان -

چونکہ اسلام میں فرقہ صوفیہ اپنے صوفیانہ کلام و عقائد کی وجہ سے ایک نیک خیال فرقہ سمجھا جاتا ہے، اس لئے ہر زمانہ میں اہلِ تصوف کی قدر و منزلت ہوئی، مگر شاہانِ وقت ہمیشہ صوفیوں کے دشمنِ جان رہے۔ تصوف کے باریک مسائل ایسے دل آویز ہیں کہ ہر شخص جب سنتا ہے، وجد میں آ جاتا ہے، مگر ان پر عمل کرنا اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔ اِس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ ہندوستان میں بجائے عمل و فعل سراسر زبانی جمع خرچ سے گھر پورا کیا جاتا ہے۔ اگر تصوف سے طبیعت رنگی جائے، تو انسانی معراجِ کمال کی انتہا ہو جائے، ہم اُن اہلِ تصوف کا خاکہ اڑانا نہیں چاہتے، کہ جن کے فعل سرتاسر کفر و ضلالت کے تھے، جس طرح سے مسلمانی در کتاب و مسلمانان در گور، کسی بزرگ نے کیا کرحقِ حقیقت ادا فرمایا ہے "دنیا کا چلن ٹھیک اسی طرح پر ہے"۔

مگر ایک برہمن تھا کہ جو روزِ پیدائش سے تصوف کے عملی سبق پڑھ رہا تھا، اُس نے دنیوی فراغت کے بعد جو ملازمت سے استعفیٰ کی شکل میں نمودار ہوئی، آپ اپنی بنی بنائی ریاست اور سجا سجایا گھر چھوڑ کر کاشی جی میں قیام فرما کر سعادتِ ابدی حاصل کی، اور بقیہ عمر ریاضات و عبادات میں صرف کی۔

پس ایسے مرتاض شخص کی زندگی بالکل صوفیانہ قرار دی جا سکتی ہے، ایسا عالم باعمل جو کچھ لکھے گا یا کہے گا، وہ پتہ کی بات ہوگی، جس کا نشانہ ٹھیک دل پر بیٹھے گا۔ حسرت موہانی اقرار کرتے ہیں ۵ :-

"اس انداز میں جو کچھ انہوں نے لکھا ہے، اُس میں اور کسی مسلمان کے کلام میں مطلق تمیز نہیں ہو سکتی"

اِن کا دیوان ایسے کلام سے مالا مال ہے، ذرا ملاحظہ ہو:-

تا بدیر و حرم شیخ و برہمن جو ید ۔۔۔ بخبرم کہ دریں پردہ ایں چہ اسرار است

عیب کم گیر اگر اہلِ خطا بسیار اند ۔۔۔ ایں ہمہ قابلِ عفو اند چو بخشندہ یکیست

۵ ۔ حسرت موہانی اردوئے معلیٰ، یکم اگست ۱۹۰۳ء

اگر آئی بشہرِ عشق سامانے دگر باید　　ز یکرنگی بیان کفر ایمانے دگر باید

مستِ عشقم کعبہ و بتخانہ راگم کردہ ام　　در پے مستی رہِ میخانہ راگم کردہ ام

عاشق آں ست کہ زسر راز قدم نشناسد　　بندۂ عشق تو دیر و حرم نشناسد

حقائق و معارف

مرا از گنج گوہر مے کند ہر لحظہ مستغنی　　بدستِ خویش کلکِ گہر افشانے کہ من دارم

چیستانِ ہستی کا معمہ حل کرنے کے بعد بھی روحانیت کے جال میں کوئی ہی پھنستا ہے، یہ ہر ایک کا حصہ نہیں، برہمن فرماتے ہیں ؎

ہر دے را نہ ہوائے سرِ زلفش باشد　　مرغ بسیار و لے مرغِ گرفتار یکیست

قدیم مذہب برہمہ کا آغاز اور انجام کمالِ روحانیت پر ختم ہو جاتا ہے، اور سچ تو یہ ہے کہ اس مذہب کا ادبار ان باریک مسائل کی غلط تفہیم کا نتیجہ ہے، ہمارے خالص ہندی بھائی ہمیں یہ صداقت بیان کرنے کے لئے معاف فرمائینگے، کہ اگر ہم یہ اصلیت کے تلخ کلمات بیان کریں، کہ ہندی فلسفۂ مذہب کی سنگین چہار دیواری گھر ہی کے بھیدیوں نے ناسمجھی سے شکستہ کر دی، غیروں کے اعتراضات جو وزنی نہ تھے، جب اپنے ترازو ئے عقل کے پیمانہ سے باہر دیکھے، صحیح سمجھ کر مذہبی مسائل کی تجدید و ترمیم کرنا شروع کر دی۔ ویدوں سے لگا کر بھاگوت کے آخری گرنتھ تک بہ آوازِ بلند یہی اعلان فرماتے ہیں کہ "خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، سب اسی ایک آفتاب کی شعاؤں سے نور حاصل کر رہے ہیں، جس نے اسے نہ پہچانا، وہ دنیاوی اشیائے منور کا شیدا نظر آیا، جس نے پہچانا اُن نورانی شعاعوں سے معراجِ روحانی حاصل کر لیا"۔ اس معنی میں برہمن کا کلام عالم بالا سے اُترا ہے، کوئی شعر ایسا نہیں پایا جاتا، کہ جس نے روحانیت کے نور سے فیض نہ پایا ہو، برہمن نے یہ فلسفہ فارسی میں بیان کیا، اور اس خوبی سے کہ دوسرا کر نہیں سکتا، اس نے روحانیت کے وہ وہ راز و نکات اس خوبیِ بیان سے ظاہر کیے ہیں، کہ ہندی روحانیت کو چار چاند لگا دیئے، نہ کسی کے مذہب پر حملہ، نہ کسی کے عقیدہ پر اعتراض، جذبۂ روحانیت کے زور میں حقائق و معارف کے ایسے دریا بہائے کہ اس رو میں سب توہماتِ باطلہ بہتے بہاتے پتھروں کی طرح ٹکراتے

نیست و نابود ہوگئے، برہمن اپنے کلام پر خود نازاں ہے، کیونکہ وُہ اُس کی قدر و قیمت جانتا ہے، کس زور سے کہتا ہے ؎

دارد بگوش اہلِ سخن راہِ برہمن　　نظمم گہر ز عقدِ ثریا گرفتہ است

پھر کہتے ہیں ؎

گر دندگی برہمن از شوقِ قدسیاں　　گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

معراجِ روحانیت کس طرح سے حاصل ہوتا ہے ؎

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق　　براہِ ترکِ تعلق باین مقام رسید

برہمن جانتا تھا کہ جو کچھ اُس نے پایا ہے، وُہ دریا کا ایک قطرہ بھی نہیں، جبھی فرماتے ہیں ؎

از نسخۂ آسماں برہمن　　حرفے دو سہ انتخاب کردیم

وہ اِس فخر کا مالک ہو کر یہ امانت بڑی کڑی سمجھتا تھا، کہ جو مادہ کو الوہیت سے وابستہ کر دیتی ہے، اپنے اندر خدا کی ذات کا ایک جزو دیکھ کر اپنی شان نہیں بھُولا، جب وُہ ایسے حقائق و معارف اپنی زبانِ قلم سے ادا ہوتے ہوئے دیکھتا ہے تو ناز نہیں کرتا، بلکہ حقیقی مذہب کے مرتبہ راز کی تعظیم کرتا ہوا، اپنی کم مائیگی ظاہر کر کے اپنا عز و وقار بڑھاتا ہے ؎

برہمن از ہر کس خوشنما است صاف دلی　　دلے کسے بصفائے برہمناں نرسد

گوشتِ انسان میں سوچنے کا مادہ نہیں، نہ ہڈیوں میں استدلال کی طاقت، مگر نہاں عالمِ بالا کے حقائق سے واقف ہونے پر تمام دُنیوی بُرائیاں کُھلا سمجھتا ہے، اور ہر ایک جاندار سے اُنس رکھتا ہے، اب برہمن کی زبان سے یہ راز سُنئے ؎

در جہاں باش ولیکن ز جہاں فارغ باش　　ہر کہ فارغ ز جہاں است جہانے با اوست

بود ز حلقۂ مستاں بروں چو حلقۂ در　　بدور نرگسِ مستت تو ہر کہ ہشیار است

لعلِ لبش بمو نہ شیریں ادا کند　　آں نسخۂ شفا کہ مسیحا نوشتہ است

ہر طرف جلوہ و ہر لحظہ تماشائی است — بیتواں دید اگر دیدۂ بینائی است
یک نفس غافل شدن از خویش آزادی بود — صد بلا در گرد و پیش مردم ہشیار ہست
مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں — ہر کہ شد در گرد سود و زیانے با اوست

حکمت و اخلاق

حضرت شیخ سعدی، ملائے روم، خواجہ حافظ ایسے بزرگ ہیں کہ جن کے دامنِ کلام حکمت و اخلاق کے موتیوں سے بھرے پڑے ہیں، یہ انھی بزرگوں کے اخلاق و حکمت کا پرتو ہے کہ جو شعرائے اردو و فارسی کے کلام پر کہیں کہیں بھولے بھٹکے بے سمجھے بوجھے پڑ رہا ہے، اگر یہ حکما، اخلاق گوہر آبدار سے ادب و اخلاق کے زیور نہ بناتے تو فارسی اور اردو کا گنجینہ قطعاً مفلس نظر آتا، انسانی طبائع مبتذل عامیانہ بازاری مذاق کی خوگر ہیں، ضربِ کامل کے بغیر سیدھا قدم نہیں رکھتیں، جب ساقی مخربِ اخلاق ہو تو کون ضرب لگائے، جب سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوں، تو سفید پوش کہاں نظر آئے، حالیہ شاعری بے علموں کے پنجے میں پھنس گئی اور خیالاتِ فارسی محو ہو گئے

فارسی شعراء اس کوچہ سے بایں وجہ کم مانوس ہوئے، کہ ان کا زوال کے بعد فوراً خاتمہ ہو گیا اردو شعراء کی حالت نزع مریضِ تپدق کی طرح برسوں چارپائی سنبھالے پڑی رہی، ہذیان ہو گیا اور اس حالت میں جو منہ سے نکلا وہ اخلاق و حکمت سوز نکلا، ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ ان کا نام و کلام رجسٹر نمبر دو میں لکھا گیا، وہ کون سے شبہات اور الزامات ہیں، کہ جو ان پر لگائے گئے اور جن سے ہمیں بچنا چاہئے، وہ فردِ قرار دادِ جرم ہر سخن فہم اور سخندان کو ملاحظہ کرنا چاہئیں، تاکہ دامنِ حکمت و اخلاق بداخلاقیوں کے داغ سے داغدار نہ ہو

برہمن کے علم ادب نے طفولیت سے ادب و اخلاق، حکمت و شرافت، اندرز و نصائح کے شیر ناب سے پرورش پائی ہے، اس کا ہر شعر نبات کی ایک ڈلی ہے، جو اس دودھ میں گھلی ہے، اور ہر گھونٹ مفرح دل و دماغ ہے، اس کی روح کثیف و غلیظ شئے کسی کی روادار نہیں، بھوکا مرنا پسند کرتی ہے، اور فاقہ کش ہے، اگر کچھ پیتی ہے، تو وہی دودھ کے گھونٹ، اسی پر اس کی زندگی کا دار و مدار ہے، وہ یہ خیال نہیں کرتی ہے کہ میرا کلام لاغر اندام ہو جائیگا، یا پبلک کا رجحان مجھ سے برگشتہ

ہو جائیگا، مگر اُس نے اپنی جودتِ طبع کے زور پر حکمت و اخلاق کے موتی اِس صفت کے ساتھ اپنے کلام کے زیور بنائے ہیں کہ شریف و ارزل صاحبِ ادب و بےادب سب اُس کے خریدار ہیں جنہیں سُن کر مذاقِ سلیم وجد میں آجاتا ہے، بدمذاق سرد و شفتارہ جاتا ہے، اِس کے کلام کی شہرت اور ہردلعزیزی کا باعث اُس کے حکمت و اخلاق کا وُہ دلآویز فلسفہ ہے، کہ جسے سب مذاہب و ملل نے اپنے سر اور آنکھوں پر رکھا، وُہ تاجِ مضمون ہم یہاں سجاتے ہیں ؎

ہر نوش کہ از غیر بود نیش نمائد ہر نیش کہ از ذات تو آید ہمہ نوش است
حدیثِ عشق برہمن بسر نمے آید ہزار نسخہ نوشتند ہمچناں باقیست
در گریباں چاک ہاچوں غنچہ و اندازِ دل گر بلذت ہائے غم خو کردہ شادی ہاکست
برہمن از ہمہ سو مے وزد نسیم شمال خوش آنکسے کہ نسیم شمال رہبر اوست
عشق باید کہ دل بپا ساند دل بے عشق شاخِ بے ثمر است
چو مے گذرد عمر از اندیشہ چہ حاصل ایں فائدہ از گردشِ ایام گرفتیم

اندرز و نصائح

تفاوت نگہ بہ دیدہ در دشمن و دوست ز برہمن ہر چہ بخاک آمدہ یکساں شد

برہمن کی زندگی کا ہر عمل، اندرز و نصائح کے سبق دے رہا ہے کیونکہ اُس کا کوئی کلام اندرز و نصائح سے خالی نہیں، مگر پھر بھی یہاں چند نصیحتیں درج کی جاتی ہیں ؎

ہمیشہ عُذر بہانہ عُذر خواہ طلب ادب ز دیدہ و انداز از نگاہ طلب
بہرزہ گردیِ عالم کسے بجا نرسد بگوشہ زجہاں از برہمن پناہ طلب
مباش و صاف اگر اشک ندامت ریزد ہر کہ بر آئینہ سینہ غبارے دارد
غمِ زمانہ چو عیش زمانہ میگذرد دریں رباط کہن برہمن مشو غمناک

عبرت و بصیرت

برنگ من بچشمِ حقارت نظر مکن ز دارد شکستہ رنگیِ من آبرو درست

جو طبائع اہلِ دنیا کے مکر و فریب، ظلم و تعدی، اور جور و جبر کا جائز خواہ ناجائز شکار ہو جاتی ہیں، اُس وقت اُس گروہ میں ایک حالتِ اضطرار پیدا ہو جاتی ہے، جو لفس نیک نفس

ہیں، وہ اُس حالت سے عبرت و بصیرت کے سبق لیتے ہیں، جو طبائع بدنفسی کا شکار ہوتی ہیں، وہ اپنے شکار پر چلیے رہ جاتی ہیں، مبارکباد پہنچاتی ہیں، پہلی صف کا آستانہ بہشت میں ہوتا ہے، اور دوسری کا ٹھکانہ جہنم ہیں، پہلے خود نیک رہ کر دوسروں کو نیکی کی راہ پر ڈالتے ہیں، دوسرے خود غار میں گرتے ہیں، اور دوسروں کو بھی چاہِ ضلالت میں گراتے ہیں،

برہمن نے اپنے کلام کا راستہ اپنے دیوان کے ذریعے بہشت بریں تک پہنچا دیا ہے، اور ایسا صاف کہ اُس پر ہر ایک کا چلنے کو جی چاہتا ہے، عقلِ دوربیں کے قندیل روشن ہیں، کہ رہبر کا کوئی قدم سنگِ راہ سے نہ ٹکرائے، برہمن کو اپنے سفرِ زندگی میں ہر طرح کے روشن و تاریک راستوں پر چلنا پڑا ہے، اگر ایک دن تمام دُنیا روشن راستے پر چلی، تو اُسی شام راہِ ظلمات پر گامزن ہوئی، اہلِ بصیرت کے لئے یہ شعر قندیلِ فلک سے زیادہ روشن ہیں

برہمن نے اِنہی پیمانوں کی امداد سے اپنے راستے کی داغ بیل ڈالی ہے، اُس کے اُدراک عقل ملاحظہ کے قابل ہیں ؎

براہِ سخت و شیشۂ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ خارا و مینا تا کجا خواہد گذشت

فغان کہ گوشش ندارند رہروانِ رنہ — بہر طرف زجرس گوشمال مے یابند

تنبیہ | میروَد قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب — راہبر درماندہ شود تاکہ خبردار شود

صبحِ محشر مگر از پردہ برآید بیرون — ورنہ ایں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

مُصلحانِ ملک اصلاح کے سینکڑوں کے طریقے استعمال میں لاتے ہیں، اُن میں آخری درجہ "تنبیہ" کا ہے، اِس طریقِ علاج میں انسان کو آگاہ کیا جاتا ہے، کہ عمر دوڑی چلی جاتی ہے، نیک کام جلدی کرو، تاکہ موت سے پہلے ہم اپنا فرض انجام دے لیں، کیونکہ چھوٹے درجہ کے آدمیوں کے لئے اصلاح کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے، اِس لئے برہمن نے اِس آخری اصلاح پر اپنا کمالِ سخن بڑی نزاکت سے دکھلایا ہے ؎

لفظ گر بسیار باشد برہمن در دل چہ سود — گر نباشد معنی او را سیہ چوں و قراست

قدم دلیر منہ برہمن بوادیٔ عشق — ہزار قافلہ گم گشتہ در بیابانش

شرمت ز خویش باد کہ پیمانِ توبہ را — صد بار بستہ و دگر رستہ شکستہ

یک نکتہ بس است

بیا یک نکتہ از درسِ محبت خواں فارغ شو — کہ باشد نکتہ ہائے بیکراں در نکتہ دانیہا

ہندیوں کے الہامی مقدس گرنتھ میں اسرارِ وحدت وجود اور رازِ ربانی اس شرح و بسط سے سمجھائے گئے ہیں کہ کوئی دوسرا نہ سمجھا سکا، نہ سمجھا سکے، جب یہ گرنتھ اس ایک نکتہ کی بڑی بڑی ضخیم و جخیم جلدوں میں شرح لکھے گئے تو ضرورت محسوس ہوئی کہ برہمن اُپنشدوں جیسی شرح میں اور لکھی جائیں، دنیا بھر کیلئے یہ طرز اختیار کیا گیا اور سب کے فائدہ پر یہ لکھ دیا گیا کہ سمجھنے کیلئے ایک نکتہ کافی ہے، انسانی ذہن مختلف رجحانات رکھتے ہیں، یہ نکتہ وہی سمجھ سکتا ہے جو یہ سب پڑھے لکھے نہ اور پڑھنے کی ضرورت ہے، نہ سمجھنے کی، برہمن بھی تلقین کرتے ہیں ؎

حرفِ اوّل از برائے اصل فہمیدن بس است — ورنہ ہر دفتر کہ بینی نسخۂ تکرار ہست

مرا از زلفِ دلآویز تار مو کافیست — تبسمِ زلبِ یار رشتۂ خو کافیست

صفتِ کریمی صفتِ جباری

چشم گر بینا بود ہرگز نہ گردد در غلط — مرد عارف از پئے یک نقش باید نقاست

سرِ باطن دگر و عالمِ ظاہر دگر است — سخن از خانۂ بسیار نمی آید راست

اگر صد باب خواہم بر دلم یک باب بکشاید — پئے تعلیم اربابِ طلب با بے دگر باید

تعلیم

برہمن نا خواندہ می داند کہ طرزِ نامہ طلبیت — مرد دانا از پئے ادراکِ مضموں میرود

بے ثباتیٔ دنیا

بر سرِ آبِ رواں افگندہ طرح خانہ را — اے برہمن ہر کہ دل در دہرِ بے بنیاد بست

جو ہستیاں معراجِ روحانی کی منزل میں سکن گزیں ہو جاتی ہیں، اُن سے دنیا خود بخود چھوٹ جاتی ہے، اس میں اُن کو قیام کی آرزو بھی پیدا ہوتی ہے کہ جب دنیا حباب سا ہی نظر آتی ہو، دنیا کی بے ثباتی کے مضمون سب نے لکھے مگر لکھنے والے دنیا کے مالک بنے ہوئے ہیں، غرور اور نخوت ایک لحظ کیلئے بھی دور نہ ہوئے، ہندی فلسفہ نے بے ثباتی دنیا کا نقشہ برہمن کے دل پر ایسا کھینچ رکھا تھا، عظیم انقلابِ سلطنت جو اپنی آنکھوں سے دیکھا، شاہجہانی عمارتوں کے نقشوں کی طرح اسکے نقش انکے دل پر ابھرے اور اُن کا عکس بے ثباتی دنیا کے خیالات کو ایسی قوت پر لگیا کہ جہاں تک کسی کے طائرِ خیال نے پرواز کی تھی وہ خود دنیا بے ثبات سمجھتے تھے اسی پر عمل کیا، پھر ایسی قلم سے بے ثباتی دنیا کے خیالات ایسے کیوں نکلتے کہ سمجھنے والا تقا کا جامہ چاک کر کے فنا کا لباس پہنتا، آجکل مادی ترقیات کا طوفان اُٹھ رہا ہے، برہمن ان فنا ہونے والی ہستیوں کو عالمِ بالا کا پیغام سنانا چاہتا ہے اور ہم اُسکے حامل ہیں ؎

کاروان بگذشت و بانگ از درائے برنخاست — عالمے گم گشت از جائے صدائے برنخاست

رود بجانب معمورۂ عدم روزے — کسے دگر روز اگر در دو خراب نشست

تماشا گرمی ہنگامۂ جہاں برخاست — جہانیاں بہ فنا رفتہ و جہاں باقیست

دانا چو بکار امتحاں کرد — عالم ہمہ نقش سیمیا یافت

دنیا تمام خواب پریشانی من است — دیں روز و شب تصور حیرانی من است

زادِ راہِ آخرت

برہمن از عمل نیک زادِ رہ باید — بسوئے ملکِ عدم بار بستن آساں نیست

برہمن کرم کی تھیوری کا قائل ہے، وہ کہتا ہے کہ جو کوئی جیسا کرم کریگا ویسا پھل پائیگا سزا و جزا سے مقابلہ کیا جائیگا انسان کو چاہئے کہ یہ خیال مضبوطی کیساتھ اپنے دل میں قائم رکھے دنیوی امور بے تکلف سرانجام دیتا چلا جائے لیکن کام کا انجام زادِ راہِ سفر آخرت ہے لیکن بار بار یہ کہتا ہے کہ دنیا میں رہ کر نیک کام کرنا بڑے مشکل ہیں واضح الفاظ میں سمجھاتا ہے ؎

بروزِ حشر تہی دست رفتن آساں نیست — مگر بدست برم نامۂ سیاہ گناہ

رحمتِ حق

ز انشاں بے کسی دریائے رحمت با جوش آمد — اگر در روزِ محشر در میاں آید حسابِ من

ہر ملک و ملت کے افراد کسی نہ کسی طرح رحمتِ حق سے امیدوار ہیں، رہنا بھی چاہئے جو یاس و نا امیدی چھوڑ کر رحمتِ حق سے اپنا دامنِ امید وابستہ کرتا ہے رحمتِ حق جوش میں آتی ہے اور وہ کر جاتی ہے کہ جو صدیوں کی عبادت اور برسوں کے مراقبے در چلّے حاصل نہیں برہمن کی رحمتِ حق کی کوششیں اور دعائیں ہمارے دیکھنے اور عمل کرنے کے قابل ہیں چاہئے کہ ہم بھی ایسی ہی کوششوں میں ہمیشہ مصروف رہیں

شعرائے فارسی و اردو کی خرابات نشینی اور مقدس و متبرک روح برہمن کے لیکچر پیرس

سے ظاہر ناوانی بشور افگند ناداں را — برہمن در دو انا را نا بے دگر باید

استعمالِ مسکرات خصوصاً شراب خانہ خراب کی گرمی بازار نے جو شعرائے متقدمین اور متاخرین کے کلام کا جزو اعظم ہے ہمیں بہت تقلید کیا کہ ہم بھی اپنے خمخانہ وحدت میں برہمن کے کلام سے چند قطرات مقدس لے آئیں تا کہ کثافتِ کلامِ شعرائے مذکورین کی تلخی خیال کا ذائقہ عطر لطیف میں تبدیل ہو جائے، ہمارے شاعر آئندہ کیلئے ایسی تباہ کن مخربِ اخلاق خرابات نشینی سے توبہ کر لیں اور ایسے مفسرین و شارحین کو بھی کہ جو اس خرابات نشینی کو عبادت گزاری کا لباس پہنانے کی خاطر گناہ بے لذت کے مرتکب ہوتے ہیں آئندہ کے لئے نجات مل جائے شرابی فدایان دارسی نے اپنے عمر بار لکھا ہے مولوی میر ولی اللہ ایبٹ آبادی نے اپنی ... کے خلاف شرابخوری کے جواز کا فتوی ان الفاظ میں یا

دنیا بیت الحزن ہے غمکدہ ہے رنج والم کا گھر ہے اسکی خوشی میں بھی ہر شکر اندوہ ہوتے ہیں سوائے اسکے چارہ نہیں کہ جام شراب سے اسکی چارہ گری کیجائے کیونکر دنیا

شراب ندہ ہو جاتا ہے اور غم پاس آنے نہیں دیتی شراب کی مستی آدمی کی کجفہمی کے لیے جا بصر ساقطات کی ہانی پاتا ہے اور غنچۂ دل کو سموم غم سے بچاتا ہے" واہ میر صاحب!
میر حسن صفا کا یہ حقیقی بیان شعرائے فارسی و اردو کی فضائے رسم کے عین مطابق ہے اور جو بھی آپ نے اپنے تجربے سے خوب بیان کی ہے۔ اب میں
بیت الطرز کے شعرائے فارسی و اردو کے جام شراب پینے اور غم سے گریز کے عہد بہ عہد کے طریقے ملاحظہ فرمائیں اور انکی روشنی میں تحت بیان ہیں

آنجا کہ در رحمت او بر ہمہ باز است (رحمت حق) با شیخ و برہمن نہ خطابے نہ عتابے

پیمانۂ خیال متقدمین

دقیقی شعرائے فارسی کے طبقۂ اول میں شمار کیا جاتا ہے کہ جو شاہان عجم کی تاریخ لکھنے پر کمربستہ ہوا، کمبخت غلام پر عاشق تھا، وہ غیرت والا تھا، خنجر مردانگی کی [illegible] میں مالک کو مار ڈالا۔ آپ شراب کی تعریف میں فرماتے ہیں ؎

آں مرکب کہ کالبد از نور — لیکن او را رواں و جاں از نار
زاں ستارہ کہ مغربش دہن است — مشرق او را ہمیشہ بر رخسار

پھر آپ کا اس طرح سے دور چلتا ہے ؎

مے ساقی بیار آں بت کہ صافیست — جہاں از ما و تا آنجا کہ ماہیست
بیا تا مے خوریم و شاد باشیم — کہ ہنگام مے و ایام شادیست
گر آدمی بادہ گلرنگ بخور — با نالۂ نائے و نغمۂ چنگ بخور
گر بنگ خوری چو سنگ نشینی بر جا — (سعدی) یکبارہ چو بنگ می خوری سنگ بخور
بپائے تاک بیا ساقیا شراب خوریم (") — بزیر سایہ نشینیم و آفتاب خوریم
از بادہ چو لعل ناب شد گوہر ما (ملا روم) — آمد بفغاں ز دست ما ساغر ما
از بسکہ ہمی خوریم مے بر سر مے — ما در سر مے شدیم و مے در سر ما
اگر غم لشکر انگیزد کہ خون عاشقاں ریزد (حافظ) — من و ساقی بہم سازیم و بنیادش براندازیم
بامے بکنار جوئے مے باید بود (") — از غصہ کنارہ جوئے باید بود

۱؎ ۔ نزاکت بیان کا ثبوت جس رمز و کنایہ سے شعر میں ہے اسے اہل نظر ہی سمجھ سکتے ہیں، ظاہر کیا ہے کہ مسلمانوں کے اعتقاد میں انکی خطائیں دیکھی جائینگی اور ہندوؤں پر عتاب ربی نازل ہوگا کہ غلط عقیدے کے معتقد ہیں، وہ اپنے بیان میں اس عقیدہ کا مستحق ٹھہرا دیتے ہیں، مصنف لغت نشر نے یہ مضمون اڑا کر اصلاح کر دیا ہے سخندان پارس مولوی محمد حسین آزاد۔

ایں نزہت عمرِ ما چو گُل دہ روز است   خنداں لب و تازہ رو دے سے باید بود
وقتِ عزیز رفت بیا تا قضا کنیم (امام غزالی) عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

فردوسی فردوسی تھے، پھر شاہ کے نام پر کیوں جام نہ پیتے ؎
بیادِ کیے جام رخشان مے   کہ نوشم بیادِ سپہدار کے

پھر دور اس طرح چلتا ہے ؎

بیادِ شہنشاہِ فرزند جام

پھر ایک جگہ لکھتا ہے[1] ؎
کنوں خورد باید مے خوشگوار   کہ بوئے مے آید از جوئے بار
شراب درد لم و تو بہ ہم کجاست قدح (امیر خسرو) کہ دل بشو کم ازاں توبہ شراب آلود

حکیم انوری حکیم تھے، پھر کس طرح صبح ہی جام طلب نہ کرتے ؎
ساقیا بادۂ صبوح بیار   دانۂ دامِ عمر فتوح بیار
یا ہیں کہ طوفانِ غمِ جہاں برفت   مے ضمادِ عمرِ نوح بیار

حکیم ثنائی شرابخوری کی ترکیب بتاتے ہیں ؎
بر مدار از مقامِ مستی مے   سرِ مہاں جا بہ کہ خوردی مے

حافظ اس خیال کے بادشاہ ہیں ؎
چوں نقشِ غم ز دور بہ بینی شراب خواہ   تشخیص کردہ ایم و مداوا مقرر است

سر از اطاعتِ ساقی مپیچ تواں چو سبو   بدستِ او خط ساغر خط غلامی ماست
اکنوں کہ ز خوشدلی بجز نام نماند   امروز کہ در دست بجز جام نماند
دستِ طرب از ساغرِ مے باز مگیر   یک ہمدم پختہ جز دم جام نماند
بہ ایوانِ عشرت کسے بُردہ پے   کہ خشتِ لحد ساخت از لائے مے

[1] ایران میں شراب لازمۂ محفل تھی چنانچہ آزاد دہلوی فردوسی کے حال میں لکھتے ہیں شراب کا ذکر آگیا لازمۂ مجلس تھی وہ بھی پی لی

دہانت زنگ نہ گیرد بانیت پاک (ظہوری) دگر بنیت مسواک از چوب تاک
ازیں چوب باخود کلیدے ببر ” کہ در گور بکشاید از خلد در
جانت باد قت تو نوشش باد مدام (ہلالی) کہ بے چارۂ غم ہا کردی
پیمانہ بیار و بادہ کہ بعد ازیں ” دوراں ز خاک ما و تو پیمانہ ساختہ
بے کیمیائے مستی تبدیل غم محالست (نذیر نشاپوری) یا مے حلال فرما یا غم حرام گرداں
قرب یک ماہ بمیخانہ اقامت کردم (سعید اشرف) اتفاقاً رمضان بود ومے دانستم
مے کشے کو زر و مال نہ دارد خبرے ” نہ ہمیں روزہ کہ ماہ رمضاں ہم خوردہ
ہنگام سحر کہ نرگس و لالہ شگفت (خیام) مرغ سحری بہ نالہ و آہ بگفت
مے نوش کہ بے نشہ شبے خواہی بود ” برخیز کہ در خاک بسے خواہی خفت
صبر کردیم کہ در روزہ جہاں شکر بود (میرزی) رطل خوردیم کہ در عید چنیں شکر تر
خمہا کرانہ اگر آب مے سازد (اسلم) ستارہ مے شکند آفتاب مے سازد

میر صیدی فصل گل کا اعتبار ہی نہیں کرتے گل کو دام ایک ہی فصل میں اڑا دینا چاہتے ہیں ؎

دریں فصل گل ہر چہ داری بدہ ” مبادا کہ دیگر بہارے نیامد
گر کشد دل بخرابات مرا معذور دم (صائب) سر فارغ دل بے غم لب خنداں آنجاست
اعجاز بادہ بیں کہ مسیحا بصد نیاز (اسلم) تعلیم قم قم از لب مینا گرفتہ است

نظامی گنجوی ہر داستان کے خاتمہ پر ساقی کو ساغر و مینا کے ساتھ لاکر خمار شکنی کرتے ہیں، کہ تھکن اتر جائے، اور دماغ تازہ ہو، معلوم ہوتا ہے کہ پاستانی ایرانیوں میں شراب کا استعمال اسی طرح ہوتا تھا، اب جہاں ہے فقط شراب خواری ہے،[1] ان کے سکندر نامہ میں صد ہا فصلیں ہیں، ایک فصل بھی ایسی نہیں، جس کے خاتمہ پر وہ ساقی کو نہ بلاتا ہو، اور شراب ناب کی درخواست نہ کرتا ہو

یار من چو چشم مست شراب آید بہ ذوق (جامی) زاہد صد سالہ از مسجد خراب آید بروں

[1] سخندان پارس صفحہ ۲۰۴ – ۲۰۵ – مولوی ولی اللہ –

خمار نرگس جاناں خوش است دیں با دہ عشق است (لاعلم) ببیں ایں شیشۂ چشمکے کہ تر کرد است ایمان را

معتقم با ید شمرد ن ہم نشینی (نوری) صحبت رندانِ دُرد آشام را

تا کے اے ابر بہاری کن لبے از نیساں و بیضا (لاعلم) قطرۂ مے تا میتوانند شد چرا گوہر شود

جلال اسیر صبح ہی شراب اس لئے مانگتے ہیں کہ وہ اُن کے تاریک سینہ کا چراغ روشن کرے

صبح شد ساقی بدہ جامِ مئے دیرینہ را
تا برافروزیم زیں آتش چراغِ سینہ را

وصلِ گل تا از لبِ ساغر بگیرم کامِ دل
از میانِ ہفتہ بیروں کش شبِ آدینہ را

ایک خرابات نشین کی محفل کا نظارہ کیجئے ؎

فرصت اگر دست دہد مغتنم انگار
ساقی و صراحی و مغنی و سرود ے

دیندار و عقلوں کو گدا کسی نے نہ بنایا تھا مگر ایک صاحب اپنی تہذیب کے ثبوت میں کامل

ہوش و حواس کے ساتھ اپنے بزرگ کو یہ ترغیب بھی دیتے ہیں ؎

واعظ متیں گفت حرامست مے مخور
گفتم کہ گوش ہوش بہر خر نمیدہم

حضرت مولانا حالی نے برہمن کی رباعیات کو عمر خیام کی رباعیات سے تشبیہ دے کر اپنے گندہ

مذاق کا ناقابلِ تردید ثبوت دیا ہے۔ میر ولی اللہ کہ جنھوں نے یہ رباعیات بڑے اہتمام اور خاص

شرح سے چھاپی ہیں لکھتے ہیں کہ:-

"یورپ والے عمر خیام کو شرابی فاسق اور فاجر خیال کرتے ہیں اور اپنے اس خیال کی تائید میں (قصائد

سے نتیجہ نکال کر) یہ بھی بڑھا دیتے ہیں کہ حکیم صاحب کے زمانے کے لوگ اور اُن کے زمانے کے بعد کے لوگ

بھی اُن کو اچھا نہ سمجھتے تھے ...... رباعیات بھی اکثر رندانہ ہیں"

ناجائز نا ولایت کا دلدادہ میر ولی اللہ صداقت سے قبل کر کے لکھتا ہے:-

"یورپ والے تو معذور ہیں کہ اُن کے سامنے عمر خیام اپنے اصلی رنگ میں کبھی پیش نہیں کیا گیا۔ معلوم

نہیں کہ ہمارے زمانے کے ایک مشہور فاضل (مسلمان) مصنف نے حکیم صاحب کے متعلق یہ کس طرح لکھ دیا

کہ وہ جس شغف، جس شوق، جس بے خودی، جس بے اختیاری، جس جوش سے شراب کا نام لیتا ہے اُس سے

صاف ثابت ہوتا ہے کہ وُہ درحقیقت شراب پیتا تھا۔ افسوس ہے کہ وُہ فلسفی اور حکیم تھا صوفی نہ تھا ورنہ حافظ کی طرح یہی شراب "شرابِ معرفت بن جاتی" "غضب ہو کہ معقول پسند مسلمانوں کو صلواتیں سنائی جاتی ہیں' ناقابلِ قبول تاویلات کا شیدائی' الزاماتِ مصدقہ کا منحرف' تحریصات و تحریکاتِ جدیدہ کا دیوانہ اُس کی تردید میں آگے لکھتا ہے :-

"یک نشد دو شد' خیام کے ساتھ حافظ بھی بدنام ہو گیا' ..... وُہ شغف اور وُہ شوق جس کیساتھ حکیم صاحب شراب کا نام لیتے ہیں' اگر مے نوشی کی دلیل ہے' تو رودکی کے زمانہ سے لے کر آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا' کہ جس نے ایک شعر بھی موزون کیا ہو' اور شراب خوار نہ ہو'

دراصل یہ سچا بیان مولوی صاحب کے قلم سے خود بخود نکل گیا' ہم نہیں سمجھتے کہ اگر یہ لوگ واقعی شراب پیتے تھے تو کیا بُرائی کرتے تھے' یہ مذہبی لیڈر نہ تھے' نہ ولی تھے' عام دُنیا دار تھے' یہ سچا الزام دُور کرنے کی کیوں کوشش کی جاتی ہے' آجکل کی ہوا شبلی نعمانی نے بگاڑی' اور یہ سب اُس ہی تعلیم و تلقین کا نتیجہ ہے' واقعات مصدقہ دلیلوں سے رَدّ کرنا خوب سکھایا' کیا کبھی اِس طرح سے کوئی مذہب پاک ہو سکتا ہے'؟ اور کسی مذہب کے افراد میں ایسی خرابی ہونے سے مذہب بدنام ہو سکتا ہے'[۵]

وُہ زمانہ دُور نہیں جبکہ غالب کی شراب بھی حافظ کی شراب کی طرح شرابِ معرفت بنا دی جائیگی' عمر خیام کی شہرت تو اسی شراب خانہ خراب کی بدمستیوں اور فسق و فجور کی رندانہ آوارگیوں نے کرائی' اُس کا میکدہ جھر بنار بوتل شراب کی طرح شراب بدمستی سے پُر ہے' کہ جو کسی بڑے سے بڑے منطقی کے دلائل سے شرابِ معرفت نہیں بن سکتا' اُس کے سر دَر کے ایسے دِل شکن' مخرّبِ اخلاق و ادب' مذہبی توہین کے نظارے ہیں' کہ بدنام سے بدنام ملحد و شرابی کی بھی ایسی حرکات نہ ہونگی' معلوم نہیں حکومت نے کیوں ضبط نہ کی' جبکہ قرآنِ پاک کی تعلیم اسکے خلاف تھی' یہ حضرت حسرت کی' ایما پر عمر خیام کے میکدہ کا پیمانہ' پیمانہ شراب سے کیا' اسکی ۱۱۳۰ رباعیات میں سے ۹۰۰ سے زیادہ رُباعیات شراب خانہ خراب

[۵] حکیم صاحب (عمر خیام) کی رُباعیات کی ایک کثیر تعداد بھی ایسی ہے' جنمیں مولانے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں' مولوی ولی اللہ اگر اتفاق کا مدار صرف لفظ ساقی پر رکھا جائے' تو حکیم صاحب (عمر خیام) کا ساقی نامہ پوری ایک کتاب بنجاتے' مگر اس ساقی نامہ میں صرف وہی رباعیات درج کی گئی ہیں' جنکی کسی اور باب میں گنجائش نہیں' [۵] یہ ویسے شراب کے نقش کے عکس دیتے ہیں' انمیں جو کا عذرات پیش کئے جاتے ہیں' وُہ رُباعیات عمر خیام ہوتی ہیں' اس قبولیت کی خاص وجہ یہ ہے کہ عمر خیام کا فلسفہ یورپین فلسفہ ہے'

سے ملوث و مدہوش پائیں اور ایک سے ایک ایسی کہ جیسے شراب دوآتشہ، اس کے ایک گھونٹ سے اگر اخلاق و تہذیب، مذہب و ملت ناچنے نہ لگیں تو ہمارا ذمہ، اُن کی بو ہمارے دماغ میں پہنچی، اس لئے اُن کا ذکر اس فکر میں فراموش نہیں ہو سکتا، اور خصوص اس لئے کہ وہ عمر خیام کی دلہن ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ وہ اُس سے الگ نہیں ہو سکتی۔

جب شرابی، ناچ مجرا، حُبِ و لعب اور شراب کے دور میں بدمستوں کی محفل دیکھتا ہے، تو سمجھتا ہے کہ غمِ دنیا کوئی چیز نہیں، عمر خیام کا یہ دعویٰ باطل اُس کی زبان سے سُننے کے قابل ہے:-

رُباعی

در نائے قرابہ قلقلِ مئے چہ خوش است — آوازِ سماع و نالۂ نے چہ خوش است
در پہلوئے دل فریب در سر مئے ناب — فارغ ز غمِ زمانہ ہے ہے چہ خوش است

شرابی کو جوش و درد کے چوبیس گھنٹوں میں شراب کے نشہ کی روش آئین اور دستور دکھتا ہے، نہ تو قرآن کی آیت میں وہ حظ پاتا ہے، نہ وید کے سوز میں کیونکہ وہ اس سے ہر وقت حظ اٹھاتا ہے، اور کلامِ الٰہی سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے، عمر خیام قرآن کریم کی کس طرح تعظیم کرتا ہے:-

رُباعی

قرآں کہ مہیں کلام خوانند اُو را — گہ گاہ نہ بر دوام خوانند اُو را
در خطِ پیالہ آیتے روشن است — کاندر ہمہ جا مدام خوانند اُو را

عمر خیام اس حکمِ شریعت سے واقف تھا کہ شراب حرام ہے، مگر اُسکی طبیعت نہ فقط شراب پر لٹو ہے، بلکہ وہ تمام حرام چیزیں اچھی سمجھتا ہے، یعنی انہیں اُسکے فلسفہ نے حلال کر دیا، خوب دینداری ہے:-

رُباعی

مے گرچہ بشرع زشت نام ست خوش است — چوں در کفِ شاہدے غلام است خوش است
تلخ است و حرام است خوشم مے آید — دیر است کہ تا ہر چہ حرام ست خوش است

عمر خیام کی طبیعت شرابِ کہن کی تندی و تیزی سے مزا پاتے ہوئے تھی، شراب خوری

سکے بغیر زندگی قائم نہیں رہ سکتی تھی، لوگ اُسے ایسی حالت میں دیکھ کر کہتے تھے کہ یہ بدمذہب ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میرا مذہب ہی شراب ہے! اس جدید مذہب کی شان دیکھئے۔ رباعی

ساقی ستم کہنہ یارِ دیرینِ من است	بے دخترِ رز عیش نہ آئینِ من است
گویند کہ بادہ خوار را دینے نیست	من بادہ خورم کہ بادہ خود دینِ من است

عمر خیام منطقی اعتراض کرتا ہے کہ قرآن مجید نے جب بہشت میں شراب پلانے کا وعدہ کیا ہے، تو اس دُنیا میں شراب کیونکر حرام قرار دی جا سکتی ہے؟ وہ اپنی تاریخی واقفیت کے دعویٰ پر تعلیم دیتا ہے کہ لوگ اصلیت سے بے خبر ہیں، دراصل بات یہ ہے کہ حمزہ نے عرب میں ایک شخص کے اونٹ کے پیر کاٹ ڈالے تھے، سزا کے طور پر ہمارے پیغمبر نے اُس پر شراب حرام کر دی تھی، مسلمان ہو یا ایرانی خیام کی فلسفیانہ بحث، اسلامی پیغمبر کی پاک تعلیم کی کس طرح دھجیاں اُڑاتی ہے، وہ قرآن شریف کے دیگر احکام سے آنکھیں بند کر کے دینداری کی کیسی غلط تعلیم دیتا ہے۔ رباعی

ایزد بہ بہشت وعدہ با ما مے کرد	پس در دو جہاں حرام مے را کے کرد
حمزہ بعرب اشترِ شخصے پے کرد	پیغمبرِ ما حرام مے بر وے کرد

الغرض کو انہوں کی ایک گدڑی، چرسی کو چرس کا ایک کش اور شرابی کو شراب کا ایک پیالہ دُنیا کی دولت کے برابر ہے، عمر خیام بھی کہتا ہے کہ شراب کے ایک پیالہ کی یہی وقعت ہے کیونکہ وہ بھی دُنیا کی اور کسی چیز کو اس سے بہتر نہیں سمجھتا، عمر خیام کے ایک جام کی قیمت بھی اُسی کی زبان سے سننے کے قابل ہے، یہ اُن دیندار خصوصیت سے ملاحظہ فرمائیں کہ اُن کی دینداری کی قیمت کا تخمینہ لگایا گیا ہے۔ رباعی

یک جام شراب صد دل و دین ارزد	یک جرعۂ مے مملکتِ چین ارزد
جز بادۂ لعل نیست در روئے زمین	تلخی کہ ہزار جانِ شیریں ارزد

شیعی مسلمانوں کے نزدیک تو وہ لوگ بھی جو شراب کے عادی ہیں، مسلمان نہیں سمجھے جا سکتے مگر عمر خیام یہ کہنے پر اکڑتا ہے کہ ہم کو تو (ایران میں اسی سے صراحی کا نام لیا جاتا ہے) خدا بنانا ہے

اِس لئے وُہ شراب پلانے میں سعادت کرتا ہے، پس وُہ کمزور کے خدا کی تعریف کرتا ہے، کمزور کا خدا عمر خیام نے پہچانا، آپ بھی سمجھو کہ خدا کو کس طرح ملزم گردانا جاتا ہے، کہ رباعی

چیزے کہ بقدرتست مردوسے سازد — پیوستہ ہم کار عدو می سازد
گویند قرابہ گر مسلمان نبود — آں را تو شناگر کہ کدو می سازد

عمر خیام کہتا ہے کہ شراب کا پیالہ ہاتھ میں لئے بغیر میں ایک سطر بھی نہیں لکھ سکتا، میری زبان گنگ ہے، یعنی میں قطعاً ناکارہ ہوں، لہٰذا تو خوب شراب پیو، آپ محض شراب پینے پلانے ہی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ ہندوستان کے درباروں کی طرح اِس کا لوازمہ ناچ مجرا بھی قرار دیتے ہیں، اور دلیل یہ لاتے ہیں کہ نغمہ کے بغیر اگر شراب جائز ہوتی تو صراحی کے منہ میں شراب قلقل کیوں کرتی، ایرانی فلاسفر کی باریک بینی کے قربان جائیے، اسلامی پیغمبر کی تعلیم کی ایسی تفسیر شاید ہی کسی اسلامی صحابی نے کی ہو، اسی تعلیم پر چلنا ان کو فخر رہا، رباعی

مے بر کفِ من نہ و بیا در قلقل — با نغمۂ عندلیب و صوتِ بلبل
مے نیز اگر روا بدے خوردن — مے در تہِ شیشہ ہا نہ کردے قلقل

عمر خیام نہ فقط شب و روز شراب پینے کی تلقین کرتا ہے، بلکہ دنیا داروں کو یہ بھی سکھاتا ہے کہ وُہ فریب سے کام لیں، خوب عیش و عشرت کریں، اور دل بھر کر شراب پئیں، لوگ عمر خیام کو شراب خوری کی وجہ سے ہدایت کرتے تھے کہ خدا تجھے توبہ کی توفیق دے، اگر وُہ اپنی حالت دیکھ کر خود قبول کرتا ہے کہ خدا اُسے توبہ کی توفیق نہیں دے گا، اگر دے بھی دے تو وہ نہ شراب خوری چھوڑے گا نہ توبہ کریگا، یہ تکرار اور انکار تو بھی اُن کی زبان سے سننے کے قابل ہے، رباعی

دنیا چہ فناست من بجز من نہ کنم — جز یاد نشاط و مے روشن نہ کنم
گویند خدا ترا دہے توبہ دہد — او خود بدہد و گر دہد من نہ کنم

عمر خیام اہلِ راز کے لئے شراب کا پینا گناہ نہیں سمجھتا، بلکہ انہیں اُس حلال خوری (شراب خوری) کے لئے اپنی مذہبی واقفیت کے بھروسے پر کامل اطمینان دلاتا ہے، اور تمام ذمہ داری اپنے

سر لیتا ہے، اور بزور کہتا ہے کہ اُن کے لئے شراب حرام نہیں' یہ فتویٰ حلال بھی سنئے:-

رباعی

دانی کہ چرا است توبہ نا کردنِ من   زیرا کہ حرام نیست مے خوردنِ من
بر اہلِ مجاز است بتحقیق حرام   مے خوردنِ اہلِ راز بر گردنِ من

شراب خور، نئی و پرانی شراب کی پروا نہیں کیا کرتے، بلکہ تلچھٹ بھی ہڑپ کر جاتے ہیں، اور اُس کے مزے کے مقابلے میں جنت کے شرعی لطف ہیچ سمجھتے ہیں، عمر خیام ناصح کو جواب دیتا ہے، کہ خواہ میں مرنے کے بعد کہیں جاؤں، تو مجھے شراب پلا اور پھر تو جہاں جانا چاہتا ہے جا، یعنی تو اپنا غم کر میرا فکر نہ کر، کیونکہ تو دوزخ میں جائیگا، اور میں بہشت میں رباعی

مائیم خریدارِ مئے کہنہ و نو   وانگاہ فروشندۂ جنت بدو جو
گفتی ز پسِ مرگ کجا خواہی رفت   مے پیشِ من آر و ہر کجا خواہی رو

ایرانی زمانۂ متوسط میں ہفت[۷] روزہ، پانزدہ[۱۵] روزہ اور بست[۲۰] روزہ جشن منایا کرتے تھے، اُن ایام میں عیاشی اور شرابخواری کے سوا کوئی دوسرا کام نہ کرتے تھے، سب ایک جگہ جمع ہوتے تھے، شراب کے دور چلتے تھے، اور ناچ مجرے ہوتے تھے، اور دنیا کے سب ضروری کام ترک کر دیتے تھے، عمر خیام کا دورِ زندگی اُس دور سے گذر رہا تھا، وہ ہفت روزہ جشن کا اشارہ کرتا ہے، مگر اُس کیساتھ ہی بہت تاکید کرتا ہے، کہ جشنِ ہفت روزہ مناؤ، خوب شرابیں پیو، مگر دیکھنا، جمعہ اور شنبہ کا دن نہ رہ جائے کہ وہ مبارک دن ہیں، یہ مبارک کام (شرابخوری) مبارک دنوں میں ضرور ہو، ہم حیران ہیں کہ یہ کفر کے فتوے سے کیونکر محفوظ رہ گیا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایسے فتوے بعض ہندوستان کے لئے جائز سمجھے گئے تھے رباعی

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست   ہاں تا نہ نہی روزِ آدینہ ز دست
در مذہبِ ما شنبہ و آدینہ یکیست   جبار پرست باش نہ روز پرست

مذہبِ اسلام میں شعبان، رمضان، جمعہ، ہفتہ، شبِ قدر، شبِ برات، روزہ، عید وغیرہ

ایامِ مُبارک سمجھے گئے ہیں۔ اِن ایام میں نیک کام کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، مگر عمرخیام یہ تعلیم دیتا ہے کہ وہ عید کے دن شراب کے کٹورے بھر کر پئے گا، کیونکہ وہ دُنیا میں شراب نوشی سے بہتر کوئی کام نہیں سمجھتا۔ عمرخیام کی نگاہ میں نیکوکاران اور زاہدان گدھے ہیں، نماز اُن کی بانگ ہے، اور روزہ پوزہ بند، شراب خوری سے اُن کی نجات ہو جائے گی، جہاں نیکوکاروں کی یہ قدر و منزلت ظاہر کی گئی ہو پھر اُس طرف کون قدم رکھے گا۔ رباعی:-

عید آمد و کارہا نکو خواھد کرد خیام شراب در سبو خواھد کرد
افسار نماز و پوزبند روزہ عید از سرِ این خران فرو خواھد کرد

عمرخیام شراب کا جام ایک لمحہ کے لئے بھی ہاتھ سے الگ نہ ہونے کی ہدایت کرتا ہے۔ وہ اہلِ دُنیا کو سمجھاتا ہے کہ روز و شب کے چوبیس گھنٹے اور ہفتہ کے ساتوں دن شرابخوری کے لئے وقف کر دینا چاہئیں، شرابخوری ہی روح افزا ہے، ہر دم شرابخوری ہونی چاہئے۔ عمرخیام کی تعلیم کا یہ گندہ سبق اہلِ عالم کی عام پسندیدگی کا باعث ہوا، مفسر اپنے ممدوحوں کی غلط اور غلیظ تعلیم سے نفرت نہیں کرتے، بلکہ ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ جنہیں کلام سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ عمرخیام تو صاف کہتا ہے، اس کی کیا تاویل ہو سکتی ہے۔ رباعی

اے بہ سروران عالم فیروز دانی کہ چہ وقت نیست بوذر روح افروز
یکشنبہ و دوشنبہ و سہ شنبہ و چہار پنجشنبہ و آدینہ و شنبہ شب و روز

عمرخیام کا آدمی بننے کا نسخہ یہ ہے کہ اگر یہ گدھے (پرہیزگار) عید کے دن سُرخ شراب پئیں گے اور نارنجی رنگ منائیں گے، تو حیوان سے انسان بن جائیں گے، اور یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ شراب محفل میں پینی چاہئے، اور ہر دو تین بڑے بڑے پیالوں سے کم نہ پینی چاہئے۔

رباعی

عید است بیا تا ہمہ گلرنگ کشیم با نغمہ عود و نالہ چنگ کشیم
با یار بسنگ روح دستے بنشینیم رطلی دو سہ بادہ گران سنگ کشیم

عمر خیام شراب نوشی کی آرزو میں مال و دولت، گھر بار رہن و بیع کرتے ہیں بدنامی نہیں سمجھتا، پگڑی بھی بیچنے کے لئے تیار ہے، کہ اگلی صبح شراب مل جائے، غرضیکہ وہ شراب کے لئے گھر کی ایک ایک اینٹ بھی بشرطیکہ وہ اس کے پاس ہو فروخت کرنے کے لئے تیار ہے، خانہ بربادی کے یہ سامان دیکھئے اور اس سے محفوظ رہنے کی تدبیر کیجئے　رباعی:-

در روز نه زمین اگر دراکنیشت است　　آن وجه که امروز گروهی نه زنشت است
گویند ترا وجه که فردا ایست　　ور آنکه ترا ستاره هم زشت است

عمر خیام چونکہ شرابخوری میں مخمور ہے، وہ سمجھتا ہے کہ میری تعلیم و تلقین سے تمام دنیا شرابخور ہو جائیگی، اور اس طرح سے سب آدمی احکام شریعت اسلام کے موافق بہشت میں نہیں بلکہ دوزخ میں داخل ہوں گے، اور بہشت کا کہ جس کی شریعت میں ترغیب دلائی گئی ہے، کوئی منہ بھی نہ دیکھے گا، یعنی وہ غیر آباد اور ویران پڑی رہے گی، کیا اچھی تعلیم ہے! اور کس لاجواب فلسفہ سے بہشت کا دروازہ بند کیا گیا ہے،　رباعی

مارا گویند دوزخی باشد مست　　قولیست خلاف دل بدان نتوان بست
گر عاشق و مست دوزخی خواهد بود　　فردا بینی بهشت همچو کف دست

اس قسم کی تلقین عمر خیام کے بیسیوں اشعار میں دی گئی ہے، عیاشی اور شرابخوری اس کی عادت ثانی ہو گئی تھی، اور ڈھٹائی یہ کہ اپنی ایسی حالت پر قطعی افسوس نہیں کرتا، توبہ سے تو پہلے ہی توبہ کر چکا ہے، بلکہ الٹا الٹی اسے اعلیٰ قابل تعظیم پرہیزگار کو ٹھکانا چاہتا ہے، یہ آخری اخلاقی سبق بھی اُن سے سن لیجئے　رباعی

می خوردن و گرد نیکوان گردیدن　　بهتر ز هزار زاهدی ورزیدن
گر مردم میخوار همه دوزخ باشند　　پس روی بهشت را که خواهد دیدن

معشوق ترین سے بغلگیر ہو جائیں اور شراب خوب پئیں، نیک نامی کو بدنامی پر نثار کر دیں سمجھ

ملاحظہ: یہ تعلیم عمر خیام کی ایسی تعلیم ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مجبور ہو کر ... کی تعریف اور توبہ شکنی کے سلسلے ... ہیں،" مولوی ولی اللہ"

کو ایک پیالۂ شراب کے بدلے بیچ ڈالیں، نام و ناموس کو شراب پر قربان کر دیں، اور پھر پیالے پیالے عمر خیام کہتا ہے کہ خواہ کچھ کرنا پڑے، مگر ضرور شراب پئیں، اور ضرور بدمعاشی کریں، یہ زندگی انسانی کا جوہر ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے رباعی

در دامنِ یار بے وفا چنگ زنیم　　مے با نخوریم و نام بر ننگ زنیم

سجادہ بیک پیالۂ مے بفروشیم　　ناموس بہ مے دہیم و بر سنگ زنیم

عمر خیام رات ہی کو شراب نہ پیتا تھا، بلکہ تمام دن شراب پیتے پیتے بے بہرہ ہو کر دن رات شغل جاری رکھتا تھا، اس سے شعر　　رباعی

پیرایۂ گل از ابر نقاب است ہنوز　　در طبع دلم میل شراب است ہنوز

در خواب مرو چہ وقت خواب است ہنوز　　جانا مے دہ کہ آفتاب است ہنوز

عمر خیام کی بہت سی رباعیات ایسی ہیں، جو کسی خاص موضوع پر نہیں لکھی گئیں، گویا اس کا قلم ایسا خود رفتہ ہوا ہے، کہ کوئی مضمون ہی قلمبند نہ کر سکا، ان میں سے ایک رباعی یہ ہے،

رباعی

من در رمضان روزہ اگر می خوردم　　تا ظن نبری کہ بے خبر می خوردم

از محنت روزہ روز من چون شب بود　　پنداشتہ بودم کہ سحر می خوردم

مولوی ولی اللہ شارح اس کے معنی لکھ کے مضمون کی بیہودگی پر نوٹ لکھتے ہیں کہ:-

"روزے نہ رکھنے کا اچھا بہانہ ہے، لیکن جب روزہ رکھا ہی نہ جائے، تو پھر "محنت روزہ" چہ معنی دارد"

پیمانۂ خیال متاخرین

آپ نے متقدمین شعرائے فارسی کا جام علم دل کھول کر پیا، خوب سرور ہو گیا ہوگا، اگرچہ کبھی استعداد فارسی پر دور آپ کی طبیعت کے موافق نہیں تو شعرائے متاخرین کے ہاتھ سے چند جام پیجئے، کہ یہ بھی پچھلے ساقیوں سے پیچھے نہیں رہے، بلکہ یہ استعداد کے ساتھ قسم کے خم لنڈھائے، اگر کوئی خوش اندیش انکے کلام کو وحدت

کی طرف سے جاتا تھا، تو یہاں اب یہ خوف بھی نہیں کھلی شراب فروخت ہو رہی ہے، اور سب پیاست ہیں، کیونکہ ہو کہ اسلامی حکومت کا خاتمہ ہو چکا، کہ جو اسے مذہباً حرام سمجھتے تھے، اب تو قانوناً حلال ہے، اور بازار کھلے ہیں، لائسنس ملے ہیں،

میرزا اسداللہ غالب ان سب پر غالب ہیں، کہ جو شراب پئے بغیر مشاہدۂ حق کے جلوہ کا خیال بھی نہ لاسکتے تھے ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہیں ہے، بادہ و ساغر کہے بغیر

بزرگانِ سلف کی شہادت ان الفاظ میں ادا فرماتے ہیں ؎

اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
جو مے و نغمہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

غالب کی بلانوشی و ہوسِ جامِ شراب ملاحظہ ہو ؎

پیوں شراب اگر خُم بھی دیکھ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

غالب شراب پینے کے اوقات بتلاتے ہیں ؎

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہوں روزِ ابر و شبِ ماہتاب میں

ایک صاحب شرابیوں پر تہمت اور توبہ پر اس طرح بلا نازل کرتے ہیں ؎

مے کشو مژدہ کہ گلشن کو گھٹا ہیں آئیں
تم پہ رحمت ہوئی توبہ پہ بلائیں آئیں

ذوق زاہد کی تضحیک فرماتے ہوئے شرابی کی مردمی کا نقشہ کھینچتے ہیں ؎

زاہد شراب پینے سے کافر ہوا میں کیوں؟
کیا ڈیڑھ چلو پانی میں ایمان بہہ گیا

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوق
نامرد مرد، مردِ جواں مرد ہو گیا

سید اکبر حسین الہ آبادی اپنی ادائے خاص سے "شیخ صاحب" کو جام شراب پیش فرماتے ہیں ؎

اپنے ہاتھوں سے جو دو انہیں جام شراب
شیخ صاحب کو ذرا عذر بھی واللہ نہ ہو

اور سوا اس کے وہ اک شخص ہیں معقول پسند
غالباً جاڑوں میں یوں بھی انہیں اکراہ نہ ہو

سطر ۵ ۔ زاہدا دیکھ وہ گلشن کو گھٹائیں آئیں
منتیں رندوں پہ ہوا توبہ پہ بلائیں آئیں

اقبال لاہوری "پاسبانِ عقل" کا خطاب دے کر اس طرح رغبت دلاتے ہیں ؎

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل — لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دیجے

مے پی تو سہی تو بھی ہو جائیگی "زاہد" (داغ)، کم بخت قیامت ابھی آئی نہیں جب ساقی

پیرِ مغاں سے ہم کو ملی ہے شرابِ عشق (فانی)، زاہد ہماری خاک کا پیمانہ بن گیا

نہ چھیڑو اس وقت مجھکو واعظ نہیں ہے موقعہ گفتگو کا (آغا) سوار جاتا ہے وہ شرابی ہیں حاضر ابھی رکاب میں ...

ایک شرابی کا متوالا اسلامی شرع پر اس طرح پھبتیاں اڑاتا ہے ؎

واعظ نہ خود پیو نہ کسی کو پلا سکو — کیا بات ہے تمہاری شرابِ طہور کی

شراب حرام کا ایک دیوانہ بیت الحرام میں بیٹھ کر شراب پینے کا فلسفہ جواز بیان کرتا ہے ؎

زاہد شراب پینے دے مسجد میں بیٹھ کر — یا وہ جگہ بتا دے کہ جہاں پر خدا نہیں

ایک شرابی دیندار زاہد کو دوزخ کی آگ میں ڈالتے ہیں کس قدر ناقص بیان ہے ؎

زاہد پچھتا رہا دیکھ کے دوزخ کی آگ کو — شاید کہ گرم ہی ہے کوئی شراب کی

شراب حقیقتاً طہور کی حقیقت ایک بیخوار بے دین سے پوچھئے معاذ اللہ ؎

الہٰی بہتر ہے ساغر میں نہ تیزی ہے نہ مستی ہے — چلائی ہے پلا دے ہم کو دنیا سے تو منگوا کر

ذکرِ الہٰی سے منہ کا مزہ تلخ ہو جاتا ہے، اور درود و وظائف سے بد مزہ مگر شراب پینے سے منہ کا مزہ آ جاتا ہے داغ ؎

روزہ پیتا نہیں، پی لیتا ہوں کاٹنے کا ہے — ذرا سی تھوڑی سی ہی منہ کا مزہ بدلنے کیلئے

مجلسِ وعظ تو تا دیر رہے گی قائم (قائم)، یہ ہے میخانہ ابھی پی کے چلا آتا ہوں

مے بے بہا دیکھنا عرض کرایں جو ہوا ہے (غالب) پیتی ایں قوم ہے شوروا پہ زمزم سے

توبہ کی مٹی کس طرح پلید کی ہے، اگر یہی توبہ ہے تو اس سے ہزار بار توبہ ؎

میکشو رات کو پی صبح کو توبہ کرلی — رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

ایک اسلامی شاعر کی پارسائی و روح کی زیارت کیجئے کہ جس کی شرابنوشی کی تقدیس اور اسکے تماشے کہیں پڑھ کر بیٹھے ہے

پیتا نہیں شراب کبھی بے وضو کئے — غالب ہیں ہم بھی شیخ کسی پارسا کے ہم

شعرا کی ان سیاہ کاریوں اور بدمستی کی مستیوں سے دور رہنا چاہئے اور چاہئے تو یہ (کہ) انہیں گلدستہ ادب سے ہٹا کر غائب کردیں۔

این دفتر بے معنی غرق مئے ناب اولیٰ

غالب آشفتہ نوا لاؤ اسے مجھ (ذوق) (شیخ) بادۂ ناب میں ملا کے گلاب

حالی نشاط نغمہ و مے ڈھونڈتے ہو اب (حالی) آئے ہو وقت صبح رہے رات بھر کہاں

اے پیر مغاں مجھ کو نہ بے ہوش سمجھنا (اکبر) قطرہ تو جب تک خم و ساغر میں رہیگا

مُنہ خرابات میں رندوں سے چھپا کیا شیخ (ذکی) نشہ میں دامن تر و برات جاتا ہے

ساقی ادھر تو دیکھ کہ ہم مے پرست ہیں (داغ) کچھ مستی نگاہ ہی پلا دے شراب میں

ساقی بدست آتا ہے لے جام مے بدست (شعلہ) شعلہ اٹھ چھوڑ کر محفل میں شراب آنکھ

لے بادہ شوق وصل حسینا پلا نہ جائیگا (ذکی) بے جنگ و جدل یہ قدح سنایا نہ جائیگا

شعلہ پلائی اگر نہیں منظور (؟) اب کیوں بار بار آتا ہے

سجتی ہے پیر مغاں کو پرسہ مزا دیتی ہے (اکبر) سلسلہ کوثر سے پلا دیتی ہے

ہم ہیں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش (؟) خشک بیٹھے ہیں تو سایۂ ابر سیاہ میں

نشہ کی طلب ساقی کو نہیں دیکھ ساغر (جلیل) دل بھی میکدے پے پڑتے جاتے ہیں

خرمستی کی بھی ہے پیچ سے کہیں ملا (؟) دل سے شیشہ کو لگا آنکھ سے پیمانہ کو

پھر ولی اللہ کہلا لیں آیا واقعی وسیع معلومات و واقفیت کے اعتبار پر اپنے مولوی کو کسی ثقاہت صداقت کا بہ خوبی دیتے شرم محسوس نہیں کرسکتے۔

"مشرقی شاعری کا بیشتر حصہ شراب کی تعریف کے لئے وقف رہا ہے" کوئی دیوان نظر نہیں آتا جس نے اپنے کلام کو بادۂ آتشیں سے رنگین نہ کیا ہو، ادبیاتِ مشرق اخلاق کے متعلق ہوں یا حسن و عشق کے متعلق، حقیقت و معرفت کی گفتگو ہو یا شریعت و طریقت کی، رقم ہو رہا ہو یا طبیعیات ہوں یا الٰہیات کوئی ایسا مضمون نہیں جس میں شراب کا ذکر نہ ہو، آپ اسے شرابِ محبت سمجھئے یا بادۂ معرفت (ایسی ایسی غلط تاویلات نے صحیح مذاقِ شاعری کا ستیاناس کر دیا، شراب سمجھیں یا بادۂ انگور، اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا کہ کوئی کتنا ہی متقی اور پرہیزگار کیوں نہ ہو، اگر سخن سنج ہے تو بادہ پرستی کا شعر ضرور کہے گا، حکیم صاحب کی رباعیات کی ایک کثیر تعداد ایسی ہی ہے جس میں سوائے بادہ پرستی کے اور کچھ نہیں فرماتے؟"

ایسے ایسے متعصبوں نے کارخانۂ دنیا ابتر کر دیا، جہاں ایسی ایسی تاویلیں و تفسیریں ہوں، وہاں اس "ادائے رنگین بیانی" کا کون محرم و مخاطب ہو سکتا ہے؟

شرابخانۂ عمر خیام
اور
عشرت کدۂ برہمن

برہمن: — ہر کسے در چمن گلشنِ ہستی دارد نظر
ما نظر بر جلوۂ آں گلشن ادراک و شما

ہم نے اس شرابِ منطقی کے تقاضے پر برہمن کے عشرت کدہ کا بھی جائزہ لیا اور خوب مطالعہ کیا، بلکہ سب چھان مارا مگر آپ تو دیکھ لیں کہ لائق و مرتبہ و طرزِ بیان سے اپنا دامن پاک رکھتا ہے، یا ناپاک کرتا ہے؟ آپ اس سے مستحق ہوتے ہوئے آپ سے کہتے لگا یا، یا توڑ ڈالا، ایسا ہم ہر دلی اللہ کو کہتے ہیں کہ "سخن فہمی" اور "بادہ پرستی" کا کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو شراب نوشی یا بدمستی کا یا اس میکدۂ اخلاق و ادب، حقائق و معارف میں سے محض نہ ہو، اسی "مشرقی" کو ان کا سردار شرابخانۂ برہمن ہی سے حاصل ہو سکتا ہے، مگر یہاں ہم نے دو چار شعر اسے فارسی اردو اور بالخصوص عمر خیام کے میخانہ سے چند جام پلا دئے ہیں، ایسا یہاں نہ شعروں کی ... کو عشرت کدۂ برہمن کے بھی چند جام پلائے جائیں کیونکہ ان کی شاعری کا خاتمہ اسی

خمیر کے بغیر جام رد ہو جائے گا۔ برہمن اپنا پیالہ پیش فرماتے ہیں ؎

بسپید عشق پیر مغاں جام مے ونگرند — بادب باش کہ پیمانہ و پیمانہ نیست

اس کا مطلب صریح ظاہر ہے اور کچھ لازم نہیں آتا۔ اگر میر ولی اللہ یا دیگر شارحاں کی طرح اس کا مفہوم ادا کیا جانا ضروری سمجھا جائے تو یہ مطلب نکلے گا کہ جب انسان راز ربانی کے رازداں میں داخل ہو جائے تو اس کو پہلے ہی دروازہ یا پہلے پر سرمدی کی طرح مدہوش نہ ہو جانا چاہیے بلکہ ضبط و تحمل سے کام لینا چاہیے کہ اس منزل کے لئے یہی حکم ہے۔ خیر برہمن کا پیر مغاں شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے کر کہتا ہے کہ میرے پاس پیالہ ہے اور میرا تیرا عہد و پیمان بھی ہو چکا ہے۔ ادب سے رہو، اگر سرمستی یا بے ادبی کرے گا یا اور مانگے گا تو پیمان شکنی کا مجرم ہوگا۔ جہاں برہمن کا پیر مغاں شراب نوشوں کے لئے ایسی سخت کڑی شرائط مقرر کرتا ہے اور اس کی خلاف ورزی پر اسے مجرم ٹھہراتا ہے، وہاں ضروری ہے کہ عمر خیام کے شرائط مے نوشی بھی سنائے جائیں ؎

یک ہفتہ شراب خوردہ باشی پیوست — ہاں تا ننہی تو روز آدینہ ز دست

چاہیے کہ ہفتہ بھر متواتر شراب پیتے رہو — خبردار جمعہ کا دن کہ جو مبارک ہے ہاتھ سے نہ جانے دینا

در مذہب ما شنبہ و آدینہ یکیست — جبار پرست باش نہ روز پرست

ہمارے مذہب میں جمعہ اور شنبہ سب برابر ہیں — خدا پرست ہونا چاہیے روز پرستی فضول ہے

برہمن کا پیر مغاں تو شراب کا ایک گلاس دینے سے پہلے عہد و پیمان کا واسطہ دے کر مے نوش کی روح قبض کرنا چاہتا ہے مگر عمر خیام کا ساقی ہفتہ بھر متواتر شراب پلانے پر تیار ہے اور روز مبارک (جمعہ) بھی نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ اسے روز پرستی سمجھتا ہے

برہمن کے یہ جام پے در پے پینے کو دل چاہتا ہے، ہم اس قدر پئیں گے کہ اس میکدہ کا ایک جام بھی باقی نہ چھوڑیں گے۔ اول اس کی لطف شراب ملاحظہ ہو ؎

ساقی جام محبت نشاء دیگر دارد — آنچہ مستم ز انداز ساغر و پیمانہ نیست

اب برہمن کے یہ جام بھر بھر کے پیجئے ؎

برہمن حریفِ مے ارغواں نہ ایم (۱) باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوئے ما

بدور بہت پیرِ مغاں طلب کہ مدام (۲) گواہِ حالِ دلِ اُو درِ کشادہ اوست

ما خود غمِ خمار کشیدیم برہمن (۳) تا بادۂ طرب بسبوئے کہ آشناست

بمئے نابِ لب نیالایم (۴) کہ مرا نشّۂ مئے دگر است

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغر و صہبا نشست (۵) سر فرازِ روزگارِ خویش چوں مینا نشست

گرفتہ پیرِ مغاں جامِ مے بکف میگفت (۶) کہ ایں قدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

مے بدہ ساقی کہ دل را شست شوئے میکند (۷) در میانِ بزمِ رنداں آبروئے میکند

تو مرد بادہ نہ ورنہ ہر چہ ساقی داد (۸) اگر بظرفِ تو گنجید کارِ ہوش کند

بہ نیم جرعہ شود امتحانِ جوہرِ ہیچ (۹) چو کار با محک افتاد ہر چہ ہست بر آید

ز جامِ بادہ چو از خانہ پارسا مست بر آید (۱۰) ز کعبہ شیخ و ز بتخانہ بت پرست بر آید

دماغِ سنتِ پیرِ مغاں نماند مرا (۱۱) ما بجز دستِ مستقیم ساقی جائے تکلیفِ تو نیست

کہ جامِ خونِ جگر لذتِ دگر دارد (۱۲) نشاء اہلِ محبت از شرابِ دیگر است

بہ آبِ توبہ ام آلائشِ باطن نہ شد زائل (۱۳) کہ ایں کار بفروغ از بادۂ گلرنگ مے آید

بدہ ساقی مئے گلگوں کہ رنگِ رو بگرداند (۱۴) دماغِ رفتہ را سوئے نشاط از بو بگرداند

دراں دیار کہ ہر صبح خوں کنند بجام (۱۵) بجیبِ شگفتہ ترا ز آفتاب می باید

ساختہ سرگرم مرا نشۂ صہبا امروز (۱۶) خندہ آورد مرا گریۂ مینا امروز

کارِ امروز بفردا مفگن جام بیار (۱۷) نتواں خورد غمِ وعدۂ فردا امروز

جام در گردش و ساقی بجگر لیاں سرخوش (۱۸) مجلسِ خوب تریں ہست مہیا امروز

ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز (۱۹) بگیر جرعۂ پیمانہ و بہ پیماں باش

مرا در بزمِ رنداں آبروئے مے تواں دادن (۲۰) بیک جرعہ بہم رنگ و بوئے میتواں دادن

مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتواں دادن (۲۱) بیک جرعہ آبِ زندگانی میتواں دادن

برہمن بادۂ صافی دلاں خونِ جگر باشد (۲۲) بہ مے ہرگز نشد آلودہ دامانِ ایاغِ من

مستِ عشقم کعبہ و بت خانہ را گم کردہ ام (۲۳) در پئے مستی رہِ میخانہ را گم کردہ ام

ساغرِ وصلِ بہمت من لبریز است (۲۴) بہرِ یک جرعہ ہمہ در یوزۂ میخانہ زدم

از خونِ دیدہ بود شرابے کہ داشتم (۲۵) واز لختِ سینہ بود کبابے کہ داشتم

سرگراں داریم، و مخموریم ساقی ہمتے (۲۶) گر نہ باشد جامِ مے، خونِ جگر میخواستم

زنیم جرعۂ میخانہ نشہ در کار است (۲۷) بیار مے کہ علاجِ دلِ ملول کنم

ما دمے بے علتش نگذاریم حالِ خویش را (۲۸) ساغرِ مے گر نباشد بزم رو دستانی کنم

ساقی چو طرفہ ساقی بدمست بودہ (۲۹) مے ریختی بساغر و ساغر شکستہ

اے پیرِ مے فروش بما نیست جرعۂ (۳۰) ہاں قسمتے کہ بر لبِ کوثر نوشتہ

اے آنکہ صبح بادۂ و ساغر نوشتہ (۳۱) با ماہ و آفتاب برابر نشستہ

مردِ آزماست بادۂ توحید برہمن (۳۲) نا آزمودہ دست بیک جام مثنوی

فلسفہ | قدم دلیر منہ در سرائے سپنج باد — کہ استقامتِ خس مشکل است در رہِ باد

یہ علم ہندیوں کی جان تھا، مگر اب سب بیجان ہیں، کیونکہ انجان رہ گئے، اور بے جان کار چل بسے۔ برہمن کا فلسفہ غور کرنے کے قابل ہے:-

سرشتِ گنبدِ گردوں فرو نمے آید — کسے کہ از خس و خاشاک او بنا اوست

حسابِ عمر بند بسو ناصواب گذشت — فغاں[1] کہ عمرِ گراں مایہ بے حساب گذشت

بنائے قصرِ ہوس از ثبات ممکن نیست — بجز اساسِ محبت کہ دیر بنیاد است

مرد را در بحرِ دل غوطہ زد چوں گوہر است — ایں گہر با خویش دارد ہر کہ صاحب جوہر است[2]

عشق باید کہ دل سپاسا ند — دل بے عشق شاخ بے ثمر است

AN UNEXAMIND LIFE IS NOT WORTH LIVING.

[1] اصلی دیوان میں مصرعہ یوں لکھا ہے "فغاں کہ عمر گرامی این حساب گذشت" سقراط کا قول ہے "وہ زندگی، جو عمل کا حساب نہ رکھتی، زندہ رہنے کے قابل نہیں" برہمن کا فلسفہ اس فلسفہ سے بڑا ہوا ہے۔

[2] سقراط کا فلسفہ ہے کہ دنیا میں وہی شخص آفات سے محفوظ رہتا ہے کہ جس نے اپنی فطرت کو مدد کر دیا۔ یہ شعر صنعتِ اضمار قبل الذکر کی مثال ہے۔

آنکس کہ سپیر چشم تہید ستیِ دعا است — اوّل در قبول بروئے اثر زند

رنگِ عاشقانہ فارسی اور اردو شاعری میں اگر کسی کا کلام عشقِ مجازی (عاشقانہ) کے رنگ سے نہ رنگا گیا ہو، نہ تو وہ شاعر سمجھا جاتا ہے، نہ اُس کی شاعری قدر و قیمت پاتی ہے،

اِس بد مذاقی کا عیاش شاعروں مغلوب الجذبہ نوجوانوں اور تماشبینوں نے اپنی شہوانی خواہشات لذات سے ایسا مخرّبِ اخلاق تباہ کن جلوہ دکھایا کہ آزاد گورنمنٹ کو بھی ایسے گندے لٹریچر کی اشاعت ممنوع قرار دینا پڑی، اگر دُنیا کی کسی زبان میں شاعری کا غلط استعمال کیا گیا ہے تو وہ فارسی اردو ہے ملک کی بداخلاقی اور عام بدچلنی کا حقیقی و واحد سبب جذبات بہیمی کا بھڑکنا اور بھڑکانا ہے شاعری ایک ہندی تیغ تھی، جو فاسد و گندہ خیالات پر چلتی اگر انسان کی روحانی طاقتوں کو جلا دیتی تھی، یہ حضرات اُسے اپنے ادب و اخلاق کی گلو تراشی کے کام میں لائے، شارح و مفسرین کا دامن، جب عشق و عاشقی اور شراب و کباب کے کانٹوں میں اُلجھا تو اُنہیں کھینچ تان کر عشقِ مجازی میں لانے کی نالائق کوشش کی، گو اُن کا یہ کام اپنی حد کے اندر بدتر تھا، مگر اِن حامیانِ فعل بدافعالان نے اگلی نسلوں کی شاعری کے لئے ایک پُرگناہ راستے کی داغ بیل ڈال دی، اِن نالائق جذبات کا بے جگری سے مقابلہ کرنے کی بجائے اُن کے حوصلے بڑھا دیئے، عشقِ حقیقی کا گلا گھونٹ دیا گیا، اور اب چاروں طرف عشقِ مجازی کا دَور دورہ ہے، کیونکہ کسی طرح کا کوئی متبرک سے متبرک کلام اِس بدعت سے پاک نہیں،

شاعری دراصل انسان کو اشرف المخلوقات بنانے کے لئے پیدا ہوئی تھی، معشوق خداوندِ حقیقی تھا، ورد و وظائف لذتِ عشق تھے، اب جو پیشِ خاطر ہے، وہ ظاہر ہے، برہمن نے اِس عشق میں جس درد کے ساتھ محبت کے آنسو نثار کئے ہیں، اور وصل میں کامیاب ہوا ہے، وہ نظارہ دیکھنے کے لائق ہے، ذرا دل تھام کر عاشق کی اپنے معشوق کے لئے بیقراریاں دیکھئے، مگر جو عشقِ مجازی کے دلدادہ ہیں، وہ تکلیف نہ فرمائیں ؎

در محبت بوس جام و سبو نتواں کرد
تا بود خونِ جگر سے بگلو نتواں کرد

تا سرِ زلفِ او بدست آرد — دل پریشان تر از صبا شدہ است
عاشقِ سینہ زخم خوردہ چو برگِ گل — چوں لالہ درد شناسِ محبت بداغ نیست
عاشقِ شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورند — فصلِ گل بگذشت و از بلبل نوائے برنخاست
بر دلِ مجروح ناخن زن کہ در بزمِ فراق — احتیاجِ سازِ چنگ نالہ مضراب نیست
بدردِ عشق برہمن بساز و خوشدل باش — کہ از نہالِ محبت ہمیں ثمر پیدا است
گرفتاری ما حاجتِ شمشیرِ ستمگاری نیست — تارِ موئے ز سرِ زلف دل آدر بس است
چو دردِ عشق رسد خواہشِ دوا مکند — نظر بقاعدۂ نسخۂ شفا نکنند

چاکِ گریباں

ہزار بار برہمن نمودہ ئی "چاکش" — و لے نیامدم از ضعف تا گریباں دست

یہ مضمون فارسی و اردو شعرا کی دیوانگی کا نتیجہ ہے، کہ وہ معشوق کے ہجر میں بیزار ہو کر اپنا دامن چاک چاک کر ڈالتے ہیں، گو اس کے چاک کرنے کے بیسیوں طریقے ان کی دیوانگی نے نکالے ہیں، مگر اس پر بھی ابھی اُن کی دیوانگی کا مکمل نقشہ نہ کھنچ سکا،

میر الطاف حسین حالی نے اپنے مشہور مقدمہ میں ان دیوانوں کے بیسیوں "چاکِ گریباں" کے مضمون دینے کے بعد لکھا ہے، کہ روزِ آغازِ شاعری سے

اب کے جنوں میں فاصلہ شاید نہ کچھ رہے — دامن کے چاک اور گریباں کے چاک میں

شعر سے بڑھ کر کسی شاعر نے "چاکِ گریباں" کا مضمون نہیں باندھا، اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیائے شاعری میں ہزارہا شاعروں نے وقت ضائع کیا، مگر ایک مضمون پر ایک شعر بھی موزوں نہ لکھا گیا، حالی نے جو محض ایک شعر انتخاب کیا، وہ حالی کے مذاق کے موافقِ حال تھا، کیونکہ اس میں جنون کا دور دکھلایا گیا ہے، اور یہی ناقص بیان ہے، جذبہ کا دور نہیں ہوتا، اور وہ جنون کیا ہوا کہ جو ہر سال اٹھا اور اس سے شاعر کی حالتِ ہوش و حواس ظاہر ہوتی ہے، کہ جو ایسا ارادہ ظاہر کرتا ہے، برہمن اپنی محویت کا جو نقشہ کھینچتے ہیں، اُس سے اُن کے نہیں، بلکہ دنیا بھر کے گریبان چاک ہوتے ہیں، صدر کا شعر مکرر پڑھئے، اور پھر آپ کی دیگر جدت طرازیاں، مگر اول حالی کے پسندیدہ شعر کا جواب

برہمن سے سُنئے ؎

کسیکہ جامۂ جاں چاک ہم تواں دارد   بہ نزدِ ہمت او چاک در گریباں چیست

بچاکِ پیرہن از آستین نباید بروں دستم   کہ ترسم رازِ دل از چاکِ پیرہن شود پیدا

کردم خیالِ روئے تو سر در کشم بجیب   آید بروں ز چاکِ گریبانم آفتاب

زبسکہ دوختم و پارہ ساختم صد بار   ز چاکِ سینۂ من در دلِ رفوگر است

کو نگاہے کہ نگذار امروز بچاکِ جگرم   ہر کہ دی روز مرا چاکِ گریباں میدوخت

بود بچاکِ جگر لذتے کہ نتواں گفت   تو از ہوس شدہ بر چاکِ یک گریباں شاد

مرا ہر لحظہ باید عشق چاکِ تازہ کردن   چو آہ[1] نو مرا ہر شب گریبانے دگر باید

پیرہن نیست کہ چوں چاک شود بتواں دوخت   سینہ چوں چاک شود باز رفوئے نتواں کرد

دستِ ہر کس نرسد شاخِ امید است بلند   قسمتِ ماست کہ بر چاکِ گریباں آمد

عشقِ مجازی کے عاشقوں کے چاکِ گریباں کے ہزار علاج ہیں، مگر برہمن کے "چاک" کا کوئی علاج نہیں ؎ ہزاراں بخیہ باشد کارگر چاکِ گریباں را   بچاکِ سینۂ کہ راست می آید رفوئے کس

ہمیشہ چاکِ جگر منتِ دستِ ہمت اوست   کسے کہ چاکِ ہوس نیست در گریبانش

کسے کہ از غمِ عشقِ تو سینہ دارد چاک   ز چاکہائے گریباں بگو چہ دارد باک

کہ دارد از بہارِ عشق سامانے کہ من دارم   شود گل داغ از ایں چاکِ گریبانے کہ من دارم

بگریباں نہ زنم دست کہ چوں غنچہ ز شوق   خونِ دل میخورم و پائے بدامن دارم

بجوشد ہمچو ابرِ نوبہاراں چشمِ گریانم   ز چاکِ دل گواہی میدہد چاکِ گریبانم

دست اگر داری برہمن جامۂ جاں چاک کن   ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

دستم دگر ز شوق نگنجد در آستیں   تا در ہوائے چاکِ گریباں برآمدہ

زبسکہ چاکِ جگر لذتے دگر دارد   چو دست سوئے گریبان برم شود کوتاہ

اہلِ حقیقت ہی اپنا گریبان چاک کیا کرتے ہیں، اہلِ مجاز ادھر دھیان ہی نہیں کرتے ؎

[1] نسخۂ کابل ہی کا نام ہے، اور اصلاحی شان بھی ملاحظہ ہو۔

عاشق آنست کہ پوشیدہ بود رازِ دلش
ننگِ عشقست اگر چاک گریباں داری

واقعی اوچھے آدمی ہی گریبان چاک کرتے ہیں، کہ جنہیں افشائے راز کا خوف نہیں ہوتا،

دَورِ حاضرہ کی دلبستگی کے قابل

کفر بے رشتۂ زنار نمے آید راست
کارِ کُن کار کہ گفتار نمے آید راست

یہ خوبی ہر شخص کے کلام میں پیدا نہیں ہوسکتی، کہ وہ ہمیشہ ہر طبقہ میں مقبول ہو، اور کلام کی خوبی بھی یہی ہے، کہ اِس عجائب گاہ کائنات کا ہر ذرہ اِس گنگا جل سے اپنی پیاس بجھائے، شاہنامہ بلحاظ حجم وعدہ خلافی محمود کو جائز طور پر مشہور رہے، مگر ہر طبع کی تفریح کا سامان اُس میں موجود نہیں، دیوانِ حافظ اہلِ تصوف وارباب دل نشاط کے طبقہ کی خوراک ہے، مثنوی ملا روم خاص طبیعتوں کے لئے شیر وشکر ہے، گلستاں وبوستاں کی نسبت بھی ایسا ہی قیاس کرلینا چاہئے، کہ مکتب میں پڑھ لینے کے بعد اگر کسی نے دیکھے ہوں گے، کیا وہ کاتبان ہوں گی، یا مصحح یا وہی طفلانِ مکتب، ایسی ہی فارسی و اردو کے دیگر شاعروں کی کیفیت ہے،

دیگر شعرائے فارسی کے کلام میں یہ خصوصیت اِس وجہ سے پیدا نہ ہوسکی، کہ وہ محض اپنی ہی زبان اور کلام سے واقف تھے، مگر برہمن اگر ہندی تھا، تو وہ رشی بالمیک یا گوسائیں تلسی داس تھا، اگر ہندو نہ تھا، تو وہ کلیم وابوالفضل، عمر خیام، ونظامی، چونکہ آجکل فارسی واردو شاعروں پر یہ صحیح اعتراض عام طور پر قائم کیا جاتا ہے، کہ اُن کے کلام میں زلف وکاکل، عشق ومحبت، گل وبلبل، شمع وپروانہ ہجر ووصال کے فضول خیالات کے سوا اور کچھ نہیں، اِس لئے شاعری مفید نہیں ہوسکتی، واقعی اہلِ زمانہ کا یہ اعتراض ایسا وزنی اعتراض ہے، کہ جس کا کوئی جواب نہیں، مگر اِس اہلِ کمال نے اپنے مختصر کلام میں دَورِ حاضرہ کے نوجوانوں کی دلچسپی کے ایسے سامان بہم پہنچائے، کہ حضرت حسرت ہالی تک چونک پڑے، چنانچہ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ:۔

"نئے انگریزی مذاق یا اُنہیں کے بقول شائستہ مذاق کے لوگ اس بنا پر عشق ومحبت کو فضول خیال کرینگے، اور کہیں گے کہ ہم تو مفید شاعری کے دلدادہ ہیں سو برہمن کے یہاں ایسے حضرات کے لئے بھی دلچسپی کے سامان موجود ہیں، رنگِ محبت

کے ساتھ فلسفۂ عمل کے امتزاج نے عجیب کیفیت پیدا کر دی ہے"

سر از دریچۂ صبح امید کرد برون — کسے کہ دامن شبہائے انتظار گرفت

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش — چون مستی این جرعہ باندازۂ ہوش است

بیار بادہ کہ وقت بہار مے گذرد — تو غافل از خودی و وقت کار مے گذرد

اہل دانش بہر یک مدعا پیچیدہ اند — ہر کہ داناتر بود از مدعا خواہد گذشت

انگریزی مذاق

در طریق عشق بے کوشش بمطلب کے رسد — ہر کہ ترک مدعا را مدعا دانستہ است

جو صاحب انگریزی مذاق سے مانوس ہیں، عشق و محبت کو فضول سمجھتے ہیں، اور مفید شاعری کے گرویدہ، کیونکہ دنیا آجکل مادیات کی رو میں بہی چلی جا رہی ہے، اس لئے آجکل شاعری بھی اسی دریا میں غوطے کھا رہی ہے، برہمن کی شاعری مفید شاعری ہے، اور منزل کے مسافر کے لئے کارآمد، چنانچہ چند شعر اس مذاق کے موافق انتخاب کئے جاتے ہیں ؎

در میکدۂ عشق باندازۂ خود باش — چون مستی این جرعہ باندازۂ ہوش است

برہمن شیشۂ دل سخت نزاکت دارد — چون شکستہ دگر بار کجا آید راست

گرہ کشائی ایام در بستان داری — مدار رشتۂ ہمت بقبضۂ تعویق

مذہبی رنگ

میان کیش برہمن وفا و یکرنگی ست — کہ تا قیامت برین کہنہ دودمان اخلاص

جیسے چند شعرائے زبان فارسی گذرے ہیں، انہوں نے کم و بیش چند روزہ روزی کی نوکری کی خاطر اپنا دھرم اور ایمان اس پہ قربان کر دیا تھا، اور ہندیوں کی یہ عادت عام ہے، مگر جس طرح برہمن ہی نوع انسان میں اشرف سمجھا جاتا ہے، اسی طرح ہمارا برہمن بھی ان ایمان فروشوں سے الگ کھڑا اپنے راگ گا رہا ہے، اور اپنے میٹھے سُروں سے کہ ہندی اور مسلمان وجد کرتے ہیں، کیونکہ اس نیک مرد نے مذہبی رنگ وہیں تک اپنے کلام میں چمکایا، جہاں تک کہ ہر ہندی کا ایمان اسے اجازت دیتا ہے، وہ دل آزاری سے نفرت اور دلداری سے پیار کرتا تھا، اس کے ساتھ ہی وہ دل سے سچے مسلمان کی قدر کرتا تھا، چونکہ اخلاق اور ادبیات سے بہرہ کامل رکھتا تھا، اس لئے اُن پہ

عامل بھی تھا فرماتے ہیں ؎

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن   رشتۂ زلفِ بتاں با رشتۂ زنّارِ ما
کیفیت احوالِ جہاں در نظرم بود   آں روز کہ بر آب بہادند بنا را

قدیم آرئین و ہرم اور خدائی تعلقات کس طرح مربوط کئے ہیں ؎

تا کند تاب دہ صندلِ پیشانیِ خویش   برہمن خاک سرِ کوئے تو بر سر برداشت
بہ محبت اشک چناں برہمن ز دیدۂ تر   کہ آبِ تازہ بروئے برہمناں آورد
خواہم از سلسلۂ زلفِ بتاں تارے چند   کہ بہم تاب دہم رشتۂ زنّارے چند
دامنِ عصیاں بآبِ دیدہ شستم برہمن   لیک نقشِ سجدۂ بت بر جبیں دارم ہنوز

برہمن کا کلام مذہبی رنگ سے ایسا رنگا ہوا ہے کہ جیسی رامائن، وہ اپنے عقاید و فرائض اپنی برتری و خوبی اس خوبی سے بیان کرتا ہے کہ کسی دوسرے پاسدار مذہب کو شاق نہیں گذرتا اگر مذاہب کے دعویدار اپنی اپنی تحریر و تقریر اپنی اپنی کلک و زبان سے اسی رنگ میں رنگیں، امن پیدا ہو، فساد جاتا رہے، دینداری پھیلے،

برہمن نے اپنا کلام اس رنگ میں اس وقت رنگا جبکہ ایک ہی رنگ، رنگ لا رہا تھا چونکہ یہ رنگ بیان دلپذیر تھا اس لئے قابلِ تحریر تھا گو تھا کم میں جگہ جگہ اس کی زر افشانی کی گئی ہے مگر یہ چند دل نہایت تازہ آمد ہے جیسے اب بھی کچھ شبہ ہو غور سے کلام پڑھئے

فارسی شعر و شاعری کا توجہ

خیالات کے نقادی یا رح سنے گذشتہ ایک ہزار سال کے شعرائے فارسی کا کلام محک امتحان پر رکھا کہنا پڑتا ہے کہ حقیقی شاعری کے لحاظ سے کسی کا کلام برہمن کے کلام سے مقابلہ نہیں کھا سکا، چونکہ فارسی مر چکی ہے، اسلئے آئندہ بھی امید نہیں بعض بیدل کہینگے کہ تنقید طولانی ہے، مگر خدا شاہد ہے کہ یہ محاکمہ نہایت اختصار سے لکھا ہو، اور حق یہ ہے کہ اگر برہمن کے کلام کے صنائع و بدائع اور نکات رموزِ شاعری پر فرداً لتفصیل سے نظر ڈالی جاتی تو یہ تنقید کئی ضخیم جلدوں میں ختم ہوتی ارباب فن کا فرض ہے کہ وہ اس داغ بیل کو منڈھے چڑھائیں، اور ساتھ ہی ہم اُن قلوب کیلئے خدائی رحم کے طلبی ہیں کہ جو کلماتِ انصاف سے غم و غصہ کے شکار ہوں اب ہم آپکو آپ کا کلام سناتے ہیں،

(محاکمہ نگار خاکسار بہار)

سری گنیش آئے نمہ

کلیاتِ برہمن

دیوانِ برہمن

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار منشی رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی مدظلہ

ردیف الالف

۱

اے برتر از تصور و وہم و گمانِ ما — اے در میانِ ما و برون از میانِ ما
آئینہ گشت سینۂ ما از فروغِ عشق — شد جلوہ گاہِ صورتِ معنی نہانِ ما
جا کرد در میانِ رگ و ریشۂ مہر دوست — پروردہ شد بمغزِ وفا استخوانِ ما
استادِ عشق حوصلہ فرمائے عاشقست — صد جا شکست تا لبِ آہ و فغانِ ما
مانندِ غنچہ گرچہ خموشیم برہمن — لیکن پر از نواست چو بلبل زبانِ ما

۲

اے عقل پیش پرتوِ ذاتِ تو چون سُہا — وے چشم بر کمالِ صفاتِ تو مبتلا
در سینہ گشت آتشِ مہرِ تو دل نشین — باشد غبارِ کوئے تو در دیدہ توتیا
ہر ذرہ در ہوائے تو دارد سرِ نیاز — ہر مرغ در خیالِ تو در نغمہ و نوا
افتادہ است دستِ نوالِ تو دستگیر — گم گشتہ است قاید لطفِ تو رہنما
در کنہِ ذاتِ رہ نبرد عقل و ذہنِ ما — جز عجز چیست تحفۂ درگاہِ کبریا

درحضرتِ جلالِ تو کس را مجال نیست — باشد گدائے کوئے تو ہم شاہ ہم گدا
دربارگاہِ لطفِ تو جائے سوال نیست — ایں جا چہ احتیاج باظہارِ مدعا
گردن کشاں کہ بادِ غرور زند در دماغ — چوں دانہ اند در تہِ ایں کہنہ آسیا

معدوم گردد ایں ہمہ موجود برہمن
باشد ہمیشہ بر سرِ ما سایۂ خدا

ع۳

کنم ز سادہ دلی بند دیدۂ مژگاں را — نشست خس نتواں بست راہِ طوفاں را
جگر فشاں شدہ ام باز جائے آں دارد — کہ لالہ زار کنم دامنِ گریباں را
ہمیشہ زلفِ ترا اضطراب درکار است — چگونہ جمع کنم خاطرِ پریشاں را
شبے خیالِ تو آمد بخواب و آسودیم — دگر ز ہم نکشادیم چشمِ گریاں را

برہمن از تو سخن بے دلیل میخواہم
کہ اعتبار نباشد دلیل و برہاں را

ع۴

ہر نفس بوئے محبت آید از گفتارِ ما — میتواں فہمید از گفتارِ ما مقدارِ ما
در خمِ زلفش دلِ دیوانہ را پیچ و تاب — چوں کشاید زلف بکشاید گرہ از کارِ ما
در خیالِ شمع روئے او بشبہائے فراق — صبح را در خواب آید دیدۂ بیدارِ ما
گردن آزادہ کے در پیشِ گردوں خم شود — کم مبادا از سرِ ما سایۂ دیوارِ ما

در محبت از ازل پیوند دارد برہمن
رشتۂ زلفِ بتاں با رشتۂ زنّارِ ما

ع۵

رسد بر اوجِ فلک آہِ سرکشیدۂ ما — صلا بموج دہد اشکِ خوں چکیدۂ ما
ہمیشہ آبِ گہر با گہر بود دمساز — نشد ز دیدۂ ما دور آبِ دیدۂ ما
بیادِ سنبلِ زلفِ بتاں گرفت قرار — دگر ز جا نرود طبعِ آرمیدۂ ما
بیا بیا اگرت امتحانِ عشق ببیں — نشانِ راستی از قامتِ خمیدۂ ما

سخن چو پست و بلند است برہمن چہ عجب
کہ خام و پختہ دہد نخلِ نو رسیدۂ ما

غ۶

بیہودہ رَوَد بادِ صبا بر اثرِ ما — ما گم شدگانیم کہ یابد خبرِ ما
با معتقدِ ہمتِ صاحب نظرانیم — کونین بود مختصر اندر نظرِ ما
ہر شب گہر افشاں شود از گوشۂ مژگاں — بر دامنِ صد پارۂ ما چشمِ ترِ ما
آرائشِ ہنگامۂ ایامِ جنون ست — آں داغ کہ چوں لالہ بود در جگرِ ما

لاف از ہنرِ خود لفضولے نتواں زد
جز بے ہنری چیست برہمن ہنرِ ما

غ۷ [illegible]

بکشا چو در صحنِ چمن بندِ قبا را — بوئے دگر افزود دمِ بادِ صبا را
ہر صبح اگر آئینہ رُوئے تو بیند — در دست نگیرند بُتاں آئینہا را
اربابِ نظر را اثرِ شاہدِ مقصود — در راہِ طلب دیدہ گذارند نہ پا را
کیفیتِ احوالِ جہاں در نظرم بود — آں روز کہ بر آب نہادند بنا را

بگذار کہ آسودہ نشینیم برہمن
زنہار مرنجاں دلِ شوریدۂ ما را

غ۸

چہ اختلاط بارباب عقلِ شیدا را — بطورِ ما بگذارید لحظۂ ما را
نظر بشاہدِ معنی بچشمِ دل دارم — حجابِ عینکِ چشم است مردِ بینا را
سخن اثر نکند در دلیکہ بے اثر ست — کسے بجلوہ نیاورد نقشِ دیبا را
تُرا ز آفتِ سردیِ جہاں چہ زیاں — اگر بآتشِ دل گرم کردۂ جا را

کسے بر آبِ روان برہمن نشد ایمن
اساس بر سرِ آب است قصرِ دنیا را

غ۹

بکس خبر نشد از نالۂ شبانۂ ما — کہ نیست قابلِ گوشِ کساں ترانۂ ما

عجب نباشد اگر با سمند افتد کار
کہ ہست در چمن شعلہ آشیانۂ ما

بعشق حسن بود نسبتے کہ نتواں گفت
ہمیں حجاب بلا گشت درمیانۂ ما

ز زلف و خال خیالِ نجات ممکن نیست
فتادہ بر سرِ راہست دام و دانۂ ما

چگونہ برہمن از عشق احتراز کند
کہ حسن جلوہ فروش است در زمانۂ ما

۱۰
آفتاب من چو روئے خود نمود آئینہ را
آب و تاب، دیگر از تابش فزود آئینہ را

جز غبارِ خط کہ بر آئینۂ رویش نشست
ہمنفس گے میتواند بود دود آئینہ را

چشم دل با صورتِ معنی مقابل میکنم
در پسِ دیوار گر باشد چہ سود آئینہ را

روئے خود در آئینہ بیند نہ روئے آئینہ
بیش روئے او کجا باشد وجود آئینہ را

من سخن در پردہ میگفتم سحر با برہمن
آفتاب من مخاطب کردہ بود آئینہ را

۱۱
ہرگز کسے نہ کرد نگاہے بسوئے ما
کس گرم تر ز اشک نیامد بروئے ما

با پیچ و تاب زلف تو داریم در خیال
صد جا ز ہم گسستہ بود گفتگوئے ما

ہر چند ابر گریہ کند بشگفد چمن
از فیض آب دیدہ بود آبروئے ما

موئے نیابد از سرِ موئے میانِ او
ہر چند پیچ و تاب خورد مو بموئے ما

ما برہمن حریف مئے ارغواں نہ ایم
باشد ہمیشہ خونِ جگر در سبوئے ما

۱۲
سر بر زند ز جیبِ خزاں نو بہار ما
آخر شود شگفتہ گلِ انتظارِ ما

ہر چند شد شکستہ درستی گرفت دل
آخر شکست کارِ دل آمد بکارِ ما

بے اختیار کرد دل ما قرارِ عشق
دیگر بدست عشق بود اختیار ما

در دیدہ تا خیالِ گلِ روئے او گذشت
باشد ہمیشہ خونِ جگر در کنارِ ما

ما برهمن صحیفه نویس محبتیم ؛
بیکار نیست کلک محبت نگار را

ع ۱۳

سهی قدے که چو آید بناز و استغنا
دهد نهال قدش یاد عالم بالا

تبسم لب معشوق نیست کم ز جواب
چه شد که غنچه خموشست و بلبلان گویا

کشیده سر بگریبان و پائے در دامن
چو طفل غنچه خموش شد مردم دانا

نخست بر دل آزادگان شکست رسید
چو شانه زد بسر زلف او نسیم صبا

بهر که در نگری همت از تو میخواهد
مهندسان سحاب و برهمنان مدعا

ع ۱۴

فروغ دل ز فیض باده روشن شود پیدا
دماغ رفته از بس گل و گلشن شود پیدا

بچاک پیرهن از آستین نیاید برون دستم
که ترسم راز دل از چاک پیراهن شود پیدا

کجا پنهان کنم این گریه طوفان خیز را
که گر در آستین گم گردد از دامن شود پیدا

سر موئے ازان سوئ میانش لب چو توان گفتن
بجائے هر سر مو گر زبان بر تن شود پیدا

برهمن لب فرو بستم و گرنه در سخن گوئی
ادائے تازه و طرز سخن از من شود پیدا

ع ۱۵

زد از نسیم سر زلف راه قافله را
بپائے دل ز خم زلف بست سلسله را

چه قدر راه شناسند رهروان طلب
اگر بدیده نه پیموده اند مرحله را

سخن ز عشق مگو ورنه اول از سر هوش
بضبط راز محبت بیار حوصله را

تمام شکرم از احسان بے نهایت دوست
کجا گذار بود بر زبان من گله را

خیال سود و زیان برهمن ز نادانیست
لب از زبا خود کوتاه کن معامله را

ع ۱۶

بیوسم پائے آن رنگین نگار نازنینے را
که یکدم خشک نگذارد ز خون یک آستینی را

محبت میکشد سوی جنون در کوچهٔ عشقم | که سرگردان کند در لحظه عقل دوربینی را

لب لعل بتان اصل علاج درد ما باشد | می رنگین نشاط افزا بود طبع حزینی را

دلم در سینه آرامی نمی‌خواهد چه میخواهد | هلال ابرو بتی خورشید رو مه جبینی را

برهمن در ردیف تازه مضمون تازه تر بستی
نهال تازه زیباتر نماید نو زمینی را

۱۷ در تنگنای سینه مده راه کینه را | از نقش کینه ساده نگهدار سینه را

با ناکسان سنگدلان حسن اختلاط | باشد برای سنگ زدن آبگینه را

افسانه چند بشنوی از اهل روزگار | از من شنو حکایت راز شبینه را

اول قدم ز خویش گذشتن بسید نیست | اینجا ازین جهت نگذارند زینه را

اشعار آبدار برهمن چو گوهر است
پر کردم از جواهر معنی سفینه را

۱۸ جوانی بود فصل عیش و عهد کامرانیها | کجا آن فصل و کو آن عیش کی آن شادیانیها

دو چشم خون فشانی میکند و از لب لعلی | که هنگام تکلم میکند گوهر فشانیها

برد افسانهٔ عهد شباب از دل غبار غم | که دل را تازه سازد یاد ایام جوانیها

بیا یک نکته از درس محبت خوان و فارغ شو | که باشد نکته‌های بیکران در نکته دانیها

حدیث عشق از گفتار دیگر است مستغنی
برهمن در محبت کفر باشد قصه خوانیها

ردیف بای موحده

۱۹ یک نکتهٔ مطلع دیوانم آفتاب | یک پرتو می ز شمع شبستانم آفتاب

گر در خیال روی تو سر در کشم بجیب | آید برون ز چاک گریبانم آفتاب

کردم شبے خیالِ تو در دیدہ میہماں
از ہیرِ این دآں نکشم منتِ کسے

ریزد بجائے اشک بدامانم آفتاب
آب من آب دیدہ لبِ نانم آفتاب

دارد خیالِ رُخِ تو در دیدہ برہمن
من ذرّہ حقیرم و مہمانم آفتاب

۲۰ع

ہمیشہ عذر بلبہا سئے عذر خواہ طلب
سُراغ راہِ حقیقت ز مردِ عارفِ کن
گذارِ قافلۂ فیض در شبِ تار ست
چو آفتاب جہاں گشتی و نگشتی سیر
بہ ہرزہ گردئی عالم کسے بجا نرسد

ادب ز دیدۂ داندازہ از نگاہ طلب
چو پئے برہ نبری آشنائی راہ طلب
فروغِ صبح طرب در شبِ سیاہ طلب
فراغ اگر طلبی سایۂ کلاہ طلب
بگوشۂ ز جہاں برہمن پناہ طلب

ردیف تا مثناۃ

۲۱ع

بچشمِ ہمتِ من نثار رخسار یکیست
دلم قرار دراں زلفِ بیقرار گرفت
قدم نہادہ براہِ طلب ہزار اشند
دلم ز جا نرود از بلند و پستِ جہاں

دریں چمن بخزاں نسبتِ بہار یکیست
قرار گو نبود در دلم قرار یکیست
ولی رسیدہ مطلوب از ہزار یکیست
کہ نزدِ اہلِ خرد وضعِ روزگار یکیست

باختلافِ مبیں برہمن کہ در رہِ عشق
یکے است قاعدۂ راہ و وصلِ کار یکیست

۲۲ع

ہر کہ دارد ہوسِ عشق نشانے با اوست
در جہاں باش و لیکن ز جہاں فارغ باش
ہر چہ گویم بہ زبانِ نگہش میگویم
مرد را سود و زیاں در نظر آید یکساں

چوں گلِ لالہ بدل داغ نہانے با اوست
ہر کہ فارغ ز جہاں نیست جہانے با اوست
مردمِ چشم مرا نیز زبانے با اوست
ہر کہ شد در گرِ سود زیانے با اوست

برہمن آنکہ دلِ ما بنگاہے میبرد

در تماشائے بتان اوست کہ آئینہ با اوست

۲۳

خیالِ روئے تو رونق فزای حیرانیست — ہوائے زلفِ تو سرمایۂ پریشانیست
درآں مقام کہ بد کردہ پشیماں شو — علاجِ دردِ گنہ دارُوئے پشیمانیست
بزیرِ زنگِ تعلق سیاہ نتواں داشت — کہ دل چو آئینۂ آفتابِ نورانیست
بعشق ہیچ داں شو کہ غور ایں مطلب — نہ در معاملہ فہمی و مدعا دانیست

نہ نقش قرعہ برہمن نہ فال باید دید
کہ ہر چہ روئے دہد آشنائے پیشانیست

۲۴

ہوائے فصلِ گل و موسمِ بہار انست — گلِ نشاط بدامانِ مے گسار انست
نہ چشم سرخم و نہ رنگِ زرد حیرانم — کہ کارِ من ہمہ کارِ سیاہ کار انست
زنارِ زلف بآسودگاں مدہ بوسئے — کہ این وظیفۂ دلہائے بیقرار انست
بدرد شادم و از گریہ شکوہا دارم — کہ اشک پردہ درِ حالِ رازدار انست

جنونِ عشق برہمن کشد بمستی کار
کہ عشق آفتِ احوالِ ہوشیار انست

۲۵

دارم دلے شکستہ و سلے مو بمو درست — چاک آں چناں چہ رد کہ نسازد رفو درست
صہبا شکستہ شیشہ و صد رہ فتادہ جام — در بزمِ عشق کس نرساند سبو درست
تا نا ابروئے کشادہ گرہ بر جبیں زدی — ہرگز نیایدم نفس اندر گلو درست
بر رنگِ من بچشمِ حقارت نظر مکن — دارد شکستہ رنگیِ من آبرو درست

تا شد شکستہ سرِ زلفِ تو برہمن
ہرگز نہ ہیچکس بکند گفتگو درست

۲۶

بارُخ و زلفِ توام خوش سحر و شامے ہست — بخیالِ تو خوش آغازے و انجامے ہست
زلف و خالِ تو اگر دام و گر دانہ بود — دلِ من مرغِ نو آموختہ رامے ہست

اضطراب دو جہاں را نہ شمارد بجوے — ہر کرا در شکن زلف تو آرامی ہست
آتشے کو کہ کند سوختہ و پختہ جگر — ایں کبابیست نمک سودہ ولے خامے ہست

برہمن مرغ دلے کو کہ گرفتار شود
ورنہ در ہر طرفے دانہ مہر و دامے ہست

۲۷

چو درد عشق رسد خواہش دوا کفر است — دریں معاملہ اظہار مدعا کفر است
زخاک کوئے بتاں میشود فروغ پذیر — علاج دیدۂ عاشق بہ توتیا کفر است
بگلشنے کہ چو سوسن خموش باید بود — ز عندلیب ہانی بجز از نوا کفر است
دریں طریق بجز چشم تر مکن تکلیف — کہ طے مرحلۂ دوستی بپا کفر است

براہ عشق قدم نہ برہمن از سر صدق
کہ رہروان رہ عشق را بپا کفر است

۲۸

راہ نتواند کسے بر دم آزاد بست — ہیچکس نتواند آرے رہ بروئے باد بست
از ہجوم غم زلب تا سینہ دارم کارواں — تنگئ جا بر دل تنگم رہ فریاد بست
کے گرفتار محبت میل آزادی کند — خاصہ آں صیدے کہ بر فتراک خود صیاد بست
زلف مشکینش پریشاں کرد سنبل را بخاک — طرۂ او صد گرہ بر طرۂ شمشاد بست

بر سر آب رواں افگند طرح خانہ را
اے برہمن ہر کہ دل در دیر بے بنیاد بست
بے ثباتی

۲۹

دل میرود ز دست بروئے کہ آشناست — دیوانہ شد بسنبل موئے کہ آشناست
در کام آرزو ندہد جز عمر مراد — بے مہری زمانہ بجوئے کہ آشناست
در نوبہار مغز من آشفتہ تر شود — ایں بوئے نوبہار ببوئے کہ آشناست
ہر چند پا کشیدہ روم پیشتر رود — باز ایں دل شکستہ بکوئے کہ آشناست

ما خود بغم خمار کشیدیم برہمن

تا بادهٔ طرب بسبوی که آشناست

۳۰

دل بر کسی که آشنا شده است　　که ز هر آشنا جدا شده است

با من از مدعا مگو که مرا　　مدعا ترک مدعا شده است

بر دلم پا منه که شیشهٔ دل　　بسکه شد صاف رونما شده است

تا سر زلف او بدست آرد　　دل پریشان‌تر از صبا شده است

برهمن بسکه خاک راه تو شد
در تهٔ پا چو نقش پا شده است

۳۱

مراست دیده که دارد برابر نیسان دست　　برد همیشه ز سر پنجهای طوفان دست

سرش ز حلقهٔ فتراک عشق بیرون باد　　گدای عشق بیالاید ار بسامان دست

حرام باد ترا امتحان لذت شوق　　اگر ز درد محبت بری بدرمان دست

ز شست و شوی بدن صاف کی شود باطن　　باب توبه بشو بعد ازین ز عصیان دست

هزار بار برهمن نمودمی چالش
ولی نیایدم از ضعف تا گریبان دست

۳۲

دلم بسنبل زلف تو تا قرار گرفت　　میان سلسلهٔ عشق اعتبار گرفت

خوش آنکسی که بصحرای ملک ناکامی　　ز سیل حادثهٔ آرزو کنار گرفت

سر از دریچهٔ صبح امید کرد برون　　کسی که دامن شبهای انتظار گرفت

اگر ز دست رودم چیست اختیار مرا　　که عشق سر زد و از دستم اختیار گرفت

ز عشق نام مس برهمن که ناسره
خوش آنکه بر محک امتحان عیار گرفت

۳۳

متاع حسن ترا طرفه روز بازار است　　که کس نیافته عالمی خریدار است

بگلشن دل ما بگذر ای تماشایی　　درین چمن گل خودروی داغ بسیار است

بود در حلقهٔ مستان برون چو حلقهٔ در
چه دور ز نرگس مست تو هر که هشیار است

نه دام دانم و نه سنبل و نه ریحان را
دلم به سلسلهٔ زلف او گرفتار است

ترا ز دیر و حرم شیخ و برهمن جویند
بحیرتم که درین پرده این چه اسرار است

۲۴

آتشکدهٔ سینهٔ ما بر سر جوش است
تا رشحه‌ای بر دیدهٔ ما شعله فروش است

از مدرسهٔ راحت نشنیده‌ست ندائی
عمریست که داغ دل ما پنبه بگوش است

در میکدهٔ عشق باندازهٔ خود باش
چون مستی این جرعه باندازهٔ هوش است

هر نوش که از غیر بود نیش نماید
هر نیش که از دست تو آید همه نوش است

از حال برهمن چه توان گفت که چونست
با خون جگر ساخته چون غنچه خموش است

۲۵

مهرش همین نه جا بدل ما گرفته است
در هر دلی چو در دل ما جا گرفته است

کونین را بجلوت دل ره نمیدهد
آزاده که ترک تمنا گرفته است

آرد فرو به بزم حریفان سر نیاز
با گردن بلند که مینا گرفته است

بی آفتاب روی تو تسکین پذیر نیست
چشم ترم که خوب تماشا گرفته است

با خویش ساختیم برهمن که روزگار
با اهل درد ترک مدارا گرفته است

۲۶

مطلب اهل محبت گرمی بازار نیست
حرف بسیار است اما رخصت گفتار نیست

تا ز زلف عنبرینش تار موئی برده ام
بر تن من هر سر مو کمتر از زنار نیست

کوته اندیشان برای بیش و کم پیچیده اند
مرد عارف را نظر بر اندک و بسیار نیست

مستی چشمش کند هشیار را مست نگاه
هیچکس در دور چشم مست او هشیار نیست

در خیال او برهمن باد شبهای فراق

همنشین با بغیر از دیدهٔ بیدار نیست

۴۷

چرخ هر جامه که بر قامت تو زیبا میدوخت / گرد آن تازه طرازِ عَلَمِ عریان میدوخت
طفلِ اشکم زرهِ شوق ببازی همه شب / لخت لختِ جگرِ پاره بمژگان میدوخت
حسرتِ تیر نگاهش نرود از یادم / که دلِ هر که شدی پاره به پیکان میدوخت
کو نگاهی که ندا مرد ز بچاکِ جگرم / هر که وی روز مرا چاکِ گریبان میدوخت

برهمن گشت فدای غلط اندازی او
که زدی تیغِ نگه بر دل و بر جان میدوخت

۴۸

صبح است و ابر گوشهٔ باغی غنیمت است / بوی ز برگِ گل بدماغی غنیمت است
پروانه وار در طلبِ آتشِ وصال / افتادگی بپای چراغی غنیمت است
گو منزلِ مراد ز ما دور دست باد / در راهِ انتظار سراغی غنیمت است
چون روزگار در گروِ اختیار نیست / از فکرِ روزگار فراغی غنیمت است

با داغِ عشق ساز برهمن که چندگاه
الفت میانِ پنبه و داغی غنیمت است

۴۹

دارم دلی که ترکِ تمنا گرفته است / دستِ نسیم و دامنِ صحرا گرفته است
بینائی درست طلب کن که آفتاب / آفاق را بدیدهٔ بینا گرفته است
هرگز نمی فتد ز زمین طفلِ اشکِ من / مانند موج دامنِ دریا گرفته است
بر قامتش نظر مکن و بر کنار باش / زین آتشِ بلند که بالا گرفته است

دارد بگوش اهلِ سخن را او برهمن
نظمم گهر ز عقدِ ثریا گرفته است

۵۰

دستم همیشه نسخهٔ سودا نوشته است / خطِ تباه چون خطِ ترسا نوشته است
سامان ابر اگر طلبی در میان کنم / چشمِ ترم صحیفهٔ دریا نوشته است

لعلِ لبش ببوسۂ شیریں ادا کند — آں نسخۂ شفا کہ مسیحا نوشتہ است
باشد دلیلِ عجز با دراکِ مدعا — ایں دفترِ سیاہ کہ دانا نوشتہ است

گردند گردِ برہمن از شوق قدسیاں
گویا سخن ز عالمِ بالا نوشتہ است

۱۴۱
حاصلِ ایامِ عمرِ ما پشیمانی بس است — عذر خواہِ جرمِ ما تقصیرِ نادانی بس است
جمع کے گرد دلِ آوارۂ صحرائے عشق — مایۂ جمعیتِ عاشق پریشانی بس است
رازِ دل چوں سوسنِ آزادہ نتواں کرد فاش — ہمچو برگِ لالہ در دل داغِ پنہانی بس است
طفلِ نوآموزِ شکم را بشبہائے فراق — بر بیاضِ چہرہ مشقِ گوہر افشانی بس است

برہمن اندیشۂ ما رو بجائے کے برد
غایتِ اندیشہ ایں را حیرانی بس است

۱۴۲
گردِ دل گردم کہ یارِ ہمزبانے بودہ است — با زبانِ بے زبانی ہمزبانے بودہ است
ما زلیخا وار سرگرداں مصرِ بیکسی — یوسفِ ما درمیانِ کاروانے بودہ است
گرد شبہائے ما چوں زلفِ معشوقاں دراز — داستانِ عاشقی خوش داستانے بودہ است
درمیانِ خاک و خوں افتادہ بر راہش دلم — ہمچو مرغِ نیم بسمل نیم جانے بودہ است

در محبت حال سے بارد ز قالِ برہمن
برہمن افسوں گرے جادو بیانے بودہ است

۱۴۳
ہر طرف جلوہ و ہر لحظہ تماشائے ہست — میتواں دید اگر دیدۂ بینائے ہست
گوشۂ نیست کہ بے زمزمۂ عشق بود — ہر طرف معرکۂ معرکہ آرائے ہست
سرو را گو کہ دگر جلوہ بہ بستاں نکند — کہ مرا در نظر آں قامتِ زیبائے ہست
بہرِ تسکینِ دل و دیدۂ خونیں جگراں — زیرِ ہر غمزۂ خونریز نوا بیمائے ہست

وصلِ او مے طلبد برہمن از روئے نیاز

آرزوئے غلط و خواہش بیجائے ہست

۴۴

مستِ عشقِ تو جز از سر و دستار نیافت — بے تو یک زمزمہ در خانہ و بازار نیافت

دل چو خورشید ہمہ عمر جہاں گردی کرد — جائے محفوظ تر از سایۂ دیوار نیافت

نو بہار آمد و شد نغمہ سرا مرغِ چمن — ہیچکس حالتِ ایں مرغِ گرفتار نیافت

دل بسے رفت پئے کام و بکامی نرسید — لعلِ لب یار لے لعلِ شکربار نیافت

برہمن زندہ دلاں شب بسحر آرند — ہیچکس ہیچ بجز دیدۂ بیدار نیافت

۴۵

عیش ار نبود شیونِ ما کس نگرفتست — گل گر نبود گلخنِ ما کس نگرفتست

مانند نسیم از در و دیوار در آئیم — در راہِ طلب دامنِ ما کس نگرفتست

افروختہ بودیم شب از گریہ چراغے — اما خبر از روغنِ ما کس نگرفتست

فصلِ گل و ایامِ خزاں آمد و بگذشت — ہرگز جز از گلشنِ ما کس نگرفتست

ما ہیم و سرِ سایۂ دیوار برہمن — گنجِ الم و مسکنِ ما کس نگرفتست

۴۶

کارواں بگذشت و بانگے ز درائے برنخاست — عالمے گم گشت و از جائے صدائے برنخاست

چشم تا برہم زدی انجام شد آغازِ عمر (با چشم) — طے شد ایں رہ آنچناں کآوازِ پائے برنخاست

عاشقِ شوریدہ خوں چوں غنچہ در دل میخورد — فصلِ گل بگذشت و از بلبل نوائے برنخاست

کشتِ زاہد ہر کوئی مزرعِ بیگانگیست — از زمینِ شور تخمِ آشنائے برنخاست

برہمن ہر سو باُمیدے زدم گامِ مراد — در جہانِ تنگ از سوئے صدائے برنخاست

۴۷

بیا کہ در دلِ ما بے تو آرزو گرہ است — دلِ شکستہ چو زلفِ تو مو بمو گرہ است

کجاست محرمِ رازے کہ عقدہ بگشاید — کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گرہ است

زبسکه دوخته‌ام چشم به ساختم صد بار
ز چاک سینهٔ من هر دلی رفوگره است

خبر ز تندی خوی که یافت حیرانم
که گل شگفته شد و باده در سبوگره است

خیال زلف تو تا در دل برهمن ماند
بر سینه تا به زبان راه گفتگو گره است

غ ۴۸

نشست ساغر و ساقی و گشت مهتاب است
بیار می که هنوز آفتاب در خواب است

ز بسکه موج محبت به چشم تر دارم
سفینهٔ فلک از گریه‌ام به گرداب است

مرا الصبر تسلی دهند غمخواران
چگونه صبر پذیرد دلی که بی‌تاب است

خزان بگرد گل داغ من نمی‌گردد
همیشه این چمن از فیض گریه شاداب است

حدیث عشق برهمن به دل زند ناخن
چه جای نالهٔ چنگ و صدای مضراب است

غ ۴۹

من و دلبستگی روی چو ماهی که تراست
من و آشفتگی زلف سیاهی که تراست

نیم بسمل شدگان بر سر ره منتظر اند
قطرهٔ آب از آن تیغ نگاهی که تراست

ای دل از سوز جگر مردن آسان نبود
ترسم از چرخ برین بگذرد آهی که تراست

مرد همت نه نشیند به ره شوق از پای
طعنه بر کوه زند این پر کاهی که تراست

گر گناه تو همین بی‌کسی و بی‌گنهی است
برهمن قابل عفو است گناهی که تراست

غ ۵۰

از ره بی اثر عشق خبر نتوان یافت
راه بسیار توان رفت و اثر نتوان یافت

چون زند خون جگر جوش محبت در دل
محرم راز بجز دیدهٔ تر نتوان یافت

کوی عشق است که گم گشته جهانی در وی
گوهر دل چه توان کرد اگر نتوان یافت

کیمیائیست قناعت که چو آید به عمل
آنچه زیر خاک توان یافت ز زر نتوان یافت

برهمن تا نبود چاشنی لذت عشق

مژه از لخت دل و خون جگر توان یافت

۵۱

بنگر که لعل لبش شیوهٔ مسیحا داشت — هزار طرز سخن در سخن بایما داشت
اگرچه جانب بیگانه داشت گوشهٔ چشم — نگاه گوشهٔ ابرو بجانب ما داشت
فروغ شمع محبت نگر که شعلهٔ شوق — بجای هر سر مو بر تن زلیخا داشت
بضبط گریه بسی دوختم بهم مژگان — دلی که بند ز خاشاک پیش دریا داشت

نگاه لطف و کرم جانب برهمن بود
عتاب و ناز و ستم هرچه داشت با ما داشت

۵۲ [illegible]

عشقبازی میکنی این بازی طفلانه نیست — داستان عشق جانسوز است این افسانه نیست
بزم بی شمع است ورنه با نیاز اهل شوق — بر تن من هر سر مو کمتر از پروانه نیست
مستی جام محبت لذت دیگر دهد — آنچه میخواهیم ما در ساغر و پیمانه نیست
خون دل در سینه خوردن رسم مجنون بود و بس — پاس آداب محبت کار هر دیوانه نیست

ای برهمن آشنا هستند از روز ازل
در حقیقت هیچکس از یکدگر بیگانه نیست

(اتحاد)

۵۳

رنگ رخ تو آب ده چهرهٔ گلست — زلف کج تو تاب ده شاخ سنبلست
جمعیتش بخواب پریشان نصیب باد — آشفته خاطری که گرفتار کاکلست
صوت حزین غبار غم از دل برون برد — ما را همیشه گوش بر آواز بلبلست
سر رشتهٔ نگاه تغافل پسند اوست — چشمی که آشنای ادای تغافلست

بی سبزه در ره تو گل نتوان برد برهمن
هر سبزه در روزگار نمودار از آن گلست

۵۴

بباده هر که بشبهای ماهتاب نشست — کلاه کج زد و با ماه و آفتاب نشست
من از حجاب ادب غرق انفعال شدم — دران شبی که بمن یار بی حجاب نشست

زگریہ باز نماند دمے چو ابر بہار — کہ نقش مردم چشم میان آب نشست
رود بجانب معمورۂ عدم روشے — کسے دو روز اگر در دہ خراب نشست

عاشقانہ حقیقی

ز آب و رنگ جہاں چیست برہمن حاصل
بماند تشنہ لب آنکس کہ بر سراب نشست

ع ۵۵ — عاشقانہ

تیغ ہندی صنماں غمزۂ خونریز بس است — تیر مژگان جفا جو نگہ تیز بس است
سوئے حاجت شمشیر ستمگاری نیست — بتغافل نگہ مصلحت آمیز بس است
بگرفتاری ما سلسلہ در سلسلہ چیست — تار موئے ز سر زلف دلاویز بس است
گنج زر گر نبود ہمت ما باقی باد — دامن پر گہر چشم گہر ریز بس است

برہمن سرو درین باغ چہ ارزد کہ مرا
در نظر جلوۂ آں قامت نوخیز بس است

ع ۵۶ — عاشقانہ — نادر الکلامی — جذبات دل

ز دیدہ رفتی و ذکر تو بر زباں باقیست — غمے کہ بود درین سینہ ہمچناں باقیست
ہمیشہ گرمی ہنگامۂ جہاں برجاست — جہانیاں بفنا رفتہ و جہاں باقیست
ہزار بار درآمد دلم بکورۂ عشق — و گر بسوزش اگر جائے امتحاں باقیست
بنو بہار و خزاں خار عشق بلبل را (زہی) — بیادگار محبت در آشیاں باقیست

حقائق و معارف

حدیث عشق برہمن بسر نمی آید
ہزار نسخہ نوشتند و بیش ازاں باقیست

ع ۵۷

مرا ز زلف دلآویز تار مو کافیست — تبسم ز لب یار تند خو کافیست
اگر ز دیدہ رود آب دیدہ منت دار — کہ آب چشم تو از بہر آبرو کافیست
بگلشن ار نگذارند بلبلاں سہل است — مرا ز دور تماشائے رنگ و بو کافیست
براہ عشق قدم نہ کہ در طریق سلوک — بسوئے منزل مقصود جستجو کافیست

ز اعتقاد برہمن اگر نشاں خواہند

به جبههٔ صندل و زنّار در گلو کافیست

ع ۵۵

ما را ز فیض گریه بهارے بدامنست
و ز آتش نهفته شرارے بدامنست

از یادگار خون شهیدان ترا هنوز
نقشے بر آستین و نگارے بدامنست

هر قطره که سر زند از دیدهٔ ترم
با صد فساد کیش قرارے بدامنست

از دشت عشق میرسم اینک سراسر هنوز
از راه امتحان و سه خارے بدامنست

صید ضعیف را نکشد یاد برهمن
صیاد ما که تازه شکارے بدامنست

ع ۵۹

چه آتشے ست که در دیدهٔ تر افتاد است
که جا بچشم شک بدامانم اخگر افتاد است

نه جمع گشت دل من ز زلف او هرگز
که این دو نسخه ز شیرازه ابتر افتاد است

شدم ز دست اگر میل امتحان داری
هنوز قطرهٔ دُردے بساغر افتاد است

ز پند ناصح اگر سر گران شوم چه عجب
که کار من بحریفان دیگر افتاد است

برهمن از سر همت قدم براه بنه
که بار عشق عظیم است و بر سر افتاد است

ع ۶۰

بسکه طبعم شیوهٔ مهر و وفا دانسته است
هر کجا بیگانه باشد آشنا دانسته است

در طریق عشق بے کوشش مطلب میرسد
هر که ترک مدعا را مدعا دانسته است

زیر گردشهائے گردون هر که دارد آشیان
عاشقی را دانه این آسیا دانسته است

هر که اسباب تعلق را فراهم میکند
راه در پیش است تدبیر خطا دانسته است

برهمن دارد سخن نازکتر از طبع بتان
این همه نازک ادائی از کجا دانسته است

ع ۶۱

مریض عشقم و درد از برائے من کافیست
تبسم تو ز زهر دوائے من کافیست

ز سرمه دیدهٔ عاشق فروغ نپذیرد
غبار کوئے بتان توتیائے من کافیست

درستی دو جهان در شکستگی دل است — همین شکسته دلی مدعای من کافیست
مرا چو تنگدلی با شگفتگی جمع است — چو غنچه پیرهن من قبای من کافیست
برهمن از همه بیگانه زندگانی کن — که پیر دیر مغان آشنای من کافیست

۶۲

رسید موسم گل فکر میپرستان چیست — من از صلاح گذشتم صلاح مستان چیست
گذشت عمر درین فکر من ندانستم — که حرم کفر کدام است صواب ایمان چیست
چو هر دو را نظری بر بهار رحمت او — بهم نزاع دل کافر و مسلمان چیست
کسی که جامهٔ جان پاک دم تواند درد — به نزد همت او چاک در گریبان چیست
بیاد نرگس مستت چو این برهمن را — به سبز باغ چه کارست گشت بستان چیست

۶۳

تشنهٔ زخم تو آب از دم خنجر برداشت — نیم بسمل شد و از زخم تو مکرر برداشت
کشتهٔ تیغ ترا تشنه دیگر افزود — زخم بر زخم پی لذت دیگر برداشت
هر که نوشش لب لعل تو بیادش آمد — گشت سیراب دل از چشمهٔ کوثر برداشت
ساقی بزم محبت به سبکدستی ناز — نقد هوش از دل ما برد و چو ساغر برداشت
تا کند تابدهٔ صندل پیشانی خویش — برهمن خاک سر کوی تو بر سر برداشت

۶۴

تاب دل نیست در آن جلوهٔ روی که تراست — عقل برهم زند آن پیچش موی که تراست
هیچ خم پیوسته بود سنگ حوادث در دست — عاقبت بشکند این کهنه سبوی که تراست
لذت چاک گریبان نتوان گفت بکس — دل بسی حوصله‌هاست رفوی که تراست
از دل ما که دهد یاد که در یاد تو نیست — صد دل افتاده بهر گوشهٔ کوی که تراست
برهمن کیست که دیوانه چو مجنون نشود

عالمی میرود از هوش ز بوئی که ترا ست

سے ۶۵

هر نفس اهلِ سخن را گرمیِ بازار هست / گنجِ گوهر گر نباشد چشمِ گوهر بار هست
صورتِ معنی بچشمِ عاقبت بین دیده اند / شادیِ ما بر امیدِ وعدهٔ دیدار هست
حرفِ اوّل از برائے اصل فهمیدن بس است / ورنه هر دفتر که بینی نسخهٔ تکرار هست
داروی راحت نصیبِ دردمندان کرده اند / مرد را درد از برائے امتحان در کار هست

(حکومتِ اسلام کا خاکہ)

در خیالِ تارِ زلفِ عنبرینش برهمن
بر تنِ من هر سرِ مو رشتهٔ زنار هست

سے ۶۶

رخِ تو رونقِ هنگامهٔ بهار شکست / خیالِ نشاءِ لعلِ لبت خمار شکست
جبینِ سجده رو که رهِ افتادگانِ کثرت را / همیشه کشتیِ امید بر کنار شکست
خیالِ روئے کسے جلوه کرد چون خورشید / غرورِ ظلمتِ شبهای انتظار شکست (نازک خیالی)
شکستِ زلفِ تو در هر شکن به پیچ و تاب / دلِ شکستهٔ ما از هزار بار شکست (برجستہ بندش)

بهم شکست دلِ خستهٔ برهمن را
بامتحان چو سرِ زلفِ بیقرار شکست

عـ ۶۷

باید بیاضِ دیده بخونِ جگر نوشت / صد بار محو کرد و دگر از سر نوشت (نازک خیالی)
اکنون چگونه محو توان کرد آنچه بود / استادِ ما بتختهٔ ما پیشتر نوشت
طفلِ دلم ز بهرِ تماشای تو بهار / پیغامِ لختِ سینه بمژگانِ تر نوشت
بر هر چه شد نوشته توان بود شادمان / دیگر چه اختیار چو نتوان ز سر نوشت

[illegible]

ما نورسانِ هیچ ایم برهمن
هر کس قلم گرفت ز ما خوبتر نوشت

(سرنفسی)

عـ ۶۸

بر آتشِ غمِ تو دلم چون کباب سوخت / وز اشکِ گرم مردمِ چشمم در آب سوخت (نازک خیالی)
بر روئے آفتاب کجا پرده جا کند / تا چهرهٔ برفروخته صد نقاب سوخت

دارم دلِ شکسته که بر آتشِ فراق	معاملہ بندی	چوں مو برشتۂ شعله بصد پیچ و تاب سوخت
آں آتشِ نهفته که در سینه داشتم	نازک خیالی	چنداں بلند شد که دلِ آفتاب سوخت
	گفتی سخن به برہمن از لعلِ آتشیں ناگفته یک حدیث زباں در جواب سوخت	
دل میرود ز دستِ ادای خرام کیست	۷۹	در باغِ حسن سرو بجوئی غلامِ کیست
چشمِ تو سرگراں گذرد از سرم بناز		ایں آہوئے رمیده ندانم که رامِ کیست
هرگز بکامِ کس ندهد جرعهٔ مراد	بے ثباتی دنیا	ایں دورِ روزگار ندانم بکامِ کیست
دارم خمارِ خونِ جگر جوشش مپرسد		نه جرعهٔ نشاط ندانم بجامِ کیست
	گفتی بتازگی غزلِ تازه برہمن ایں طرحِ تازه طرز کدام و کلام کیست	
گر ترا از دهنِ تنگ نمکدانی هست	۸۰	لختِ لختِ جگرِ سوخته بریانی هست
چاک کن جامهٔ جاں را که بنیرزد بجوَے		هر کرا پاره دریں شهر گریبانی هست
میدهد پیرِ مغاں جامِ مَے و میگوید	پیرِ مغاں	باادب باش که پیمانه و پیمانی هست
قطرهٔ اشک ز دل کوهِ غم آرد بیروں		چه غم از کوهِ غمم ار دیدهٔ گریانی هست
	حاصلِ گرمیِ عشق است برہمن که ترا دلِ آتش زده و سینهٔ بریانی هست	اندازِ نصیحت
بدل خیالِ رخِ یار بستن آساں نیست	۸۱	نظر بوعدهٔ دیدار بستن آساں نیست
بده ز خونِ جگر خوں بہائے بلبل را	عاشقانه	که گل بگوشهٔ دستار بستن آساں نیست
منم که با مژه بستم اشکِ جگر ریز	تازگیِ خیال	وگرنه شعله بایں تار بستن آساں نیست
بیا بپاکیِ داماں و صفائیِ باطن	مذہبی فخر	کمر بخدمتِ زنّار بستن آساں نیست
	برہمن از عملِ نیک زادِ ره باید	نصیحت

بسوئے ملکِ عدم بارِ بستن آسان نیست

۶۲

ہر کجا صیدیست در دامِ محبت رام نیست — ہر دلے کا سودگی خواہد مقامش دام نیست
در دیارِ لطفِ عامت ہیچکس محروم نیست — ہر کہ می بینی نگاہِ جملہ بر انعام نیست
اے دلِ شوریدہ آساں گیر کارِ روزگار — کارِ تو ناپختہ از اندیشہائے خام نیست
مردمِ آزاد از سود و زیاں آسودہ اند — حاصلِ عمرِ گرامی یک دمِ آرام نیست

برہمن بے سعی نتواں دست بر مطلوب یافت
از تو تا سر حدِ مطلب جنبشِ یک گام نیست

۶۳

ہر کہ پیش از صبحدم با ساغر و صہبا نشست — بر فراز روزگارِ خویش چوں مینا نشست
نازکیٔ خیال

خلوت آں باشد کہ در کثرت بدست آید ترا — مرد دانا در میانِ عالمے تنہا نشست
ہر نوائے کز زبانِ مرغِ نو آموز خاست — ہمچو پیکانِ محبت در دلِ دانا نشست
عاقبت از منزلِ مقصود می یابد نشاں — ہر کہ در راہِ محبت ہمچو نقشِ پا نشست

از الغزمی

لازم آمد بر سرِ ما خدمتِ بت برہمن
محو کے گردد ہر آں نقشے کہ در دلہا نشست

ملمع

۶۴

دل پئے آں نرگسِ جادو ادائی رفتہ است — در پئے آں قد و چندیں بلا سوئے رفتہ است
سہل ممتنع

دل نمی بینم بجائے خود نمیدانم کجاست — اینقدر دانم کہ از جائے بجائے رفتہ است
چشم اگر بینا بود ہرگز نہ گردد در غلط — مرد عارف از پئے یک نقشِ پا پے رفتہ است
عاشقانہ

یا صبا گر رازِ دل گفتیم عیب ما مکن — در میانِ آشنائی ماجرائے رفتہ است

ما برہمن ہر چہ پیدا کردہ ایم بد دانستہ ایم
عذر میخواہیم اگر از ما خطائے رفتہ است

۶۵

نو بہار آمد بصحنِ بوستاں خواہم نشست — ہمچو گل شاداب بر آبِ رواں خواہم نشست
از دیوان رائے سرام

ہمچو ما از سرو و گل منظور نمی خواہم شدن — سینہ چاک بلبل آسا در میاں خواہم نشست

هرچه می‌بینم و میدانم ز خواب بیش نیست — فارغ از اندیشهٔ سود و زیان خواهم نشست
بر زمینِ خاکساری چهره . . . . . . — از غبارِ آرزو دامن کشان خواهم نشست

چون نسیمِ ناتوان خواهم قرانِ برہمن
در میانِ حلقهٔ زلفِ بتان خواهم نشست

۷۶

عارفانه

کدام دل که زبان دیدهٔ تمنا نیست — کدام دیده که خون گشتهٔ تماشا نیست
ز گفت و گوی جهان لب ببند و فارغ باش — که کارِ ما و تو در حسلِ این معما نیست (خوبی بیان)
خرد براهِ تو بسیار رفت و کار نساخت — که این معامله در خت بپا روا نیست
خوبی بیان: براهِ عشق بجائے نے رسد هرگز — کسی که سوده ترا ز نقش در ته پا نیست

ز اهلِ درد برہمن کسے نمی‌پرسد
گناهِ بیکسی ما ز جانبِ ما نیست

خاموشی

۷۷

صحبتِ جمع بهم چرخ کجا آورده است — کارِ ما با سرِ زلفِ تو خدا آورده است
نقشِ زلفِ تو بما خسته دلان گنج شکست — سرِ این رشته مگر بادِ صبا آورده است
جلوهٔ سروِ قدش می‌برد از دل آرام — قامتِ اوست که صد گونه بلا آورده است
آن کهن خرقه که در سلسلهٔ مجنون ماند — سر دارِ عشقِ تو بر قامتِ ما آورده است

برہمن حاصلِ تدبیرِ تو باشد معلوم
کرمِ اوست که تدبیرِ خطا آورده است

تدبیر ۔۔۔ تقدیر

عاشقانه

سر نگردوں بُرده‌ای سروِ آزادی ترا ست — راستی را حیله‌ها شاگردِ استادی ترا ست
تازگی خیال: از محبت دل شود معمور چون گردد خراب — ای دلِ شوریده ویران شو که آبادی ترا ست
معاملت نقلی: در جگر کاوی بناخن کشته‌ای دل عالمی — لافِ شیرین کاریِ خود زن که فرهادی ترا ست
تازگی خیال: در گریبان چاک‌ها چون غنچه دانند اهلِ هوش — گریه لذتهائے غم خورکرده شادی ترا ست

ای برہمن جلوه دارد هر طرف صیدِ مراد

ع: عزمِ صیدے تازه فرما که صیادی تراست

باخیالِ روئے او در دیده جائے خواب نیست	ع ۵۷	حاصلِ چشمم بغیر از قطرهٔ خوناب نیست
بر دلِ مجروح ناخن زن که در بزمِ فراق	عاشقانہ	احتیاجِ سازِ چنگ و نالهٔ مضراب نیست
هر قدم خواهی سرِ دلهائے مشتاقاں بیاب		ایں متاعِ رایگاں در شهرِ ما کمیاب نیست
درمیانِ هر شکنجش بیدلاں افتاده اند	ذومعنی	زلفِ خود را تاب کمتر ده که ما را تاب نیست

راهِ عشقست و برهمن با مغیلاں ساختن
پهلوی ما آشنائے بسترِ سنجاب نیست

من و سودای و خیالِ خط و خالے که تراست	خوبیِ ترکیب	من و دیوانگیِ حسن و جمالے که تراست
دل برد قامتِ زیبائے تو اے سروِ رواں		رونقِ گلشنِ عشقست نهالے که تراست
اے دل از دوست بجز دوست طلب نتواں کرد		کفرِ محض است بجز دوست سوالے که تراست
گر شوی درپئے تدبیرِ صفائی باطن		همچو آئینه شود صاف سفالے که تراست

تسلیم و رضا

برهمن میشود آسان برضا و تسلیم
ایں همه درره تدبیر محالے که تراست

دلم شگفته بوئے دماغ پرورِ اوست	[illegible]	قرارِ من همه از جلوهٔ مکرّرِ اوست
خوش آن که با تو نشینم بیک نفس بنشاط		که هر که با تو نشیند نشاط دربرِ اوست
بسا چو غنچه بشود تنگدل و در بستاں	زنده دلی	کسے که همچو گلِ تازه خنده بر لبِ اوست
سرش بگنبدِ گردوں فرو نمی آید	فلسفه	کسے که از خس و خاشاکِ راه بسترِ اوست

فلسفه

برهمن از همه سو میوزد نسیمِ شمال
خوش آن کسے که نسیمِ شمال رهبرِ اوست

کجاست باده که عالم بباد دادهٔ اوست	[illegible]	اساسِ آب بر آتش بنا نهادهٔ اوست
مریدِ همتِ آں پیرِ خرقه بردوشم		که هر کجاست سرے بر درِ فتادهٔ اوست

بهم شگفته نشینند شاهدانِ چمن — که سایهٔ بر همه از سرو ایستاده اوست
مدد ز همتِ پیرِ مغان طلب که مدام — گواهِ حالِ دلِ ما و در گشاده اوست

نه فکرِ شیخ و نه تدبیرِ برهمن باید
که اصلِ مصلحتِ کار در اراده اوست

۲۳۳ شگفته

حسابِ عمر بتدبیرِ ناصواب گذشت — فغان که نقدِ گرامی بایں حساب گذشت
ز جلوهٔ غلطِ روزگار دانستم — که پای تشنه لبی چند بر سراب گذشت
دو روز خوابِ گران میتوان شدن بیدار — وگرنه تا زدهٔ چشم آفتاب گذشت
ز دی و روز و چه حاصل چو عمر در گذر است — فغان که دیر بدست آمد و شتاب گذشت (بے ثباتی دہر)
ز موجِ حادثه بیرون نیافتیم کنار — بروی آبِ روان عمر چون حباب گذشت (تشبیہ کامل)
شبی خیالِ سرِ زلفِ او گذشت بدل — تمام عمر چو زلفش به پیچ و تاب گذشت (عاشقانہ)

برهمن این غزلِ تازه را اگر نگریست
مگر خیالِ لبش بر دلِ کباب گذشت

عاشقانہ

عمر گیتی ست چون بادِ صبا خواهد گذشت — از همه بیگانه گیر این آشنا خواهد گذشت
هیچکس از گردشِ گردون نمی آید برون — هر یکی چون دانه زیرِ آسیا خواهد گذشت
راه سخت و شیشهٔ عمرِ گرامی نازک است — صحبتِ مینا و خارا تا کجا خواهد گذشت
اهلِ دانش پیش هر یک مدعا پیچیده اند — هر که دانا تر بود از مدعا خواهد گذشت
بوی دردِ آشنائی زنده میدارد مرا — هر که با درد آشنا شد از دوا خواهد گذشت
دل اگر دانا ست بی منت بمطلب میرسد — دیده گر بینا بود از توتیا خواهد گذشت
نسخهٔ اعجاز بر گیرید از لعلِ بتان — ورنه حالِ ما ز قانونِ شفا خواهد گذشت
بر سرِ آزادگان مانندِ گل خواهد شگفت — خارِ صحرای محبت چون ز پا خواهد گذشت
در میانِ برهمن چون برگِ گل خواهم شگفت — هر کجا در جلوهٔ آن رنگین قبا خواهد گذشت

چون ز خبرِ غنچه حرفِ ترکِ گل خواهد شنید
در میانِ ما و بلبل ماجرا خواهد گذشت

ای برہمن در چمن پیش از سحر باید رسید
راه بسیار است صبح از پیشِ ما خواهد گذشت
صبح خیزی

۵۵ ـــ ه

دنیا تمام خوابِ پریشانیِ منست
دین روز و شب تصورِ حیرانیِ منست

دانا کند معالجهٔ حالِ خویشتن
بیماریم ز علتِ نادانیِ منست

بر هر زمین که می نگرم سجده می کنم
خاکِ نیاز صندلِ پیشانیِ منست
ہم راست

طوطیِ شکر فروشِ دکانِ زبانِ منا
بلبل نمک چشِ شکر افشانیِ منست

در بوستانِ عشق برہمن فسانه گوست
مطرب ترانه سازِ غزل خوانیِ منست

۵۶ ـــ ه

پر از حدیثِ گنه نامهٔ سیاه منست
گنه ز بس که بود داخلِ گناهِ منست
خوبیِ بیان

ز ترکِ هر دو جهان میدهند دولتِ شان
همین دو پارهٔ ترکی که در کلاهِ منست

بجنبشِ قدمے طے کنم بآسانی
بلند و پستِ جهان را که پیشِ راهِ منست

اگر ز سینه کشم آه آسمان سوزد
نهفته آتشِ زیرِ سینه زیرِ آهِ منست

برہمن از نظرم رازِ چرخ مخفی نیست
که هر چه هست در آئینهٔ نگاهِ منست
اظہارِ کمالِ روحانیت

۵۷ ـــ ه

تا گردِ راهِ عشق بسیمائے ما نشست
در دیده خاکِ میکده چون توتیا نشست

فارغ نشست دل ز [illegible] روزگار
تا یک دو گام دور ترا ز مدعا نشست
فلسفه

تیرے کرشمه بر دلِ بیگانه زد و لے
پیکان تمام در جگرِ آشنا نشست

بوئے نیافت دل ز چمن ورنه بارها
بر دامنِ نسیم و بدوشِ صبا نشست
محرومی

نظاره کن که بر سرِ کوئے تو برہمن
محتاجِ یک کرشمهٔ جادو دوا نشست

۸۸

کفر بی رشتهٔ زنار نمی آید راست — کار کن کار که گفتار نمی آید راست
سیر باطن دگر و عالم ظاهر دگر است — سخن خانه ببازار نمی آید راست
پند ناصح نکند در دل عاشق اثری — مست را صحبت هشیار نمی آید راست
منزل عشق دراز است سر از خواب برآر — کار بی دیدهٔ بیدار نمی آید راست

برهمن شیشهٔ دل سخت نزاکت دارد
چون شکستند دگر بار نمی آید راست

۸۹ (تصوف)

دنیا بچشم اهل نظر جز سراب نیست — آبادیٔ زمانه بغیر از خراب نیست
هرگز شبم بمطلع صبحی نمی رسد — گوییٔ بشهر تیره دلان آفتاب نیست
در فصل گل چو جوش زند لاله در چمن — افسرده آن دلی که بر آتش کباب نیست
ما را نظر ندیده لطف عمیم تست — از کرده گر حساب بخواهی جواب نیست

تا روز روشن است برهمن امیدوار
گر سوی تو دیر بیاید عتاب نیست

۹۰ (سبحان الله)

این چه شوریست که در کوچه و بازار یکیست — وین چه سریست که در اندک و بسیار یکیست
کافرم گر بسر موی تفاوت گویم — رشتهٔ زلف تو با رشتهٔ زنار یکیست
لعل را با لب لعل تو چه نسبت باشد — لعل بسیار ولی لعل شکربار یکیست
هر دلی را نه هوای سر زلفش باشد — مرغ بسیار ولی مرغ گرفتار یکیست

برهمن وقت ایام درقها دارد
کار کن آمده بسیار ولی کار یکیست

۹۱ (فلسفهٔ وحدت الوجود)

این همه عالم فانیست و در رو زنده یکیست — نقش بسیار ولی دیدهٔ بیننده یکیست
هر صدف گوهر و هر بحر خروشی دارد — پیش ارباب نظر گوهر تابنده یکیست
دو سه روزی بجهان جلوه کنان باید بود — نزد ارباب خبر رفته و آینده یکیست

عیب کم گیر اگر اهلِ خطا بسیار اند / این همه قابلِ عفو اند چو بخشنده یکیست

هر که آمد ز جهانِ گذران خواهد رفت
برهمن آنکه بود باقی و پاینده یکیست

ع ۹۲

بانیِ خانهٔ معموره و ویرانه یکیست / خانه بسیار ولی صاحبِ هر خانه یکیست
چون سر از رشتهٔ توحید برآرند همه / پیشِ اربابِ نظر عاقل و دیوانه یکیست
آتشِ عشق چو افروخت همه یک رنگند / حسن چون جلوه کند والهٔ و فرزانه یکیست
تو بصد رنگ برآ شیوهٔ ما سوختن است / شمع بسیار ولی مشربِ پروانه یکیست

برهمن گرچه جهان پر بود از افسانه
لیک گوشی که بود قابلِ افسانه یکیست

ع ۹۳

شوریده خاطری که دل از خویش وا گرفت / دستِ نسیم و دامنِ بادِ صبا گرفت
یک قطره در لباسِ سرانجامِ خود نشست / سامانِ گریه ابر ز دامانِ ما گرفت
یک ذره بهرِ دیدهٔ خورشید کی رسد / چشمم غبارِ کوی تو چون توتیا گرفت
چون دانه عاقبت خبرِ حالِ خود نیافت / هر کس که خانه در تهِ این آسیا گرفت

چون خاکِ سوده بر سرِ راهِ تو برهمن
پای تو رفته رفته چو رنگِ حنا گرفت

چلتی چکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے
دو پاٹن کے بیچ آ ثابت رہا نہ کو

ع ۹۴

نگه از دور بر آن روی چو ماهی کافیست / بر رخِ ماهِ تو از دور نگاهی کافیست
در شبِ هجر پریشانیِ حالِ مرا / طرزِ آشفتگیِ زلفِ سیاهی کافیست
خرمنِ هوش و خرد بر سرِ هم ریخته اند / بر آتشِ عشق اگر سر زند آهی کافیست
در مقامی که سبکدوش توان رفت براه / کوهِ زر گو نبود یک پرِ کاهی کافیست

برهمن در برِ ما تنگ بود اطلسِ چرخ
بر سرِ همتِ ما بارِ کلاهی کافی ست

بحر ۹۵

من عاشقم مرا بہوس احتیاج نیست — مرغ رمیدہ را بقفس احتیاج نیست

در راہِ عشق یک قدم از خویش پیش باش — شوریدہ را صدائے جرس احتیاج نیست

ہرگز نظر بجیفۂ دنیا نمی‌فگنم — شہباز را ببالِ مگس احتیاج نیست

در گوشۂ خمول چو عنقا فتادہ‌ام — دیگر مرا بصحبتِ کس احتیاج نیست

گر سوئے ما ندید برہمن از و مرنج
گل را بآشنائیِ خس احتیاج نیست

۹۶ — سلاستِ لفظی

ما را بکارہائے جہاں احتیاج نیست — آزادہ را بسود و زیاں احتیاج نیست

چشمم ہزار چشمۂ مژگاں دہد بروں — باغ مرا بآبِ رواں احتیاج نیست

رمزیست درمیانِ دل و ماجرائے عشق — تقریرِ شوق را بزباں احتیاج نیست

ما سبزۂ فتادہ براہِ محبتیم — ما را بنو بہار و خزاں احتیاج نیست

تا جرعہ کش شدیم برہمن ز جامِ عشق
ما را دگر بپیرِ مغاں احتیاج نیست

مذہبی فخر

بحر ۹۷ عاشقانہ — تازگیِ خیال

سنبل شنیدہ‌ام کہ بآں کاکل آشناست — زاں رو دلم بسلسلۂ سنبل آشناست

از نالہ گر دمے نشکیبد عجب مدار — شوریدہ بلبلے کہ بروئے گل آشناست

ما را خیال نشاءِ لعلِ لبش بس است — سوزد دماغ ہر کہ ببوئے گل آشناست

از جزو تا بعالمِ کل یک نگہ کند — آں چشم دوربیں کہ بجزو کل آشناست

در سینہ جز ہوائے وطن نیست برہمن
ہر چند دل بزمزمۂ کابل آشناست

فلسفہ آمیز ۹۸

اول بنائے توبہ گریباں ندامت است — وانگہ نہادنِ قدم استقامت است

شد آفتاب جلوہ فروزاں و ما بخواب — ہر روز را نمونۂ روزِ قیامت است

بارد ہمیشہ سنگِ حوادث بروزگار — دانا نشستہ بر سرِ راہِ سلامت است

کارے کہ ہیچکس نکند کرد اختیار		عاشق خمیدہ در تہ بار ملامتست

برقدِ برہمن ہمہ راست آمد درست
از خرقہ تا بجامہ ندانم چہ قامتست

مارا دماغِ سیرِ گل و گشتِ باغ نیست	۹۹	گوئی شگفتہ بہار کہ مارا دماغ نیست
با عشق زود رس چہ کند عقلِ دوربیں		با آفتاب حاجتِ نورِ چراغ نیست
عاشق بسینہ زخم خورد ہمچو برگِ گل	عاشقانہ	چوں لالہ روشناس محبت بداغ نیست
تا در شکنجِ خود بکشد سنبلِ خطش	عاشقانہ	مارا بدورِ نرگسِ مستش فراغ نیست

آید بدامِ زلفِ تو بے تاب برہمن
ایں صید تست حاجتِ سیر و سراغ نیست

جز محبت ہرچہ می بینیم حیرانی در وست	عارفانہ	آنچہ دانا نیش میگویند نادانی در وست
وسعتِ معمورۂ عالم دو گلشن بیش نیست		مایۂ آبادی و اسبابِ ویرانی در وست
ایں جہاں فانی ست اما مردم ہشیار را		عالمِ باقی ورائے عالمِ فانی در وست
توبہ باشد نافع از بہرِ علاجِ ہر گناہ		ہر گناہے را کہ می بینی پشیمانی در وست
بیقرارانِ محبت را بود دیگر قرار		مایۂ جمعیتِ عاشق پریشانی در وست
صحبتِ صافی نہاداں با صفائی دیگر است		صیقلِ زنگِ ہوائے نفسِ شیطانی در وست

حوصلہ

ما برہمن مشکلاتِ روزگار آساں کنیم
ہرچہ مشکل تر بود آثارِ آسانی در وست

دل حاصلِ مدعائے ما یافت	عارفانہ	صد خیر تبرکِ مدعا یافت
آتش بجگر زند محبت		آنرا کہ بخویش آشنا یافت
دل در پئے ہر نسیم گردد		تا بوئے تو از دمِ صبا یافت
دانا چو نگاہِ امتحاں کرد	بےثباتی عالم	عالم ہمہ نقشِ سیمیا یافت

آنکس کہ بداده گشت خورسند
از گریہ سفید بود چشمم

کو وقت تو خوش کہ کیمیا یافت
از خاک در تو توتیا یافت

شد قاعده دان او برہمن
این رتبہ ندانم از کجا یافت

حقائق و معارف

۱۰۲ ع

دوای درد دلم لعل آن پری زاد است
کہ خنده لب شیرین علاج فرہاد است

فغان کہ گوش ندارند رہروان ورنہ
بصد زبان جرس بے زبان بفریاد است

برون نرفتہ و دام است این گرفتاری
ندانم این کہ دلم میبرد چہ صیاد است

بنائے قصر جہان را ثبات ممکن نیست
بجز اساس محبت کہ دیر بنیاد است

فلسفہ

براه عشق دلالت مکن برہمن را
کہ پیر کہنہ در اطوار خویش استاد است

مذہبی

۱۰۳ ع

ہمچو طفل غنچہ با خود گفتگوی ما بسست
سر بجیب پا بدامان جستجوی ما بسست

چشم کے بندیم بر آبی کہ آب روبرو
آب چشم ما برائے آبروی ما بسست

کو بدوزد ناصح ما جامہ صد چاک ما
یادگار چاک ناکامی رفوی ما بسست

ایکہ سرخوش میشوی از مے بزم دیگران
تلخی زان لعل شیرین در گلوی ما بسست

عاشقانہ

تار زلفش گر بدست ما نیاید برہمن
بستہ موی میانش مو بموی ما بسست

۱۰۴ ع

بسوز عشق ز ہر موی من شرر پیدا است
شب سیاه مرا جلوه سحر پیدا است

بہار چشم تماشائیان گلشن عشق
ز آب دیده و از پاره جگر پیدا است

چگونہ خاصیت عشق را نہان دارم
مرا کہ خون دل و دیده تا کمر پیدا است

ہمیشہ موج محبت ز سینہ میجوشد
ز دامن گہر افشان و چشم تر پیدا است

درد دارا

بدرد عشق برہمن لیسا زد خوشدل باش

عاشقانہ درد

که از نهال محبت همین ثمر پیدا است

۱۰۵ ع — درد دارا

قرار دل ز نسیم بهار نتوان یافت — قرار جز به شکن زلف یار نتوان یافت
فتاده ام به بیابان عشق حیرانم — کجا روم که بجائی کنار نتوان یافت
زمانه گر شود از بادهٔ طرب لبریز — بسینه جرعهٔ آن سازگار نتوان یافت
بر آستان محبت گذار نتوان کرد — قدم ز دیده توان کرد بار نتوان یافت

چو شب بیاد رخش برهمن کند گریه
سحر بجز گهر آبدار نتوان یافت

۱۰۶ ب — فلسفه

مرد را در بحر دل از خرد چون گوهر است — این گهر با خویش دارد هر که صاحب جوهر است
ما بجوی مستیم ساقی جای تکلیف تو نیست — تشنهٔ اهل محبت از شراب دیگر است
طائر اندیشه را بر اوج معنی راه نیست — عالم مقصود از اندیشهٔ ما برتر است
منصف خود بودن از آشوب اهل دهر بس — هر در مطلوب انصاف است تا کمتر است
هرچه اسباب زیان باشد بود سود همه — دور نبود گر مریضی را نظر بر نشتر است
در محبت بوی خوش آید ز دلهای کباب — سینهٔ عاشق پر از آتش بسان مجمر است
خوش بود هر چیز پیش آید بد و بد روزگار — گر رضای تو باستقبالش آید بهتر است
پشت همت کی کند گرم از شعاع آفتاب — مرد را گر جامه از قابلیت در بر است

لفظ گر بسیار باشد برهمن در دل چه سود
گر نباشد معنی او را سینه چون دفتر است

(اس غزل کے اشعار حسرت کو شمار کرنا چاہئیں ۔)

۱۰۷ ع — از دیوان اول — فخریه

در شهر عشق شیوهٔ مهر و وفا کم است — بیگانه فرقه فرقه ولی آشنا کم است
از هر طرف صدای جرس می‌رسد بگوش — اما کسی که گوش کند این صدا کم است
در مصر عشق رسم و رواج طبیب نیست — آنجا متاع درد فزون و دوا کم است
بر هر زبان ز رمز و ادا بگذرد سخن — اما میان اهل سخن این ادا کم است

ما صوفیانِ صاف نہادیم برہمن
نیرنگیِ زمانہ در آئینِ ما کم است

۱۱۸

دیدۂ آن کسے کہ دیدہ ور است — ہمہ شب بر سفیدۂ سحر است
مے بہ تا بہ لب نیالایم — کہ مرا نشأۂ دگر است
ہمچو آئینہ سینہ دارم — زاں مرا ہر چہ ہست در نظر است
نقشِ معنی کجا تواند دید — دیدۂ آن کسے کہ بے بصر است
ہیچکس رہ نمے تواند برد — طارمِ روزگار بستہ در است
راستی نیست این کہ دارد سر — راست گویم کہ راستی دگر است
بسکہ از دل خبر نمے یابم — گریہ بیسود و نالہ بے اثر است
تابِ ہجراں کسے نمے آرد — مگر آنکس کہ آہنیں جگر است
دل در حقیقت عشق پروردہ — از ملامت ہمیشہ بارور است
عشق باید کہ دل بیا ساید — دلِ بے عشق شاخِ بے ثمر است
رہرواں را ہنوز سر و رخواب — روز کوتاہ و راہِ پر خطر است
روئے پرواز نیست ورنہ مرا — بر سرِ مو بجائے بال و پر است
نالہ خواہم از آنکہ نالۂ زار — بطریقِ امید راہبر است
بگذراں ہر چہ بگذرد خوب است — کہ جہاں ہر چہ ہست در گذر است

عارفانہ

فلسفہ نصیحت

برہمن یک قدم نرفتہ بروں
ہر نفس مرغِ روح در سفر است

۱۱۹

دل رفت ز من پیش بجائے نظرے داشت — یا از خویش بروں شد ز مقامے خبرے داشت
آمد بکنارم سحر آں ماہِ شب افروز — گویا طلبِ نیم شبِ ما اثرے داشت
از موئے میانش نتواں یافت سرِ مو — حیرانم ازاں رو کہ چہ نازک کمرے داشت

دیوان کلی کی غزل میں ۵ سے زیادہ [illegible]

دیدۂ [illegible]

یار آمد و بگذشت ندیدیم برہمن
این دیدۂ غمدیدہ چگونہ بصرے داشت

غ ۱۱۰

نوبہار آمد چو بلبل با نوا باید نشست
ہر کجا خواہد نشیند با صبا باید نشست

یارہا بوئے ریا آمد ز نقش بوریا
بر زمیں مانند نقش بوریا باید نشست

اے غبار کوئے یار از چشم ما بیروں مرو
در میانِ چشم ما چوں توتیا باید نشست

رفتہ رفتہ میرسد یک نقش پا روزے بجا
در محبت زیر پا چوں نقشِ پا باید نشست

از غبار آرزو دامن برافشاں برہمن
ہمچو سرو آزاد در جائے بجا باید نشست

غ ۱۱۱ [illegible]

گل یکے خار یکے شاخ یکے تاک یکیست
نزد ارباب نظر خس و خاشاک یکیست

در خور قامتِ ہر مرد بود جامہ درست
لیکن آں جامہ کہ دوزند پئے چاک یکیست

ایں ہمہ آتش عشق است کہ افروختہ اند
گرد و باد یکے آب یکے خاک یکیست

عاشقانہ

گرچہ خوبانِ جہاں عربدہ جویند ہمہ
لیک شوخے کہ بود از ہمہ بیباک یکیست

ہر یکے را ہوسِ عشق بدل میگذرد
دیدہ بسیار ولے دیدۂ نمناک یکیست

عاشقانہ

عاشق آنست کہ معشوق باو دارد میل
صید بسیار ولے قابلِ فتراک یکیست

برہمن پست و بلند دو جہاں یکسان است
از زمین تا بسر گنبد افلاک یکیست

غ ۱۱۲ [illegible]

نوبہار آمد نظر بر سبزہ و صحرا خوشست
سیر گلشن با خیالِ آں گلِ رعنا خوشست

چوں ز سروِ قامتش برخاست حرفے در بہشت
قمری از بالا فرود آمد کہ سر تا پا خوشست

یک شبے فرخندہ بعد از سالہا آید بروز
گر بروز آید شبے در صحبتِ ما خوشست

میتواند بود ز آشوبِ حوادث برکنار
کشتی امیدِ ما بر ساحلِ دریا خوشست

برہمن امروز اگر حسنِ عمل داری بسیار

کشتۂ امروز بہرِ حاصلِ فردا خوش است

ردیف ثائے مثلثہ

۱۱۳ صنعتِ عکس

مرا بسیرِ گلستان بہار شد باعث ‌ بباده توبہ نا استوار شد باعث
خیالِ سنبل و رخ و عارضِ نگار مرا ‌ بسیرِ سرو و گل و لالہ زار شد باعث
قرار در شکنِ زلفِ یار خواہم کرد ‌ باین قرار دلِ بیقرار شد باعث
چو اشکِ دیده پیِ آں سحر چوں رواں نشوم ‌ مرا کہ گریۂ بے اختیار شد باعث

نمی شدم بسوئے دیر بے اجازتِ پیر
مرا برہمن زنّار دار شد باعث

مذہبی

ردیف جیم عربی

۱۱۴ حقیقت نگاری

ہمیشہ مرد بود زیرِ آسماں محتاج ‌ کشیده بند حوادث بپاین واں محتاج
ز تنگ چشمیِ خود مانده آدمی ہمہ عمر ‌ بفکرِ بیہده در سود و در زیاں محتاج
ز قسمتِ ازلی سر نمے تواں پیچید ‌ نصیب کرد ہما را باستخواں محتاج
بقدرِ حاجتِ خود ہر یکے طلبگار است ‌ جہانیاں ہمہ باشند در جہاں محتاج

برہمن از گلِ روئے تو رنگ و بو خواہد
بود بجلوۂ گل چشمِ باغباں محتاج

ردیف حائے حطّی (مہملہ)

۱۱۵ دنیاداری

اے مستِ خواب بکن در زمانِ صبح ‌ یک صبح کن بدیدۂ تر امتحانِ صبح
تا صبح راز کف بدہ عالم نمیدہم ‌ باشد جہانِ فیض دگر در جہانِ صبح

ازبسکہ سینہ صاف شدم از فروغِ عشق
روشن شود ز دودِ دلم دودمانِ صبح

اوّل گذاشت مطلعِ خورشید درمیاں
گشتم چو با خیالِ رُخت ہم زبانِ صبح

اوالعزمی

شبگیریٔ دراز تواں کرد تیرہ برہمن
شاید تواں رسید پئے کاروانِ صبح

ردیفِ خائے معجمہ

۱۱۶

ہر سنبلِ او دستِ امتحاں گستاخ
کہ چوں صبا نتواں بود با بُتاں گستاخ

مرا ز غارتِ گلہائے روئے او چہ زیاں
کہ ہست در چمنِ خویش باغباں گستاخ

ندانم از چہ رہ آیم کہ با تو بنشینم
تو در حجابِ خود و من جہاں جہاں گستاخ

دلم نہ نسخۂ علم و عمل ادب آموخت
چہ باشد ار بُوَدم اندکے زباں گستاخ

میانِ پردہ بہم حُسن و عشق در کارند
تو شوخ چشم ہماں برہمن ہماں گستاخ

ردیفِ دالِ مُہملہ

۱۱۷
اوالعزمی

بیار بادہ کہ وقتِ بہار میگُذرد
تو غافل از خودی و وقتِ کار میگُذرد

چو برقِ خرمنِ دلہا بخندہ مے سوزی
ز دور جلوہ کناں از کنار مے گُذرد

شمارِ عمرِ گرانمایہ ہر نفس باید
کہ چشم تازہ از شمار مے گُذرد

قرار در شکنِ زُلفِ یار خواہم کرد
باین قرار شبم بے قرار مے گُذرد

مرا نظر بہ تہی دستیٔ برہمن نیست
بدامنش گہرِ آبدار مے گُذرد

۱۱۸

بُتے کہ رنگِ رُخش تابِ مہر و ماہ بَرد
دلِ شکستہ دلاں را بیک نگاہ بَرد

همیشه دست و گریبان آفتاب بود — اگر بسایهٔ زلفش کسے پناه برد
دران مقام که شرمندگی تهیدستی ست — مگر بدست کسے نامهٔ سیاه برد
کلاهِ فقر بخورشید و ماه مے ساید — زمانه تاج سعادت ازیں کلاه برد

برهمن آنکه خطا از صواب نشناسد
بتحفه بر درِ رحمت مگر گناه برد

ع ۱۱۹

جهان معلوم جائے فانی ار باشد همیں باشد — درو فانی شدن نادانی ار باشد همیں باشد
بخورشیدِ قیامت میرساند نسبتِ خود را — بعاشق فخر سرگردانی ار باشد همیں باشد
ز آشنایِ قناعت کار را بر خویش آسان کن — که چون مشکل شود آسانی ار باشد همیں باشد
چو آید نامِ او بر هر زبان در وجد می آیم — حدیثِ عشقِ او وجدانی ار باشد همیں باشد

بایران مے برد افسانهٔ هندوستان بلبل
برهمن را شکر افشانی ار باشد همیں باشد

ع ۱۲۰

بیا که آمدنت چشمِ تر بیاساید — ز یک نگاهِ تغافل نظر بیاساید
مرا دلے ست پُر از آتشِ محبّتِ او — چو پیشتر بطپد بیشتر بیاساید
کسے که چاشنیِ لذّتِ محبّت یافت — بخونِ دیده و لختِ جگر بیاساید
بجائے خواب خیالِ تو گشته در چشم — بایں روش دلِ عاشق مگر بیاساید

برهمن از همه سو سیلِ غم فرود آید
کسے چگونه دریں ره گذر بیاساید

ع ۱۲۱

آفتابِ من که از مے چهره گلگون میکند — از فروغِ جلوه شوقِ تازه افزون میکند
از طریقِ عشق تا راهِ خرد فرسنگ هاست — کے تواند کرد دانا آنچه مجنون مے کند
پیشِ او رو بر زمیں دارند اربابِ نیاز — نازنینِ من نمیدانم چه افسون میکند
عشق مے آید که تا در سینه سازد جائے خویش — عقل و اندیشه را از خانه بیرون میکند

در خیال قدِ موزون تو مے گوید غزل
برہمن زیں گونہ طبع خویش موزوں میکند

۱۲۲ عاشقانہ

در محبت ہوسِ جام و سبو نتواں کرد — تا بود خونِ جگر مے بگلو نتواں کرد
پیرہن نیست کہ چوں چاک شود بتواں دوخت — سینہ چوں چاک شود باز رفو نتواں کرد
شو تو براثرِ راہِ نظر باید داشت — از رہِ عشق خطا یکسرِ مو نتواں کرد
گُل ہر باغ علاجِ سرِ سودائے نیست — بعد ازیں غیرِ گُلِ داغِ تو بو نتواں کرد

برہمن خوئے نکو دیدنِ آں روئے نکوست
ترکِ نظّارۂ آں روئے نکو نتواں کرد

۱۲۳

چہ شد کہ صبح بصد جلوہ و خرام رسید — کہ چشم تازہ صبح رفت و شام رسید
بدو سنبلِ زلفش نجات ممکن نیست — بروں چگونہ رود مرغ چوں بدام رسید
بصد گداز کنند امتحان بگورۂ عشق — بسوختن در آتش کسیکہ خام رسید
تو سر کشیدہ بخوابِ غرور غافل (بیخبر) از آں — کہ آفتاب بروں آمد و پیام رسید

مقامِ عشق بلند است برہمن از شوق
براہِ ترکِ تعلق بایں مقام رسید

۱۲۴ دُنیا داری مذہبی

چو روز نامۂ عمر مرا حساب کنند — تمام لہو و ہمہ سہو انتخاب کنند
عجب شتاب روانند رہروانِ وجود — کہ در شتاب روی بر صبا شتاب کنند
کنند راہ روانِ طلب چناں شبگیر — کہ سیرِ ملکِ سحر پیش ز آفتاب کنند
تو گوش دار کہ اربابِ معنی از سرِ ہوش — سخن بروں ز خط و خارج از کتاب کنند

دراں دیار برہمن فتادہ ایم غریب
کہ چوں دماغ رسد سینہ را کباب کنند

۱۲۵

بہارِ دردمنداں با خزاں ہمرنگ مے آید — قبائے عیش بر قدِ عزیزاں تنگ مے آید

دلے چون شیشه داری احتراز از وادی ما کن — که در راه محبت پای دل بر سنگ می آید
بآب تو برام آلایش باطن نشد زایل — کر این کار از فروغ بادهٔ گلرنگ می آید
برائے امتحان سینه ام ناخن مزن ناصح — کجا بیرون صدا ازین ساز بے آهنگ می آید
برہمن صیقل دانش طلب تا دل شود روشن — که تا دم میزنی آئینه زیر زنگ مے آید

۱۲۶

اگر تو جور کنی مهر تو ز جان نه رود — که عشق از دل عاشق بامتحان نه رود
بحفظ راز محبت نخست این شرط است — که هر چه در دل افتاده بر زبان نرود
درین خیال چو مو گشتم و ز شوق هنوز — خیال موی میان تو از میان نرود
بپیچ و تاب خم زلف میکشد سر یار — کدام دل که پئے یار دلستان نه رود
برہمن از تو سخن گفتن و ز عشق قبول — نگاه تربیت عشق رائیگان نه رود

۱۲۷ خودداری

چو در عشق رسد خواهش دوا نه کنند — نظر بقاعدهٔ نسخهٔ شفا نه کنند
دعای اهل محبت ز مدعاست برون — دعا کنند ولے یاد مدعا نکنند
بناز قاعدهٔ دلبران همین باشد — که مے برند دل ما ز یاد ما نکنند
چو سرو مردم آزاد یا تهی دستی — بزیر دور فلک پشت را دوتا نکنند
خودداری
ز روئے صدق برهمن قدم براه بنه — که رهروان ره عاشقی ریا نکنند

۱۲۸ خوبی بیان

بدل خیال تو راه قرار مے بندد — بروئے صبر در اختیار مے بندد
دلم ز آه جگرسوز و نالهٔ جانکاه — حنا بپای شب انتظار مے بندد
فروغ صبح سعادت بود نصیب کسے — که تار چشم بشب‌هاے تار مے بندد
همیشه در صدف دیده قطرهٔ اشکم — بروز و شب گهرے آبدار مے بندد

نصیحت

برہمن از روش روزگار آگه نیست
کسی که دل بغم روزگار می‌ندهد

۱۲۹ ع

چشم تو تیغ غمزه چو بر یک دگر زند
از دل برون نرفته میان جگر زند

آتش زند بخانهٔ مردم بیک نگاه
تیغ کرشمه را بتغافل اگر زند

عاشق ز کار خویش ندارد دمی فراغ
دستی که ز آستین بدر آرد بسر زند

فلسفه
آنکس که سیر چشم تهی دستی دعاست
اوّل در قبول برای اثر زند

هر کس زند بحبل عمل دست و برہمن
در روز حشر دست بدامان تر زند

۱۳۰ ع

دلم اسیر غم مدعا نمی‌گردد
بجز دعا طلبی آشنا نمی‌گردد

ز تار زلف تو دل یافت بی میانجی بود
رهین منت باد صبا نمی‌گردد

فریب شاهد مقصود می‌برد دل را
بایں بلا دل ما مبتلا نمی‌گردد

کسیکه لذت درد تو یافت میداند
که درد عشق بگردد دوا نمیگردد

باوج عشق برہمن نمی‌رسد هرگز
کسیکه سوده سر از نقش پا نمیگردد

۱۳۱ ع

جهانیان بغم هرزه از جهان رفتند
ندیده سود بصد حسرت زیان رفتند

زبان صحبت احباب انکه دریابد
وگرنه تازه ده چشم از میان رفتند

تو سر کشیده بخواب غرور غافل از آن
که پیش راه دراز است همرهان رفتند

ندیده هیچ کسی راه مردم عالم
بسان مردم چشم از نظر نهان رفتند

ز رفتگان خبر از برہمن چه می‌پرسی
بزیر خاک ازین کهنه خاکدان رفتند

۱۳۲ ع

شود چگونه دل من بسیر بستان شاد
که میشود دل عاشق بچشم گریان شاد

ہمیشہ اہلِ محبت بغم گرفتار اند   ندیدہ ہیچ کسے طفلِ این دبستان شاد

بود بچاکِ جگر لذّتے کہ نتوان گفت   تو از ہوس شدہ بر چاکِ یک گریبان شاد

دلم ز بوئے گل روئے اوست عطر پذیر   چو عندلیب ببوئے گل از گلستان شاد

برہمن از ہمہ من ہر چہ ہست مرغوب است   بود ز زلف و رخ کفر شاد ایمان شاد

مذہبی فخر

ع۱۳۳

عاشق آنست کہ ز سر را ز قدم نشناسد   بندۂ عشق شود دیر و حرم نشناسد

اے خوش آن راز محبت کہ چو آید بہ بیاض   صفحۂ کاغذ او را ز قلم نشناسد

ذرۂ حسنِ عمل باید و پیمان درست   ہیچکس قاعدۂ راہِ عدم نشناسد

تابعِ گردشِ ایام بود ہر بد و نیک   رہرو راہِ خرد شادی و غم نشناسد

بیہودہ دم بدم از دست رہی عمر عزیز   برہمن ہیچ کسے رتبۂ دم نشناسد

ع۱۳۴

عاقبت پیوندہائے عمر از جا بگسلد   رشتۂ تدبیر کارے خویش دانا بگسلد

بادہ باشد مومیائی از برائے ہر شکست   گر نباشد مے در و پیوند مینا بگسلد

دل بزنجیرِ سرِ زلفِ بتان پیوند یافت   جائے آن دارد کہ این شوریدہ از ما بگسلد

خوشہ بندد گرد ماہِ روئے او ز انسانِ عرق   کز خجالت بر فلک عقدِ ثریا بگسلد

برہمن نظارہ کمتر کن بروئے آن پری   ترسم از ہمہ پردہائے چشم بینا بگسلد

ع۱۳۵

عاشقانہ

رہروانِ زاد رہ و مراحلہ انداختہ اند   خار در دامن ہر آبلہ انداختہ اند

قاتلِ صید نہ ورنہ بہر سو کہ روی   دانہ و دام دریں مرحلہ انداختہ اند

عاشقِ خستہ مگر زنکند قصد نگاہ   کہ در اوّل نظر از حوصلہ انداختہ اند

شکر در مشربِ عشاق نخستین قدم است   خویشتن را ز مقامِ گلہ انداختہ اند

تعقیب اسلامی

برہمن مرحلہ با بخموشی طے شد
این چہ شوریست کہ در قافلہ انداختہ اند

۱۳۶ — فلسفہ ہستیٔ کامل

قدم دلیر منہ در رہ سری بنیاد | کہ استقامت حسن مشکلست در رہ باد
غبار راہ تعلق بگرد شان نرسد | سبک چو باد نسیم اند مردم آزاد
قدم شکستہ و لب بستہ رہ بمنزل برد | کہ در طریق محبت چنین بود ارشاد
فلک کند کجی اہل روزگار درست | کہ جملہ طفل ضعیفند و آسمان استاد

صفائی سینہ طلب برہمن کہ در رہ عشق
روند برابر رہروان صاف نہاد

۱۳۷

سرو قد تو چو در صحن گلستان آمد | چشم نرگس بتماشای تو حیران آمد
خون دل جوش زد از سینہ و از تنگی جا | آنچہ در دیدہ نگنجید بداماں آمد
دست ہر کس ز پی شاخ امید است بلند | قسمت ماست کہ بر چاک گریباں آمد
خوی تو شعلہ و ما مشت خس و بیش نہ ایم | بسر و برگ چنین پیش تو نتواں آمد

برہمن مائدۂ چرخ بود زہر آلود
ہمہ در کام ہماں گیر کہ مہماں آمد

۱۳۸ — بے ثباتی

فکر بیہودۂ غمہای جہاں نتواں کرد | خویش را در گرہ سود و زیاں نتواں کرد
بحر دنیاست در و سیل حوادث بسیار | تکیہ بر ریگ نہ بر آب رواں نتواں کرد
صورت حال گواہ دل غمگین کافیست | شرح این راز بتقریر زباں نتواں کرد
افشائے راز — راز عشق است کہ در سینہ نہاں باید داشت | با کسی مصلحت راز نہاں نتواں کرد

برہمن جز رہ تسلیم سپردن نتواں
سعی در پردۂ تقدیر تواں نتواں کرد

غ ۱۳۹

هر چند سر زلف تو در دست صبا شد — شیرازهٔ مجموعهٔ جمعیت ما شد
ابروی سرافراز تو در کشور خوبی — خم ناشده چون ماه نو انگشت نما شد
کامی نگذاریم که از خود نه هراسیم — ما را خرد عاقبت اندیش بلا شد
تا سلسلهٔ زلف تو آمد بخیالم — دل در بر من بود ندانم بکجا شد

یک گام برون نامدم از خویش برهمن
طی رهِ این مرحله بی جنبش پا شد

غ ۱۴۰ — تدبیر و تقدیر

کسی به بزم محبت چو برگ و ساز کند — مگر بر آتش دل سینه را گداز کند
بنازم آن سر زلف سیاه را که شبی — چو در خیال من آید شبم دراز کند
ادیب عشق چو آموزگار ما گردد — نخست شرط محبت بحفظ راز کند
تهی ز نقد مراد من همیشه باشد دست — کسی که دیده بروی امید باز کند

برهمن از رهِ صورت بمعنی آید رو
نظر بدست در آئینهٔ مجاز کند

غ ۱۴۱ — نازکی خیال

دلم بکوی محبت جریده می آید — ز شهر بند تعلق رمیده می آید
به پیش خاک درش عذر رفته خواهد خواست — سری که پیشتر از پا دویده می آید
هوای سجدهٔ آن آستان خیال مرام — که قد چو ابروست کنم سر خمیده می آید
بهیچ رنگ دلم را دماغ صحبت نیست — که دل گرفته ز دامان کشیده می آید

بدیگری نتوان کرد برهمن تکلیف
که طی راه محبت ز دیده می آید

غ ۱۴۲ — خوبی بیان

کسی که دل بخم تار زلف او پیچید — درین خیال چو مو گشت و مو بمو پیچید
ز بیم تند مزاجی و گرم خوئی کیست — که آه در جگر و ناله در گلو پیچید
بدست تفرقه داد از سر و بر باد — کسیکه پای بدامان آرزو پیچید

خیالِ زلف کہ در سینہ بود حیرانم — کہ صد سخن بزبان گاہ گفتگو پیچید

ہزار عرض برہمن شنیدنیست در لطف
نزد بگوشہ ابرو گرہ نہ رو پیچید

۱۴۳

زِ تلخیہائے شیریں آنچہ بر فرہاد مے آید — اگر آہستہ گویم سنگ در فریاد مے آید

مرا افتاد کارے با جفا کیشی ستمگاری — کہ گر زو داد خواہم بر سر بیداد مے آید

چگونہ از پئے تعظیم بر خیزم کہ از گریہ — مرا پا در گل است و او چو سرو آزاد مے آید

دل از زلفش بروں افتاد و شد در حلقۂ چشمش — نہ آید کار از دامے کہ از صیاد مے آید

برہمن بشاگردی نظر وارم قبولم کن
نظر بر ہر کہ افتد یادم از استاد مے آید

۱۴۴

نقاب بر زدہ و بے حجاب مے آید — تو گوئی از درِ صبح آفتاب مے آید

مکش بصفحۂ ایام خطِ رد ہرگز — کہ ہر چہ آید ازو انتخاب مے آید

چو بر فروختی از بادہ چہرہ دانستم — کہ کار آتشِ سوزاں ز آب مے آید

مرا بسنبلِ زلفت چہ نسبتے باشد — ہمیں قدر کہ زمن پیچ و تاب مے آید

ز گردہائے برہمن بپرس اے ناصح
کہ گر حساب کنی بے حساب مے آید

۱۴۵

[illegible]

تا گشتہ جدا غمت از من جدا نشد — خواہم بچشم و چشم بخواب آشنا نشد

یک ترکِ بس بود پئے انجام صد امید — آزادہ آنکہ در پئے گرد و مدعا نشد

نازم بسیر چشمیٔ ہمت کہ چشمِ من — ہرگز بروئے شاہد امید وا نشد

ہرگز بخاکِ پائے نگارے نمی رسد — آں سر کہ خاکسار تر از نقشِ پا نشد (قناعت)

شد برہمن شکنجہ کشِ جورِ آسماں

ہرگز برون ز گردشِ این آسیا نشد

۱۴۶ ع

حدیثِ عشق ہماں بہ کہ تا بیاں نرسد
بدل ہمیشہ بود ثبت و بر زباں نرسد

تمام مغز بجوش آید از حرارتِ شوق
اگر خدنگ تو روزے باستخواں نرسد

غلامِ ہمتِ آزادگانِ بے قدم
کہ گردِ راہِ تعلق بگردِ شاں نرسد

شوم بخونِ جگر شادمان و دم نزنم
کہ اہلِ حوصلہ را کار تا فغاں نرسد

برہمن از ہمہ کس خوش نماست صافدلی
ولے کسے بصفائے برہمناں نرسد

۱۴۷ ع

علاجِ دردِ دلِ بیقرار نتواں کرد
تسلیش بنسیمِ بہار نتواں کرد

بود شکستہ دلانرا بہم مناسبتے
قرار جز بسرِ زلفِ یار نتواں کرد

بود بحدِ سرِ عشق کارِ بے پایاں
تمام عمر شود صرف کار نتواں کرد

بخاکِ راہِ تو جز آبِ دیدہ نتواں ریخت
نثار غیرِ دُرِ آبدار نتواں کرد

برہمن از رہِ عشق احتراز مے باید
قرار تا نبود اختیار نتواں کرد

۱۴۸ ع

بتاں کہ کسوتِ تمکین و ناز مے پوشند
بنازِ چشم ز اہلِ نیاز مے پوشند

شبِ فراقِ غریباں بکنجِ تنہائی
چو شمع پیرہنِ جانگداز مے پوشند

مباش رنجہ ز عصیاں کہ دامنِ تر را
بآبِ دیدہ چو شستند باز مے پوشند

چو غنچہ خونِ جگر مے خورند اہلِ نشاط
باین روش نہ بہیبِ پردہ راز مے پوشند

زکم مرنج برہمن کہ در طریقِ رضا
نخست چشمِ دل از برگ و ساز مے پوشند

۱۴۹ ع

چہ برد آں کس کہ نزدِ دوست جاں برد
چہ ارزد جاں کہ پیشِ او تواں برد

ز زلف و روئے او دل شد گرفتار
ولیکن غمزۂ او از میاں برد

کمند زلف او چندین مده پیچ / دل عاشق بموی میتوان برد
سهی سرو ش چو برمن سایه افگند / سرم را از زمین بر آسمان برد

نمی گوید کسے راز نهان را
برهمن سر او در دل نهان برد

۱۵۰

بجو ایم دست عشق او گریبان گیر میگردد / بپای دل خیال زلف او زنجیر میگردد
چو باشد کارها در پرده تقدیر چون دانا / پی آرایش دل کار تدبیر میگردد
کند عهد جوانی نوبهار عمر را تازه / بشاخ خشک تا ند آدمی چون پیر میگردد
بلانوشان حذر کمتر کنند از هر چه پیش آید / که خون اندر مذاق تلخ کامان شیر میگردد

بلند حوصلگی

برهمن بصفای دل نگردد کار دل حاصل
دعا گر صدق باطن نیست بی تاثیر میگردد

صفائی قلب

۱۵۱ [illegible]

کسان که صورت معنی ز حال می یابند / فروغ آینه از در سفال می یابند
زبان خموش است ز اظهار مدعا بستن / دران مقام که پیش از سوال می یابند
بآب دیده بشستم هزار بار ز سوز / جبین ام عرق انفعال می یابند
فغان که گوش ندارند رهروان ورنه / بهر طرف ز جرس گوشمال می یابند

چه لاف حال زنی برهمن که اهل کمال
کمال حال کسان از مقال می یابند

۱۵۲ [illegible]

کسیکه خون جگر همچو غنچه نوش کند / کشیده سر بگریبان زبان خموش کند
زهی باده توان گر خرقه سالوس / که با تو خوب کند آنچه می فروش کند
تو مرد باده نه ورنه هر چه ساقی داد / اگر لطافت تو گنجید کار هوش کند
نه دیده ضبط تواند نمود نه دامن / سرشکے که خون دل و آب دیده جوش کند

برهمن از سر اخلاص دیده تسلیم

ہمیشہ خاشیہ بندگی بدوشش کُند

۵۳ [illegible]

این عمرِ تیز رو بہ تمنّا تمام شد — ور آرزوئے حلِ معمّا تمام شد

عالم تمام گشت و نشد علمِ او تمام — حرفے نگفت و صحبتِ دانا تمام شد

بر ساحلِ اُمید ز لب تشنگی بسوخت — لب تر نکرد عاشق و دریا تمام شد

شاد آں کسے کہ نوبتِ خود را تمام کرد — زاں پیشتر کہ بادہ و مینا تمام شد

آں ساغرے کہ پیشِ نظر بود برہمن — زاں یک ادائے غمزہ بایما تمام شد

تازگیِ خیال

۵۴

گلگے دارم از بس نازِ با گلشن نمی سازد — چہ سازم با کسی کو لحظۂ با من نمی سازد

حرامش باد لافِ امتحانِ طرزِ یکرنگی — کسے کو بیگناں چوں دست با دشمن نمی سازد

نگنجد در میانِ دیدہ طفلِ اشکِ من ہرگز — چو نقشِ پا زمینِ افتادہ با دامن نمی سازد

قرارِ عاشقِ مسکیں بود در اضطرابِ دل — بایں شوریدہ ہرگز وادیِ ایمن نمی سازد

عاشقانہ

برہمن ہر کہ بوئے یافت از مغزِ دلِ دانا — بسنگِ خارہ سازد لیک با کودن نمی سازد

جہالت

۵۵ رعایتِ لفظی

دلِ صاحبدلاں آئینۂ معنی نما باشد — دراں آئینہ پیدا صفحۂ ہر مدعا باشد

نشانِ رہروِ راہِ محبت کس نمے یابد — سرِ اُفتادگاں در زیرِ پا چوں نقشِ پا باشد

غبارِ کوئے او بیہودہ تا کے می بُرد ہر سو — اگر آرد صبا در چشمِ عاشق توتیا باشد

بغفلت سر بگردش ہائے گردوں آدمی گردد — بآئینے کہ غافل دانہ زیرِ آسیا باشد

خیالِ غیرِ او در دل نگنجد برہمن را — شود بیگانہ از خود ہر کہ با او آشنا باشد

مذہبی

۵۶

پریشاں کاکلش جمعیتِ دلہائے ما باشد — پریشانی بہر جائے کہ باشد جائے ما باشد

قدم زاندازہ بیروں از پئے مطلب کجا افتد — کہ دامانِ تحمّل آشنائے پائے ما باشد

جمال از پردہ روشن تر نماید مرد عارف را نظر امروز باید داشتن بر حال فردا		غبارش توتیائے دیدۂ بینائے ما باشد غم امروز تخم مزرع فردائے ما باشد
	برہمن شعر بزم آرائے ما باشد مشتہر زاں سال کہ ہر جا در میاں آید سخن غوغائے ما باشد	فخریہ
سودا زدۂ عشق بسامان نہ نشیند پوشیدہ بود صورت حال از نظر او بر روئے زمین باید از آں گوشہ گرفتن تا سلسلۂ زلف تو در دست صبا شد	۱۰۵۱ھ	خو کردۂ در دل تو بدرماں نہ نشیند کہ مرد وحے سر نگر بیاباں نہ نشیند کز خاستن گرد بداماں نہ نشیند ہرگز دل آشفتہ بسامان نہ نشیند
	زاں گونہ تواں زیست برہمن کہ غبارے بر آئینۂ خاطر مہماں نہ نشیند	نصیحت
مرا کباب کند چوں بجیگر آب دہد مراست کار بشوخی کہ در شب ہجراں تبسمش شکر افشاں شود بجانب غیر کجا دریغ کند نیم ناں ز من چوں ہلال	۱۰۵۲ھ	دلم ز تاب برد چوں ز زلف تاب دہد خیال خویش بچشم بجائے خواب دہد ولے نمک بدل خستہ و کباب دہد کسے کہ قرص تمامی بآفتاب دہد
	بروز حشر گر از برہمن سوال کنند ز علم بے عمل خویشتن جواب دہد	
گر شاخ محبت ثمرے داشتہ باشد دل در بر من نیست ندانم بکجا رفت سرمایۂ ما نیست بغیر از دم تسلیم طوفان بلا از در و دیوار بر آید	۱۰۶۹ھ	نخل دل من نیز برے داشتہ باشد (یا بی امید) شاید کہ ز جائے خبرے داشتہ باشد کو راہ محبت خطرے داشتہ باشد گر گریۂ عاشق اثرے داشتہ باشد (التسلیم رضا)
	در معرکۂ عشق در آید چو برہمن	بلند حوصلگی

هرکس که بمیدان جگرے داشته باشد

۱۶۲ حقائق و معارف

زجام بادهٔ چو از خانهٔ یار مست برآید　　زکعبه شیخ وز بتخانه بت پرست برآید
بنیم جرعه شود امتحان هر بد و نیکی　　چو کار با محک افتاد هرچه هست برآید
دلم فتاده دران زلف پُرشکن نغلط　　دو جا شکست خورد تا زیک شکست برآید
نثار راه تو کردم که پا بدیده گذاری　　بزیر پائے تو افتم اگر ز دست برآید

اگر گوار و گر ناگوار در کار ست
برہمن آنچه زخم خانهٔ الست برآید

۱۶۱ ع

چوں برخسار او نقاب افتاد　　ابر بر روئے آفتاب افتاد
تاکشادند بر رخم در فیض　　هرچه گفتیم مستجاب افتاد
شحنهٔ عشق چوں صلا در داد　　عقل در معرض عتاب افتاد
کے برآید بروں ازیں گرداب　　دل دریں بحر چوں حباب افتاد
چوں ز انعام او ندا دادند　　قلم از دفتر حساب افتاد
حسن بے پرده آشکارا بود　　از کجا درمیاں حجاب افتاد
دلم از تاب رفت و شد بیتاب　　چوں سر زلف او بتاب افتاد
از گلِ روئے او عرق بچکید　　از دو چشم ترم گلاب افتاد

برہمن هرکه در وجود آمد
نقش امید او برآب افتاد

۱۶۲ ے

مے بده ساقی که دل را شستشوئے میدهد　　درمیان بزم رندان آبروئے میدهد
بر در میخانه جا کردم که پیر مے فروش　　هرکه اینجا سر فرو دارد سبوئے میدهد
هرچه از اسباب جمعیت فراهم میکند　　هرکه شد دلبستهٔ زلفش بموئے میدهد
عطر روح افزائے عشقست این بهن یا ز نهان　　گر میان پرده بگذارند بوئے میدهد

		میکشد بر روئے گل فریاد بلبل در چمن برہمن را فرصت بر گفتگوئے میدہد
بیا بیا که مرا بے تو غم بجان آورد	۱۶۳ عاشقانه	بیا که بے تو نفس بر نمے تواں آورد
دلم چو خواست بجمعیت آشنا گردد		صبا حکایت زلف تو درمیاں آورد
اگر خموش نشینم بخویش معذورم		نمیتوان سخن عشق بر زباں آورد
هزار جان گرامی دریغ نتواں داشت		چو عشق رشتهٔ بدلهاے ناتواں آورد
بریخت اشک چناں برہمن ز دیدهٔ تر که آب تازه بروئے برہمناں آورد		ہندو مذہب کی بحالی
مگر ز شیشهٔ ساقی آب آتشناک میریزد	۱۶۴ آزادگی خیال	که میسوزد دلم گر جرعهٔ بر خاک میریزد
نے دانم ز گوہر چیست حاصل ابر نیساں را		که جوہر میشود گر قطرهٔ نمناک میریزد
بہنگام تبسم لعل شیرینت شکر بارش	خوبیٔ بیان	نمک بر ریش زخم سینهٔ صد چاک میریزد
ندارد ہیچ باک از تہمت آلوده دامانی	وردِ دارا	که خون بیگناہاں بر زمیں بیباک میریزد
ز جوش کینهٔ صافی مشو مانع برہمن را که بر روئے غبار آلوده آب پاک میریزد		
پا بداماں زده و سر بگریباں باید	۱۶۵ فلسفه	فکر جمعیت دلہاے پریشاں باید
گو بیا دامنم از لخت جگر بیں گلریز		سر گذشت گل و سیر گلستاں باید
در بہارے که خزاں ہست و گریباں باشد		لب خنداں چکند دیدهٔ گریاں باید
دهشتِ دلِ طفلاں مزاجے دارد		که ز لخت جگرش زینت مژگاں باید
برہمن مرد بجز درد بجائے نرسد لذت درد به از لذت درماں باید		
نعمت اگر بدلم ہمنشیں تواند بود	۱۶۶	مرا وسیلهٔ شادی ہمیں تواند بود

اگر بدامن او دست کس رسد بجمال — کدام دست که در آستین تواند بود

چه آتشی که نخواهد زدن بخرمن دل — همیشه خوی تو گر این چنین تواند بود

متاع عالم آسودگی بعالم نیست — مگر نهفته بزیر زمین تواند بود

حقائق و معارف

برهمن از اثر غمزه اش مکن باور — که تا بسینه در جگر آهنین تواند بود

۱۶۷ درد دارا

کسی ز حال پریشان ما خبر دارد — که همچو باد صبا کار با سحر دارد

دماغ منت پیر مغان نماند مرا — که جام خون جگر لذت دگر دارد

بخون دیده و لخت جگر شوم خرسند — که شاخ و برگ محبت همین ثمر دارد

نظر بغیر اگر افگند ز بی بصریست — کسی که جلوه حسن تو در نظر دارد

بجای خواب برهمن بدیده خار شکند — که غنچه نیم شبی حالت دگر دارد

درد دارا

۱۶۸

چو آفتاب رخت بی نقابی باید — ترا ز غیر نه از من حجابی باید

دران دیار که هر صبح خون کنند بجام — جبین شگفته تر از آفتابی باید

ز فیض عشق مرا ذره محبت بس — ز دفتر سخن انتخابی باید

به آتشین نفس خویش گرم دارم جا — که گفته دل عاشق کبابی باید

برهمن آنچه بچشم آیدت ملاحظه کن — که نقش قدرت نه فال کتابی باید

حقائق و معارف

۱۶۹

کند گر خنده زیر لب نهان صد غنچه خون گردد — ندانم کز نگاه آشکارا حال چون گردد

گذار و مرهمی بر ریش من تا صبح نمی آید — که از داروی نافع درد مشتاقان فزون گردد

درین وادی هزاران عقل و اندیشه می آید — که باشد تا کسی شایسته بزم جنون گردد

نظر بر نقش پای رهروان راه میبندیم — که شاید رفته رفته نقش پای رهنمون گردد

حقائق و معارف

شراب عشق در جوشست اما می باید
برہمن کی حریف این مئے آزمون گردد

غ ۱۷۰

وفائے عہد تو از بوالہوس نمے آید — کہ حفظ شعلہ ز دامان خس نمے آید
ز صور صبح قیامت مگر شود بیدار — بگوش ہر کہ صدائے جرس نمے آید
ز مرغ روح گرامی خبر دریغ مدار — کہ چون رمیدہ شود در قفس نمے آید
نخست شرط ثبات طریق عشق اینست — کہ پا چو پیش فتد باز پس نمے آید

برہ گذار نسیم برہمن بسیار
ز رفتگان خبر از ہیچ کس نمے آید

۱۷۱ حقائق و معارف

خواہم از سلسلۂ زلف بتان تارے چند — کہ بہم تاب وہم رشتۂ زنارے چند
زلف بکشا کہ بود در خم ہر رشتۂ آن — خط آزادی دلہائے گرفتارے چند
نرگس مست تو در بزم حریفان بنگاہ — دارو بیخودی آورد بہ ہشیارے چند
گرد از چہرۂ خط در شکسار عمر — بر سر راہ فرو ماندہ گرانبارے چند

برہمن باز دل ما بنگاہے بردند
دلبری لب شکری چند دل آزارے چند

۱۷۲

بدہ ساقی مئے گلگوں کہ رنگ دیگر داند — دماغ رفتہ را سوئے نشاط از نو بگرداند
ہلال ابروئے دارم کہ از بیم نگاہ او — نگردد آسمان گر گوشۂ ابرو بگرداند
نظر بر نقش مطلب راست باید مرد عارف را — نہ بیند راست اگر آئینہ زانو بگرداند
بمژگان پیش راہ گریہ مے بندد از آن چشم — کہ شاید باز آب رفتہ را در جو بگرداند

برہمن ہر سر مو رشتۂ زنار کرد آخر
نتابد رشتۂ زنار اگر یک مو بگرداند

حقائق و معارف

۱۷۳

چو سرو قد تو مست خرام خواہد شد — قیامتے کہ شنیدی قیام خواہد شد

بفکر بیهده غافل مشو ز عمر دراز — که این معامله روزی تمام خواهد شد (نصیحت)
بجلوهٔ سحر و فیض شام غره مشو — که چشم تا زده صبح و شام خواهد شد
سر نیاز فرو کن بخاکساری عشق — همین قدر سبب احترام خواهد شد

دران دیار که خوبان بجلوه برخیزند
بیک نگاه برهمن غلام خواهد شد

۱۷۴

هرچند یار در پی جور و جفا رود — عاشق همیشه در ره مهر و وفا رود
در جرعهٔ نخست که آید ز جام عشق — اول ز یاد اهل خرد مدعا رود
چشمی که شد بخاک در دوست اشکریز — خاکش فشان اگر ز پی توتیا رود
چون سرو قامت تو کند جلوه در چمن — سروی که پای گل بود اول ز جا رود

از نیک و بد مرنج برهمن که در جهان
دانا کسی که در پی اهل صفا رود

۱۷۵

اگر آیی بشهر عشق سامانی دگر باید — ز یکرنگی میان کفر و ایمانی دگر باید (حقائق)
مرا هر لحظه باید مشق چاک تازه کردن — چو ماه نو مرا هر شب گریبانی دگر باید (تشبیه کامل)
براه آرزو کام دلم هرگز نشد حاصل — ز اسباب قناعت فکر آسانی دگر باید (قناعت)
که می داند علاج دردمندان محبت را — بدرد عشق تدبیری ز درمانی دگر باید

برهمن دامن آلوده ام شد قابل شستن
نه بهر شست و شویش چشم گریانی دگر باید

۱۷۶

به بیماری محبت ذره دردی دگر باید — چو آه گرم کم گردد دم سردی دگر باید
بآرایش توان صد چهره زرد از خزان کردن — در آیین محبت چهره زردی دگر باید
ز صحرای محبت میرسی اما نشانی کو — بسیمای تو از راه طلب گردی دگر باید

کجا نسبت بود با اہلِ معنی اہلِ صورت را
پئے تحصیلِ معنی جوہرِ فردے دگر باید

نباشد در طریقِ عشق رفتن کارِ ہر مردے
رہِ مرد آزما را برہمن مردے دگر باید

۱۷۷ عیش
بروئے اہلِ معنے قطرہ آبے دگر باید
بچشمِ آشنائے نشہ خوابے دگر باید

جز نفش کے توانم داد نسبت جعدِ سنبل را
کہ اینجا پیچ دیگر باید و تابے دگر باید

بیک شب با تو نتواں گفت حالِ روزِ ہجراں را
شبِ دیگر بود در کار و مہتابے دگر باید

اگر صد بار جواب خواہم بر دلم یکبارگی بکشاید
پئے تعظیمِ اربابِ طلب بابے دگر باید

مئے ظاہر نہ دانی نشہ را فکند نادان را
برہمن مردِ دانا را مئے نابے دگر باید

شراب برہمن

۱۷۸ عشرت حقائق
بروئے بیدلاں آرایش و رنگے دگر باید
بگوشِ اہلِ معنی صوت و آہنگے دگر باید

نمی گنجد ز وسعت در دو عالم یکدلِ عاشق
جہانِ تنگ را سیرِ دلِ تنگے دگر باید

کتابِ معرفت از عالمِ دانش بود بیدل را
پئے ادراکِ آں در سینہ فرہنگے دگر باید

بمجنوں کے تواں نسبت نمود اہلِ دانش را
کہ ناموسے دگر می باید و ننگے دگر باید

برہمن راہِ عشقت آں نگرد و طے بصد دل
اگر فرسنگہا طے گشت فرسنگے دگر باید

حقائق

۱۷۹ عیش دردِ دارا
دلِ عاشق رمیدہ میباید
وز دو عالم کشیدہ مے باید

بارِ عالم بفگن از سر و دوش
مردِ دانا جریدہ میباید

شستم از گریہ و سفید نشد
دفترِ دل دریدہ میباید

بو کہ افتد غبارِ دامانش
فرش ایں راہ دیدہ میباید

برہمن اضطراب لایق نیست
آدمی آرمیدہ مے باید

دردِ دارا

عدد ۱۸۰

کوی عشق است این که پای عقل در خون می‌رود | راه پیر اهل خرد تنگ است مجنون می‌رود
در میان چار دیوار قفس مرغ قفس | حیرتی دارم که چون می‌آید و چون می‌رود
وسعت معمورهٔ عالم دو گامی بیش نیست | هر که می‌آید درون نارفته بیرون می‌رود
حاصل عمر گرامی جمله خواب غفلت است | هر چه با افسانه می‌آید با افسون می‌رود

برهمن ناخوانده می‌داند که طرز نامه چیست
مرد دانا از پی ادراک مضمون می‌رود
(یک نکته بس)

۱۸۱ — درد دارا

دل من داغ از آن لالهٔ عذاری دارد | وز گل داغ درین باغ بهاری دارد
نرگس مست تو پیمانهٔ لبریز آورد | بهر آن کس که ز ته جرعه خماری دارد
دل شوریدهٔ ما را نتوان باز آورد | که میان شکن زلف قراری دارد
شیشه و صاف اگر اشک نه بست به ... | هر که بی آینه سینه غباری دارد

برهمن راه هوس با گل نبود چون بلبل
در شب هجر به بستر و سر خاری دارد
(درد دارا)

۱۸۲

در دل من آرزوی صحبت دیرینه ماند | این گره در خاطر و این آرزو در سینه ماند
مرد عارف خوش به آزادی و استغنا گذشت | زاهد ما زیر بار خرقهٔ پشمینه ماند
زنگ غم بر خاطر صافی دلان را کی گرد | در غلاف سینه‌ام دل محفوظ چون آیینه ماند
دشمنان را دوست می‌دارم چه جای دوستان | آنقدر مشق محبت شد که دل از کینه ماند

برهمن هرگز کسی از حال ما آگه نشد
این گهر در کان نهان چون گنج در گنجینه ماند

۱۸۳

ز مستی چشم او غیر از فسون سازی نمی‌داند | نهال قامتش غیر از جلوه پردازی نمی‌داند
به نرگس چشم او با باغبان سنجید در گلشن | ولی نرگس به پیش چشم شوخ طنازی نمی‌داند
ز آب دیده را بر سینه روشن می‌کردم | ولیکن طفل اشکم طرز غمازی نمی‌داند

در این پیرانه سر با تو جوانی صحبتے دارم
که فکر مصلحت کیشان بجز بازی نمیدانم

برهمن از لب هندی نژادان نکته می سنجد
زبان پارسی و ترکی و تازی نمیداند

۱۸۴

نفس ز سینهٔ ما آتشین برون آید
شرار از دل عاشق چنین برون آید

چو حلقه حلقه کند زلف عنبرافشان را
چه فتنه‌ها که ز کنج کمین برون آید

چنین ز بادهٔ رخ آتشین برافروزد
که آه از جگر آهنین برون آید

چگونه گریهٔ خونین نهان توان کردن
که ریزد از مژه و از آستین برون آید

نگاه لطف سوئے برهمن توان کردن
که غم ز خاطر اندوهگین برون آید

۱۸۵

لب او نسخهٔ اعجاز مسیحا باشد
زلف او سلسلهٔ گردن دلها باشد

پا بدامان کشم و سر بگریبان آرم
گر مرا هر دو جهان میل تماشا باشد

گذر انداخت مرا عشق به بزمے که در او
همچو گل شگفد از آبلهٔ پا باشد

تا درین بزم بصد دست نثار آرد پیش
آسمان بگسلد از عقد ثریا باشد

پادشاها ملکا دادگرا دین دارا
در جهان باش جهان دار جهان تا باشد

شرف داغ غلامی تو از و سے نرود
ماه چون ماهی اگر در تهٔ دریا باشد

فیض مے بارد ازین بزم برهمن که ز شوق
تن بتن هر سر مو ناطق و گویا باشد

۱۸۶

بیا که شوق باندازهٔ کمال رسید
شمار وعدهٔ دیرین بماه و سال رسید

نظر به بینش کم روزگار کے بندم
مرا که حال بسر حد اعتدال رسید

جهان بچشم حقیقت بخواب مے ماند
بخواب رفت بسر تا که در خیال رسید

فروغ عشق دل تیره را منور ساخت
صفای آئینه بر روی این مثال رسید

بخواب تا نرود چشم رہروان سحر — مگر صدائے جرس ہمسر گوشمال رسید
چگونہ خاصیت عشق را نہان دارم — کہ این معاملہ از قال تا بحال رسید
شگفتہ تر ز گل تازہ ساخت غنچہ طبع — ہر آن نسیم کہ از جانب شمال رسید
غبار معصیت از چہرہ میتوان شستن — کہ اشک توبہ پئے عذر انفعال رسید

ز ہوش برد مرا برہمن بوقت سحر
بگوش نالہ مرغ شکستہ بال رسید

حسرت اشعار شمار کریں

۱۸۷

شعلہ شوق تو چون گرمی بازار شود — اندک اندک بمیان آید و بسیار شود
صبح محشر مگر از پردہ بر آید بیرون — ورنہ زین خواب گران کیست کہ بیدار شود
میرود قافلہ عمر گرامی بشتاب — راہرو ماندہ شود تا کہ خبردار شود
فرق در ما و تو تا ما و تو ہستیم بس است — آخر این پست و بلند ہمہ ہموار شود

برہمن زلف بتان رست نگردد ہرگز
گر ترا بر سر مو رشتہ زنار شود

جہالت کی مذمت

۱۸۸

بیا کہ بیتو دلم رنج بے حساب کشید — بیا کہ کار دل از غم باضطراب کشید
چگونہ راز محبت نہان توانم داشت — کہ آہ سینہ من سر بآفتاب کشید
کسی کہ از مدد گریہ خواست وصل ترا — لب کنار بہ ہمیدہ خطے بروئے آب کشید
تہی است نسخہ عالم ز حرف مہر و وفا — زمانہ جز و محبت از این کتاب کشید
خمار عاشق مسکین ز بادہ دگر است — کہ خون دیدہ بجائے شراب ناب کشید
بداغ تشنہ لبی ماند بر کنارہ یاس — کسیکہ زورق امید بر سراب کشید

چگونہ خواب کند برہمن کہ در شب تار
بجائے ہر مژہ خارے بروئے خواب کشید

۱۸۹

عقل را در رہ وے پائے بداماں باشد — فکر را در طلبش سر بگریباں باشد

قوتِ بازوئے ہمت طلب اندر رہِ عشق
راہِ ہر مور نہ در بزمِ سلیمان باشد

نقشِ مقصود شود در نظرش جلوہ نما
ہر کرا آئینہ ز چاکِ گریبان باشد

مینخورد تیغ لبِ زخم و بہم میخندد
خندہ بر دیدہ کہ از دردِ تو گریان باشد

فرق یک گام در اینجا و عدم پیدا نیست
طے این راہ بیک جنبشِ مژگان باشد

بیش و کم در نظرِ پست کہ کوتہ بینی
ورنہ ہر چیز باندازۂ مہسان باشد

تفاوت منگر بیہدہ در دشمن و دوست
برہمن ہر چہ بخاک آمدہ یکسان باشد

تفرقۂ مذہب ناجائز ہے

۱۹۱

مرا ہمیشہ بدل غیرتِ صبا باشد
کہ آشنا بسرِ زلفِ او چرا باشد

کند ز پردہ تماشائے کارنامۂ حسن
اگر کسی بحجابِ تو آشنا باشد

بچشم ہر کہ رسد نور دیگر افزاید
غبارِ کوئے تو ہمرنگ توتیا باشد

تو در طریقِ محبت کج آمدی صد بار
وگرنہ راستی راہ رہنما باشد

بجرمِ رفتہ اگر عذر خواستی سہلست
بعذرِ رفتہ خطا گر کنی خطا باشد

نہ جنبشِ علم بدست آید نہ تقیدِ عمل
اثر کجا بہ تہی دستیٔ دعا باشد

برہمن ار نکند یادِ مدعا چہ عجب
کہ مدعا ہمہ در ترکِ مدعا باشد

۱۹۲

وگر ز عمرِ گرامی حساب خواہم کرد
ز ارتکابِ خطا اجتناب خواہم کرد

زبس کہ مشقِ گنہ مے کنم سرآسا ہم
کہ رفتہ رفتہ ز جزوے کتاب خواہم کرد

مرا محاسبۂ حالِ خویش در نظر است
وگر ز خویش بخود احتساب خواہم کرد

چہ شد کہ عمرِ گرامی بہ دیر و زود گذشت
اگر بتوبہ در آیم شتاب خواہم کرد

بجز سرشکِ طلب سدِّ راہ نگشاید
بگریۂ سحری فتحِ باب خواہم کرد

گرفتہ پیرِ مغاں جامِ مے بکیفیت
کہ اینقدر ز جہاں انتخاب خواہم کرد

بسینہ آتشِ دیرینہ تازہ مے سازد — وگرنہ یاد زعہدِ شباب خواہم کرد
وگر بوادیٔ دورِ زمانہ افتادم — فغان ز تشنہ لبی بر سراب خواہم کرد
ز بے ثباتیٔ قصرِ زمانہ دانستم — کہ نقشِ بستہ بروئے آب خواہم کرد
چہ فتنہا کہ نہ آید بدیدۂ بیدار — وگر بہ بسترِ آرام خواب خواہم کرد
مرا حجاب سرِ آفتاب را چہ حجاب — تو بے حجاب در آ من حجاب خواہم کرد
ز گرمیٔ نگہِ آفتاب دانستم — کہ آب دیدہ چو درِ خوشاب خواہم کرد
صلائے عیش باہلِ نشاط خواہم داد — سیخے کہ سینۂ خود را کباب خواہم کرد

دیدار

برہمن از گناہانِ من زمین پُر شد
بگریہ بر درِ رحمت جواب خواہم کرد

۱۹۲

تا ز کوئیش صبا نمے آید — دلِ عاشق بجا نمے آید
ناشناسائے حالِ خود گشتیم — کارِ دیگر ز ما نمے آید
آید از خاکِ کوئے دوست بچشم — آنچہ از توتیا نمے آید
گر بمعشوقہ مُرا در سیم — یا دم از مدعا نمے آید
دیدہ در راہِ عشق باید شود — طے ایں رہ ز پا نمے آید
اے خطا پوشِ ما ز ما بگذر — کہ ز ما جز خطا نمے آید

از برہمن مخواہ کارِ دگر
کہ ازو جز دعا نمے آید

۱۹۳

کسے ز بیکسیٔ ما بحالِ ما نہ رسد — کسے بحالِ غریبانِ بینوا نرسد
مرا ست دستِ طلب پست دامنِ تو بلند — ز کوتہی ست کہ دستم بمدعا نرسد
جبینِ شوق براہِ تو سودہ مے آئم — کہ طے بہر حلۂ عاشقی بپا نرسد
غبارِ کوئے تو کحل الجواہر بصر است — علاجِ دیدۂ عاشق بتوتیا نرسد

بود چہ حالِ دلِ خستۂ برہمن را[لہ]
ز کارخانۂ لطفِ تو گر دوا نرسد

لعلِ شیرینش[لہ] کہ با ما تلخ کارے ہا نمود	۱۹۴	شد نمک ریز و ادائے شکّریں با ما نمود
نقشِ دنیا در نظر یکسر خواب است لیک		کے بہ بینا داں نماید آنچہ بر دانا نمود
باں نسیمِ صبح گاہے خندۂ گل کے کند		در سحرگہ آنچہ با ما گریۂ مینا نمود
من گوارا ساختم شیریں تر از جانِ عزیز		آنچہ با من تلخئ آں لعلِ شکّرخا نمود

مے تواند گوہرِ مقصود دادن برہمن
دیدۂ ما آنکہ بہرِ مصلحت، دریا نمود

دیدہ را جز برخِ خوبِ تو وا نتواں کرد	۱۹۵	چشم یک چشم زدن از تو جدا نتواں کرد
پئے تعظیمِ قدِ ناز تو اے سروِ روا		چہ تواں کرد اگر پشتِ دوتا نتواں کرد
دلِ آشفتہ دلاں در خمِ زلفش خوش شد		بعد ازیں ہمرہے بادِ صبا نتواں کرد
پائے ہر کس کہ بود منتِ او بر سرِ ماست		خویش را گر بتواں کم ز گیا نتواں کرد

حقائق و معارف

برہمن ہرچہ خدا خواست ہماں خواہد شد
نسبتِ ہرچہ بود غیرِ خدا نتواں کرد

لہ - نواب سعد اللہ خان کو ایک رقعہ میں تحریر فرماتے ہیں:- "غزلے کہ بحفظِ شوقِ صحبتِ عالی باوجود اینکہ دماغِ سخن نداشت، بدیہہ گفتہ فرستادہ امید کہ باصلاحِ حضارِ مجلسِ سامی در آید" بہار

لہ - حضرت عبدالرحیم صاحب بسمل کراذی یہ غزل عطا فرماتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس غزل کی نسبت برہمن استدعا فرماتے ہیں:- "غزلیکہ بتازگی طرح شدہ بود، مرقومِ قلمِ شکستہ رقم گشت"......

بمطالعہ اربابِ سخن در آوردہ استدعائے اصلاح نمائید"

ردیف ذال معجمہ

ع ۱۹۶

صبا میار از آں یار در نظر کاغذ — کہ بے رخش بجگر میزند شرر کاغذ

کدام لب شکرے دست کرد حیرانم — کہ تازہ مشت نمک ریخت بر جگر کاغذ

شب فراق بود عاشق ستمکش را — ز خون دیدہ سیاہی ز چشم تر کاغذ

شرار در جگرم زد چنانچہ کرد کباب — بحیرتم کہ چہ پیچیدہ بود در کاغذ

ز گریہ چشم برہمن سیاہ گشت و سفید — کہ داشت پیش نظر شام تا سحر کاغذ

ردیف رائے مہملہ

ع ۱۹۷

چگونہ از تو شود خاطرم شکیب پذیر — کہ دست عشق تو شد در دلم گریبانگیر

صبا ز سنبل زلف تو رہ برون نبرد — کہ کرد معجز حسن تو باد در زنجیر

کرا مجال سخن پیش روی دست نگر — ز حال خود بزبان نگہ کنم تقریر

ز جیب صبح چو خورشید سر برآرم — اگر بیاد سر زلف او کنم شبگیر

اثر سنگ کند برہمن در دل او — خموش کرد مرا نالہای بے تاثیر

در دو ارا

ع ۱۹۸

زہے بدام ہوس گشتہ ہمچو مرغ اسیر — بفکر خام فرو ماندہ در قلیل و کثیر

کجا بعالم تقدیر بے توانی برد — کہ ماندہ بغلط در شکنجہ تدبیر

(۴) فلک ز کیسۂ عمر تو نقد برد و ہنوز — چو طفل نازکنی در کنار عالم پیر

(۳) ز سر برہنہ زمین ادب کلاہ غرور — دل شکستہ بدست آر و دست خستہ بگیر

باہل جرم چو فرمودہ کہ عذر کنند — ز روئے لطف و کرم عذر برہمن بپذیر

ع ۱۹۹

شلے دارم بزلف او گرفتار — کہ دارد با گرفتاری سر و کار

بغفلت مردِ ناداں در فریب است — بدنیا دل نه بندد مردِ هوشیار
ز ناهمواریِ دنیا گذر کن — که آسان بگذراند مردِ هموار
نمک بر زخمِ دل‌ریشاں که بستی — نبودی لعلِ خوباں گر شکربار
دلِ آزادگاں کے رفتے از دست — نبودی اگر آن طرهٔ طرار
نخستین غنچه‌هائے بلبلاں ده — پس آنگه سیر کن در صحنِ گلزار
چه می‌بندی نظر بر خرمنِ گل — که گل در دیدهٔ بینا بود خار
بآزاری سرِ موئے منه پائے — کسے را یکسرِ موئے میازار
زمانے گوش کن بر قولِ سعدی — چه سعدی بلبلِ فرخنده منقار
بدست آوردنِ دنیا هنر نیست — یکی را گر توانی دل بدست آر

(سعدی) [illegible]

برهمن هر که دارد دست در کار
دلش باید که باشد سوئے دلدار

۲۶۷ عجز و نیاز

زروئے عجز نه بر زمین جبینِ نیاز — که با شکسته دلانیم و او شکسته نواز
چو اشک پرده درِ حالِ راز داراں نیست — بروئے او نتواں کرد دیده محرمِ راز
فروغ سینه ز تاریک خاطراں مطلب — که غافلند ز راهِ حقیقت اهلِ مجاز
خوش آں گروه که خم کرده قامتِ دل را — بسوئے قبلهٔ آن روی می‌کنند نماز

حقائق و معارف

برهمن از سرِ زلفِ تو برد یکسرِ موئے
بس است یکسرِ موئے تو عمرِ دراز

۲۰۱

دیده‌ام شد خشک و طوفاں در کمیں دارم هنوز — موجِ دریا در شکنجِ آستیں دارم هنوز
میرسد نزدیک تر هر دم شتابِ روزگار — من ز خامیها امیدِ دوربیں دارم هنوز
از ندامت دودِ آهِ من گذشت از آسماں — در خجالت روئے عصیاں بر زمیں دارم هنوز
بیگناه است آنکه بر امیدِ رحمت کرد جرم — جرمِ ام از حد رفت چشمِ آفریں دارم هنوز

دامن عصیان بآب دیده شستم برهمن
لیک نقش سجدهٔ بت بر جبین دارم هنوز

۲۰۲ گرمی شوق

بگذشت عمر گرم تمنا نفس هنوز — وین مرغ پرشکسته طپان در قفس هنوز
دل می برد بمحمل لیلی کشان کشان — در گوشش نارسیده صدای جرس هنوز
آمد بهار و رفت و چمن تازگی گرفت — بر شاخ مانده میوهٔ ما نیم رس هنوز
عشق آتش بلند برافروخت است ما — پنهان کنیم شعله بدامان خس هنوز

گشتیم پیر برهمن از تیره باطنی
از لذت گناه نه کردیم بس هنوز

۲۰۳ خودداری

آبی که آبرو ببرد در گلو مریز — آب از دو دیده ریز ولی آبرو مریز
〃 چون غنچه عیش کن بگریبان فگنده سر — در عمر یک دو روزه چو گل رنگ و بو مریز
صبر گر خون دیده جوش زند ضبط گریه کن — هرگز ز دیده قطرهٔ اشکی فرو مریز
〃 از هر که بشنوی سخن تلخ گوش کن — بیهوده آبروی پی گفتگو مریز

در شربتی که زهر غمش نیست برهمن
هرگز بسوی لب مبر و در گلو مریز

۲۰۴

ساخت سرگرم مرا نشئهٔ صهبا امروز — خنده آورد مرا گریهٔ مینا امروز
کار امروز بفردا مفگن جام بیا — نتوان خورد غم وعدهٔ فردا امروز
جام در گردش و ساقی بحریفان سرخوش — مجلس خوب ترین است مهیا امروز
نوبهار است جنون جوش زنان می آید — همعنان آمده دیوانه و دانا امروز

برهمن نظم تو از عالم بالا آید
گهر افشاند بُرد عقد ثریا امروز

غ ۲۰۵

خبر ندارم از آن یارِ مهربان امروز — گذشت وعده و هیچ است در میان امروز

صلا دهید بمرغانِ ریزه خوارِ سخن — که هست طوطیِ سخنم (طبعم) شکرفشان امروز

ز آفتابِ حوادث کسے نیاساید — که چیست سایهٔ سرے زیرِ آسمان امروز

سخن ز عالمِ بالا مگر فرود آمد — که آمد این غزلِ تازه بر زبان امروز

گذشت نوبتِ مجنون ز کارخانهٔ عشق — برهمن است درین کهنه دودمان امروز

ردیفِ سینِ مهمله

غ ۲۰۶ [illegible]

نگارِ من ز استغنا نمی بیند بسوی کس — که روی خویش در آئینه می بیند نه روی کس

سرِ موئے ندارد باک آن ماهِ هلال ابرو — اگر در آتشِ غیرت بسوزد مو بموی کس

هزاران بخیه باشد کارگر چاکِ گریبان را — بچاکِ سینه کمتر راست می آید رفوی کس

جهان دریائے پُر جوش است تا بر کنارِ آن — همه لب تشنگان و نمی گردد گلوی کس

میانِ گوشهٔ میخانه با یک جرعه خو کن تو — سلامت کم رود زین کوچه تا بیرون سبوی کس

غبارِ دامنِ آلوده را چشمِ ترے باید — بغیر از چشمِ تر بیهوده باشد شست و شوی کس

برهمن سینه جوش آورد و طوفان زیر شد چشمم — چه خوش باشد که آبِ رفته باز آید بجوی کس

ردیفِ شینِ معجمه

غ ۲۰۷

چو غنچه در رهِ تسلیم پا بدامان باش — چو گل ز خونِ جگر غرقه در گریبان باش

علاجِ زنگِ گناه صیقلِ لبِ [illegible] — ز کردهای خطا بعد ازین پشیمان باش

ادب ز صحبتِ رندانِ پارسا آموز — بگیر جرعهٔ پیمانه و به پیمان باش

بپیا ز زلف و رخ آن نگار در شبِ تار / چو ابر گریه کن و همچو برق خندان باش

خیالِ زلفِ بتان برهمن مده در دل
وگرنه همچو نسیمِ صبا پریشان باش

ع ۲۰۸

شرمنده ام به سینهٔ درون سیاه خویش / در حیرتم چنانکه ندانم گناهِ خویش
جز قامتِ بلند تو ام دستگاه نیست / افتاده ام بگیر مرا در پناهِ خویش
آن بلبلِ شکسته زبانم که در چمن / آسوده ام به سبزهٔ پشتِ گیاهِ خویش
تا ماه اقتباس کند نور را ز مهر / من مهر ذره ام نه نمایم ز ماهِ خویش

تا برهمن ز خاک نشینان او شدم
بر فرقِ آفتاب بسایم کلاهِ خویش

ع ۲۰۹

شدم به بحرِ محبت غریقِ طوفانش / که جز به ساحلِ غم نیست حد و پایانش
فلک بساط فروچید و اهلِ عالم را / گرسنه چشمیِ امید کرد مهمانش
همیشه چاکِ جگر مشقِ دستِ همتِ اوست / کسی که چاکِ هوس نیست در گریبانش
دلم چگونه ازین سیلِ جان تواند برد / که موجِ چشمهٔ عشق است و در نمکدانش

قدم دلیرانه برهمن بوادیِ عشق
هزار قافله گم گشته در بیابانش

ردیفِ صادِ مهمله

ع ۲۱۰

بود همیشه مرا با بتان نهان اخلاص / نهان خوش است که آلایشِ زبان اخلاص
مرا درون و برون صاف شد ز یکرنگی / میانِ سینهٔ تو دهد تا بجان اخلاص
تو خواه مهر کن و خواه قهر کن نرود / برون ز سینهٔ عاشق بامتحان اخلاص
قدم بنه به رهِ عشق مخلصِ او شو / که هست قاعدهٔ راهِ عاشقان اخلاص

میانِ کیش برہمن فا دیگی است
کہ قائمیست دریں کہنہ دودمان اخلاص

سناتن دہرم کی ہے

ردیف ضادِ معجمہ

ع ۲۱۱ عمر گرامی پرداز خیال

نداد رسید بگوشم ز مبدۂ فیاض — کہ نقدِ عمر ز کف میرود مکن اغماض
وجودِ مردمِ دانا بود ہمیشہ بہار — چو غنچہ تنگ مباش اندریں شگفتہ ریاض
زبسکہ تا سحر از غم گریستم بفراق — ز شوقِ گریہ مرا رنگِ دیدہ گشت بیاض
بروئے دوست مرا اختیار تابی نیست — خطا کند چو نصیحت کرم کند اعراض

برہمن از غرضِ خویش دارد استغنا
خوش آں کسے کہ بروں آمد از غمِ اغراض

ردیف طا مُہملہ

ع ۲۱۲

چہ بستہ دلِ آزادہ را بگنبدِ رباط — کہ زادِ حسنِ عمل میرسد براہِ صراط
زمانہ بہرِ تو دیباے غم سے پیچید — تو بہرِ گرمیِ ہنگامہ گستریدہ بساط
بنو بہار نگردد شگفتہ غنچۂ دل — بفصلِ گل چو چمن نشگفد مرا چہ نشاط
زمانہ در خورِ قدِ جہانیاں دوزد — طرازِ کسوتِ عمرِ عزیز چوں خیاط

کسے بروں نرود برہمن ز گردشِ چرخ
نمودم ایں سخن از دورِ چرخ استنباط

ردیف ظاءِ معجمہ

ع ۲۱۳

چند بیہودہ کند دربدر ماجرا واعظ — فرقِ بسیار بود از برِ دانا و واعظ

باز محتاج بوعظ دگران خواهد بود
گر نشیند بسر موعظه با ما واعظ

پنبه در گوش من انداز که در بزم نشاط
باده هم صحبت من گشته و مینا واعظ

راه دیوانگی از عالم دیگر باشد
هست در بزم جنون بیهده گویا واعظ

برهمن پند کسی در دل ما جا نکند
چه کند با دل آمادهٔ سودا واعظ

ردیف عین مهمله

۲۱۴

هر نفس پروانه بال افشان شود بر نور شمع
موسی عشق است زان سر بر زند از طور شمع

دودمان آتش افروزان بسے رونق گرفت
قابلیت کرد تا پروانه را منظور شمع

در خیال آفتاب روئے او مغز سرم
ذره ذره تا سحر میریخت چون کافور شمع

از فروغ شعله چشم عندلیب آگاه نیست
ثبت بر بال و پر پروانه شد منشور شمع

ای برهمن چهره را در سوختن افروختند
میتوان آموختن از خاطر رنجور شمع

ردیف غین معجمه

۲۱۵

ز بسکه لخت جگر آمدم برون ز دماغ
درست دیدهٔ تر گلشن و گریبان باغ

مبین بکوتهی خویش و پا فراتر نه
که بال همت پروانه می رسد بچراغ

کند مرا ز نسیم بهار مستغنی
اگر شمیم سر زلف او رسد بدماغ

ببوی گل شدم از دست گر مرا خواهند
میان برگ گل تازه ام کنند سراغ

اسیر ماند دل برهمن که ممکن نیست
بدور حسن تو زان خط سبز خط فراغ

ردیف فٔ

۲۱۶

بگردِ عارضِ او تا سیاه خط زده صف — فتاده کارِ دلِ ناتوانِ ما دو طرف
متاعِ عقل بدکانِ عشق نایاب است — که هست مایهٔ دانا بشهرِ عشق تلف
مراست مهرِ تو در دل چو مشک در نافه — مرا خیالِ تو در سینه چون گهر بصدف
تو تیرِ غمزه بزن هر قدر که بتوانے — که هست سینهٔ صافی دلان بجائے هدف
برهمن آنکه غم از سینهٔ حزین ببرد — ببانگِ چنگ بگویم که نیست جز نے و دف

خوبی بیان

ردیفِ قاف

۲۱۷

صرف بارہ اس غزل کے اشعار دستیاب ہو پائے ہیں

تویی که ساقیٔ وحدت نه کوثرِ تحقیق — نخست داده بدستِ تو ساغرِ تحقیق
به بحرِ معرفتِ ایزدی دلت غواص — ز قعرِ فکر برآورده گوهرِ تحقیق
محققان ز تو تحقیقِ حق کنند مدام — که هست ذاتِ شریفِ تو مصدرِ تحقیق
دلے تو سرورقِ جزء آفرینشِ حق — قضا کشیده بر آن صفحه مسطرِ تحقیق
بکلکِ فیضِ نگارنده‌ے نقشِ کمال — رقم بنامِ تو کردند دفترِ تحقیق
ظهور خواست جمالِ حقیقتِ ازلی — ترا ز فیضِ ازل کرده مظهرِ تحقیق
عرض بجوهرِ ذاتِ تو عینِ جوهر شد — ز عرضِ حالِ تو پنداشت جوهرِ تحقیق
تو جسم کرده بر آئینهٔ حقیقت بار — لفافه‌ے ز برت نیست تا درِ تحقیق
جهالت تیره برآمد ز ظلمت آن گاه — چو مهرِ فکرِ تو سر زد ز خاورِ تحقیق
بر آسمانِ حقیقت ترا عروج سزد — که هست ذاتِ شریفِ تو محورِ تحقیق
ز روئے لطف دلِ تیرهٔ برهمن را

فروغ رای تو آورد بر سر تحقیق

عدد ۲۱۸

تمام عمر مرا صرف شد بفکر عمیق / ولی ز اصل سخن نکته‌ای نشد تحقیق

نگشت بصفحهٔ ایام خط بطلان را / که حکم عقل نبود از برای این تفریق

گره گشایی ایام در بستان داری / مدار رشتهٔ همت بعقدهٔ تعویق

قبول عذر گناه از کسی توان کردن / که بر رقیمهٔ تقصیر خود کند تصدیق

سخن چو طوطی شکرزبان توان گفتن

یکی نشست خط خواهش از صحیفهٔ دل / بسی نوشت برهمن شکسته و تعلیق

وگرنہ ہست بسے درنوازیاں چو ہنی بانگمہ خر

ردیف کاف (عربی)

عدد ۲۱۹

کسی که از غم عشق تو سینه دارد چاک / ز چاک‌های گریبان بکوچه دارد باک

بگرد دامن شان گرد امتحان نرسد / که صیت گوشه‌نشینان گذشت از افلاک

برون ز فهم و خیال است صورت معنی / خیال ناقص دانا کجا کند ادراک

حقائق و معارف

درین سرای سپنجی غبار راه مشو / اگر چو آب روان میروی برو بر خاک

غم زمانه چو عیش زمانه می‌گذرد / درین رباط کهن برهمن مشو غمناک

بے ثباتی دہر

ردیف کاف (فارسی)

عدد ۲۲۰

از غم هجران دلم در سینه می‌آید بتنگ / بر امید وعدهٔ دیرینه می‌آید بتنگ

تقدیر و تدبیر

پیش تاب زلف و روی او کرا باشد قرار / شانه در هم میشود آیینه می‌آید بتنگ

صفائی باطن

سینهٔ بی‌کینه چون آیینه دارم پر ز جوهر / گر رسد در وی خیال کینه می‌آید بتنگ

در لباس ظاهری باشد برهمن صبح لباس

مرو را از خرقهٔ پشمینه می آید ننگ

ردیف لام

۲۲۱ ع

بود بگرد تو گردیدن خیال محال — که هست ذات تو فارغ ز فهم و عقل و خیال
کجاست طایر اندیشه را مجال نخست — که در هوای سر بام او گشاید بال
مرا چو آینه شد سینه در تصور دوست — ز عشق فیض و گر یافت این شکسته سفال
مجال تنگ شود چون بعرصهٔ تو رسد — بعرصهٔ تو نهادن قدم کراست مجال

چو روز حشر برهمن حساب پیش آرند
بآب دیده بشویم نامهٔ اعمال

۲۲۲ ع

بسی بلطف خداوند ایزد متعال — علاج درد گنه توبه شد پس از چل سال
کمال و نقص چو یک جا شود یکی گردد — بنقص غیر نه پیچید عارفان کمال
چو تو به راه لقا شد بوای خاصم — ازین سبب من و توفیق و استقامت حال
غبار راه طلب چون بدیده ام بنشست — ز روی آینهٔ دل زدود زنگ ملال

دو دیده تر کند و آب دیده پیش آرد
بروز حشر گر از برهمن کنند سوال

ردیف میم

۲۲۳ ع

در سلسلهٔ زلف تو آرام گرفتیم — رستیم چو آرام درین دام گرفتیم
بیداری ما دست نزد در کمر صبح (خوبی بیان) — ما دامن صبحی ز سر شام گرفتیم
در راه محبت چو نهادیم قدم را (نزاکت بیان) — گام دو سه از باد صبا دام گرفتیم
چون میگذرد عمر ز اندیشه چه حاصل (فلسفه) — این فائده از گردش ایام گرفتیم

حقائق و معارف

تا پائے نہادیم برہمن برہ عشق
کونین باندازۂ یک گام گرفتیم

۲۲۴

چو لالہ داغ غم عشق بر جبیں دارم
گہے بعشوہ سپاہ دسے گہے بغبغب دہد
ترا اگر دل سنگیں بود مرا چہ زیاں
ز اضطراب نفس بیحوم لب بسینہ نگر

چو گل ز لخت جگر خوں و آستیں دارم
چہ فتنہ ہا کہ ز چشم تو در کمیں دارم
کہ من مقابل آں جان آہنیں دارم
بدل خیال سر زلف عنبریں دارم

مرا بر شتۂ زنار الفتے خاص ست
کہ یادگار من از برہمن ہمیں دارم

۲۲۵

بجوشد ہمچو ابر نو بہاراں چشم گریانم
غبار معصیت آئینۂ دل تیرہ میدارد
مریض جرم را ناصح علاج از توبہ فرماید
بشوئید دامن آلودہ را اشک پشیمانی

ز چاک دل گواہی میدہد چاک گریبانم
مگر اشک ندامت صاف سازد زنگ عصیانم
چو من بیمار نادانے نشدم این ست درمانم
بنادانستہ بد کردم چو دانستم پشیمانم

برہمن ابر رحمت دامن آلودہ میخواہد
ببارا اے ابر رحمت بر سرم کالودہ دامانم

۲۲۶ تشبیہ کامل

درغم تازہ ایں چرخ دو تا کہنہ شدیم
روز دیوان جزا تا چہ کند اہل حساب
سبزۂ خاک نشینیم کہ در راہ نیاز
نرسیدیم بشہرے و نہ دیدیم رواج

کینہ چرخ نشد کہنہ و ما کہنہ شدیم
ما خود از کشمکش خوف و رجا کہنہ شدیم
بر امید نفس باد صبا کہنہ شدیم
وہ چہ جستیم دریں مرحلہ ہا کہنہ شدیم

برہمن تازہ کند ابر بہاراں روئے
گرچہ ماندگیا و رتہ پا کہنہ شدیم

۲۲۷

مخمور مسکن دیدہ کہ از خواب نیفتم
باز لف مدہ تاسب کہ از تاب نیفتم

در جاہِ زنخدانِ تو موجیست دل افروز — مشکل کہ من از شوق بگرداب نیفتم

آن سبزۂ خشکم کہ سموم و ہد آتش — بر روئے زمین افتم و سیراب نیفتم

مقصودِ دل از سیرِ دو عالم نتوان یافت — من در پئے این مطلبِ نایاب نیفتم

اے برہمن از بہر شگفتن چو گل تو — چون غنچہ ہمہ وقت بجو تاب نیفتم

۲۲۸

حقائق: عالمِ صورت بمعنے آشنا فہمیدہ ایم — کے بفہمد کس در آید آنچہ ما فہمیدہ ایم

تعصب بیجا: در حقیقت نیست چون بیگانگی در روزگار — ما بخود بیگانگان را آشنا فہمیدہ ایم

قناعت: در میانِ جامۂ دیبا کجا آید بدست — آن فراغتہا کہ در دلقِ گدا فہمیدہ ایم

بے ثباتی دہر: آسیائی چرخ میگردد دگر در روز و شب — خویشتن را دانۂ این آسیا فہمیدہ ایم

خوبیٔ بیان: مدعائے ہر یکے در حاصلِ ہر مدعاست — ما برہمن ترکِ آن را مدعا فہمیدہ ایم

۲۲۹

تسلیم و رضا

زمن بسنج کہ تحمل جفائے تو ام — براہِ عشق کمر بستۂ رضای تو ام

جدا نمیشوم از خاکِ آستانۂ تو — زیر پائے تو مانند نقشِ پائے تو ام

بجز رضائے تو دم برنمیتوان آورد — بہر کجا کہ روم تابعِ رضائے تو ام

چہ نسبت است مرا با تو در سخندانی — ہمین قدر کہ ادا فہم نکتہ‌ہائے تو ام

برہمن از سرِ کوئے تو کے رود بیرون — تو آفتابی و من ذرہ در ہوائے تو ام

۲۳۰

مخلص خطہا

تو دادی خطِ آزادی بپائے سرو و سوسن ہم — گرفتی خطِ عہدۂ بندگی از قمری من ہم

ترا صد بار منت بر نگاہِ لالہ و ریحان — مرا چون غنچہ کامے شد گریبان چاک دامن ہم

شدای باغبان از سیرِ گلشن منتے بر من — کہ عمرے میتوان آسان بسر بردن بگلخن ہم

مرا از خندہٴ گل گریہٴ بلبل بیاد آمد ... کہ باشد در جہاں پیوستہ با عیش و شیون ہم

تو ہر جا می‌روی ہر کس بجائے خویش میجوید
ترا در کعبہ جوید شیخ و در خانہ برہمن ہم

تکرار ہم ہی بجا ہے

٢٣١ — ہزج — یا من امید

کہ دارد از بہارِ عشق سامانے کہ من دارم ... شود گل داغ از بس چاکِ گریبانے کہ من دارم
مرا از گنج گوہر میکند ہر لحظہ مستغنی ... بدستِ جوہش کلکِ گوہر افشانی کہ من دارم
طریقِ ناامیدی در کمین امیدہا دارد ... برآرد سر ز منزل راہِ آسانے کہ من دارم
غبارِ آرزو برگرد دامانم کجا گردد ... دو عالم چوں غبار افشاندہ دامانے کہ من دارم

برہمن در دکانِ نکتہ سنجاں کی بہا دارد
متاعِ رائیگان و جنسِ ارزانی کہ من دارم

٢٣٢

از مشامِ زلفِ مشکینش سحر میخواستم ... قصہٴ شبہائے ہجراں مختصر میخواستم
از دیارِ یار می‌آئی نسیمِ زلف گو ... از تو اے بادِ بہاری اینقدر میخواستم
سرگراں داریم و مخموریم ساقی ہمچنے ... گر نباشد جامِ مے خونِ جگر میخواستم
سینہ بریاں دیدہ گریاں حاصل بود و بس ... گر ز اسبابِ تعلق خشک و تر میخواستم

سدِّ راہِ ما برہمن طرزِ مجنوں میشود
ورنہ محبت را طریقِ دیگرے میخواستم

٢٣٣

روزگاریست کہ در کوئے تو مسکن دارم ... بخیالِ تو دل و دیدہ چو گلشن دارم
ہوائے سرِ زلفِ تو دلم در بند است ... مرغِ آزادم و در دام نشیمن دارم
در بہارم ز خزاں بیش بود حیرانی ... بلبلِ زارم و ہنگامہٴ شیون دارم
بگریبان نزنم دست کہ چوں غنچہ ز شوق ... خونِ دل میخورم و پاے بدامن دارم

ہر یکے در پئے کم گشتہ خود میگردد
من نظر بر اثرِ راہِ برہمن دارم

مطابق نسخۂ [illegible]

۲۳۴ (شاہجہاں کی تید)

ہر چند بسنگِ خارا سازم — با سنگدلاں چہ چارہ سازم
ہر نقش کہ سر زند درست است — بیہودہ چہ استخارہ سازم
آفاتِ روزگار بسیار تو — وقت است کہ با کنارہ سازم
ایں نسخۂ دل کہ باطل افتاد — آں بہ کہ بدست پارہ سازم
یک بار بہ برہمن نظر کن — تا با دو جہاں دو بارہ سازم (یادِ دارا)

۲۳۵ (دربِ دارا)

ما در دلِ خویش نہفتیم و نگفتیم — شب تا سحر از درد نخفتیم و نگفتیم
در رشتۂ مژگاں ہمہ شب دانۂ اشکے — از غیر نہاں داشتہ سُفتیم و نگفتیم
در راہِ محبت بخیالِ قدمے او — صد مرحلہ را با مژہ رُفتیم و نگفتیم
آں حرف کہ از رازِ محبت خبرے داشت — از غیر نہفتیم و نگفتیم و نگفتیم
در سینۂ خود راز غمِ عشق برہمن — چوں غنچہ بصد پردہ نہفتیم و نگفتیم

۲۳۶ (یادِ دارا)

در انتظارِ نوش تو با نیش ساختیم — در کنجِ بے کسی بغمِ خویش ساختیم
در اختلاط نیست دو رنگی بکیشِ ما — یکساں بہر توانگر و درویش ساختیم
کونین مختصر بود آنجا کہ دانش است — در عالمِ رضا بکم و بیش ساختیم (دربِ دارا)
یک قطرہ خوں بروں نچکید از درونِ ما — مانندِ طفلِ غنچہ بصد نیش ساختیم (〃)
ما سازگارِ عشق بتانیم برہمن — با کس نساختیم و باین کیش ساختیم (دربِ دارا)

۲۳۷ (دربِ دارا)

دردمندم نظر جانبِ روئے دارم — مو بمو شوقِ رخِ سلسلۂ موئے دارم
چاک در سینۂ عاشق بود آسایشِ دل — کافرم گر ہوسِ تار رفوئے دارم (〃)
نشوم بیہدہ ممنونِ تو اے بادِ شمال — کہ ہوا در سرِ زاں غالیہ موئے دارم (〃) (دارا)

دیده پیش از دل و دل پیشتر از دیده رود | درد دارا | باز کوئے گذرے بر سر کوئے دارم

برهمن خشک نگردد چمن خاطر من
که من از دیده تر آب بجوئے دارم
درد دارا

ع ۲۳۸ درد دارا

از خون دیده بود سفالے که داشتیم | وز لخت سینه بود کبابے که داشتیم
شد عجز ما وسیلهٔ عذر گناه ما | " | شستیم زآب دیده حسابے که داشتیم
تا بر فروغ صورت معنی نظر فتاد | " | از پیش دیده رفت حجابے که داشتیم
تا با خیال روئے تو گردید آشنا | " | فارغ نشست دیده ز خوابے که داشتیم

دارد بیاد روئے تو آباد برهمن
ویران دل شکسته خرابے که داشتیم
درد دارا

ع ۲۳۹ درد دارا

حل شد ز فیض عشق محالے که داشتیم | حالے دگر فزود بحالے که داشتیم
هموار ساختیم باندازهٔ حساب | " | با خویشتن جواب و سوالے که داشتیم
سربسته ماند راز نهان در میان دل | " | یکسان گذشت نقص و کمالے که داشتیم
ز آب و تاب عشق چو آئینه صاف شد | " | آن کهنه و شکسته سفالے که داشتیم

عهد شباب میرود از دست برهمن
آید مگر بخواب خیالے که داشتیم
دارا کے بعد عروج کا زوال

ع ۲۴۰ درد دارا

یاد آن روزے که روزے روزگارے داشتیم | سرو قدے بر کنارے جویبارے داشتیم
اختیار کار ما در عهدهٔ گردون نبود | هرچه میکردیم با خود اختیارے داشتیم
درد دل را راحتی از غمگساران میرسید | غم نبود از غم چو یارے غمگسارے داشتیم
هر یکے در صحن گلشن بهر گلے دارد نظر | ما نظر بر جلوهٔ آن گلعذارے داشتیم

دیده جوش آورد از اشک ستمها برهمن
شست و شو دادیم اگر بر دل غبارے داشتیم

هرگز از خانه پی کسب تمنا نروم	۲۴۱ع	سیر عالم کنم و یک قدم از جا نروم
صحبت اهل جنون تشا ردیگر وارد	یاد دارا	باد مجنون کنم و از پی دانا نروم
دُرِ ناسفته بمژگان من ارزانی باد	″	از پی گنج گهر تا لب دریا نروم
ساغری حوصلهٔ همت من لبریز است	″	بهر یک جرعه بدریوزهٔ مینا نروم
برهمن یوسف من در دل من جا دارد من ببازار طلب همچو زلیخا نروم		یاد دارا
مست عشقم خانه ویرانه را گم کرده ام	۲۴۲ع	وز سر مستی ره میخانه را گم کرده ام
هر کجا شمعیست سوزان شعله بر من میزند	یاد دارا	در بغل گویی پر پروانه را گم کرده ام
گر بکاوی سینه ام حرفی نمی آید برون	″	از زبان تا دل ره افسانه را گم کرده ام
دانه دانه اشک اگر از دیده ام زیر دست	″	بیقرارم گوهر یک دانه را گم کرده ام
هان برهمن همتی همراهی من کن که من در خم زلفش دل دیوانه را گم کرده ام		درد دارا
دور از تو همچو نقش بدیوار مانده ایم	۲۴۳ع یاد دارا	در پیچ و تاب عشق گرفتار مانده ایم
او هر طرف که مینگری جلوه میکند	″	ما منتظر بوعدهٔ دیدار مانده ایم
گر پشت خم کنیم تواضع ز بار وست	″	در زیر بار عشق گرانبار مانده ایم
جمعیت حواس طلب کن نه گنج فقر	″	ما در میان تفرقه بسیار مانده ایم
هر تار موی ما شده زنار برهمن ما در میان چو رشتهٔ زنار مانده ایم		یاد دارا
ما عیش خود ز جور فلک کم نمی کنیم	۲۴۴ع نونهٔ دارا	بیهوده پشت همت خود خم نمی کنیم
آن خشک سبزه ایم که در موسم بهار	یاد دارا	یاد نسیم و خواهش شبنم نمی کنیم
چون طفل غنچه خون جگر می خوریم و لیک	″	لب تر ز آب کوثر و زمزم نمی کنیم

از خود گذشتن است نخستین درین طریق — یاد دارا — خود را براهِ عشق تو محرم نمی‌کنیم

ما برہمن نظر بگلِ تازه بسته‌ایم
بیهوده سیرِ گلشنِ عالم نمی‌کنیم

۲۴۵ — مراعاۃ النظیر

همیشه عذر زلبهائے عذر خواه کنیم / بلذتِ کرمش رغبتِ گناه کنیم
صفائے حُسنِ عمل نیست در جریدهٔ ما / مگر بمشقِ گناه نامه سیاه کنیم
جدا ازاں رُخ چوں ماه در شبِ ہجراں / ستاره را بشماریم و یادِ ماه کنیم
طریقِ عشق دراز است و ما تهی دستیم / مگر زخونِ دل و دیده زادِ راه کنیم

مقام بر سرِ کویش برہمن از سرِ شوق
تمام عمر بامید یک نگاه کنیم

۲۴۶

فغاں که عمر بسر رفت و ما نه فهمیدیم / زِ هستِ بود جہاں مدعا نه فهمیدیم
براں براهِ محبت شدیم کام گذار / که خار را ز گل و پا ز سر نه فهمیدیم
دنیا — چو دانه هر که درون شد برون نمی‌آید / غرض ز گردشِ ایں آسیا نفهمیدیم
تازگی خیال — جز ایں قدر که کند مایلِ پریشانی / ز زلف نسبتِ بادِ صبا نفهمیدیم

صفائی سینه طلب برہمن که در رهِ عشق
بصد زباں اثرے در دهن نفهمیدیم

۲۴۷

ما خود برنگ و بوئے رخِ گل گرفته‌ایم / پروانه‌ایم شیوهٔ بلبل گرفته‌ایم
از پیچ و تابِ زلف کسے صید بیاد / زانرو همیشه دامنِ سنبل گرفته‌ایم
از جا نمی‌رود دلِ آسوده خاطراں / ایں ملک را بتیغِ تحمل گرفته‌ایم
یاراں در انتظارِ لطفے نشسته‌اند / ما کامِ دل ز فیضِ تنزل گرفته‌ایم

بسیار ماندہ اند گرانبار برہمن
ما زادِ راه خویش توکل گرفته‌ایم

۲۴۸

باشمع روئے دوست چو پروانہ ساختیم — چون شمع سوختیم نہ افسانہ ساختیم
باصد زبان زبانِ خموشی نکو بود — با پیچ تابِ زلفِ تو چون شانہ ساختیم
آباد باد ملکِ مروت کہ با بخویش — در گنجِ غم چو گنج بویرانہ ساختیم
با ما نساخت قاعدۂ عقلِ دوربین — فارغ شدیم با دلِ دیوانہ ساختیم

تا آشنا شدیم **برہمن** بخویشتن
با آشنائیِ دلِ بیگانہ ساختیم

۲۴۹

روزگارے شد کہ مشتاقِ بروئے توام — چون ہلالِ در خیالِ طاقِ ابروئے توام
مو بموئے من گرفتارست چون در شانہ تو — ما گرفتارے ہوائے یک سرِ موئے توام
آہوئے چشمِ تو چشمِ آہوان را خیرہ کرد — آہوانِ صیدِ تو و من صیدِ آہوئے توام
از خیالت نیست خالی چار سوئے روزگار — من بہر جائے کہ باشم رو بدل سوئے توام

عکس و تبدیل (بیاد دارا)

برہمن دیگر ز حالِ خویشتن آگاہ نیست
رفتہ ام از دست پا افتادہ در کوئے توام

۲۵۰ ۲ھ

علاجِ تیرگیِ طبعِ بوالفضول کنم — ہر آنچہ مرشدِ کامل دہد قبول کنم
شب است یاد سرِ زلفِ او کہ یاد دراز — کہ روزگار چرا باد عرضِ طول کنم
زنیم جرعۂ خمخانہ نشاء درکاست — بیا سامے کہ علاجِ دلِ ملول کنم
سماعِ اہلِ محبت ز عالمِ دگر است — ہزار وجد بآہنگِ یک اصول کنم

برہمن از اثرے صحبتِ خدا الباب
چہ عیش ہا کہ نہ در گوشۂ خمول کنم

کاشی جی کا قیام

۲۵۱

نہ چو پروانہ بیک شعلہ ز پرواز افتم — گر بر آرند ز آتش بدم و باز افتم
عشرت آن بود کہ در رتبۂ نادانی بود — خواہم از رتبۂ انجام بآغاز افتم
گاہ در حلقۂ آن زلفِ دو تا دست زنم — گاہ در پائے بتِ دلبرِ طناز افتم

اصفہان

کس نہ دانست کہ میلِ نظرش جانبِ کیست — تا کجا در پے آں چشم فسوں سازِ نتم

معراج براہمن

برہمن پند کسے جا نکند در دلِ من
خود بشوم ناصح در گوشِ خود آواز افتم

ع ۲۵۲ یا دِ دارا

نہ میلِ گلشن و نہ خواہشِ چمن دارم — کہ دارد ایں دلِ شوریدہ کہ من دارم
در اختلاطِ تفاوت نمے توانم کرد — کہ با خیالِ تو خلوت در انجمن دارم
مرا مجالِ خطِ احتیالِ سودا نیست — کہ من معاملہ با زلفِ پُر شکن دارم
سخن ہمیشہ من ہمزبانِ من بسخن — سخنِ من بسخنِ و من مدِ سخن دارم

بتار رشتۂ زنّار کردہ ام پیوند
نظر بقاعدۂ کیش برہمن دارم

ع ۲۵۳

نہ صاحبِ زرمے اہلِ دولت و جاہم — کمالِ عزّتِ من اینکہ بندۂ شاہم
مریدِ بندۂ منّت پذیرِ احسانم — غلام معتقد و مخلصِ ہوا خواہم
چو سرو گرچہ بآزادی آیدم مشہور — ولے فتادہ بپائے چو سبزۂ راہم
مراست دستِ طلب پستِ دامنِ تو بلند — بدامنت نرسد دستِ من کہ کوتاہم

دارائے دفا

اگر زمانہ دگرگوں شود زجا نہ روم
برہمن از روشِ روزگار آگاہم

ع ۲۵۴ خودداری

ماریزہ چیں زخوانِ کساں چوں مگس نہ ایم — منّت پذیرِ مایدۂ ہیچکس نہ ایم
ما چوں سمندریم بسوزیم و بشگفتیم — موقوفِ یک شرارۂ آتش چو خس نہ ایم
ما را نگاہ برا اثرِ راہِ رواں بس است — محتاجِ گوشمالِ صدائے جرس نہ ایم
بر ما خدنگِ غمزہ گر میزنی بجاست — ما عاشقِ توایم زاہلِ ہوس نہ ایم

خودداری

ما مرغِ سدرہ ایم برہمن دریں طریق
در بندِ آب و دانہ دامِ قفس نہ ایم

[illegible]

۲۵۵

حاصل عمر از جهان نقد گناه آورده‌ایم ‌ نامهٔ اعمال سرتاپا سیاه آورده‌ایم

باورت گر نیست حال ما ز بهر امتحان ‌ دیدهٔ نم دیدهٔ گریان گواه آورده‌ایم

جرعه‌ای در جام احسان کن که ما امیدوار ‌ بر در میخانه ای ساقی پناه آورده‌ایم

هرگز از ما طاقت نظارهٔ دیگر مخواه ‌ صد جگر خون شد که تاب یک نگاه آورده‌ایم

در رهِ خواهش نگردد زیر سجاده سر کشد ‌ ما که پای توسن همت براه آورده‌ایم

در میان سینه آتش زد شبهای فراق ‌ یاد آن زلفی که ما بر روی ماه آورده‌ایم

آب آتش زیر اشک ما بمژگان درگرفت ‌ شعله‌ای کوی میان مشت کاه آورده‌ایم

از دیار عشق می‌آییم حال ما خوش است ‌ تحفهٔ اهل محبت درد و آه آورده‌ایم

ما برهمن جبهٔ طاعت ز بهر افتخار ‌ بر در شاهنشه گیتی پناه آورده‌ایم

۲۵۶

از لباس زمانه عریان نیستیم ‌ همچو خورشید و ماه تابان نیستیم

بسکه طبع شگفته داریم ‌ لاجرم همچو گل پریشان نیستیم

بی‌جوششی چو غنچه ساخته‌ایم ‌ سر بجیبیم و پا بدامان نیستیم

هر شب از موج گریهٔ خونین ‌ غرق دریا و وقف طوفان نیستیم

یادگار بهار ناکامی ‌ قطرهٔ خون بدوش مژگان نیستیم

بر جبین روشن است داغ گناه ‌ بندهٔ روشناس عصیان نیستیم

شب هجران بعیش بسر بردیم ‌ ظرف سنگین دل و گران جانیم

برهمن تا رسیده بر سرکار ‌ همه در عمر خویش نادانیم

۲۵۷

عاشقم غنچه صفت پای بدامان دارم ‌ چو گل تازه‌ام و حال پریشان دارم

گر ندانی که مرا با تو چه رمزیست چه باک ‌ که من این راز ز خود هم پنهان دارم

غم بمهمانی من آمده و حیرانم / دوسه لخت جگر دارم و مهمان دارم

مرغ دل کی برود از دام هوای تو برون / خویش را بسته بیک رشتهٔ احسان دارم

شمهٔ لطف تو خاصیت دیگر دارد / لطف کن لطف که امید فراوان دارم

تا ز بزم تو جدا یکدو سه روزی بضرور / نه هوای گل و نی شوق گلستان دارم

همچو آن بلبل شوریده ام از گلشن دور / که دل سوخته و دیدهٔ گریان دارم

سر شوریده دل آزرده دماغ افسرده / من ز اسباب جهان این سر و سامان دارم

راز دل تا نکنند اشک ز چشم بیرون / دوسه خار مژه بر دیده نگهبان دارم

پنجهٔ قدرت من در گرو دامن تست / ورنه چون گل هوس چاک گریبان دارم

[illegible]

برهمن در غم او کم نتوان بود ز شمع / شعله در دامنم اما لب خندان دارم

۲۵۸ صد چمن [illegible]

در خیالت دیده را چون ابر نیسانی کنم / از گریبان تا بدامان گوهر افشانی کنم

ما ز بی عیشی نگذاریم حال خویش را / ساغر می گر نباشد بزم روحانی کنم

خوش بود چون غنچه با جمعیت دل ساختن / چند چون زلف بتان مشق پریشانی کنم

کار مشکل میشود در آرزوی مدعا / ما به ترک مدعای خویش آسانی کنم

بی ندامت هر چه میخواهی نمی آید بدست / بعد ازین هر در گریبانی پشیمانی کنم

خون دل آغشته با لخت جگر آید برون / دردمندی چند جمع آریم و مهمانی کنم

برهمن دانائی از حد می بری انصاف کن / ساعتی بنشین که با هم یاد نادانی کنم

با هم با تو نادانی کنم

۲۵۹ فلسفه

ما توبه ز ناصواب کردیم / بر رفته بسی عتاب کردیم

از مشق گنه سیاه شد دل / ما سینهٔ خود کباب کردیم

نادانی ما گناه ما بود / در دفتر خود حساب کردیم

دیر آمدہ ایم گرچہ در کار	برکار	در دیر بے شتاب کردیم
بیداریٔ ما نساخت کارے		آسودہ شدیم خواب کردیم
گرمیٔ نفس نبود باقی		ما دیدہ بہ چوں حباب کردیم

از نسخۂ آسمان برہمن
حرفے دو سہ انتخاب کردیم

شبے یادِ رخت بخواب کردیم	۲۶۰	نظارۂ آفتاب کردیم
عشق آمدہ آتشے برافروخت		ما سینۂ خود کباب کردیم
زلفِ سیہش بما بر آشفت		چوں یادِ زمشک ناب کردیم
آں نکتہ کہ خالِ نام دارد		از روئے تو انتخاب کردیم

از زلفِ تو دل نگشت آزاد	دارد خبر از جنوں برہمن ہر نغمہ کہ با رباب کردیم	ہر چند کہ اضطراب کردیم

ایں دلِ شوریدہ را روزے بصحرا میبریم	۲۶۱	آخر ایں برگشتہ را با خویش تنہا میبریم
قطرۂ اشکم کہ ما داریم کافی کے بود		دامنِ آلودۂ خود را کہ دریا میبریم
ما دو دل یکجا متاعِ رائگاں داریم بس		در دکانِ عشق آں را ہم بسودا میبریم
گرچہ ما دانیم ما نسخۂ اعمال را		بہرِ اصلاحِ خطا پیشِ دانا میبریم
چوں غبارِ راہ بیقدریم در عالم ولیک		زنگ از آئینۂ تاریک دلہا میبریم
از نگاہِ سیرِ معشوقاں کسے ہرگز نیافت		لذتِ خاصے کہ ما از فردا میبریم

از سخن پیداست قدرے ہر سخن رس برہمن
رشتۂ نظمِ مسلسل تا ثریا میبریم

روئے او شب بخواب میدیدیم	۲۶۲	تا سحر آفتاب میدیدیم
فقد عمرے کہ دیرے آید		در گذشتن شتاب میدیدیم

آتشِ عشق بر فروختہ اند — خویشتن را کباب میدیدیم
حاصلِ گریہ ہائے نیم شبہ — تا سحر فتح باب میدیدیم
کس نمے بیند از خراشِ جگر — آنچہ من از شراب میدیدیم
کس نیابد بدیدۂ بیدار — آنچہ من شب بخواب میدیدیم
آنچہ آمد بصفحۂ ایجاد — ہمہ را انتخاب میدیدیم
عالمے در حجاب ماندہ گر — من شدہ بے حجاب میدیدیم
دیدہ ام ہر چہ از مژہ میریخت — ہمہ قطرۂ خوشاب میدیدیم
گلِ رویش چو یاد میکردیم — اشک خود را گلاب میدیدیم

[illegible]

برہمن در شمار عشرِ عزیز
اکثرش بے حساب میدیدیم

کتب خانہ آذر

دیوانِ برہمن

گو وہ دیوان جو حضرتِ آذر کے قبضے میں ہے قلمی جناب برہمن ہے مگر اس میں بھی غلطیاں ہیں، مثلاً غزل نمبری (۲۰) دیوان مذکور میں ایک دفعہ بہ نمبر ۱۶ اور دوسری دفعہ بہ نمبر ۶۷ درج ہے اور ایسا ہی اور چند غزلیں، ہر دیوان میں یکساں غزلیات نہیں، مگر بحیثیت مجموعی حضرتِ آذر کے دیوان کی غزلیات کی تعداد سب سے زیادہ ہے

عدد ۲۶۳

[illegible]

نقاب از رخ چو بردارد نگہ گاہ آفتاب من — نظر زیں جا لبش بیشتر گردد حجاب من
سر زلفش کہ خو پیوستہ دارد با پریشانی — پریشان تر شود تا بیشتر سازد اضطراب من
ہر اول شد کباب دلِ نمکبار آید گرد — نمک ریزد تبسم ہائے شیریں بر کباب من
زراہِ عقل بیرون مے شتابم در پئے مطلب — ہرا از قرب منزل دور مے دارد شتاب من

[illegible]

دو عالم از کتاب قدرت او یک ورق باشد — سیاق الاعداد — بود زان یک ورق یک نکته عشق انتخاب من
ز اشک بیکسی دریای رحمت آید بجوش آخر — اگر در روز محشر در میان آید حساب من
برہمن تا بصبح حشر از ہم چشم نکشایم — اگر آید شبی آن آفتاب من بخواب من

۲۶۵
مرا در بزم رندان آبروی میتوان دادن — بیک تہ جرعہ از ہم رنگ و بوی میتوان دادن
بہر کس گر چہ نتوان داد آسان جان شیرین را — بیاد آن گلعذار تندخوی میتوان دادن
پریشان کاکل مست بلاہای پریشان شد — کہ صد دل در شکنج تار موی میتوان دادن
بغفلت صبح شد ساقی بمخموران صلا تا دہ — کہ بر پیمانہ گرد باز ہوی میتوان دادن
برہمن فصل گل چون دید بلبل در فغان آمد — مرا ہم رخصتی بر گفتگوی میتوان دادن

۲۶۶
گر از تو جفا رفت نباید گلہ از من — آئین جفا از تو خوش و حوصلہ از من
ما بر اثر راہ روان گام نہادیم — گامی دو سہ گر پیش بود قافلہ از من
بوسی ز سر زلف تو خواہم بجنون داد — تا تازہ شود رسم در این سلسلہ از من
در راہ طلب پای من در ریگ بیابان — از گرمی روی بہ پیش بود آبلہ از من
از تو غزلی تازہ در این قافیہ گفتن — وز لعل لب دوست برہمن صلہ از من

۲۶۷
چند باید برخ خوش زلف پریشان دیدن — صورت کفر در آئینہ ایمان دیدن
چشمت آلودہ بنظارہ غیر است ہنوز — رو کہ مقصود از این باصرہ نتوان دیدن
در خیال سر زلف تو شبہای دراز — چیست جمعیت دل خواب پریشان دیدن
صورت معنی اگر در نظرت پیدا نیست — باید از آئینہ چاک گریبان دیدن
ساختہ چون مژہ بر چشم برہمن بنشین — خیال آفرینی

[illegible] میتوان دادن

خیال آفرینی

اے کہ داری ہوس موجۂ طوفان دلہا

۲۶۸

تنها غمزه اش بر سینهٔ فرزانه زد ناخن — اشارتهای ابرو بر دل دیوانه زد ناخن

نمیدانم اثر از بوے زلفت کیست در شانه — که در مغز سرم امروز بوئے شانه زد ناخن

نه تنها بر سینه نشتر غمزه اش چون چهره افروزد — چون آن شمعے که روشن گشت بر پروانه زد ناخن

چه میگویند ندانم عندلیب بوستان کامشب — بحرف آشنا در سینهٔ بیگانه زد ناخن

برہمن قصۂ عشق از سر دیگار بیاغازد

میان سینه ام بلبل بایں افسانه زد ناخن

۲۶۹ بیفیت

آزادی از شکنجهٔ عالم هوس مکن — اے مرغ پرشکسته فغان در قفس مکن

شاید همین نفس نفس واپسیں بود — غفلت به احتیاط نفس یک نفس مکن

در منزلے که راه بیابان نمیرسد — از خویش پیش باش و نظر باز پس مکن

زان پیشتر که صبح بر آید روانه شو — اینجا بس اعتماد صدائے جرس مکن

در شاهراه عشق مزن لاف برہمن

پرواز عندلیب ببال مگس مکن

۲۷۰

غبار کوے آن شد عطر سازے دماغ من — برائے امتحان زین باد روشن شد چراغ من

بروے هیچ مرهم چشم زخمم و نشد هرگز — سر مرهم ندارد هیچ داغ لاله داغ من

نظر بر روے گل دارم ولے در کنج غم باشد — میان آشیان خار چون بلبل فراغ من

من آن مرغم که دارم آشیان در دامن صحرا — کند باد صبا بیهوده در بستان سراغ من

برہمن بادهٔ صافی ز لال خون جگر باشد

سبو هرگز نشد آلوده دامان ایاغ من

۲۷۱

صفائی صورت معنی چو آمد در خیال من — صفا در شکل آئینه صافی سفال من

هزاران عقده در کار از فساد نفس بستم — سبوئے توبه بردم دست آسان شد محال من

ز رنگ سیب الا گون باغ محبت تازه میدارم — که آب از چشمهٔ خون جگر گیرد نهال من
بجز معصیت خاموش اگر باشم روا باشد — که پیدا میشود از بی زبانی انفعال من

برهمن امتحان حال باید مرد عارف را
بقال من نظر نتوان ـ کردن بحال من

ع۲۷۲

خدنگ غمزهٔ صید افگن ابرو کمان من — چو طبع من بجوش آورد مغز استخوان من
ز صد ره می در آید تا برد از ره دل عاشق — نگار سیه چاکے شوخ بت نامهربان من
میان او ز مو باریک و من باریک تر از مو — نگنجد یکسر مو چون میانش در میان من
دهان تنگ او چون غنچه دارد برگ گل پنهان — بهنگام تبسم راست خواهد شد گمان من

برهمن از سخن پیداست مقدار سخندانان
گواه حال من کافیست طبع نکته دان من

ع۲۷۳

بود بزلف و رخت دیده آشنا کردن — دل شکسته گرفتار صد بلا کردن
بمدعا نرسد هر که مدعا طلب است — چه مدعاست به از ترک مدعا کردن
بهوای گلشن وصل تو چون صبا و آید — چو طفل غنچه توان چاک صد قبا کردن
دلیل صافی آئینهٔ ضمیر بود — غبار کوی تو در دیده توتیا کردن

بدرد عشق برهمن بساز و خوشدل باش
که ننگ عشق بود خواهش دوا کردن

ع۲۷۴

گر مرد رهی گوشه بزانو شده بنشین — وز کار جهان بگذر و یکسو شده بنشین
هر سو که روی سنگ تعلق بره آید — رو از همه کس در کش و یکسو شده بنشین
از صحبت ارباب جهان گوشه گزین شو — وانگه بسر دیده بیدار شده بنشین
شاید که بیابی اثری گوشه میانش — دم در کش و باریکتر از مو شده بنشین

خواهی که کنی از روش عمر تماشا

یک لحظہ برہمن بسر جوشدہ بنشین

۲۷۵
مرا ساقی شرابِ زعفرانی میتوان دادن — بہ یک تہ جرعہ آبِ زندگانی میتوان دادن
چو از کس نیست حاصل در جہاں پیوستہ کامِ دل — دو روزے دادِ عیش و کامرانی میتوان دادن
بگرداں جامِ ساقی بر دلِ احباب منت نہ — بہ دورِ چرخ جامِ دوستگانی میتوان دادن
بیکدم گر ہوائے نفس بیروں بگذرد روزے — بشارتہائے عمرِ جاودانی میتوان دادن
جوانی میرود از دست پیش از موسمِ پیری — برہمن دادِ ایامِ جوانی میتوان دادن

۲۷۶
نہ تنہا غمزہ اش در دیدہ مینا زند ناخن — با بروے ماہِ من بر ماہِ نو صد جا زند ناخن
صفیرِ عندلیب از جا برد اہلِ محبت را — کہ حرفے گفتنِ نادانی و بر دانا زند ناخن
دلم چوں شیشہ نازک گشت گردستش کنی رنجہ — صدا خیزد کسے گر بر لبِ مینا زند ناخن
برو ئے بسترِ آرام بگذار و چیان پہلو — میانِ چشمِ عاشق صورتِ دیبا زند ناخن
برہمن گرد گردشہائے چشمِ مست او گردد — کہ بر غیرے نگاہ انداز و بر ما زند ناخن

۲۷۷
خوش بود چوں سرو پا در زیرِ داماں داشتن — غنچہ آسا بود دل و سر در گریباں داشتن
در خیالِ ماہ روئے او شبہائے فراق — ہمچو ابرِ تیرہ باید چشم گریاں داشتن
لختِ دل بسیارے آورد بر مژگان ہجوم — عشق اگر تجویز میکردی ز ساماں داشتن
ہست در بزمِ محبت شرطِ اول درمیاں — سوختن با خویش و لب چوں برقِ خنداں داشتن
دست اگر داری برہمن جامہ جاں چاک کن — ننگ دارد عشق از چاکِ گریباں داشتن

۲۷۸
غبارِ کوئے تو کحلِ بصر تواں کردن — علاجِ تیرگیِ چشمِ تر تواں کردن
بمنزلے کہ عبورِ خیال ممکن نیست — نشانِ پائے ترا راہبر تواں کردن

حقائق

تمام گریہ شود قطرہ قطرہ ریزش کن — مگر چنیں بہ لبِ او اثر تواں کردن
تو سخت بیخبری از نہالِ خاطرِ خویش — چہ کارہا کہ بخونِ جگر تواں کردن
شکستِ نفس درستی دہد در آخرِ کار — تمام کردی اگر ایں قدر تواں کردن
ہنوز رفتہ ہنوز از دریچۂ انکار — بشاہراہِ یقین چوں گذر تواں کردن
تمام عمر باُمیدِ وعدہ باشم شاد — گر اعتماد بروزِ دگر تواں کردن
قدم چگونہ گذارد کسے دریں وادی — کہ طے مرحلہ بر نیشتر تواں کردن

براہِ عشق برہمن نتیجہ خامیست
نفادِ سے اگر از پا و سر تواں کردن

۲۷۹

آمد چو آفتابِ سحر در کنارِ من — آخر نتیجہ داد شبِ انتظارِ من
عمریست کز طریقۂ مجنوں اثر نماند — ایں رسم کہنہ تازہ شود در دیارِ من
ہر مرغِ دل کہ رفت ازاں حلقہ برنگشت — دامِ بلا بود شکنِ زلفِ یارِ من
باسختیٔ زمانہ چو نرمی گرفت دل — آساں گذشت روزِ من و روزگارِ من

ہرگز دمی نہ گریۂ بیجا سود برہمن
آبِ روانست گریۂ بے اختیارِ من

۲۸۰

بہار آمد نظر بر سبزہ و گل میتواں کردن — بگلشن آشیاں مانندِ بلبل میتواں کردن
دو روزے دادِ عیش و کامرانی میتواں دادن — ز فکرِ دُور بیں روزے تغافل میتواں کردن
ہمیں حسنِ عمل زادِ طریقِ سالکاں باشد — فراغتہا بہ اسبابِ توکل مے تواں کردن
نظر بر اصلِ مطلب راست باید مردِ عارف را — ز ہر جزوے نظر بر رشتۂ کُل مے تواں کردن

ز ناہمواریٔ دُنیا گذر کردن بود اولے
برہمن ہرچہ پیش آید تحمل مے تواں کردن

۲۸۱

بہار آمد سخن از جام و صہبا مے تواں گفتن — سخن گر نشنود ساقی بہ مینا مے تواں گفتن

شکایت ها ز عقل ذوفنون پیش جنون دارم — ز ناداں هرچه پیش آید به دانا میتوان گفتن
تو ساحل کجا از شورش دریا خبر داری — به غواص سخن از قعر دریا میتوان گفتن
به هر دل تنگ نتوان گفت غمهای محبت را — اگر درد دل نگنجد به صحرا میتوان گفتن
برهمن هوش باید گوش هرگز بر نمی تابد — حدیث عشق جانسوز است با ما میتوان گفتن

ردیف ہائے ہوز

۲۸۲

تنها همین نه جا بدل ما گرفته — در هر دلے چو درد دل ما جا گرفته
دست الم بدامن عیشت کجا رسد — تا دست جام گردن مینا گرفته
ایمن مشو ز سیل حوادث روزگار — اے آنکه خانه بر لب دریا گرفته
با قدسیان پیام دل زار ما بگوئے — اے ناله راه عالم بالا گرفته

آزادگان هوس نگزینند برهمن
آسوده که ترک تمنا گرفته

۳۵۳ خیال آفرینی

در سلسلهٔ زلف تو سنبل نبرد راه — گرد گل رخسار تو بلبل نبرد راه
پائے دل من در خم زلف تو شکست است — زان گونه که از زلف بکاکل نبرد راه
در راه طلب هر که قدم پیش گذارد — جز همرهئ اهل توکل نبرد راه
هان دم کن اثر باد صبا یکدو سه گامے — در کوئے طلب فکر و تامل نبرد راه

در هر قدمے چشم بره دار برهمن
در بادیهٔ عشق تغافل نبرد راه

۲۸۴

ز حال من که چو نم بے رخت داری خبر یا نه — دل من سوخت آیا در دلت باشد اثر یا نه
اگر چشم ترم گوهر فشاں گردد عجب نبود — که نیساں در صدف از قطره میبندد گهر یا نه
بیاد زلف او با خویشتن افسانه میگویم — که خواهد شد شبے این قصهٔ من مختصر یا نه

دلِ صاحبدلاں پروردۂ خونِ جگر باشد ... بہم آغشتہ لختِ دل و خونِ جگر یانہ

برہمن گر نہ کامِ دل بدست آید تغافل کن
نہالِ نا امیدی نیز مے بخشد ثمر یا نہ

۲۸۵

گردِ گلت چو سنبلِ در پیچاں بر آمدہ ... طومارہائے خوابِ پریشاں بر آمدہ
دارم دلِ شکستہ کہ در راہِ انتظار ... خوں گشتہ و ز دامنِ مژگاں بر آمدہ
دریائے خوں ز ہر مژہ مے آورد بردن ... چشمم کہ چشمۂ ایست ز طوفاں بر آمدہ
دستم وگر ز شوق نگنجد در آستیں ... تا در ہوائے چاکِ گریباں بر آمدہ

حیرانم از تلونِ احوالِ برہمن
دانا نمودہ و ہمہ ناداں بر آمدہ

۲۸۶

رسید دلبرم از دور بارخ چوں ماہ ... چو ماہ بر سرِ خود کج نہادہ طرفِ کلاہ
ازیں کہ چاکِ جگر لذتِ دگر دارد ... چو دست سوئے گریباں برم شود کوتاہ
بروزِ حشر تہی دست رفتن آساں نیست ... مگر بدست برم نامۂ سیاہ گناہ
درست کردہ ہمہ کس دلیل و برہاں را ... ولے ز سرِّ حقیقت کسے نشد آگاہ

قدم کشیدہ گذشتند چابکانِ طریق
ز فکرِ خام برہمن ہنوز ماندہ براہ

۲۸۷

بازایں کلاہ گوشہ کہ بر سر شکستۂ ... دلہائے بیدلاں ہمہ از بر شکستۂ
ساقی چہ طرفہ ساقیٔ بدست بودۂ ... مے ریختی لبا لب و ساغر شکستۂ
تا واں اگر ز لعل دہے در حساب نیست ... تو دل شکستۂ نہ کہ گوہر شکستۂ
شرمت ز خویش باد کہ پیمانِ تو بہ را ... صد بار بستۂ و دگر بار شکستۂ

سیراب باد گلشنِ ہمت کہ برہمن
لب تشنہ جام بر لبِ کوثر شکستۂ

ع ۲۸۸

آمد آنکه صبح با مے و ساغر نشسته — با ماه و آفتاب برابر نشسته
ای پیر مے فروش تمنا نیز جرعه — ہاں قسمتے که بر لب کوثر نشسته
چندیں نوا بگوش تو ہرگز اثر نکرد — صد گوش بر ترانهٔ دیگر نشسته
جوہر چو نیست صحبت نیکاں ترا چه سود — چوں سنگ ہم ترازوے گوہر نشسته

باخویشتن بساز برہمن بکنج فقر
با اہل روزگار مکرر نشسته

ع ۲۸۹

دیدم صنمے ماه رخے لب شکرینے — کافر بچهٔ عشوه فروشے نمکینے
ہوشے و قرارے و شکیبے ز دلم برد — آں ماه ہلال ابروے خورشید جبینے
اینجا نبود کشمکش سبحه و زنار — عشقے و گذشتن ز سر مذہب و دینے
حسن عمل از تیره دلیہا نتواں یافت — باید دل صافی و صفائی و یقینے

جز برہمنے خوش سخنے تازه ادائے
طبع که کند سیر دریں تازه زمینے

ع ۲۹۰

بچشم اہل خرد مرد از ہنر خالی — بود چو شاخ خزاں دیده از ثمر خالی
زبس که خون جگر ریختم ز گوشهٔ چشم — شد آستین پر و داماں پر و جگر خالی
ز سینه زنگ بردگریه که صاف آید — مدار از گہر اشک چشم تر خالی
ز سینه ام شرر آتشیں بروں آید — که نیست آتش سوزنده از شرر خالی

بسوز نیم شبے ساز برہمن به نیاز
که آه خسته دلاں نیست از اثر خالی

ع ۲۹۱

گذشت عمر و دل از آرزو نشد خالی — سخن نماند و لب از گفتگو نشد خالی
ہزار دسته گل از گلشن جہاں بردند — ہنوز ایں چمن از رنگ و بو نشد خالی
ہمیشه گرمی میخانهٔ جہاں باقیست — ہزار جام شکست و سبو نشد خالی

با نهایت نرسد گرچه ره وادی عشق　　خوش آنکه یک نفس از جستجو نشد خالی

پُر از خیالِ تو شد مو بمو برہمن را
دل از خیالِ رخت نیم مو نشد خالی

۲۹۲

سینه از مهر توام نیست ز سرِ مو خالی　　تنگ عشقست سرِ موز غمم تو خالی
نه همین در شکنِ زلف تو دلها جمع شد　　نیست نوکِ مژه و گوشهٔ ابرو خالی
مرد را روئے خوش و خوئے نکوئے باید　　گل چه ارزد بچمن چون بود از بو خالی
گرچه آغاز رهِ عشق ندارد پایان　　ناتوانے نتوان شد تک و پو خالی

برہمن با دو سخن ہمچو گل و بوئے کلیم
در حقیقت ز سخن نیست سخنگو خالی

۲۹۳

دنیا چه بود کهنه سرائے و خرابے　　خوابے و خیالے و حجابے و سرابے
چون آب روان میگذرد عمرِ گرامی　　وین هستی موهوم نیرزد بحبابے
بر دیدهٔ من عینکِ خورشید حجابست　　پیداست میانِ من و آن ماه حجابے
معشوقِ من از غیرتِ من از سرِ حیرت　　چون صورتِ دیبا به سوالے و جوابے

آنجا که درِ رحمتِ او بر همه باز است
با شیخ و برہمن نه خطائے نه عتابے

۲۹۴

مباد ہمچو تو نامہرباں نگار کسے　　که نیست بر دلِ تو دستِ اختیار کسے
خزان قریب تماشائیانِ عشق بس است　　مرا چه کار بسرسبزئ بهار کسے
بروئے بحرِ دلم موج عمر در گشت است　　کجا بخاطرِ من بگذرد غبار کسے
قرار اگر طلبی اے دل رمیده بگیر　　قرار در شکنِ زلفِ بیقرار کسے

تمام عمر تو آن بود برہمن مخمور
مے نگاهش اگر بشکند خمار کسے

عاشق مشو که شهرهٔ ایام می‌شوی	۲۹۵	بدنام خاص و عام بایں نام می‌شوی
ای زلف یار بهر گرفتاری دلم		از خال دانه می‌نهی و دام می‌شوی
جانها فدای دلبری و شوخی تو باد		دل می‌بری ز دست و آرام میشوی
هر لحظه توبه می کنی و میکنی گناه		صد بار پخته میشوی و خام می‌شوی

مرد آزماست بادهٔ توحید برهمن
ناآزموده مست بیک جام میشوی

فرزیہ

دران مقام که خواهی بسیر دیده نشینی	۲۹۶	نخست ذوق و دانش رسیده بنشینی
بانتها نرسد گرچه راه وادی عشق		زنارسی است اگر نارسیده بنشینی
ترا ز گردش گردون هرزه گرد چه باک		اگر مکشبو ز دل آرمیده بنشینی
گمان مبر که ز دل تا بدیده ره باشد		ز دل برون نروی گر بدیده بنشینی

برهمن ار هوس گنج بیکسی داری
ز من دو حرف قناعت شنیده بنشینی

ایکه در دل هوس خط جوانان داری	۲۹۷	فکر بسیار بسودای پریشان داری
عاشق آنست که پوشیده بود راز دلش		ننگ عشقست اگر چاک گریبان داری
دیدهٔ عشق بیک قطرهٔ آبی نه نخرند		گر همه عمر ز غم دیدهٔ گریان داری

برهمن درد دیدار تو زه کند جمع بخویش
بامیدی و خیالی که تو درمان داری

نهی لب تو نمک ریز در شکر باری	۲۹۸	شکنج زلف تو اندازه گرفتاری
چو بوی عنبر زلف تو در مشام آمد		دلم رسیده شد از نافهای تاتاری
هزار جان گرامی ببینم چو نخرند		بیا معرکهٔ عشق اگر دلی داری
کسی چگونه دل ز غمزه ات تواند برد		که گشته چشم تو خوگرد مردم آزاری

چگونہ خواب تواند نمود در دلِ شب
کنوں کہ یافت تُرا برہمن بہ بیداری

ع ۲۹۹ [illegible]

ہزار شکر کہ امروز نہ کلک دیوانی
گہر فشاں شدہ در دستِ آصفِ ثانی

وزیرِ اعظم و دستورِ عہد جعفر خاں
کہ مشکلاتِ جہاں حل کند بہ آسانی

سحر ز مطلعِ دولت بہ کامِ مشتاقاں
چو آفتاب برابر کشاد پیشانی

ہمیشہ بحرِ کفِ او گہر فشاں گردد
کہ ہست دست و دلش ہیچو ابرِ نیسانی

زِ مدحتِ تو برہمن سخن چگونہ کند
کہ خطِ عجز کشد انوری و خاقانی

مقدمے کی غلطی کا ازالہ

مقدمہ کلیات ہٰذا کے صفحہ ۱۰ پر لکھا گیا تھا کہ دیوان منسوبہ حضرت آذر کی چند غزلیات کسی ابجد خواں نے دوبارہ لکھ کر دیوان مکمل کیا ہے مگر اُن غزلیات کے نمبر دیئے جانے سے رہ گئے تھے، اب صراحت کی جاتی ہے کہ غزلیات از نمبر ۲۰۴ تا ۲۰۶ و ۲۲۷ تا ۲۳۰ و ۲۴۸ تا ۲۷۰ ہیں، اس لئے ان کی صحت پر کلی اعتبار نہیں،

ایسا ہی رباعیات از نمبر ۳۱ تا ۳۶ ہیں، اس لئے اُن کی صحت کا بھی کلی اعتبار نہیں،

بہار سنامی

خانے کہ بلند قدر و عالیشان است
سرچشمۂ فیض و منبعِ احسان است

مجموعۂ دانش و کمالاتِ جہاں
امروز دریں زمانہ جعفر خان است

[illegible]

گر گوش سخن شناسے آواز شود
ہر لحظہ زہر طرف صدائے دگر است

کلیاتِ برہمن

معروف

گلزارِ بہار برہم نظم

یعنی

افصح الفصحا، ابلغ البلغا، بلبلِ ہندوستان، ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ و وقائع نویس حضور دیوانِ اعظم اورنگزیب کی نادر بےنظیر

رباعیات

و

دیگر متفرق کلام

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہادر بسنامی

ایم، اے، ایس، بی، ایم، پی، ایچ، ایس

رباعیات

(۱) ماراچو بجالِ خود شناسا کردی — ازخار گل و ز قطرہ دریا کردی
از عہدۂ شکرِ تو برون چون آئیم — ما میدانیم آنچہ باما کردی

۲ ما رمز شناسِ عالمِ ایجادیم — ویرانست جہان و ما درو آبادیم
امروز درین قفس فرود آمدہ ایم — فردا کہ قفس شکستہ شد آزادیم

۳ ما ذوقِ مئے شبانہ را میدانیم — افسانۂ عاشقانہ را میدانیم
بے جنبشِ دست و پا برقص آرد دل — ما شورشِ این ترانہ را میدانیم

۴ ما پست و بلند روزگاران دیدیم ؎ — ما فصلِ خزان نوبہاران دیدیم
در راہِ طلب دو اسپہ می باید تاخت — ما تاختنِ شاہسواران دیدیم ؎

۵ ما از پئے عیش در جہاں آمدہ ایم — از بہرِ نشاطِ جاوداں آمدہ ایم
ما را ز حسابِ خطِ آزادی بس — فارغ ز غمِ سود و زیاں آمدہ ایم

۶ ما را ز مے شبانہ مستی دگر است — وارستگی ز قیدِ ہستی دگر است
ما برہمنیم لیک در مذہبِ ما — حق دیگر و شغلِ بت پرستی دگر است

آں نقیچم و باہمکیسم کارے نہ (۷) دل بستۂ بجز گوشۂ دیوارے نہ
بازارِ پُر از متاعِ دانش ہر سُو امّا اثرِ از گرمیٔ بازارے نہ

من کیستم از راہِ دراز آمدہ ام (۸) در عینِ حقیقت لمجاز آمدہ ام
از میکدۂ عشق دریں دیر کہن صد بار برون رفتہ و باز آمدہ ام

ما گنج زعالمِ بقا یافتہ ایم (۹) از فیضِ ازل نشو و نما یافتہ ایم
گویند جز ایں جہاں جہانِ دگراست ما از دو جہاں ہمیں ترا یافتہ ایم

ما شیفتۂ نرگسِ جادوئے توایم (۱۰) آشفتۂ زلفِ عنبریں بوئے توایم
چوں ماہ رُخے تو سجدہ فرما گردد خم گشتہ تر از ہلال ابروئے توایم

ما سنبل و زلف را یکے دانستیم (۱۱) زلکیتائے دو تا یکے دانستیم
مارا چو مسلمان ہندو بیگانہ و آشنا یکے دانستیم
ماراچو بخویش آشنا ساختہ اند بیگانہ و آشنا یکے دانستیم

تا بوئے تحیّر و بد ناغم آمد (۱۲) از ہر دو جہاں خطِ فراغم آمد
ہر جا کہ زعشق تند بادے برخاست پروانہ شد و سوئے چراغم آمد

اے آنکہ بدیدۂ آشنا مے آئی (۱۳) دل بردہ ز دست دلربا مے آئی
جائے نگذاشتم کہ نے مَن باشی باایں ہمہ عشوہ از کجا مے آئی

دل در خمِ زلفِ یار بستم و خوشیم (۱۴) در گوشۂ عافیت نشستم و خوشیم
ہر چیز کہ بود رنج روحانی بود پیمانۂ آرزو شکستم و خوشیم

تا کے بغلط راہِ ہوس پیمودن (۱۵) وین مرحلہ زاہبر نفس پیمودن
چوں مرغِ شکستہ پر براۓ ہمہ عمر در ہر قدمے راہِ قفس پیمودن

تا چند ز جورِ فلک آزردہ شوی (۱۶) و ز گردشِ روزگار افسردہ شوی
چوں غنچہ بجمعیتِ خود راضی باش زاں پیش کہ گل شوی و پژمردہ شوی

دل مائلِ خوبرویاں شدہ است (۱۷) آشفتہ تر سنبلِ نکویاں شدہ است
از سرمو دگرے آرد یاد تا واله موۓ مشک مویاں شدہ است

در عشق ز مغز و پوست مے باید رفت (۱۸) آنجا کہ نہ رنگ و بوست مے باید رفت
تا دوست ببوۓ دوست مے باید رفت سر رشتہ بدستِ دوست مے باید رفت

خواہم کہ ز مژگاں ہمہ شب خوں ریزم (۱۹) در دامنِ خویش اشکِ گلگوں ریزم
از خونِ جگر دو دیدہ ام پُر شدہ است معذورم اگر دو قطرہ بیروں ریزم

اربابِ جہاں نقشِ پُر آب اند ہمہ (۲۰) بے مغز پُر از سرِ حباب اند ہمہ
لب تشنہ در پۓ شراب اند ہمہ بر آتشِ آرزو کباب اند ہمہ

ارباب جہاں نمود بے بود ہمہ (۲۱) در بستہ زیان و در پئے سود ہمہ
تاریک کناں خانۂ روشن عقل با سینۂ آتشین پُر از دود ہمہ

آنانکہ ز عشق رنگ و بوئے دارند (۲۲) در گلشن عیش آبروئے دارند
چوں غنچہ بصد زباں خموش اند و لے در پردہ بگوش گفتگوئے دارند

دل در خم زلف یار خواہم بستن (۲۳) بر خود درِ اختیار خواہم بستن
شاید قدم نہد خیالش در خواب در دیدۂ خود نگار خواہم بستن

یا دلِ دردناک خواہم کردن (۲۴) پیراہن صبر چاک خواہم کردن
آلودگی کہ درمیاں آمدہ است با آب دو دیدہ پاک خواہم کردن

آنانکہ بگفت گو زبانے دارند (۲۵) مانند جرس بہرزہ فغانے دارند
جز بر درِ خانۂ فلک نکشائید آہنا کہ ز راہِ کاروانے دارند

ہرگز نخوریم در جہاں ہیچ غمے (۲۶) باشد کہ بطورِ خویش باشیم دمے
چوں بیش و کمے زمانہ فانی باشد دانا نکند نگاہ بر بیش و کمے

در خلوتِ دل راہ بہر کس ندہند (۲۷) رہ بر درِ ایں شعلہ بہر خس ندہند
خوباں دلِ عشاق امانت بیرند امّا چو طلب کنند واپس ندہند

اسبابِ نشاط و کامرانی ہمہ ہیچ (۲۸) چوں در گذر است زندگانی ہمہ ہیچ
گیرم کہ شدی گنجِ معانی ہمہ ہیچ ور ہیچ ندانی و بدانی ہمہ ہیچ

امروز کہ تارہ درمیاں آمدۂ (۲۹) تا در نگری ز دل بجاں آمدۂ
از بار دگر چہ حاصلت خواہد بود گیرم کہ دو بارہ در جہاں آمدۂ

شب با سرِ زلفِ دوست پیماں بستم (۳۰) ہر تار برشتۂ دل و جاں بستم
تا خندۂ صبح درمیاں خواہد بود آں عہدۂ کہ با دیدۂ گریاں بستم

ایں کارِ جہاں کہ در شمار آمدہ است (۳۱) تا در نگری صلاحِ کار آمدہ است
بر کردۂ تقدیر سخن نتواں کرد ہر چیز کہ ہست سازگار آمدہ است

از عمرِ گذشتہ یاد نتواں کردن (۳۲) خود را بفسانہ شاد نتواں کردن
عمرے کہ بدستِ تست از دست مدہ (دیوان) کم نتواں اگر زیادہ نتواں کردن
(آموز)

در ہر چہ نظر کنی صفائی دگر است (۳۳) ہر جا کہ روی بر تو جائے دگر است
گر گوشِ تو آشنائے آواز شود ہر لحظہ ز ہر طرف صدائے دگر است

سرمایۂ عمرِ جاودانی عشق است (۳۴) اسبابِ نشاط و کامرانی عشق است
سرچشمۂ آبِ زندگانی عشق است عنوانِ صحیفۂ معانی عشق است

آنسے خواجہ نہ نام نے نشاں خواہد ماند (۳۵) حرفے دو سہ بر زباں خواہد ماند
ہر چیز کہ ہست از میاں خواہد رفت (خطاب بہ) جز نام خدا کہ درمیاں خواہد ماند
اورنگزیب

شاہنشاہی کہ در جہاں شاہی از وست (۳۶) با دولت و تخت ملک آگاہی از وست
او خاصہ چو آفتابِ عالمگیر است در خیل و حشم زماہ و ماہی از وست
(در عہد دولت بادشاہ عالمگیر آفاق ستاں)

کلامِ دیگر

(جناب برہمن کا جبقدر اور کلامِ نظم اُنکی دیگر تصانیف میں دیکھا گیا وُہ حسب ذیل ہے)

شاہا عالم مطیع فرمانِ تو باد (۳۷) لبریز ادائے شکر احسانِ تو باد
چوں ذاتِ تو خلق را نگہباں باشد ہر جا باشی خدا نگہبانِ تو باد
شیخ قطب کو لکھی

زسرمہ دیدۂ عاشق کجا شود روشن (۳۸) بیا کہ آمدنت چشمِ ما شود روشن
غبار کوئے تو کحل الجواہرِ بصر است کہ چشمِ تیرہ، بایں توتیا شود روشن
اسلام خان ثانی کو لکھی

من آں مرغم کہ بر گلہا پریدم (۳۹) ہوائے گرم و تر بستاں ندیدم
چو سبزہ لب بہ شیر برف شستم چو گل بر چشم ہائے ستر رسیدم

کو آں شبِ خلوت کہ غنودیم بہم (۴۰) واں راز کہ گفتیم و شنودیم بہم
آیا بود آنکہ باز باشیم شبے یکبار دگر چنانکہ بودیم بہم

شعلهٔ شوق تو چوں گرمیِ بازار شود (۴۱) اندک اندک بمیاں آید و بسیار شود
صبحِ محشر مگر از پردہ برآید بیروں ورنہ زیں خوابِ گراں کیست کہ بیدار شود

از ماہ گرفتہ تا بماہی دیدم (۴۲) ہر چیز کہ خواستم کماہی دیدم
عمرے دلِ من در طلبِ درویشاں بود درویشی در لباسِ شاہی دیدم

سخن چو سخن آرمیدہ میگویم (۴۳) ہم سخنِ سخنے آرمیدہ میگویم
سخنوراں سخنِ ناشنیدہ میگویم من از کمالِ ادب کم ز دیدہ میگویم

میانِ قالب و جاں دگر بخواہم رفت (۴۴) ازیں مکاں بمکانِ دگر بخواہم رفت
ہمیں جہاں است کہ دارد جہانِ جاں معنی ازیں جہاں بجہانے دگر بخواہم رفت

باید داغ ہائے نمک سود زیستن (۴۵) بودن تمام آتش و بے دود زیستن
آنکس کہ در رفتاد بدرِ یار دردِ عشق صد بار کرد محنت و بے سود زیستن

بچشمِ ہمتِ من وسعتِ جہاں تنگ است (۴۶) کجا روم کہ زمیں تنگ آسماں تنگ است
ہزار فکرِ تأمّل و گردشِ افلاک کند فغاں بہ فلک زیرِ آسماں تنگ است

شب با سرِ زلفِ دوست پیماں بستم (۴۷) ہر بار برشتهٔ دل و جاں بستم
تا خندهٔ صبح در میاں خواہد بود آں عہد کہ با دیدهٔ گریاں بستم

از عمرے گذشت یاد نتوان کردن (۴۸) خود نشاد نتوان کردن
عمرے تست از دست مده کم نتوان گر زیاد نتوان کردن

تو شرف یافت ایامِ شرف (۴۹) خورشید رخ از ماهِ شرف
طنطنه دولتِ تو ورنه ملک و شش جہت چار طرف

شہر مبارک شاہجہاں (۵۰) شاہنشہِ آفاق خدیو کیہاں
خورشید چو دریچه بیروں آمد صد بلند شد گردوں

اے دبدبهٔ فوجِ تو ملک و ملک (۵۱) وے طنطنهٔ اوج تو در کوسِ فلک
مانند سبزه تو بر دوشِ سماک آمد تو بر فرقِ سمک

به بارگاه از راهِ دید آمده ام (۵۲) ترا از هر دو جہاں برگزیده آمده ام
وحالِ ما نظرِ عنایت دریغ مدار هر از اہلِ محبت شنیده آمده ام

علامهٔ روزگار دانائے جہاں (۵۳) سر دفتر اربابِ کمالاتِ جہاں
دستور وزیر اعظم ہندوستاں عنوانِ صحیفهٔ خرد افضل خاں

دوش میگفت بمن پیرِ مغاں از سرِ لطف (۵۴) ورنه آں مست خراب است که ہشیار شود
لبکِ خنده نمک ریز جراحت گردد آں لبِ لعل که در خنده شکر بار شود

مثنوی

اگر واگذارند در گوشہ اَم   زلختِ جگر بس بود توشہ اَم
در آں گوشہ عیشِ نہانی کُنم   نہاں از ہمہ زندگانی کُنم
بگیرم دگر نامِ دُنیائے دوں
بہ لختِ جگر سازم و جامِ خوں

فرد

چُوں غنچہ خونِ جگر میخورند اہلِ نشاط (۱) بایں روش زِ پسِ پردہ رازمے پوشند

فرد

اَے خوش آں رازِ محبت کہ چو آید بہ بیاض (۲) صفحۂ کاغذ و آوازِ قلم نشناسد

مصرع

ہرمِس کہ بہ کیمیا رسد زر گردد

مصرع ذیل رائے نرسکھداس کو لکھا:- توئی امروز کہ نامے ونشانے داری

فرد

بر آستانِ توام در جہاں پناہے نیست (۳) فرد سرِ مرا بجز ایں در حوالہ گاہے نیست
مرا تغافلِ اُو بہ نماید از تلطفش (۴) کہ آں بہ ہر کس و ایں خاص از برائے من است
مصرعہ۔ خاشاک نیز بر دلِ دریا گذر کُند

شعر

تا گشتہ ام جُدا غمت از من جُدا نہ شُد (۶) خوابم بہ چشم و چشم بہ خواب آشنا نہ شُد

بیت

شیخ و برہمن ہندو نہ دو نظر (۶) در نظرِ یک ہمہ بے خبر

فرد

روشن ضمیر را چہ غم از اختلاطِ خلق (۷) دریا بہ مشتِ خاک مکدر نمی شود

فرد

جوانان قدر پیری نمی دانند (۸) بدانند آنچہ باید تا جوان شد

فرد

پس از عمرے بہ سوئیش میروی نخواہم اے قاصد (۹) کہ بر رویش نگاہ اولیں از چشم من باشد

شعر

کسے کہ روئے تو بیند نظر تمام کند (۱۰) مقیم کوئے تو گردد سفر تمام کند

متفرقات

بعشق و حسن بود نسبتے کہ نتواں گفت (۱۱) ہمیں حجاب بلا گشت در میانۂ ما

برادرم از خاطر بر گیرم از تو دل (۱۲) ایں مہر بر کہ افگنم آں دل کجا برم

آخر از صفائے حبابے بر آوریم (۱۳) بیہودہ نیست قاعدہ جست و جوئے ما

کجاست محرمِ رازے کہ عقدہ بکشاید کہ آہ در جگر و نالہ در گلو گیر است

بشوق قافلہ گم کردہ وسحرے گفت (۱۵) درانتظار غنودیم وکارواں بگذشت

در دلِ من آرزوئے صحبت دیرینہ ماند (۱۶) ایں گرہ در خاطر و ایں آرزو دیرینہ ماند

با تو بودن مشکل و دور از تو بودن مشکل است (۱۷) با تو نتواں بودن و دور از تو نتواں زیستن

چہ از حرفِ پریشانِ جہاں میگوئی (۱۸) ایں حدیث است کہ ناگفتہ مکرر گیرند

غزل نمبرہ کے سب دیوانوں میں ۵ اشعار پائے گئے، مگر رائے سری رام صاحب دہلوی کے دیوان میں حسب ذیل شعر اور درج تھا۔ "بہار رسامی"

بدستِ ہمتِ ما نسخۂ ز آزادیست (۱۹) تہی ز نقشِ تعلق بود جریدۂ ما

از زلفِ تو دل بکشت آزاد (۲۰) ہر چند کہ اضطراب کردیم

دیدہ چوں بر رخِ زیبائے بتاں باز کنیم (غزل نمبر ۳) جائے آنست کہ بر دیدۂ خود ناز کنیم

ہر طرف بے جہتے نیست صدائے جرسے | خوشتر آنست کہ ما گوش بآواز کنیم

شاہبازانِ طلب راہ بجائے بردند | ما بایں شستہ پرِ چند، چہ پرواز کنیم

سخت مشکل کہ بہم دست دہد محرم راز | بنشتیم و دلِ سوختہ دمساز کنیم

برہمن مصلحتِ کار چہ لازم باشد

آنچہ انجام براں گردد و آغاز کنیم

غزل نمبر ۳۰۱

آتش بود نہفتہ بہ تیغ نگاہِ تو — خورشید زیر سایۂ چترِ سیاہِ تو
زاہد بروں نگوشہ کہ رندانِ پارسا — خوش کردہ اند ترک ز ترکِ کلاہِ تو
ہمت اگر طلب کنی از خود کنارہ گیر — بر خویشتن گرفتہ گناہ، ایں گناہِ تو
ہاں دل شکستہ مکن رازِ خود عیاں — کافی بود دو دیدہ گریاں گواہِ تو

(ماخوذ از [illegible])

برآسماں، نگاہ مبیند از برہمن
ترسم کہ نگذرد ز فلکِ تیرِ آہِ تو

غزل نمبر ۳۰۲

اے بتِ عشوہ گرے شوخ کہ در گلشنِ ناز — قدِ نوخیز تر از سروِ خراماں داری
بدماغے کہ ز بوئے گلِ ریحاں ریخبد — خندہ بر روئے گل و بوئے گلستاں داری

تیغ در دستی و مجنونِ شہادت داری
تیر در شستی و شرمندۂ احساں داری

تصاویر مستند

چونکہ کلیاتِ برہمن کی طباعت و اشاعت میں خدائی مدد شاملِ حال تھی، اسلئے خلاف امید کامیابی ہوئی۔ چنانچہ قابلِ فخر کامیابی تصاویر کا بہم پہنچنا تھا،

تصویر نمبر ۱- سرِ ورق پر جو بلاک کی تصویر ہے وہ اُس دستی تصویر کا بلاک ہے کہ جو ریاست جے پور کے پوتھی خانہ میں محفوظ ہے اِس تاریخی تصویر کی تشریح کیلئے ملاحظہ ہو کلیاتِ صفحہ ۱۳۲ تا ۱۳۲

تصویر نمبر ۲- یہ برہمن کے اصل خط نستعلیق آمیز شکستہ رقیمہ تحفۃ الفصحا صفحہ ۱۲ کا عکس ہے جو بہ پروفیسر سراج الدین صاحب آذر لاہور کے کتبخانہ میں موجود ہے

خاکسار بہار سنامی

چہ پیچ پیچ شد تمام سخن
سخن زہر کہ بہ مختصر تواں کردن

کلیاتِ برہمن

معروف بہ

گلزارِ بہارِ بزمِ نظم

یعنی

افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبلِ ہندوستان ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندر بھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ وقائع نویس حضور (ر) دیوانِ اعظم اورنگزیب کے نادر و بے نظیر

قصائد

مرتبہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی

ایم اے ایس پی۔ ایم پی ایچ ایس

قصائد در شانِ شاہجہان

۵ چو بر بدیعِ شہنشاہ شد تمامِ سخن
سخن نہ ہر کہ بود مختصر تواں کردن

شعرائے شرقی اپنے ممدوح کی شان میں جب کوئی قصیدہ لکھتے ہیں، یا توصیف و ثنا کا کوئی موقعہ پاتے ہیں، تو زمین و آسمان کے وہ وہ قلابے ملاتے ہیں کہ خدا کی پناہ، قصیدے کی پیشانی کی عبارت شاہانِ شاہی سے دست و گریباں ہوتی ہے، اور ایسی کہ پڑھنے والا شاعر کی نسبت یہ خیال کرتا ہے کہ یا تو یہ دین و ایمان فروش ہے، یا میراثی، بڑے بڑے متقی و عابد، فاضل و کامل، اس میدان میں صداقت کے گھوڑے سے ایسے گرے ہیں، کہ صدیاں گذر جانے پر بھی خاکِ راہ اُڑتی نظر آتی ہے، احتیاجِ تمثیل نہیں، جس کا دل چاہے کسی شاعر کا قصیدہ اٹھا کر دیکھ لے، وہی ٹھوکر، وہی گرنا، وہی گرد، وہی خاک،

یہ الزام جائز بھی ہے اور ناجائز بھی، کیونکہ حقِ نمک خواری، رواجِ ملکی کا سہارا لیکر بد دیانتی کے گڑھے میں اگر نہیں گرتا، تو قصائد کی شکوہ خاک میں ملجاتی ہے، مگر قابلِ تعظیم ہے وہ شخصیت کہ جو شاہجہان اور اورنگزیب کی سلطنت کا رکن رکین اور منہ چڑھے وفادار ہوتا ہوا بھی جب قصیدہ لکھتا ہے تو وہ لکھتا ہے کہ اس سلطنت کے نیست و نابود ہو جانے کے بعد بھی ہم اُسے متملق یا خوشامدی نہیں کہہ سکتے، اُسکے ہاتھ میں ایک ایسی میزانِ ایمانداری ہے کہ ہر لفظ کے بار پہ بال برابر بھی فرق آنے نہیں دیتی،

خاکسار بہار نے بھی اپنی ایمانداری کے زبردست دعوے رکھتے ہوئے بہت سے قصیدے لکھے مگر انصاف یہ ہے کہ یہ انصاف قائم نہ رہ سکا،

اُن کے تمام کلام کی پڑتال سے محض ۴ قصیدے ملتے ہیں، ایک قصیدہ ۵ اشعار کا جعفر خان کی مدح میں ہے اور ۳ قصائد شاہجہان کی شان میں لکھے ہیں، قصائد فارسی کی مُرصع سازی میں انوری، ظہیر، ظہوری، نذیری، فیضی اور عرفی نے بڑی صنعت کیساتھ نگینے جڑے ہیں، لیکن وہ سب ایسے ہیں کہ انہیں صداقت سے کوئی واسطہ نہیں، نہ انکے صاحب نے

جس مینا کاری کیا تھا اپنے طبع کے جواہر خانہ سے یہ بیش بہا مرصّع سازی کی ہے اُن کی موزونی، چمک، دمک، شاہجہان کے تختِ طاؤس کو بھی شرماتی ہے، واقعات کے گوہر اُن کی بحرِ فضیلت سے ایسے نکلے کہ شاہجہان کی سلطنت کی رفعت و بزرگی کا چاند چڑھ گیا، آجکل قصیدہ اور حقیقت نگاری متضاد مضامین ہیں، لیکن رائے صاحب کے قلمِ حقیقت نگار نے شوکتِ الفاظ کیساتھ ایسا ارتباط اتحاد کا نظارہ دکھایا، کہ ہمیں دنیا کے اور کسی زبان کے قصیدہ میں نظر نہیں آتا اور آنا بھی نہ چاہیئے تھا کیونکہ قصیدہ گوئی "مدح سرائی" اور دعا گوئی سے شروع ہو کر بیجا خوشامد اور نازوا مدحت پر ختم ہو گئی تشبیہ و ادا کا کام میراثیوں نے سنبھالا، پھر اُن سے ایسی حرکات کا سرزد ہونا ضروری تھا "قصیدہ گوئی" کا نام "دعا گوئی" رکھ چھوڑا تھا، اگر قصیدہ گو دعا گوئی پر بس کرتا بہتر تھا، مگر وہاں تو چار چار ورق کے قصیدوں میں دعا گوئی کا ایک ایسا شعر ملتا ہے کہ جو سر آنا ممکن الحصول آرزو پہ ختم ہوتا ہے یہ قصیدے کلام کے متفرق حصوں میں چھپے ہیں، اور ایسے پردے میں ہیں کہ جن پر ہر ایک کی نظر نہیں پڑ سکتی اگر یہ قصائد شاہجہان کی شان کی بجائے اورنگزیب کی حکومت کے متعلق ہوتے تو ہمیں انکی پروا نہ تھی مگر یہ ہیں اُس عالیجاہ شاہ کی شان میں کہ جکی برہمن نے تعریف کی ہے اور اسی خیال سے ہم بھی انکی شہرت قائم کرنا چاہتے ہیں، اسلئے ہم انھیں وہاں سے اٹھا کر دربارِ برہمن میں لا کر کلیات میں نشست دیتے ہیں، اور محض اسلئے کہ یہی نیکے قابل ہیں

قصیدہ

چراغِ بزمِ شہنشاہ شد جہان روشن (۱) کہ شد زپرتوِ آن چشمِ آسمان روشن

بدورِ عدلِ شہنشاہ بادشاہِ جہاں کہ شمعِ دولتِ او باد جاودان روشن

زبس کہ کارِ جہاں حسنِ اتفاق گرفت بنور ماہ شود دیدہ کتان روشن

چراغِ دولتِ شاہِ زمانہ روشن باد کز وست چشمِ چراغِ جہانیان روشن

جہان خسرو جہاندار بادشاہِ جہان کہ شد جہان ز فروغش جہان جہان روشن

فگندہ نیّرِ تابش بہر کران پرتو نمودہ کوکبِ عدلش کران کران روشن

بمہر و ماہ رسد روشنی ز خاک درش کہ بود ز رہگذرش چشمِ این و آن روشن

سلہ نظم میں حضور کی دعا گوئی کرتا ہوں (ذوق آبحیات)

قصیده

شرف امروز فیض آباد در هندوستان دارد (۲) ز خوبی هرچه در اندیشه گنجد بیش ازان دارد
ز صبح او صفائی سینه حاصل میکند دانا ز شام او شفق صد حرف رنگین بر زبان دارد
هوائش دلکشا روح بخش و جانفزا باشد فضائے صاف تر از سینهٔ صاحبدلان دارد
عمارتش مصفی و منزه چون دل پاکان ۹ ز رفعت هر مکانش سر با وج آسمان دارد
هوائے باغ و بستانش بیفزاید نشاط دل که هر سو سبزه زار و هر طرف آب روان دارد
صفائی آب دریا دیده دل میکند روشن ز صافی یک بیک از فلک خود عیان دارد
گهر بر کف گرفته هر نفس مستانه مے آید مگر شوق نثار پادشاه بحر و کان دارد
شهنشاهی که خنگ عزم او هر سو کند جولان سعادت در رکاب بخت و دولت همعنان دارد
ز شوکت از سلیمان و سکندر تاج بستاند بعدل و داد صد ترجیح بر نوشیروان دارد
جهان امروز اگر بر خویش ناز و جای آن دارد که شاهنشاه ملک آرائے چون شاه جهان دارد
فلاطون از سبق خوانان ارسطو حکمت و عقلش [دار الحکمت] به بنید در کمالش هر که میل امتحان دارد

ز دست بنده ها غیر از دعا دیگر چه می آید
برهمن روز و شب ورد دعائش بر زبان دارد [بنا ازو]

قصیده

سخن ز وصف شهنشاه سر توان کردن (۳) براه او چو قلم باز سر توان کردن
بروز بزم سخایش محیط عالم را لبالب جیب فلک پر گهر توان کردن
در آن مقام که اکسیر لطف فرماید ز فیض یک نظرش خاک زر توان کردن
چو بر مدیح شهنشاه شد تمام سخن سخن ز هر که بود مختصر توان کردن

ز روئے لطف که داری دریغ نتوان داشت
بسوئے برهمن از یک نظر توان کردن

باز

کلامِ اُردو

تبرکاتِ برہمن

اِس کلیات کی تکمیل اُس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک کہ ہم تبرکاتِ برہمن سے اِسے مکمل نہ کریں، زمانے رایاں کا دیگر کلامِ نظم جو متفرق [illegible] پر رنگ بیزی کر رہا ہے، بطور تبرک و تفؤل درج کیا جاتا ہے، نقاد و ملاحظہ فرمائیں گے کہ زمانے آیان کی قادرالکلامی جس گلشن سے گذر جاتی ہے، اُسے معطر کر جاتی ہے اور یہی قادرالکلام کی تعریف ہے۔

خدا نے کس شہر اندر ہمن کو لائے ڈالا ہے　　نہ دلبر ہے نہ ساقی ہے نہ شیشہ ہے نہ پیالا ہے

خوباں کی باغ میں رونق ہووے تو کس طرح یارا　　نہ دونا ہے نہ مروا ہے نہ سوسن ہے نہ لالا ہے

پیا کے ناؤں کی سمرن کیا چاہوں کروں کیسیں (نام)　　نہ تسبی ہے نہ سمرن ہے نہ کنٹھی ہے نہ مالا ہے (تسبیح)

پیا کے ناؤں عاشق کوں قتل باعجب دیکھے ہوں　　نہ برچھی ہے نہ کرچھی ہے نہ خنجر ہے نہ بھالا ہے

([illegible])

برہمن واسطے اشنان کے پھرتا ہے بگیا سین (باغیچہ)

نہ گنگا ہے نہ جمنا ہے نہ ندی ہے نہ نالا ہے

"العبد"

بلبلانِ گلستانِ سخن را

کلیاتِ برہمن

چہچہوں از زبانِ بیچانی آواز

معروف بہ

گلزارِ بہارِ بزمِ نظم

یعنی

افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبلِ ہندوستان ہندوئے فارسی دان

رائے پنڈت چندربھان برہمن

میر منشی شہزادہ دارا شکوہ و وقایع نویس حضور دیوانِ اعظم اورنگزیب کی مشہور نادر نایاب

مثنوی ہفت بحر

مترجمہ

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار سنامی

ایم، اے، ایس، پی ——— ایم، پی، ایچ، ایس

کہ جسمیں مثنوی مذکور کا اصل نسخہ جلوہ نما دربار کپورتھلہ سے حاصل کرکے بجنسہٖ لگا دیا

ہُو

خداوندا دلے ده محرم راز
که بر رویش در معنی بود باز

بمعنی صورتم را آشنا کن
دلم را چشم معنی بین عطا کن

چه شد گر حسنِ صورت دل پسند است
فریبِ جلوهٔ معنی بلند است

چو چشم دل بمعنی باز گردد
فریبِ صورت از در باز گردد

جهانِ معنی از صورت برون است
بمعنی چشم معنی رهنمون است

بمعنی آنچنانم کن هم آغوش
که گردد جلوهٔ صورت فراموش

بمعنی هر که دارد دیده را باز
بصورت کے تواند بود دمساز

بعالم نقشِ بے معنی است بسیار
مرا با صورتِ معنی بود کار

برهمن را بمعنی آشنا کن
بخود راهش ده و از خود جدا کن

در نیاز و ستایش حضرت بے نیاز گوید

خدائے جرم بخشِ بے نیازے
خداوندے کریمے کارسازے

زبان قاصر بتقریرِ صفاتش
برون ز اندازهٔ ادراک ذاتش

خرد از سیرِ راهش باز مانده
زبان افتاده وز پرواز مانده

هوائش عقل را دیوانه سازد
فروغش شمع را پروانه سازد

قیاس آنجاست مرغ پر بریده
که غیر از کنجِ ویرانے ندیده

کسے کز عقل دور اندیش باشد | ز عقل بیش حیران بیش باشد

بدانشہائے او رہ کے برد کس
کہ دانشہائے او او داند و بس

در بیان جوش و خروش دل گوید

کیم من خانہ زادے خانۂ عشق | برہمن زادۂ بتخانۂ عشق
دلے دارم بسے بیگانہ از خویش | براہ عشق از من صد قدم پیش
ز سر تا پا پرستارے محبت | بگردن بستہ زنارے محبت
ز دست پیچ و تاب عشق بیتاب | سراپا آتش و از شرم چون آب
ز یکرنگی ہم آغوش محبت | سراپا ہوش بے ہوش محبت
تہی دست از متاع کامرانی | دل آمادہ از گنج معانی
چو باشد گنج معنے در دلِ من | دو عالم سہل باشد حاصلِ من
ہنر باید چراغِ خانۂ دل | ز معنی گنج درِ ویرانۂ دل
خداوندا دلے دارم ہمہ ریش | کہ مرہم را نخواہد محرمِ خویش
تہی دست دلے در اوّلِ کار | متاعِ آشنائی را خریدار
دلِ من ذرۂ آن آفتابست | کہ گردش عالمے در پیچ و تابست
دماغ آشفتہ و عشقم چو سنبل | پریشان خاطرے پیوستہ چون گل
ز خونِ دل برآنم ہر زمان جوئے | کہ نقاشی کنم بر صفحۂ روئے
چہ خواہد رنگ خونیں روئے زردم | گل افشان از بہارِ دیدہ گردم
جراحت خانۂ اندیشۂ من | محبت محرمِ ہر ریشۂ من

دل من طفل نادان محبت — سبق خوانی دبستان محبت
سرم سودائی بازار عشق است — دلم دل بستهٔ زنّار عشق است
نه آه گرم آتش می‌فشانم — به آب دیده تر می‌نشانم
گهی از آب و گه از آتشم شاد — سر و کارم به آب و آتش افتاد
نهانی آتشی دارم به سینه — به آیینه که می در آبگینه
مرا ناخن بدل تا کار فرماست — دلم را از خروش آسودگی‌هاست
ز گریه هر نفس افتم بگرداب — چو چشمی دیده روشن سازم از آب
چنانم مانده در طوفان دیده — که خس باشد بطوفانی رسیده
نه در مغز سرم بوی محبت — نه خاکی بر سر از کوی محبت
نه سوزان و نه جوشان نه خامم — ز بس خامی نمی‌دانم کدامم
چو چشمم خون‌فشانی کرد آغاز — مرا از غنچهٔ دل شد گره باز
متاعی از جگر دارم فراوان — که آیین بسته‌ام در شهر مژگان
بود لخت جگر زیب کنارم — تو گویی باغبان این بهارم
ز مژگان در گهر ریزی چنانم — تو پنداری محیط بیکرانم
سخن بس بر زبان ناگفته دارم — گلم در دست و مغز آشفته دارم
نفس از سینه‌ام بیرون نیاید — که صد جا پایش اندر خون نباید
هوا های صبا شد فصل نوبهار است — ز لاله چادر چشم عاشق اشکبار است
نشسته هر یکی در کنج باغی — رسانیده به جام می دماغی
من اندر کنج تنهایی بصد بار سوز — ندانم رنگ شب تا لونهٔ روز
مرا شد چهره از غم سر بسر زرد — بر آرم آه و گرمی باد هم سرد
دلم تا زخم غم را تازه آراست — صبوری از برم آهسته برخاست

بدریای محبت چون فتادم
بوقت اندیشهٔ ساحل نیادم

من و غواصی این بحر نایاب
بدست آرم دری زین موج آب

زبی سامان طوفان چشم زارم
چو خواهی امتحان اشکی بیارم

نهی همسایهٔ آتش دل من
بروی آب و آتش منزل من

تنور سینه‌ام آتش فروش است
سرشک دیده‌ام طوفان خروش است

بناخن می‌تنگانم سینهٔ ریش
که تا محرم شوم در خانهٔ خویش

چنان در سینه دارم آتش تیز
اگر گویم زبان گردد شرر ریز

چه مرغم کاتشین دارم نفس را
که می‌سوزم درو بال قفس را

مرا رمزیست پنهان با خیالش
کز آن در پرده می‌بینم جمالش

من آن با خویشتن خلوت نشینم
که آیینه ببینم هر چه بینم

ازان رو بار غم بر دل ندارم
که با غم همچو شادی سازگارم

غم و شادی بود چون جلوه اندوست
خوش است آن کان رضای خاطر اوست

شبی بودم به تنهایی هم آغوش
بکلی کرده هستی را فراموش

شبی آمد پس از سالی بدستم
که از اندیشهٔ عمری برستم

در صفت تازیانهٔ آگاهی گوید

دلا تا کی شبت پنهان شود روز
بر آمد آفتاب عالم افروز

نسیم صبح باید گرد در کار
که گردد چشم خواب آلوده بیدار

ترا چشم خرد تا در نقاب است
نبینی فی المثل گر آفتاب است

بر عاشق جهان باشد سرابے — بود معمورهٔ عالم خرابے
ترا لب تشنه در هر سرابست — تو معموری طلب عالم خرابست
ز علم بے عمل چنداں که کاهی — بیفزا در عمل گر مرد راهی
بقائے مطلق ار خواهی فنا شو — اگر خواهی بقا از خود جدا شو
مبین در غیر غیر از وے مبین هیچ — که غیر از وے همه هیچ است در هیچ
چو سرو از لاف آزادی زند کس — کشد پائے طلب در دامن دل بس
چو غنچه راز دل باید نهفتن — بخون خوردن چو گل باید شگفتن
اگر چوں لاله بر دل داغ داری — میان خانهٔ خود باغ داری
بگل افشاں بهار کامرانی — بگرداں دور جام دوستگانی
تماشا هست در هر کوئے بازار — و لے باید تماشا را خریدار
دلت را گر فروغ آشنائی است — بچشمت از حقیقت روشنائی است
خرد را پیشکار راه خود کن — سخن ها با دل آگاه خود کن
چو آگه نیستی از آخر کار — ز آخر ها ز اول شو خبردار
ترا در سر غرور تو از انست — تو بے مغزی غرور تو از انست
گر و هے سر ترا از مغز خرد کن — بدانش امتحان نیک و بد کن
دلت آمادهٔ چندیں گناه است — چه حاصل گر زبانت عذر خواه است
چو دل در کار خود باشد گرفتار — ندارد در میاں عذر زباں کار
ز یک رنگی زباں با دل یکے کن — عمل بیش و حکایت اندکے کن
چه خوش باشد بروئے عقل و تدبیر — سمند نفس را گشتن عناں گیر
که چوں در تیه خواهد کرد جولاں — عناں گیری بقصد تدبیر نتواں
بهوش در تیه چوں تخمے فشاند — نهال آرزو در دل نشاند

ز دل بیروں کن ایں تخمِ ہوس را / مبین دانہ ہمیں قیدِ قفس را

بکش سر در گریبانِ خموشی / شناسا تو بعالم غیب پوشی

کسے کز عیبِ خود گردد خبردار (خوب) کجا دارد بعیبِ دیگراں کار

چوں دامانت پُر از آلودگیہاست (واہ) ترا لافِ صفائی نکتہ بیجاست

بدوز از دیدنِ عیبِ دو دیدن / خوش آں دیدن کہ غیر او ندیدن

نقاب از پیشگاہِ دیدہ کن دور / کہ یابد دیدہ ات از ہر کراں نور

دلت از زنگِ عصیاں گر سیاہ است / پشیمانی علاجِ ہر گناہ است

تماشائے بگذار و فنا شو / بآدابِ حقیقت آشنا شو

ترا آئینۂ دل گر بدست است / چہ شد گر ظاہرت صورت پرست است

بہر کارے کہ کردی شغل بسیار / قصورے در حسابِ عمر بشمار

نہ بلبل را ترا قیدِ قفس چیست / نہ گر بوالہوس چندی ہوس چیست

ہوس را مرغِ دست آموز کردن / شبِ شادی بغفلت روز کردن

نظر بر کوتہی بسیار بستن / خیالے یک خطا صد بار بستن

کسے کو گردِ حالِ خویش گردد
خبردارِ مآلِ خویش گردد

در صفتِ طراوتِ گلشنِ جوانی و مذمتِ ایّامِ نادانی گوید

جوانی جلوۂ دارد دل افروز / کہ ہر صبحش بود چوں عیدِ نوروز

جوانی فصلِ عیش کامرانیست / نشاط افزاست دل فصلِ جوانیست

جوانا قدر یکدیگر بدانید / بدانید آنچہ باید تا جوانید

به باغ عمر اگر باشد جوانی
بهار آرزو نهال کامرانی

چه کار آید کسی کو پیر گردد
که شاخ خشک آتش گیر گردد

سخن بر لب ز حیرت باز ماند
نفس در سینه از آواز ماند

دریغا صرف شد نقد جوانی
به تلخی رفت شیرین زندگانی

بکار آن که باید عاقبت کار
جوانی رفت ناگشتم خبردار

چو کم شد آب از جو دست شستیم
چو نقد از کیسه بیرون رفت جستیم

چو طاقت طاق شد هشیار گشتیم
چو وقت از دست شد بیدار گشتیم

ولیکن تا دمی از عمر باقیست
می هوش آفرین در دست ساقیست

مرا ساقیست پیری خرقه بر دوش
که ریزد ساغر هوش از ره گوش

من ار پیرم هنوزم دل جوان است
زبانم طوطی شکرفشان است

چه شد گر پیر باشد مرد هشیار
دلش باشد جوان در عرصه کار

هنوزم نشئه در سر باده در جام
هنوزم بخت صید دانه در دام

سخن را رنگ و بوی تازه از من
کتاب عشق را شیرازه از من

بساط غفلت از هم در نوردم
شبم تا دم بیاد هر که گردم

بگیرم نامه اعمال در پیش
بخوانم ماجرای قصه خویش

در صفت ره نوردی کمیت قلم بحر سخن گوید

قلم نقاش نقش روزگار است
قلم جادو ادای سحرکار است

قلم را گر نباشد بند پا
چو مرغ وهم بر گردون کند جا

بیا ای کلکِ مشک افشان نگارم
که جز تو محرمی دیگر ندارم

که با جادو ادای آشنائی
توانِ سحر آفرینی با دو دانائی

سخن را از تو باشد جسم و جانی
ز تو باقی بود هر داستانی

سخن مرغیست صیادش تو باشی
فریبِ طبع آزادش تو باشی

صبا را کس ندارد بسته برپا
تو داری از سخن صد رشته برجا

فزای طبع گردد از تو گلشن
سوادِ دیده باشد از تو روشن

به دلها راز تا داری نهانی
تو محرم در میانِ دوستگانی

نگارِ تازه برکش بر حریری
بر آن آهسته بر دلها نفیری

برآوازِ محبت نقش برکار
که بر دلهای مشتاقان کند کار

درکیفیت انشای سخن گوید

بجوش آمد گر طبع رسانم
اگر با چشمهٔ فیض آشنایم

سخن اندک اگر بسیار گویم
حکایت از زبانِ یار گویم

سخن گویم سخن بیشه بسیار است
به بستان کم گل و بسیار خار است (۵۱۹)

بمعنی پُر بود آنکه خموش است
دهل خالی بود زان پُرخروش است

خموشانی که در جلباب هوشند
زبان در کام چون غنچه خموشند

سخن لبریز معنی بر زبانم
بجوش آورد مغزِ استخوانم

سرِ تیغ زبانم تند و تیز است
سمندِ طبع شوخ و گرم خیز است

ورو با هم سخن میدان من بس
بمیدانِ سخن جولان نو من بس

سخن چوں راز داری چوں نمی یافت
تو گوئی گنجِ خود را مخزنی یافت

سخن بسیار دارم در خزانه
ولیکن رخصتِ گفتن مرا نه

کسے در خلوتِ دل آشنا نیست
که آنجا جز سخن در مدعا نیست

نه از رنگ و نه نیرنگ و نشان بود
صفاتِ حق چو ذاتِ حق نہاں بود

چو گفت و گوئے خواہش در میاں شد
سخن چوں بر زباں آمد عیاں شد

نبودے گر سخن گفتن زباں را
که دادے از صفاتِ حق نشاں را

سخن خواہم که باشد بر زبانم
چه شد گر نیست گوہر در میانم

در صفتِ آرائشِ بستانِ سخن گوید

بخواب آمد مرا آں روئے گلگوں
کزاں کز دیده ام بیروں رود خوں

ہوائے آں دو زلفِ عنبری بوئے
کشد دل را بقیدِ پیچش بہر سو

چو پیچید زلفِ او پیچید دلِ من
که مشکل تر بود ہر مشکلے من

صبا چوں زلفِ او را شانه سازد
دلِ شوریده را دیوانه سازد

دلم زاں پیچ و تابِ زلف و کاکل
کند مشقِ پریشانی چو سنبل

خطِ سبزش کند روشن نظر را
لبِ لعلش کند شیریں شکر را

کنم کحلِ بصیرت خاکِ پایش
بروں از دیده نتواں کرد جایش

نقاب از چہرۂ خود چوں کند دور
شود دیوانۂ او دیدۂ حور

شکنجِ طرۂ مشکیں غزالاں
فریبِ جلوه ہائے نونہالاں

بُرد از جا دلِ افتادگاں را
بقید آرد سرِ آزادگاں را

چه دامست آن کمندِ عنبر افشان
که اوّل رشته بندد بر رگِ جان

بر رویش بهارِ کامرانی
خطِ رویش نگارِ شادمانی

چو نگشاید شکنجِ کاکلے را
بهر موئے توان دادن دلے را

لبش کانِ شکر آیا شکرریز
خیالِ شربتِ او مستی انگیز

گلش در گلبنِ خوئے دمیده
ملاحت از جبینِ او چکیده

چو بر لب مهرِ خاموشی نهادی
تبسّم بر لبش بیخود فتادی

فرو میر تحیّت هنگامِ تکلّم
شکر در خنده و گل در تبسّم

نهالِ تازهٔ قامتِ آن پریزاد
خیالِ یاد و طوبے برده از یاد

نهالِ غمزهٔ آن ناوک انداز
برد دلها و استغنا دهد باز

زبوئے گل دماغِ آن پریروے
تنفّر میشد و چینے بر ابروے

عذارے نازکِ او برگے از گل
بر رویش چشمِ من چون چشمِ بلبل

برافشانم اگر اشکے ز دیده
برند از دامنِ من گل کشیده

اگر در دیده ضبطِ گریه خواهم
چکد خونِ محبّت از نگاهم

در صفتِ طنطنهٔ ساز بلند آوازهٔ عشق گوید

چو مستی آورد عشقِ زبردست
نخستین توبه بسیار را شکست

الا اے مستِ جامِ بادهٔ عشق
براهِ عشق کار افتاده عشق

شرابِ عشق مرد افگن ازان است
که در وے آب و رنگِ امتحان است

جنونِ عشق در پیشم گذر کرد
مرا مجنون ز فیضِ یک نظر کرد

ز فیض عشق گشتم جمله تن گوش / چو سوسن ده زبان و همه خاموش
جنون رونق فزائے کارِ عشق است / هوائش گرمئے بازارِ عشق است
خرد مزدورِ ارباب جنون است / خرد حمال اسباب جنون است
جهان گر سبز خواهد سر بسر گشت / نخواهد هیچ عاشق کشت سرگشت
جنون را پیشه کاری کار خود کن / محبت شحنهٔ بازار خود کن
ز عشق آنانکه قرب وصل خواهند / ز راهِ عاشقی گم گشته راهند
تو نقش ماسوا از سینه کن دور / که بر صافی تجلا میکند نور
تو از تخم هوس کن سینه را پاک / که بینی عالمے دیگر درین خاک
چو بنهادی براهِ عشق گامے / میان ره نه صیادے نه دامے
چو خس باید بروئے آب رفتن / چو باد از روئے صحرا پاک رفتن
هزاران فتنه در آغازِ کار است / ولیکن مردِ همت برقرار است
نمے باید جهان در راه فتادن / که در هر گام باید ایستادن
برون نه یک قدم از خویشتن پائے / که پائے در مکانِ عافیت جائے
خوشا پرهیزگارانِ نظرباز / بکنجِ عافیت بین محرم راز
جهان بر جلوه اینها چشم بسته / فلک در گردش اینها شکسته
خموشانِ پر از جوشِ محبت / سراپا هوش و بیهوشِ محبت
ترا در دیده اول نور باید / که در چشم تو آن صورت نماید
من و سیرِ گلِ باغِ محبت / فراغِ سینه با داغِ محبت
شرابے کز محبت بوئے دارد / هزاران رنگ یکرنگی فزاید
محبت چون شرار سر فروزد / نه تنها خام اول پخته سوزد
نهانے شعلهٔ این آتش تیز / کند دامانِ مژگان را شرر ریز

به بندد لخت دل بر دوش مژگان | شود خون ریزهٔ مژگان تا بدامان
عجب سازیست ساز آشنائی | که با او نیست تار بیوفائی

برون آمد نوای تازه‌تر ساز
دهد بیرون ازان پی ناخن آواز

در صفت گوهر فشانی صحایف مدح و ثنای ذات ملکی ملکات اعلیحضرت گوید

زبان هر که گویا در دهان است | ثنا خوان شهنشاهی جهان است
فلک هر صبح سازد از بر خویش | نثار خاک راهش گوهر خویش
شهنشاهی جهاندار و جوان بخت | که خورشیدش بسر تاج آسمان تخت
بهر جا سرکشان در روزگارند | زمین آسا براهش خاکسارند
پی آرام دلهای شکسته | ستم را دست و بازو سخت بسته
بر آفاق است چترش سایه گستر | که باشد در شکوه از چرخ برتر
هما در سایهٔ آن چتر والا | کند سرمایهٔ دولت مهیا
فلک طاقست در کاشانهٔ او | چراغ آسمان پروانهٔ او
براق همتش آن تیز گام است | که جولانگاه عرشش روم و شام است
شمار ملکش افزون از حساب است | که او در ملک گیری آفتاب است
فلک از بارگاهش خیمه دار است | ز ملکش گنبد گردون حصار است
ضمیرش مظهر انوار الهی | شناسای سپیدی و سیاهی

بکثرت گرچه دارد با جهان کار / ولے باشد بخلوت با جهاندار
دلش آئینهٔ صاف معانی / درو پیدا همه راز نهانی
جهان ماند بروی راز نهفته / که می یابد بسے حرفے نگفته
گل افشانی کند گاہے تبسم / گهرریزی کند وقت تکلم
نسیم خلق او عنبر شمیم است / نسیم روح پرور زان نسیم است
بعلم اندازهٔ عالم کند راست / که در علم و در هر کار رشد راست
دلش دریائے بے پایان پرجوش / بماهی تا بماهش حلقه در گوش
بدورش هر که بینی کامیاب است / بنائے ظلم در عهدش خراب است
بود آفاق ایمن در پناهش / سر نخوت فروشان خاک راهش
جهان شاهنشهے گردون سریرے / چو خورشید فلک آفاق گیرے
غبار راه او کحل بصرها / فروغ رائے او نور نظرها
بهر سوئے که راند موکب خاص / باستقبالش آید فتح رقاص
سنانش آبدار و آتش افروز / عدو را آب تیغ او گلوسوز
ملک ازبس که میگردد بکامش / همائے مدعا افتد بدامش
زبان در وصف او گوهرفشان است / خرد در راه او کوتاه زبان است
چو افشاند کف گوهرفشان را / تهی سازد دل دریا و کان را
چو بنشیند باورنگ فلک سائے / بود چون مهر تابان عالم آرائے
چو اورنگ از فلک یک پایه برتر / فروزنده درو گوهر چو اختر
ز رفعت کرسیش همسایهٔ چرخ / شکوه پایه اش همپایهٔ چرخ
کجا آید بچرخے سایهٔ آن / چراغ کشورش ایران و توران
فلک خم گشته زیر پایهٔ او / بود خورشید زیر سایهٔ او

سراپائیش ز گوہرہائے ناب است — تو گوئی نور چشمِ آفتاب است
ثباتِ پایۂ او پایدار است — ہمانا دورِ گردون را مدار است
نہ چندان لعل گوہر شد درو صرف — کہ گنجد در سرِ ہر نقطہ دہ حرف
چو گردد توسنِ او جلوہ فرمای — بروئے توسنِ گردون زند پای
غبارش کحلِ چشمِ آفتاب است — فلک از جنبشِ او در شتاب است
ز گردون بگذرد بے جنبشِ پا — نسیم آسا رود بر روئے دریا
سمندِ بادپائے برق رفتار — سبک خیز و سبک سیر و گرانبار
نگنجد وصفِ او در حرفِ تحریر — نیاید نامِ او در قیدِ تقریر
نوا سازانِ بزمِ شاہِ عالم — برآرند از دست دل او ز دل غم
زنند از انگونہ مطرب زخمہ در تار — کہ در جنبش در آید نقشِ دیوار
ہوائے دلنشین در تارِ طنبور — ز دلہائے حزین غمہا برد دور
بگو مطرب کہ تا دورِ زمان است — شہنشاہِ جہان شاہِ جہان است
مبارکباد بر وے جاودانہ — ہزاران فتحِ نو در ہر ترانہ
چو وصفِ شاہ افزون از بیان است — بیانِ آن نہ یارائے زبان است
بنازم بر عماراتِ شہنشاہ — کز و تا چرخ باشد یک قدم راہ
ز رفعت از فلک بگذشتہ شانش — مہ و خورشید خشتِ آستانش
طلائے ناب شد چندان درو خرج — کہ نتوان کرد در لوحِ فلک درج
ز رنگینی پُر از نقش و نگار است — ز صافی سنگِ او آئینہ دار است
چہ سان گویم سخن از گوہر و سنگ — کہ از آئینۂ دلہا برد زنگ
فضائے بام او دار النشیمن — بود بر اوجِ گردون سایہ افگن
بود جنبش بر رفعت سر کشیدہ — نظیرش دیدۂ گردون ندیدہ

چو آرایش شهنشاه جهانش
نهد فردوس سر بر آستانش

ز آب آئینه دارد هر طرف پیش
که تا پیوسته دارد جلوهٔ خویش

چو فردوس برینش هر مکانی
بود در هر مکانی بوستانی

خیابانش چنان عشرت سرشت است
که گوئی کوچهٔ راه بهشت است

ز گل هر سو صبا دارد ره آورد
بهر گامی مقامی میتوان کرد

درین گلشن ز گلها دسته دسته
صبا در هر طرف گلدسته بسته

برعنائی و زیبائی چنانست
که گوئی شاهد ملک جهانست

هوایش دلکشا و دلنشین است
طراوت خانه زاد این زمین است

درین گلشن هوا زین گونه سیراب
که تا دم میزنی آتش شود آب

بهارش نشه بخش هوشیاران
خزانش آفت پرهیزگاران

ز زلفش باز مانده شاخ سنبل
بز جای پریشان کرد کاکل

شگفته هر طرف گلهای لاله
گرفته بر کف از غیرت پیاله

ریاحین با شقایق دوش بر دوش
ستاده هر یکی با هم هم آغوش

هزاران رنگ هر سو گل شگفته
ز شادی تا سحر بلبل نخفته

صبا تا بر دل بلبل نهد داغ
بر افروزد چراغ لاله در باغ

زبان کوته شود در وصف سوسن
که این معنی نمی‌آید بگفتن

به یکدم آب و رنگ بوستان را
صلای عیش دادم دوستان را

زبان در وصف گل بیتاب گردد
سخن تا بر لب آید آب گردد

لب ان غنچه پر گل شد دمادم
سخن رنگین بر آید از بیانم

مرا بوسه گل از جا آنچنان برد
که بر دوشش نسیمی میتوان برد

همه بیچیده در سر شور بلبل
علاجش گر نگردد نکهت گل

دماغ از بوی گل گردد چنان مست ... که بر هر گل توان صد ره شد از دست
ز خاکش بوی عنبر میتوان یافت ... ز خوشش آب کوثر میتوان یافت
گلستان سرای زآب زانسان ... که پنهان دید در وی راز پنهان
در و راز فلک یک یک عیان است ... تو گوئی عینک چشم جهان است
صدای آب میپیچد بهر سنگ ... ولی آهسته از دلها برد زنگ
ز نهرش چون توان گفتن سخن را ... که آبی میدهد روی چمن را
چنان زین نهر شد فواره در جوش ... که کرد اول سرو پا را فراموش
مگر شد نهر این گلشن گهر ریز ... که شد فواره اش آبی گهر ریز
بگیرد چشمهٔ خورشید از و آب ... ز آبش مزرعهٔ چرخ است سیراب
لبالب زو بهر زمان لولوی لالا ... نثار راه شاهنشاه والا
نهان در سینه دارد آن قدر در ... که گر بیرون کند دریا شود پر
بود سیراب ازو پیوسته گلشن ... سرش بر آسمان و پا بدامن
عمارت بود با گردون برابر ... چراغان بود در رخشنده اختر
چو بازار چراغ شاه شد گرم ... چراغ ماه شد در پردهٔ شرم
ز عکس این چراغان جهانتاب ... کشیده صد هزاران نقش بر آب
ز حفظ عدل شاه عالم آرا ... میان آب و آتش میکند جا
دل او آنچنان روشن چراغست ... که هر سر از فروغ او فراغست
چراغش بسکه دارد نور جاوید ... بود پروانهٔ این بزم خورشید
بگردش قلعهٔ سنگین چنانست ... که از رفعت نظیر آسمانست
فلک بر کنگرش اختر فشانده ... از و تا آسمان یک زینه مانده
بگرد او فلک در پیچ و تابست ... به برج او نزول آفتابست

زطاق اور رواق چرخ نزدیک / بهر نزدیک فراز کوه باریک
بود همسایه خورشید انور / بود همسایه سد سکندر
کنون فیض دگر بخشم زبان را / ز شهر شاه گویم داستان را
چه شهرے آنکه مصر از وی نشانے / هرات از کوچه اور استانے
بمعموری و آبادی چنان است / که در هر کوچه اش صد اصفهان است
سخن کوته شود در طول بازار / بعرض اندر زبان ماند بگفتار
نشسته هر طرف گوهر فروشے / برآورده ز دریا ها خروشے
فتاده هر طرف صد لعل رخشان / بود در هر دکان کان بدخشان
متاع هند در دکان و بازار / فتاده هر طرف چندین شتر بار
بهر دکان متاع چیده چندان / که باشد در تماشا دیده خندان
برآمد از برائے امتحانے / متاع هفت کشور واستانے
ز اهل روم و شام و چین و ماچین / متاع خویشتن را داده آیین
عراقی و خراسانی ز حد بیش / نهاده پیش خود سرمایه خویش
فرنگی از فرنگستان رسیده / نوادر از بنادر پیش چیده
چو شاه از ملک خود آگاه باشد / ز مشرق تا بمغرب راه باشد
خدایا تا که دور روزگار است / فلک را دور گردون را مدار است
شهنشاه جهان شاه جهان باد / بدولت کامبخش و کامران باد

هو الرحمن

اے تو از اندازهٔ دانش فزون / وے ز تو پر گشته درون برون
عقل بادراک تو دانا شده / چشم بدیدار تو بینا شده

هر طرف طنطنهٔ ساز تست
هر دو جهان گوش بر آواز تست

ای بمیان همه و بر کران
زمزمهٔ نام تو بر هر زبان

شیخ و برهمن بتو دارد نظر
در نظری لیک همه بی خبر

هیچ سر از سر تو بیگانه نیست
از تو جدا عاقل و دیوانه نیست

بحر گهر موج زند هر طرف
خشک لب افتاده بساحل صدف

در کیفیت تماشای شب مهتاب و جلوهٔ صبح گوید

بود شبی صاف چو روی بتان
صاف تر از سینهٔ صاحبدلان

ساده شد از نقش نگینی فلک
صاف شد از غصهٔ حسینی فلک

ماه که هم ساقی و هم جام بود
دست دگر پیاں بلب بام بود

من بچنین شب بچراغ خرد
هم بخرد کرده سراغ خرد

پیر خرد شد ادب آموز من
جلوه ده مایهٔ شب افروز من

ملک من از فیض گهر بار شد
اندک من مایهٔ بسیار شد

شب همه شب با دل صد فروز
گرم سخن بوده بهم تا بروز

من بسخن گرم سخن پروری
کرده بهم طرح هنر یاوری

من بسخن داشته هنگامه گرم
من بسخن گشته بیک جامه گرم

رمز شناسان که درین پرده اند
رمز شناسی بسخن کرده اند

غیر سخن نیست درون و برون
نکته ز خون جگر آید برون

چیست سخن گوهر ناسفتهٔ
نکتهٔ ناگفته به از گفتهٔ

گر به سخن فکر فراوان بری / گوهر نایاب بدست آوری
چون به سخن دست و گریبان شدم / تا بدر صبح خرامان شدم
صبح چو از چهره گشادم نقاب / دست زدم در کمر آفتاب
باد سحر صاف چو آئینه ایم / هر دو بهم محرم دیرینه ایم
من که سحر گه بدماغ آمدم / پیشتر از صبح بباغ آمدم
نغمه سرا بلبل دستان سرا / زد بجگر زخم تو از هر نوا
مرغ چمن بر سر هر نخل گل / نغمه فزو خوانده ز هر فرد گل
تر شده از فیض هوا صحن باغ / تازه شد از باد بهاران دماغ
سبز شود بر دل پروانه داغ / شعله سر سبز بریزد چراغ
مغز تر و نور نظر بیز شد / خون دل و لخت جگر تیز شد
دست هوا طرفه طراوت گریست / آتش اگر سبز شود دور نیست
دسته گل گشته زبان در دهن / سبز شده بر لب گویا سخن

در انتباه نفس امّاره گوید

چشم تو مخمور ز جام شراب / بر دل افتاده ز غفلت نقاب
عمر تو در خواب سحر میرود / روز بهر روز بهتر میرود
این همه آرایش هنگامه چیست / لاف تو بر خرقه و عمامه چیست
بر سر آبست بنائے جهان / خانه نسازند بر آب روان
تا بزر و مال فسرده ماندهٔ / خانه بدام هوس افشاندهٔ

هر نظر تیز بداں دانه کرد — در شکنِ دام هوس خانه کرد
دانه فرو ریخته راه تست — دانه شناس این دلِ آگاه تست
دانهٔ این دام بدنداں مخا — تا نشوی دانهٔ این آسیا
پاے طلب گرم هوس کرده — تیز روی ها چو نفس کرده
گام باندازهٔ خود میگذار — هر دمِ اوّل دمِ آخر شمار
ای که نهٔ سنگ گرانی مکن — بادهٔ بیهوده روانی مکن
هرچه کنی از پے نفعِ ضرر — عیب توانست که دانی هنر
بر سر هر گل که تماشا کنی — دشمنیِ بلبلِ شیدا کنی
غنچه درین باغ خموش آمده — لاله بصد داغ بجوش آمده
وای بفکر دلِ نادان تو — حیف برین فکر پریشان تو
آئینه از چاک گریبان بس است — لخت جگر زینت داماں بس است
چشم جهاں بیں خدا بیں شود — کار تو بسیار بآئیں بود
کثرتِ دانش همه در وحدت تست — وحدتِ دانش همه در کثرت تست
پرده چو از چشم براندا ختند — محرم خلوتگه حق ساختند
دامنت آلودهٔ آلایش است — یاد تو بیهوده در آسایش است
دست بداماںِ ارادت بزن — خیز در صبح سعادت بزن
برگ ره پیش و پس خود بساز — هاں نفسی با نفس خود بساز
ای شده بدمست شراب هوس — داشته چشم نقاب هوس
چند شوی مست مے ناگوار — جرعه کشی بادهٔ ناسازگار
چند کنی دود هوس در دماغ — تیره بایں دود چه سازی چراغ
مرد رهی پاے بداماں بکش — غنچه صفت سر بگریباں بکش

راه روانند بشبهای تار — تا بدر صبح کشایند بار
هر که شب لذت این راه یافت — تا حضر از فیض سحرگاه یافت
قطع تعلق کن و آزاد شو — مشق تجرد کن و استاد شو
یک سخن از درس محبت بخوان — بند کن آنگاه چو غنچه زبان
سوخته جانی که محبت درست — همچو گل تازه پر از رنگ و بوست
ای زده بر سر ز هوس کج کلاه — سوده کلاه گوشه بخورشید و ماه
جامه و عمامه بیاراسته — برهم افزوده ز دل کاسته
چشمهٔ دل منبع فیض خداست — زنده دل آنکس که بدل آشناست
با دل خود محرم دیرینه باش — راست بهم صاف چو آئینه باش
حیف بود دوستی تن بدل — چهرهٔ خورشید نهفتن بگل
برگ گل باغ دو لخت جگر — آب دو برگ گلی چشم تر
سوز ترا گر نمک شوق نیست — کام ترا چاشنی ذوق نیست
اهل هوس را جرس بی صداست — قافله سالار محبت خداست
شمع ترا روغن تدبیر نیست — نور تو جز شعلهٔ تزویر نیست
طبع تو سرخوش ز شراب غرور — عقل تو صد قافله از راه دور
گر تو ز خود کرده پشیمان شوی — دم بخود و سر بگریبان شوی
طبع تو لبریز معانی شود — محرم اسرار نهانی شود
آئینه حال تو زانو بس است — طوطی طبع تو سخن گو بس است
در نظر همت ارباب کار — کار جهان هیچ ندارد مدار
از تو بود تا بدهیم کام — کام بکن دام و بوحدت خرام
مغز بداری چو کدو سر تهی — از سر بی مغز چه خواهی بهی

شمع خرد تا نهی پیش رُخے — راهِ حقیقت بتکلف مجوے

هستیِ ذاتِ تو حجابِ تو بس — پردهٔ افکار نقابِ تو بس

شمع دل از آتشِ دل بر فروز — هرچه بود غیر محبت بسوز

اهلِ محبت چو گلِ تازه اند — نسخهٔ دل را همه شیرازه اند

چند چو ماه چهره بیاراستن — چهره برآراستن و کاستن

گوشِ تو بر نغمهٔ تزویر چند — پائے خرد بستهٔ زنجیر چند

علمِ تو تا چند بود بے عمل — عمرِ تو کوتاه و بطول امل

هست دریں باغ خزان و بهار — جلوه گر آئینهٔ نظر هوشیار

چشمِ تو بر خار و گر برگل است — هرچه تو بینی همه جز و کل است

اینهمه یک قطره ز دریائے اوست — یک ورقِ کهنه ز اجزائے اوست

سره تواں اند دریں راه فرس — تا نشود واقف رہ هیچ کس

راه روتاں که دریں راه شدند — از پس و از پیش نه آگاه شدند

سر ز سراپردهٔ وحدت برار — سایهٔ خود نیز ز خود دور دار

بے اثر است ایں رہ دور از حساب — تو سرِ خود از سرِ ایں رہ بتاب

به که اثر یابی ازیں راه دور — ظلمتِ ایں راه شود بر تو نور

خیز و باندازهٔ خود کاری کن — هرچه کنی با دل هوشیاری کن

راهبرِ ملکِ قناعت شدن — به ز گرفتار بطاعت شدن

حرفِ گنه از ورقِ دل تراش — صاف تر از چهرهٔ آئینه باش

خواستِ حق بهر تو بیخواست است — معده در خواهشِ ناراست است

تو بجز از قطرهٔ خونی نهٔ — غیر نشانی و نمونی نهٔ

لاف تو بر پائے طینت ز چیست — چین تغافل به جبینت ز چیست

کج روی است کوته و تنها رجه
لاف تو بر اندک و بسیار چه

راستی آموز و خطا بین مشو
کج رود کج باز چون فرزین مشو

قافلهٔ عزم تو تا در بس است
راستی کوه تو رهبر بس است

چشم گشا راه سفر را ببین
قافلهٔ شام و سحر را ببین

زادِ ره از لختِ جگر تازه کن
هر چه توان کرد باندازه کن

گر قدمے پیش نهی پس مخواه
همرهیِ مردم ناکس مخواه

زادِ رہ عشق بہ از درد نیست
غیر دل گرم و دم سرد نیست

چند نشینی بغم روزگار
غم نتوان خورد و بر دمے بیار

گرد غم از صفحهٔ خاطر بشو
عیش دو عالم ز غم دل مجو

خاک شود هر که بعالم در است
گرمیِ ها از پئے خاکستر است

راست کسے جز قدمِ دل نرفت
هر که غلط رفت بمنزل نرفت

گر بگه بیابانِ دل آئی درون
راه نیابی که بیابانی برون

تا ببری اہلِ ہوس جائے تست
باد ہوس مرحلہ پیمائے تست

صاف تر از چشمهٔ دل چشمه نیست
منبع خورشید و دل تو یکیست

چند بجو و لاف تجرّد زدن
چند بزنجیر تعلّق شدن

خار که در راه توکّل بود
در نظر اہلِ نظر گل بود

خار و گل اندر نظرِ رهروان
میوه بر از گلشن نخلستان

آب رخ مرد توکّل گزین
بس بود از قطرهٔ خوی جبین

چون سخن از باغ توکّل کنم
دامن اندیشه پر از گل کنم

مرد چو در راه توکّل شود
خارِ مغیلان برهش گل شود

هر که درین مرحله رهرو بود
خونِ جگر زادِ رهِ او بود

زهر و شکر در جگر او یکی — خار و گل اندر نظر او یکی
عارف از آئینهٔ صاف دردل — شد تماشائی دو عالم بردل
کثرت و وحدت بسر او یکی — شادی و غم در نظر او یکی
مستی عرفان الهی در او — خاک ره دو عالم شاهی در او
دست نینداخته بر خوانِ دهر — یکشب نا آسوده مهمان دهر
راحتِ عالم نفسی بیش نیست — ملک دو عالم نفسی بیش نیست
هرچه دری دائره آورده اند — تا نفسی راست کنی مرده اند
بادهٔ سرشار بهر جام نیست — مغز سخن در سر هر خام نیست
باد جگر کاوی شبها گذار — ز اوّل شب تا بسحر بیقرار
خونِ دل و لخت جگر زاد من — مرحلهٔ غم ـــ دل ناشاد من
شمع صفت چهره برافروختن — چهره برافروختن و سوختن
سوختن از آتش دل تا سحر — ساختن از عیش با لختِ جگر
خون خورم و سر بگریبان کشم — غنچه صفت پای بدامان کشم
شعله بود داغی این لاله زار — داغ بود سوختهٔ این بهار
خاک خورد سبزه دریں بوستان — گل بود از لخت جگر باغبان
از غم هر صبح بکنج چمن — غنچه بخونابه بشوید دهن
سبزه و سنبل همه را زده خاک — لاله و گل شد همه تن جامه چاک
پیک دم صبح نسیم سحر — آنکه از عمر رساند خبر

غافلی از عمر که چون میرود
هر نفس آغشته بخون میرود

هو الرحیم

هر یکی را سوی او باشد نیاز — در رکوع و در سجود و در نماز

ذرهٔ خالی ز مهر دوست نیست — در جهان یک مغز او بی پوست نیست

هر که بینی مظهر لطف خداست — گر همه بیگانه باشد آشناست

آشنا هستند با هم هر که هست — عاقل و دیوانه و هشیار و مست

عالم هر سو فدای ناز دوست — هر طرف صد گوش بر آواز دوست

دل فدای ناز آن طناز کن — طاقت دل بر سر یک ناز کن

تو ندانی راه کج تا راه راست — ور نه ره روشن تر از آیینه هاست

این جهان بگذشت جای بینش نیست — نفس او نفس از دعای بیش نیست

تو دران افتاده بی پا و سری — همچو بی مهره در ششدری

محمل عمر است روز و شب روان — تو بغفلت مانده شد کاروان

چشم عبرت بین کشا در روزگار — تا ترا گل گل نماید خار خار

خار و گل را بهر کار آورده اند — در حساب اندر شمار آورده اند

خاک باشد زر بچشم عارفان — خاک را زر می شمارند ابلهان

ای برادر مست میباید شدن — در طلب از دست می باید شدن

ای برادر جمله از خاکیم ما — یک گریبان است صد چاکیم ما

هست مردان را نشان مردمی — آدمی را مردمی کرد آدمی

چند هر دم نفس را سرکش کنی — خویشتن را طعمهٔ آتش کنی

هر چه بینی در جهان بی بقا — چشم تا بر هم زنی گردد فنا

عمر اگر بسیار و گر کوته بود — هر که بندد دل درو ابله بود

اهل دنیا را بزرگی گفته نغز — پوست بگذارند تا یابند مغز

گرد رنگ و بوئے دنیا خوش ہمہ | ہمچو خاشاک اند در آتش ہمہ
ترک کن این جیفۂ مردار را | بہتر از گفتار کن کردار را
مرگ بر تو جہل نادانی بس است | قاتل تو نفس شیطانی بس است
اے برادر دفتر حکمت بشو | ہر چہ میگوئی ز نادانی بگو
دردمنداں را نشانے دیگر است | بیزبانان را زبانے دیگر است
اے کہ داری زینت ظاہر شعار | زینت ظاہر نمے آید بکار
تا نگیرد دل بجائے آشنا | کے شوی از نفس شیطانی جدا
نفس چوں آتش میان خرمن است | نفس پنہاں شعلہ زیر دامن است
اے برادر اے گرامی اے عزیز | میتواں کردن بحال خود تمیز
تا نگردی آشنائے حال خویش | کے شوی آگاہ بر اعمال خویش
بندۂ حسن عمل باید شدن | ورنہ پیش خود خجل باید شدن
مرد دانا پیش خود شرمندہ است | ہست در شرمندگی تا زندہ است
کارہائے این جہان و آن جہاں | فی المثل باشد چو مشت استخوان
گر بدست آری بدل خواہد جلید | ور نہ بیندازی بپا خواہد رسید
اے برادر ما و تو ہم خانہ ایم | تا نگاہے میکنی افسانہ ایم

بر سر ہم خانگی بیگانگی
وائے با بیگانگی ہم خانگی



ھُوَ الْمُسْتَعَانُ

اے بسوئے تو نیاز ہمہ کس ... وے بروئے تو نماز ہمہ کس
از تو آگہ نہ حقیقت نہ مجاز ... وز تو واقف نہ نماز و نہ نیاز
ہمہ کس روئے بسوئیت دارد ... آرزوئے سر کوئیت دارد
کوئے تو قبلۂ حاجات ہمہ ... منزلِ وجد و مناجات ہمہ
دامِ عشق است کہ گستردۂ تست ... ہر کجا زندہ ولے مردۂ تست
رہروانند دریں عالم و بس ... کہ نیابد اثرے زانہا کس
ہمہ در راہِ خدا مے پویند ... سخن از وحدتِ حق میگویند
دامن از لوثِ جہاں نا بودہ ... پا نہ در راہِ ہوا فرسودہ
ہیچکس خالی ازیں عالم نیست ... نیست محروم اگر محرم نیست
از تو کوشش کشش از جانبِ دوست ... گرچہ کوشش ہمہ از جانبِ اوست
مشکِ عشق است کہ پنہاں نشود ... ماہ پنہاں بگریباں نشود
خام آنکس کہ زند دم ز ہوس ... پختہ آنکس کہ شود بیخود و بس
پختگانند کہ خونیں جگر اند ... پختگاں دگر و خاماں دگر اند
مرد باید کہ سبکبار بود ... کہ گرانبار گرفتار بود
ہر کہ تمکین و وقار اندیشی ... از ہوس گنج و کنار اندیشی
محرمِ حق ز حق اندیشد و بس ... بگسلد از ہمہ جا و ہمہ کس
چند در مرحلہ ہائے آسودن ... باید ایں راہ بسر پیمودن
سر دریں راہ قدم باید کرد ... تیز گامی چو قلم باید کرد
صبح شد صبح سر از خواب بر آر ... کشتیٔ عمر ز گرداب بر آر
در رہِ عشق ز بوئے خالی ... سر بود ہمچو کدوئے خالی

عشق گلگونۂ رخسار دل است
باعث گرمئی بازار دل است

عشق در دل چو بود شعلہ فروش
بر زند خون جگر در دل جوش

یارب از فضل خودم شادان کن
دل ویرانِ من آبادان کن

هو الغنی

ای ز اندازہ خرد افزون
وی ز شیرازۂ سخن بیرون

عقل در کنہ ذات تو حیران
در صفات تو فہم سرگردان

نہ بفہم آید آنچہ می باید
نہ ز عقل آید آنچہ می شاید

عقل ہر چند دوربین باشد
در رہت چشم بر زمین باشد

عقل ہر چند در رہت نازد
نارسیدہ سپر بیندازد

آنکہ فارغ بود ز کون و مکان
کی در آید صفات او بزبان

برہمن را بخود شناسا کن
چشم بینش ببخش و بینا کن

در اظہار کیفیتہای روزگار گوید

چیست دانی جہان پر شر و شور
خانۂ تنگ و تیرہ چون دل مور

تا بغم خانۂ جہان باشی
بغم و غصہ میہمان باشی

غم تو در عمل فزودن تو
عمر صرف گشتہ بر درون تو

گر مس خویش کیمیا داری
در نظر نقد مدعا داری

گر بخواہی دل جہان افروز
کورۂ امتحان بسیار و بسوز

تا در آتش گداخته نشوی سره و صاف ساخته نشوی
چند آلوده بر جهان بودن بر خود از بار خود گران بودن
ای بغفلت سپرده سررشته پرده بر روی دل فروهشته
در نظر ریزهٔ خزف تا چند وی دُرِ ناب در صدف تا چند
در جهان دیدهٔ تماشائی چند بندی و چند بگشائی
نظری کن بجلوهٔ محبوب گذری کن بمنزل مقصود
شب دیجور و صبح نوروزی زوست در روز نامرادی روز
عمر در فکر سود و سودا رفت همچو دی صد هزار فردا رفت
چه فرو ماندهٔ بخواب گران می‌رود عمر همچو آب روان
مایهٔ فقر و سایهٔ دیوار بهتر از صد هزار باغ و بهار
سینه باید بنور عرفان پاک گر حقیرست ظاهر تو چه باک
صورت ار زشت باشد و گر خوب معنی از آدمی بود مطلوب
مهر باید به سینه جلوه فروز دشمن خود را خسی بدان دلسوز
پرتو چون نور حق ظهور کند باز در دیدهٔ تو نور کند
چه بایں پرده‌های تو بر تو ماندهٔ در حساب خویش گرو
علم باید شود حسنهٔ وجود که بجز علم کس گره نگشود
مرد مشغول به تعلم و عمل کز کمالات می‌شود اکمل
در نظرهای خاص اهل نظر زر بود خاک و خاک باشد زر
در نظرهای خاص اهل کمال یک جوی علم به ز خرمن مال
علم علم خدائی آمد و بس بخدا آشنائی آمد و بس
به شناسائی حق بیچون نبود غیر علم راهنمون

علم گر با تو با عمل گردد / مشکلات تو جمله حل گردد
نیک داند کسے که عقل درست / کز همه نیکوئی خرد نیکوست

اے برادر دریں سرائے خراب / نقش ما و تو چیست نقش حباب
در دلِ ہر که روشنائی ہاست / ہر نفس گرمِ آشنائی ہاست

خویشتن را بگیر خیره مکن / دل بدود دماغ تیره مکن
دشمنِ تست نفسِ سرکش تو / در کمینگاه کرده کاہش تو

نفس خرسند ہر چه خواہش تست / خواہشِ تست آنچه کاہشِ تست
چرخ را جامه ایست نیلی رنگ / چیست پُر شیشه آستین سنگ

قربِ حق خواہی اے برادر من / سنگ بر شیشهٔ تعلق زن
بر تنت جامهٔ سفید چه سود / که دلت از گنه گشته کبود

تا تو آموزگار خود نشوی / قابلِ روزگار خود نشوی
غنچه شو تا دلت کشاده شود / بر سرت تاجِ زر نهاده شود

چه زنی لاف کار در ہر کار / چند بے مایه گرمئے بازار
غنچه خاموش با ہزار زبان / تو بایں یک زبان لب بکشاں

جوہری مرد کے شناسد کس / مرد را مردمے شناسد و بس
مرد باید که چشم باز کند / سیرِ دلہائے اہلِ راز کند

گر نداری ز فہم و عقل شعار / تو ہمانی که نقش بر دیوار
تو بکردی و باز بشکستی / تو اگر مردهٔ نه بد مستی

چند وار قید آب و گل بودن / از خود و کارِ خود خجل بودن
اے دلت آفتابِ نورانی / چه فرو مانده بحیرانی

دل بسامان آرزو بستن / طوق پندار در گلو بستن

خطاب برہمن بآفتاب

اے جہاں گرد و سبک رفتار — وے ز مہر تو گرمیٔ بازار
جنبش روزگار دانۂ تست — دانۂ در خوشۂ چشم بر رہ تست
چوں سحر بر سپہر بشتابی — روئے ناشستہ لعلہا یابی
باغ در سایۂ تو پروردہ — سایۂ تو نگارہا کردہ
گل ز دست تو چاک در سینہ — لالہ را از تو داغ دیرینہ
اے تو در ابتدائے فصل بہار — تازگی بخش گلشن روزگار
کان لعل ہست در خزینۂ تو — مے رنگیں در آبگینۂ تو
تو بہر آستاں کہ مے آئی — زنگ ظلمت ز خانہ بزدائی
تو بر آتش نہادہ زرّیں طشت — یار گرد تو کے تواند گشت

در گلوئے سحر برہمن وار
تو دہی تاب رشتہ زنّار

خطاب دیگر

تو کہ مغز خرد بجوش آری — دل افسردہ در خروش آری
تو بخنگ فلک سوار شوی — سایہ افگن بہر دیار شوی
بر در و بام سایہ اندازی — تو بہر خانہ محرم رازی
اے تو سر دفتر جمال و جلال — روزن خانہ از تو مالامال
چرخ در دامن تو سرگرداں — ماہ در پیش جاہش تو نہاں
از فروغ تو شمع گرد داغ — چہ کند پیش آفتاب چراغ

شمع ہر چند سر برافرازد — پیشِ تو سر بخاک اندازد
شب روانان که راه پیما اند — بر درت بارِ خویش بکشایند
تو وہی رونق و رواجِ ہمہ — از تو حاصل شود خراجِ ہمہ
دستِ ہر کس بجیبِ دامنِ تست — ہندوے خاصِ تو برہمن تست
بر رخِ گلرخان عرق از تو — بر فراز فلک شفق از تو
مہ که بر فرق کج نہاد کلاه — بر درِ جاهِ تو ندارد راه

با تو در گردش ہست ملک و ملک
از تو در جنبش ہست چرخ و فلک

در ستائش ذاتِ قدسی صفات خدیو جہان خلیفۂ زمان شاہجہان بادشاه گوید

یارِ طبعم چو کارفرما شد — ہر چه میخواستم مہیا شد
تازه بستم نگارِ جادو کار — ہمه آراسته بنقش و نگار
از سخن ہائے روشن و مرغوب — درج در گشت صفحۂ مرغوب
چون قلم را اجازتے دادم — بتماشا بگوشۂ استادم
کلکِ من از سرِ شیرین کار — کرد دلہائے خفته را بیدار
خاطرم موج خیز دریائیست — آسمان سیر و چرخ پیمائیست
چون زبانم گہرفشان گردد — مدح سنجِ خدائیگان گردد
بادشاهِ زمانه شاہجہان — حکمِ او ہر طرف چو آبِ روان
عدلِ او در رواجِ دولت داد — ملکِ او از عدالتش آباد

روزگارش بشادی آموده ۔ عالمی در زمانش آسوده
دل و دستش بگاه جود و سخا ۔ مایه بخشد بدامن دریا
بادشاہے کہ در جہاں داری ۔ شب و روزش رود بہشیاری
ذاتِ اُو سایۂ خدا باشد ۔ سایہ از ذات کے جدا باشد
دست اُو ابر را دہد مایہ ۔ چترِ اُو راست چرخ در سایہ
روشنی بخش چہرۂ خورشید ۔ عشرت افزائے مجلس ناہید
بزم او خلد را دہد تزئیں ۔ رزم اُو فتح را دہد آئیں
ہر کجا رُو نہد ظفر یابد ۔ ہر چہ در عزم بیشتر یابد
آنکہ شیرِ فلک شکار کند ۔ شیر در پیش اُو چہ کار کند
شیر گردوں بزیر راں دارد ۔ شیر در پیش اُو چہ جاں دارد

شیر ہر چند بر فلک نازد
پیشِ اُو سر بخاک اندازد

یا حفیظ تعالیٰ شانہ

خدایا مرا محرم راز کن ۔ درِ فیض بر روئے من باز کن
بفضلِ خودم کن شناسائے خویش ۔ بدہ بینشِ ساز بینائے خویش
دلم کوہ طور است تو گنجِ طور ۔ تجلّیٰ توان کرد بر کوہِ طور
چو شد صاف آئینۂ سینہ ام ۔ نشد عکس معنے در آئینہ ام
غبارے کہ دارد ز راہت فشاں ۔ بود سرمۂ چشم صاحبدلاں
بیکتائی تو نگنجد دوئی ۔ توئی چہ توئی و توئی و توئی
چو من سینۂ خویش را کافتم ۔ بکارم نخستیں ترا یافتم

کنوں دامن از من توانی کشید | ترا دیدم از من نشانے نماند
ندانم کہ دیگر چہ خوانم ترا | توئی در من و من ندانم ترا
چو من خویش را در تو گم ساختم | چنیں بر دم و آنچناں باختم

شود محو در حضرتِ پاکِ تو
برہمن کند سجدہ خاکِ تو

در ثباتیِ اساسِ ناپائدارِ روزگار گوید

جہاں دام گاہیست پروانہ | نیفتد درو مردِ فرزانہ
نظر تیز بر دانہ کردن خطاست | کہ ایں دانہ آں دام را رہنماست
اگر وا گذارند در گوشہ ام | ز لختِ جگر بس بود توشہ ام
بآں توشہ عیشِ نہانی کنم | نہاں از ہمہ زندگانی کنم
نگیرم دگر نامِ دنیائے دُوں | بلختِ جگر سازم و جامِ خوں
گہر بر گہر زاں فرو چیدہ ام | کہ در پائے لبریز شد دیدہ ام
نگنجد چو دریا بہ مژگانِ من | رود سیلِ خونیں ز دامانِ من
فلک آسیائیست دنداں شکن | نہ دنداں شکن بلکہ سنداں شکن
شب و روز با گردش زود و دیر | بگردد چو دولاب بالا و زیر
چو بے ماؤ تو بگذرد روزگار | دمے زندگانی غنیمت شمار
خوشا آں روزگارے کہ با دلستاں | چو بلبل کنی سیر در بوستاں
بگوئیم کہ آں روزگاراں گذشت | جوانی چو ابرِ بہاراں گذشت
شدی پیر در دامنِ روزگار | کنی ناز چوں کودکِ شیرخوار

نه آگه که زهر است در شکرش | نه واقف که خون است در ساغرش
ازاں رو لبِ جام خنداں بود | که لبریز از خونِ مستاں بود
دلے دارم آماده بر مهر دوست | که از شادمانی نگنجد به پوست
چو در ملک معنی کشائم دکاں | که اهل سخن را کنم میهماں
ز خونِ جگر پیش آرم شراب | ز لختِ جگر تازه سازم کباب
دماغ مرا تازگی در سر است | مرا نشاء از بادهٔ دیگر است
بده ساقی آں جامِ مرد آزما | که لختے کند دور ما را ز ما

کند یکزماں بیخود از خویشتن
برون آرد از خطرهٔ ما و من

هو الفرد

اے محرمِ دیده هائے نمناک | مرهم نه بزخمِ سینهٔ چاک
دانائی زبانِ بے زباناں | سرمایهٔ حالِ ناتواناں
هنگامهٔ شوق تازه از تو | چهرهٔ حسن غازه از تو
از جلوهٔ ماه تا بماهی | بر وحدت تو دهد گواهی
چوں حکم تو بر همه روان است | هر نقش که بسته همان است

از ذات تو برهمن چه گوید
چوں نیست سخن سخن چه گوید



در مشاہدۂ جلوۂ صبح و ادراک کیفیت نسیم بہار گوید

دریاب که فصل نوبهار است / بنگر که نسیم در چه کار است
چون صبح دمید خواب تا چند / معمورهٔ دل بخواب تا چند
برخیز که صبح جلوه فرماست / برخیز که آفتاب برخاست
با صبح ز خویش میتوان رفت / گام دو سه پیش میتوان رفت
صحرا همه سبز و باغ شاداب / دریاب نسیم صبح دریاب
این سرو چه در دماغ دارد / کارایش روی باغ دارد
از نکهت کیست نکهت گل / در طرهٔ کیست تاب سنبل
این آب صفا که در روانیست / همسایهٔ آب زندگانیست
در غنچه نهفته دفتر راز / بلبل ز ادای آن خوش آواز
گلهای چمن بجلوه ریزی / گرده ز بنفشه مشک بیزی
صد صفحه نهان به برگ گل بین / در هر سر جزو نقش گل بین
لب مست شراب زعفرانی / زین خنده بنال ناتوانی
از عیش اگرچه خنده زاید / از گریه گره دل گشاید
ای غافل ازین سرای فانی / فارغ به نشاط جاودانی
بر عمر چه اعتبار باشد / با باد چه اختیار باشد
امروز که اختیار داری / غافل منشین که کار داری
این قبه که چرخ نام دارد / یک گردش و صد خرام دارد
بر صد نسق است کار گردون / سررشته کسی برآورد چون
دامان فلک که زرنگار است / چو درنگری سیاه کار است

چوں مرد ز عقل گردد آگاہ
از عقل بہ عقل میبرد راہ
آنجا کہ ز عقل کار بندد
در دفتر آسمان پسندد
آں نسخہ کہ از خرد نویسد
اندازۂ نیک و بد نویسد
از نیک و بد است عقل آگاہ
با عقل تواں فتاد در راہ
راہے کہ عقل پے سپر شد
ہنگام دگر بہ از دگر شد
دل از رہِ چشم عقل بینا است
دل قطرۂ عقل خون دریا است
عقل است چو محرم الٰہی
از عقل بخواہ ہر چہ خواہی
بر عیب کسے مکن نظر تیز
از آتش عیب خود بپرہیز
ہر کس کہ بعیب خود نہ بیند
گنجینۂ عیب خود نہ بیند
بے عیب اگر چہ آدمی نیست
گر فاش کنی ز مردمی نیست

آں دیدہ بروں ز سر نیفتد
بر عیب کسے اگر نیفتد

در بیان مراتب عشق گوید

دُر دانہ بے بہائے عشق است
عالم ہمہ رونمائے عشق است
بے عشق کہ آتش جگر سوز
بے عشق کہ جوہری دل افروز
گردے کہ ز کوئے عشق خیزد
بر چہرۂ مہر و ماہ ریزد
ایں جملہ کہ کارگاہِ دنیاست
عشق است درو کہ کار فرماست
چوں آتش عشق بر فروزد
نا پختہ و پختہ ہر دو سوزد
آید چو نسیم عشق در باغ
چوں لالہ تواں نشست در باغ

تا گردشِ روزِ روزگار است | ہنگامۂ عشق برقرار است
تا سوزشِ حسن در جہان است | افسانۂ عشق درمیان است

چوں حسن ز پردہ گشت بیروں
دیوانۂ عشق گشت مجنوں



نوٹ:۔ اصل غلطیوں سے پُر ہے، نقل ہذا بھی خالی نہیں

بہار سنامی



سفینہ بہر بوستاں گل فرماید بلبل در جمیت (برہمن) برہمن را از حضرت برگفتگو سے ہے

گلدستۂ بہارِ فصاحت

معروف بہ

تحفۃ الفصحا

مؤلفہ افصح الفصحا ابلغ البلغا بلبلِ ہندوستاں، ہندوئے فارسی داں
رائے رایان منشی پنڈت چندربھان المتخلص بہ برہمن میر منشی
شہزادہ دارا شکوہ، تخت پژدہ، دیوان شاہجہاں، وقائع نویس حضور
دیوان اعظم اورنگ زیب آفاق ستاں

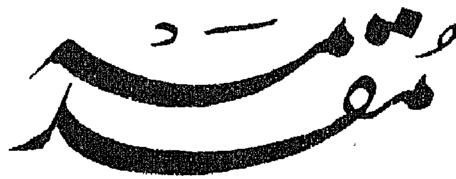
جس میں

یک صد و پنجاہ سالہ (۱۵۰) انتہائی عروجِ زبانِ فارسی کے فضلائے ایران، توران، کابل اور ہندوستان کا تذکرہ بمعہ نمونہ کلام درج ہے

جسے

فضیلت مآب کمالات انتساب جناب سردار دیوان رائے بھگونت رائے صاحب بہار شامی
ایم اے، ایس بی - ایم پی، ایچ ایس نے مصنف ممدوح کے
کتب خانہ کے اصلی قلمی نسخہ سے صحت کر کے مرتب کیا

شری گنیش آئیمہ



بیادِ سنبلِ زلفِ بتاں گرفت قرار ۞ وگرنہ جانہ زود طبع آرمیدہ ما

چار مینارِ فضیلتِ برہمن

آفاتِ ارضی و سماوی کے مقابلہ کے لئے جبکہ سو برس کا زمانہ بھی کوئی سنگین یا فولادی حقیقت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں تین سو برس کا عرصہ تو ایک بڑی بات ہے۔ بہ خود فراموشِ دنیا بدوں کا تو ذکر کیا۔ ملک کے رہنماؤں، سرگروہوں، بہادروں، فاتحوں اور بڑے بڑے نامی ذوالاقتدار تاجداروں تک کے نام و نشان مٹا دیتی ہے لیکن اس کے علی الرغم دنیا میں اگر کوئی طاقت زمانۂ ستم شعار کے ظلم و زوال سے بچنے کا کمال رکھتی ہے تو وہ کمالِ علم ہے، لاکھوں برس گذر گئے۔ رامائن کی تصنیف کی وجہ سے رشی بالمیک جی زندہ ہیں، اور جب تک دنیا قائم رہے گی۔ اور دنیا دار مر کر گمنام ہوتے رہیں گے، رشی موصوف کی عمر بڑھتی چلی جائے گی۔ اسی طرح عالمانِ اسلام میں سعدی۔ حافظ، ملا روم، نظیری، شمس تبریز جیسی ہستیاں صدیاں گذر جانے پر ہمارے سامنے ہیں جو اپنا دل آویز تقریر کرتی نظر آتی ہیں لیکن اُن کے وقت کے بادشاہوں کے نام کا نشان نہیں ملتا۔ نہ خود اُن کے دنیوی نام کی بقا ہے۔

اسی لازوال کمال اور پُرشان نشانِ عمل کی وجہ سے افصح الفصحا ابلغ البلغا ہندوستانی فارسی داں رائے رایاں منشی چندر بھان برہمن کی تصویر تنویر کا ہر خط و خال

گذشتہ تین سو برس سے علمی و حقیقی دنیا کے آئینۂ خیال کی رونق ہے۔ اور زمانہ جوں جوں نا قابلِ یادگارِ دنیا گراں ہستیوں کو خاک میں ملاتا چلا جائیگا برہمن کا نام و کام تا قیامِ نظامِ فلکی افقِ آسمان پر آفتابِ عالمتاب بنکر روز افزوں نور افگن ہوتا رہیگا۔ سعدی کی شہرت کی بہارِ گلستان ہے، حافظ کی تعمیری حفاظت اُس کے دیوان ہے، اور ملا روم کی ثباتِ شہرت مثنوی ہے، ایک دو تین ہو جاتی ہے۔ گویا تینوں اپنے اپنے ایک ایک حلقہ میں محدود ہیں لیکن برہمن کی منازلِ علمی کے سر بفلاک اور مکمل چار مینار ہیں کہ جو بلحاظ بلندی و رفعت مضبوطی و پائیداری صنعتگری و رفعتِ قیامت کا مقابلہ کرنے والے ہیں، اور لطف یہ کہ ایک دوسرے سے قطع و وضع میں بالکل جدا اور مختلف ہیں۔ کہ جو دنیا بھر کی کسی علمی تعمیر میں ایک بھی پایا نہیں جاتا۔

مینارِ اوّل معارف و حقائق کے مواحد، جدتِ نزاکتِ خیال کے موجد، صنائع و بدائع کلام کے واضع، اندرز و نصائح کے ناصح، اصلیت و حقیقت کے شیدا، آہ اور واہ کے شہدا، ادراکِ مضمون کے مدرک، رمز و ادا کے کاہن، عشقِ حقیقی کے عاشق، فسقِ مجازی کے فاسق، اختصار و اعجاز کے معجز، قومی اتحاد و رواداری کے معزز، اپنی اپنی دنیا میں دیوانِ برہمن لعل ہیں لیے ان کے نام و کام کا خوشدلی کے ساتھ ہمیشہ اعلان کرتے ہوئے نظر آئیں گے،

مینارِ دوم ہر چہار اطراف کی دنیا، اور ہر قسم کی مخلوق اُن کے چہار چمن کے پھول دنیا بھر کے چمنستانِ ادب سے بہتر پائے گی، اُنہیں ہی نمائش میں لا کر سجائے گی۔ اور دیگر گلدستے اپنی اپنی الماریوں اور میزوں سے گرا کر اِن ہی کے پھولوں سے دماغِ عالم و عالمیان معطر کرے گی،

مینارِ سوم تاریخ و وقائع کے اُستاد، حقیقت نگاری کے نقاد، ظہورِ اشیائے جہاں کو برہمن کا طرۂ امتیاز و شہرت بنانے میں ہر جگہ سعی موفور کرتے دیکھے جائیں گے،

مینارِ چہارم برہمن ہرگز کسے از حالِ ما آگاہ نہ شد۔ این گہر در کانِ نہان، چو گنج در گنجینہ ماند

فصحائے و بلغائے دہر تحفۃ الفصحا کو دنیا بھر کی ادبی الماریوں میں سب سے اونچی جگہ دیں گے کیونکہ فارسی زبان کے فصحا کا کوئی کلام اُس کے مقابل تو کیا نظر دیتے جانے کے لئے بھی ملکِ سخن کے خزانۂ عامرہ میں موجود نہیں،

دورانِ تیاری کلیاتِ برہمن (حصۂ نظم) برہمن کی جملہ تصانیف کا پتہ لگا۔ اور رائے بہادر پنڈت شیو نرائن صاحب شمیم کے تجسّسِ عالمانہ نے برہمن کا کتبخانہ مولوی سراج الدین صاحب آذر۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل لاہور کے گھر مل گیا۔ انہیں سے یہ مشہورِ روزگار نسخہ تحفۃ الفصحا بھی برہمن کا قلمی نکل آیا۔

کلیاتِ برہمن کی طباعت کی تاخیر تحفۃ الفصحا کی اشاعت کا باعث ہوئی

عمر رفت و قافلۂ عمرِ گرامی بشتاب۔ راہبر ماندہ شد و تا کہ خبردار شود

کلیاتِ برہمن حصۂ نظم کی تالیف و ترتیب نے مشورہ دیا تھا، کہ اس نالائق دنیا کی بہتری و بھلائی کیلئے کلیات نثر بھی تیار کیجائے۔ مگر ریاستی وعدے اور امیدوں کیطرح حصۂ نظم ہی کی کتابت و طباعت میں سال گذر گئے۔ یا یہ سمجھا جائے کہ میرے گذرنے کے دن قریب آگئے۔ عقل نے کہا کہ جب کلیات حصۂ نظم کی اشاعت میں اسقدر تاخیر ہو گئی۔ تو خدا معلوم حصۂ نثر کی تیاری کا موقعہ آئے یا نہ آئے۔ چونکہ علم تاریخ حسبِ منشاء علوم ہے اس نسبت سے تحفۃ الفصحا سب سے فائق تر نظر آیا۔ یہ جوہرِ بے بہا بڑی آسانی کیساتھ حضرت آذر صاحب کی کان سے نکال لایا۔ دیکھا کہ خطِ شکستہ کے آدم نے خطِ نستعلیق آمیز شکستہ میں اس طرز و ترتیب سے لکھا کہ ایک صفحہ دوسرے صفحہ سے زیادہ موزوں ہے، تحریرِ نثر میں ایسی جدت بھی برہمن ہی کا حصہ ہے۔ کتابت کیلئے کاتب کے حوالے کر دیا، اور ہدایت کی کہ تم خطِ نستعلیق میں لکھو مگر طرز و ترتیب سطور میں اصل کی پیروی کرو۔ انہوں نے معذوری ظاہر کی۔ میں نے کہا کہ جسقدر ہو سکے کوشش کرو، چونکہ وہ نسخہ گوہرِ شاہوار کیطرح ہر طرح بے نقص تھا۔ اس لئے صحت کے ساتھ کتابت ہو گئی۔ جہاں جہاں خالی جگہ چھوڑی گئی ہے وہ گردشِ زمانہ کا کرم ہے، اگر کہیں سے دوسرا نسخہ مل گیا، مکمل ہو جائے گا۔

برہمن کی مخصوص اختصار بیانی اور مطلب و مدعا نویسی

بیت: الفاظ کم بیا با شد برہمن ز دل چو گوہر نہ باغنی در اسپ باد قرار

زبان اظہارِ خیال کا ایک ذریعہ ہے اور خیال ایک خاص مطلب ہے، کہ جو قلم کے ذریعہ ادا کیا جاتا ہے قابل وہی سمجھا جاتا ہے، کہ جو اپنا مطلب سادگی سے ادا کرے، جو صنائع و بدائع کی الجھنوں میں پھنسا، وہ حقیقت و اصلیت سے دور جا گرا۔ فیضی، ابو الفضل اور دیگر مشہور اہلِ علم ان ہی الجھنوں کیلئے بدنام ہیں۔ بقول

آزاد دہلوی اُن کی تحریر کے دو ورق میں ایک بات بھی مطلب کی نہیں مگر برہمن مطلب نویسی کی قلمرو کا بادشاہ تھا۔ اسکی تصانیف موجود ہیں دیکھ لو، ایک لفظ بھی بیکار نہیں۔ مراۃ الخیال کا مصنف شیر خاں لودی جو اپنی بدبختی و تعصب سے ہندوؤں کا جانی دشمن تھا، برہمن کی اس قابلیت سے مسحور و مجبور ہو کر لکھتا ہے:-

"در نظم و نثرش پسند خاطرِ شہزادہ (دارا شکوہ) افتاد۔ از تصنیفاتش نسخۂ چہار چمن بہ مطلب نویسی و سادگیٔ عبارتِ وے گواہی میدہد"

شاہجہاں اور اورنگزیب کے زمانہ کے مشہور فاضل ناصر علی سرہندی سلمہ نازک خیال برہمن کی معنی آفرینی سے حیران و ششدر رہے۔ فاضل سرخوش اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے کہ:-

"میاں ناصر علی می فرمود، در کارِ طبع این جوان (برہمن) حیرانم کہ معنی ہائے تازہ از کجا مے آرد۔ برہمن بسیار مقبول فکرِ سخن میکرد۔ روزے پیشِ نواب سعد اللہ خاں این بیت از زادہ ہائے طبع خود برخواندہ،

رسیدان سخن گوئی سخن پرد برہمن زادہ از ہر دو برہمن

نواب خندہ کرد۔ در این اثنا میر محمد علی ماہر فرمود کہ بشنوید برہمن زادہ از دو برہمن چہ میگوید۔ برہمن گفت کہ از ہندوان شنیدہ بود دومی چند برہمنان میکرد۔ گویا دو برادر بودند در کشمیر۔ روزے بشاہ ہا گفتند ببیند ما ہر دو نام و تخلص طالب و کلیم را چہ قسم کردہ ایم، طالب چہ یا کلیم گویا۔ دیوان ہائے ضخیم و مثنوی ہائے رنگین دارد۔ در مثل ملا ظہوری بسیار پیر مضامین تازہ نگاشتہ۔ ملا منیر لاہوری این فقرہ انتخاب نمودہ۔ خواجہ سبحان کہ با خواجہ جنبل نسبتے ہمہ لفظی داشت میگفت"

درحقیقت برہمن کی بےنظیر مطلب نگاری و استعارہ نویسی ایک خاص امتیاز رکھتی ہے اور بڑے غور کی محتاج ہے۔

حیرت انگیز کثرتِ مطالعہ

سوال یہ ہے کہ ایسا جامع اور عجوبی کے اشعار کا لاجواب تحفہ جناب برہمن اپنی بے حد مصروفیات وزارت اور گوناگوں مشاغل زندگی کے باوجود کس طرح پیش کر سکے۔ اور انہیں دورِ اکبری سے لگا کر شاہجہانی عہد تک ڈیڑھ سو برس کے ایران توران کابل اور ہندوستان وغیرہ ولایتوں کے لاکھوں شعراء کے ہزاروں دیوانوں سینکڑوں مثنویوں اور دیگر علمی و ادبی تصانیف کی نقادی کا کیونکر موقعہ مل گیا؟

اس کا جواب آطری کی ملاقات کے ذکر میں جناب برہمن خود دیتے ہیں۔ غور کیجئے:-

"برہمن عقیدت کیش جویائے اربابِ سخن است۔ در سرہند بملاقات اُو رسیدہ صحبتِ رنگین داشت"

ایسی ہی اطلاع ملک الشعراء ملا محمد جان قدسی کی صحبت کے حالات میں دیتے ہیں:-

"در وقتے کہ از ایران بدار السلطنۃ لاہور آمدہ، در کاروان سرائے نزول نمودہ بود، ایں برہمن فارسی داں کہ خواہانِ صحبتِ ایں طائفہ است، بمکانش رسیدہ۔" الخ

جو انسان جس شئے کا جویا ہوتا ہے، وہ اپنی تمام مصروفیت اُسی شئے کے حصول میں صرف کیا کرتا ہے۔ برہمن عالم تھا اور فطرتاً علم دوست، ہر ذکر اور ہر فکر میں علم و عمل کے حاصل کرنے کے لئے غلطاں و پیچاں رہتا تھا، واقعی آجکل کے بیکاروں کے نزدیک اُن کی عالمگیر واقفیت باعثِ تحیر ہے۔ ۱۲ ورق پر ۴۰ اشعراء کا تذکرہ کلام کی تنقید اور نمونۂ کلام لکھ دینا ایک بات ہے حسرت موہانی اِس تذکرہ کی مختصر نویسی دیکھ کر ضرور نادم ہونگے، کہ جنہوں نے آپ کا دیوان دیکھ کر غزلیات کے انتخاب کر لینے کا سراسر غلط الزام لگایا تھا۔

انتخابِ شعراء | ما برہمن نظر بگلِ تازہ بستہ ایم بیہودہ سیرِ گلشنِ عالم نمی کنیم

برہمن نے اِس عرصۂ ڈیڑھ سو سال کے شعراء کا کلام جیسا کہ ظاہر ہے، دیکھا، اور یہ ظاہر ہے کہ مغلیہ حکومت کے اِس پُرشان علمی عہد میں بچہ بچہ شاعری کا دعویٰ کر رہا تھا لیکن اس کی حقیقت بین نگاہ نے تحفۃ الفصحا کیلئے محض ۴۰ اشعراء انتخاب کئے۔ یہ زمانہ فارسی کے عروج کی انتہائی منزل تھی، اِس لئے یہ دنیا بھر کے وہ شعراء ہیں جو اپنے اپنے زمانہ میں بجائے خود ہر ایک فلکِ ادب کا آفتاب تھا۔ اور دو کے سوا یہ سب مسلمان تھے۔ آج وہ کون ہندو اور مسلمان ہے، جو ایسی رواداری و مساوات کا روادار ہو، خدمتِ ملک اِسی صفت کا نام ہے۔ اور یہی حب الوطنی ہے۔

سلیقۂ انتخابِ اشعار | مرا انجال خطِ او خیالِ سودا نیست کہ من معاملہ با زلفِ پُرشکن دارم (برہمن)

دورِ حاضرہ میں شعراء کے کلام کا انتخاب کبھی تو کوئی صرف اِس غرض کیلئے کرتا ہے کہ گو شاعر فنِ شعر کا ماہر نہیں ہے لیکن علم و فضل یا کسی اور حیثیت سے اُسے خاص امتیاز حاصل ہے، اور کبھی اِس مدعا سے کلام کا انتخاب کیا جاتا ہے کہ اُس کے افکار معلوم ہو سکیں یا اِن ہر دو طریقہ انتخاب کے علاوہ کبھی اُس کے فنِ ادب کی مہارت کا اظہار مدِ نظر ہوتا ہے۔ اور کبھی اس کے اظہارِ بیان اور طرزِ ادا کا خیال مرکوزِ خاطر، مگر ہمارے خیال میں سب سے بڑی بات اقسامِ شعر میں شاعر کی قدرت اور دستگاہ دکھانی ایک تذکرہ نویس کا سب سے بڑا اور اہم فرض ہے ہم سمجھتے ہیں کہ برہمن نے جس تنقید جیسا کہ نتیجۂ علم

مرقع بسبیل اعجاز اپنی لاجواب فصاحت و بلاغت اور اعلیٰ انشاپردازی کے رنگ میں پیش کیا ہے
دنیائے ادب فارسی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا ہر زبان کے زباندانوں کے جسقدر تذکرے پائے
جاتے ہیں وہ عام اور ہمہ گیر ہیں۔ ان مصنفوں نے غلط یا صحیح مشہور و گمنام عام و خاص
بلکہ عوام الناس میں بھی کچھ تمیز نہ رکھی اور زیادہ تر تذکرے تو ایسے ہیں جو عامیانہ درجہ تک پہنچ گئے ہیں
ایسے انتخابات میں جس احتیاط کی ضرورت تھی وہ آبحیات کے فاضل مصنف سے مخفی نہ رہ
سکی مگر آپ نے اپنے بے مثل سلیقہ واقعہ نگاری سے شاہپاران کلام کے کلام ایسا انتخاب کیا ہے
کہ ڈیڑھ سو برس کی فصاحت و بلاغت میں جان ڈالدی ہے تو یہ ہے کہ زبان فارسی کی اس سے
بڑھکر کسی نے خدمت نہیں کی امتحان کی عمیق نگاہی بصیر نقادی اور کامل بصری برہمن ہی
کا حصہ ہیں آپ کی طبع نقاد نے زبان فارسی کے بہترین کلام کا عطر نکالا ہے اور ٹھیک ٹھیک اسی
طرح سے جیسا کہ مُلّا رومؒ نے اپنی مثنوی میں قرآن شریف کا ع

من ز قرآں مغز را برداشتم — استخواں پیش سگاں انداختم

ناالفتی ہندوستانیوں کی قابل رحم حالت چو دو ر نظیر برہمن بہار نے آہ ہم ع دل کافر و مسلماں حیثیت

تقریباً ایک صدی گذشتہ سے ہندوستان میں چھاپہ کا رواج ہے مگر ہمارے بدبخت اہل وطن ہندو مسلمان (برہمن)
ہر روز ہزاروں ورق ایک دوسرے کی عیب جوئی اور دشنام دہی میں سیاہ کرتے ہیں اور اپنی تمام قابلیت
اسی میں خرچ کرتے ہیں کاش یہ ملکی خدمت کرتے لاکھوں ابنائے وطن صاحبان فن کی دماغ سوزی سے
فائدہ اٹھاتے اور انکے تجربات چھاپتے جنکا ایسا نایاب ذخیرہ روز بروز دنیا سے ناپید ہو رہا ہے

اعتذار خاکسار بہار کا ارادہ تھا کہ اول ان نامی شعرا کا مختصر تذکرہ لکھتا اور پھر انکی کل تصانیف کی داد
دیتا لیکن یہ طریقہ مروجہ مسدود پاکر بعض لنترانیاں اپنی حالت میں چھپاکر اپنی غلطیوں کیلئے بیکار روتا اہل ملک سے
معافی کا خواستگار ہے۔ عیب مکن گیر اگر اہل خطا بسیار اند — ایں ہمہ قابل عفو اند چو بخشندہ یکیست
اے درخشاں بزرگوں کی مستور روحو تم اپنے بزرگوار کلام پر حسن قبول کی روشنی ڈالو تاکہ
گم گشتگان وادی سخن کو صحیح اور پاک راستہ پر چلنے کی توفیق ہو
ساکن محلہ نبشیان جہلم یکم ہاڑ سمت ۱۹۸۵ بکرمی مقدمہ نگار سراپا گنہگار خاکسار بہار سنامی

در کیفیت ارباب سخن و اهل کمال که در ایران و توران
و هندوستان میدان سخنگوئی و نغزخوانی بلند آوازه اند تشنگان سخن را بپایان ضیاء آبشار سخن
بطریق اجمال شمه از حال عزیزان صاحب سخن رقم پذیر سوانح خامه شکسته رقم میگردد
ملا شفائی بود که دیوان غزل و مثنوی و قصاید و رباعی
در میان حلقهٔ شعرای ایران ملا شفائی اندر سینه و جای دیگر گروه مؤلف تحفة الفصحا
قبل ... قرن ... شفائی کعبهٔ دل آواره را که عنبر اندر سینه ... بیت تا به پوسیده
ازوست بساده لوحی بین شفائی که می بندد دل ... نوشت زیر
دیوان غزل دارد مثالش مشهورهٔ روزگار است خط شکسته و ... بلند طبع صاحب سخن
میرزا ملک مشرقی از جوانان بلند طبع صاحب
وصیتی زلف معشوقم که بی موجب پریشانم ... بیت
نادم گیلانی صاحب
من آن چو برگهای غنچه در یک جا ... تا حبه آگر دیده ام از ... + میرزا جلال وا
سرگشته تا زیر اعشق از وفا داشت
... و شوند ... رگلگون سوای ... زوش گلبن
است ... وقت
مومن منتولی مشهد مقدس صاحب طبع بلند است ... و ادبی سخن بود
میر حیدر معمائی از استادان
بدیم ... بیابان لاله از شوخی تنگ کرد ... ز پریشانی دل انگه بدم
کاشی صاحب طبع بود این بیت ازوست
دلهای پریشان دارد

پہاڑی عورات کے حالات

پر

خصوصاً اُن کے جو سلسلۂ کوہستانِ شملہ میں جگہ بجگہ آباد ہیں، اور جن کے جاننے کا ہر شخص قدرتاً شائق ہے، آجتک پردہ پڑا ہوا تھا، جو باوجود ہزارہا کوششوں اور سینکڑوں روپے کے مصارف کے اُٹھنے میں نہ آتا تھا، اب وُہ

لطفِ کوہسار

کے شائع ہو جانے سے اُٹھ گیا ہے، جسمیں اُنکے خفیہ حالات، عجیب و غریب واقعات کی تصویریں، اعلیٰ انشاء پردازی کے مختلف رنگوں سے رنگین اور تاریخی حالات کے روغن سے چمکائی جا کر جلوہ گر کی گئی ہیں، علاوہ ازیں قابل مصنف نے پہاڑی زندگی کے ہر پہلو پر پوری پوری روشنی ڈالی ہے، غرضیکہ یہ کتاب اعلیٰ کاغذ پر اعلیٰ تیار ہوئی ہے قیمت فی جلد معہ محصول ڈاک جو کتاب کی خوبیوں کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے، صرف ایک روپیہ (عہ) ہے

المشتہر: تیجونت ایڈیٹر تیج چیف منیجر پریس ہند دہلی

تحفۂ مقدس

اگر کوئی چیز کسی کے پیش کیجائے تو یہ ضروری ہے کہ دونوں کی حیثیت جانچ لیجائے

چنانچہ

مقدس انکشافات برہمن کا پیشکش کسی مقدس ہستی کے حضور ہونا چاہیئے تھا، اس پاک فرض کی ادائیگی کے لئے اطراف عالم پر نظر ماری مگر افسوس کہ ایسی کوئی ہستی نظر نہ آئی، دراصل یہ انکشافات سراپا نور ہی ہیں،

اسلئے

بارگاہِ الہی سے بڑھ کر اور کوئی بارگاہ اس پیشکش کی اہل نہیں ہوسکتی۔ پس نہایت عجز و انکسار کے ساتھ انکشافات برہمن کا ہدیہ جناب باری میں پیش کیا جاتا ہے کہ اب ان کا اصلی مقام وہی ہے

گذرانیدہ خاکسار بہار سنامی